

# دیوان میر سوز

اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر صحیح متن کی تیاری کے صحیح تنقید بھی نہیں ہو سکتی۔

ہمارا ارادہ ہے کہ سوز کے کلام کو دوبارہ وسیع پیمانے پر ایڈٹ کر کے شائع کریں۔ یہ نقشِ اول صرف اس ضرورت کا اشاریہ ہے۔

سوز نمبر کی تیاری میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اور جناب رشید حسن خاں نے خاص طور پر مدد فرمائی ہے اور میں ان دونوں احباب کا ہر دل سے ممنون ہوں۔

قیام امر کی رو آدر میری یہ تجویز ہے کہ اردو کے تمام مخطوطات، دنیا میں جہاں جہاں بھی ہیں وہ مائیکروفلم کیے جائیں اور ان کے تین سٹ تیار کیے جائیں: ایک لائبریری آف کانگریس واشنگٹن میں رہے، دوسرا دس کانسن یونیورسٹی لائبریری میں اور تیسرا دہلی یونیورسٹی کے کتب خانے میں۔ میری اس تجویز کو لائبریری آف کانگریس کے بعض ذمہ دار اشخاص نے بے حد پسند کیا ہے اور وہ اس تجویز پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اگر خدا کی مدد شامل حال ہوئی اور یہ تجویز بروئے کار آسکی تو اس سے اردو کو بڑا فائدہ ہوگا۔

شعبہ اردو میں امر کی اور روسی طلبہ کئی سال سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بعض بیرونی درس گاہوں سے ہمارا بین جاسماتی تعاون بھی ہے۔ اس سال شعبہ اردو نے ملکی اور غیر ملکی "غیر اردو داں" طالب علموں کے لیے اردو کا باقاعدہ ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس بھی شروع کیا ہے۔ یہ کام سلیم شمیم بھٹ کے سپرد کیا گیا ہے جو اس کام سے خاص دل چسپی رکھتی ہیں۔ اس سال داخلے کی ۲۴ درخواستیں آئی ہیں اور ابھی برابر آرہی ہیں۔ اس لیے اُمید ہوتی ہے کہ یہ کورس مقبول ہوگا اور



آئندہ سال انشاء اللہ ہم ڈپلوما کورس بھی شروع کر سکیں گے۔

ہمارے لیے یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ اس سال جامعہ شبینہ میں ڈاکٹر محمد حسن کارپٹر کی حیثیت سے تقرر ہوا ہے جو اردو کے معروف ڈرامہ نویس اور لائق ذکر نقاد ہیں۔

یہ بات بھی اردو کے حلقوں میں مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ غالب سوسائٹی دہلی نے ہمیں آٹھ ہزار روپے کے تین انعامات "مرزا اسد اللہ خاں غالب انعامات" کے نام سے دیے ہیں جو ہم ہر سال بی اے، بی اے آنرز، اور ام اے کے بہترین اردو طالب علموں کو دے سکیں گے۔ شعبہ اردو اس گراں قدر عطیے کے لیے غالب سوسائٹی کے ارباب حل و عقد اور خاص طور پر اس کے صدر عالی جناب شکر پرشاد صاحب آئی، سی، ایس کا ممنون ہے جو صرف انتظام ملکی ہی میں مہارت نہیں رکھتے بلکہ غالب شناسی میں بھی ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔

خواجہ احمد فاروقی

حیدر آباد دکن

۲۸ جون ۱۹۶۳ء

# سوزگار سان دتاسی کی نظر میں

سید محمد میر سوز دہلوی 'ہندوستان کے بہت لائق اور معدود لکھنے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ادبی اوصاف کے علاوہ 'دہ تیر اندازی اور شہ سوار سی میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ انھوں نے خوش نویسی میں بھی امتیاز حاصل کیا تھا اور یہ ایسا فن ہے جس کو اہل مشرق بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ خوش نویسی کے نسبتاً غیر مردہ اسالیب سے بھی آشنا تھے۔ انھوں نے آسان اور سادہ طرز میں اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار کا طرز ایسا مسرت بخش ہے کہ وہ ایک نئے مدرسہ شعر کے سربراہ سمجھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کے قول کے مطابق 'سوز اور فغاں' دونوں نے ایک ایسی بولی میں کام کیا جس کے ساتھ اشعار لکھے ہیں جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے اور جس کا استعمال 'ہندوؤں کی رائے میں مردوں کے لیے مناسب نہیں۔ اپنی شاعرانہ زندگی کے آغاز میں 'سوز اپنے ہیجان انگیز جذبات سے منلوب تھے لیکن عہد شاہ عالم کے اٹھارویں سال میں وہ سلوک اور تصوف کے میدان میں داخل ہوئے اور درویشوں کا لباس اختیار کیا۔

مصطفیٰ کا بیان ہے کہ انھوں نے پہلے تیر تخلص رکھا۔ لیکن چونکہ میر محمد تقی اسی تخلص سے مشہور ہو چکے تھے، اس لیے اُسے بدل کر 'سوز اختیار کر لیا۔ ۱۷۹۳ء میں اُن کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ ۱۱۹۶ھ (مطابق ۱۷۸۱-۸۲ء) میں وہ لکھنؤ، قیام پزیر تھے اور اپنا وقت مراقبہ اور عبادت میں صرف کرتے تھے۔ ۱۲۱۲ھ (مطابق ۱۷۹۷-۹۸ء) میں وہ مرشد آباد چلے گئے لیکن وہاں زیادہ نہیں ٹھہرے اور لکھنؤ واپس آ گئے، جہاں ۱۲۱۵ھ کی عمر میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

لے بینی زامن نے لکھا ہے کہ اُن کا انتقال تلہور (TALHOR) میں ہوا جس میں نہیں کہہ سکتا کہ بینی زامن کی مراد کس شہر سے ہے۔ انگریزی نقوشوں میں ملتان کے ایک شہر کا نام ٹلار (TULLAR) لکھا ہوا ہے۔ (دتاسی)



علی ابراہیم، جس نے سوز کے اشعار پندرہ سولہ صفحے میں دیے ہیں؛ لکھتا ہے کہ سوز بہت کم گو تھے اور بڑے پس پیش کے بعد لوگوں کی فرمائشوں کو پورا کرتے تھے اس کے برخلاف مصحفی نے لکھا ہے کہ وہ بہت خلیق اور نہں کھ تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشادہ دل اور مفسار واقع ہوئے تھے۔ مصحفی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اُن سے (سوز سے) واقف تھے اور سوز اُن کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کرتے تھے۔

سوز نے نثر اور نظم دونوں میں لکھا ہے۔ اُن کے اُردو اشعار اُن کے دیوان میں شامل ہیں۔ یہ ہندوستان میں ربیع تقطیع پر، جس میں ۷۵ صفحے ہیں، شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس میں سنہ اور مقام کا ذکر نہیں ہے۔ مگر درحقیقت یہ سنہ ۱۸۷۷ء میں کلکتہ میں چھپا ہے اور اُن کے کلام کا انتخاب ہے، جس میں صرف غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ میں اپنی دوسری جلد میں اس اڈیشن کے کچھ اقتباسات شامل کروں گا۔ جن اشعار کا ذیل میں ترجمہ درج ہے؛ وہ اس اڈیشن سے نہیں، بلکہ مینی رائن کے تذکرے سے لیے گئے ہیں۔

(گارساں دتاسی، تاریخ ادبیات ہندوئی، ہندوستانی، ص ۴۷۶، جلد اول)

مترجم سٹرائٹ ڈیگبی (کیمرج) و خواجہ احمد فاروقی



# سوز اور ان کی شاعری

## [ حیات ]

**اسلاف و خاندان** | محمد میر سوز کے اسلاف کے سلسلے میں عام طور سے تذکرے خاموش ہیں۔ صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ

ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ ان کے والد ضیاء الدین خاندانی نجابت کے علاوہ خود ایک بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت قطب عالم گجراتی تک پہنچتا ہے۔ سوز کے بزرگوں کا اصل وطن بخارا تھا اور وہاں سے وہ ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ مگر یہ پتہ لگانا دشوار ہے کہ ان کا خاندان کب بخارا سے دہلی آیا۔ البتہ دہلی آ کر قراول پورہ میں قیام کیا۔

**ولادت و وطن** | محمد میر دہلی میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ تذکرہ طور کلیم میں تحریر ہے: "بخاری متوطن دہلی مولد بود" تذکرہ شعرا

۱۔ خمخانہ جاوید ص ۲۴۶۔ آب حیات ص ۲۲۶۔ ۲۔ تذکرہ شعراے اردو میر حسن ص ۸۸۔ آب حیات ص ۲۳۶۔ سخن شعرا نساخ ص ۲۲۴۔ خمخانہ جاوید ص ۲۴۶۔ گلشن ہند ص ۱۵۱۔ ۳۔ طور کلیم ص ۵۴۔

میں امین اللہ طوفان لکھتے ہیں: جناب میر سوز و ہوس در فن سپہ گری کامل دیکھتا  
بود۔<sup>۱۰</sup>

محمد میر کی ولادت کا سن کسی تذکرے میں مذکور نہیں ہے البتہ ان کے سال  
وفات سے ان کے سن ولادت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ محمد میر کی وفات ۱۲۱۳ھ  
میں ہوئی۔ ان کی عمر ستر برس بتائی گئی ہے۔ اس اعتبار سے ان کی ولادت ۱۱۴۲ھ  
میں ہوئی۔ چنانچہ تذکرہ ہندی میں ہے: "عمرش از ہفتاد و متجاوز خواہ بود"۔ آپ  
حیات میں مذکور ہے کہ "غرض ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر برس کی عمر میں فوت  
ہوئے۔"

**نام و تخلص** | محمد میر نام اور سوز تخلص تھا۔ پہلے انھوں نے میر تخلص اختیار  
کیا مگر جب میر تقی میر کی شہرت ہوئی تو انھوں نے سوز تخلص  
اختیار کیا۔ اس شعر میں انھوں نے اپنے تخلص کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ مولے ہزار حیف

اب جو کہیں ہیں سوز سوز معنی سدا جلا کرد

تخلص کی تبدیلی کے صرف دو مقصد ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ سوز نے التباس  
کے خیال سے تخلص تبدیل کر دیا۔ دوسرا سبب یہ ممکن ہے کہ انھوں نے خیال کیا کہ  
میر کی شہرت کی زد میں آکر ان کا دقار شاعری کہیں ختم نہ ہو جائے۔ تخلص کے

۱۰ تذکرہ شعرا (مرتبہ فاضی عبدالودود) ص ۳۔ مگر تعجب ہے کہ احمد حسین سحر اور شیفتہ نے ان

کو لکھنوی لکھا ہے۔ گلشن بیجار میں شیفتہ لکھتے ہیں: "سوز تخلص۔ محمد میر نام لکھنوی" ص ۱۰۴۔

تذکرہ بہار بے خزاں (قلمی) میں احمد حسین سحر تحریر کرتے ہیں: "سوز تخلص محمد میر نام از لکھنواست" ص ۵۰۔

۱۱ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کی عمر اسی برس قرار دی ہے۔ خوش معرکہ زیبا (قلمی) تذکرہ طبرک کلیم ص ۵۴۔

سخن شعرا ص ۲۲۸ دیوان جہاں ص ۱۴۷۔ ۱۲ دستور انصاحت میں ان کا نام شاہ میر محمد لکھا ہے۔ ص ۵۔



سلسلے میں یہ لطیفہ عام طور سے مشہور ہے۔

ایک دن کسی نے میر سوز سے آکر کہا حضرت ایک شخص آپ کے تخلص پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص کیا ہے۔ انھوں نے کہنے والے کا نام پوچھا اس نے بہت اصرار سے بتایا۔ پوچھا مشاعرے میں آتا ہے۔ کہا ہاں۔ بولے اچھا چپ رہو مجھے مشاعرہ میں یہی کہہ کر ٹوکنا پھر دیکھ لینا۔ الغرض جب اس کمیٹی میں (یا مشاعرہ کہو) میر سوز صاحب تشریف لائے۔ اس شخص نے بہ آواز بلند پوچھا حضرت آپ کا تخلص کیا ہے۔ میر سوز نے فرمایا کہ صاحب قبلہ نقیر نے تخلص تو میر کیا تھا مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا۔ نقیر نے خیال کیا کہ ان کے کمال کے سامنے میرا نام نہ روشن ہو سکے گا ناچار سوز تخلص کیا۔ پھر شخص مذکور کی طرٹ اشارہ کر کے کہا سنتا ہوں کہ یہ صاحب گوز کرتے ہیں۔ اس پر کمیٹی یا مشاعرہ میں عجب ہتھکڑ پڑا۔ بہت لوگوں کا مجمع تھا سب کے کان تک آواز نہ گئی۔ کئی کئی دفعہ کہلو اکر سنا۔ ادھر شخص مذکور ادھر میر تقی صاحب دونوں چپ بیٹھے سنا کیے یہ۔

ان کے مذہب کے بارے میں عام طور سے تذکرہ نگاروں نے سکوت  
**مذہب** اختیار کیا ہے مگر ان کے کلام سے ان کے عقیدہ کا اظہار نمایاں  
 طور پر ہوتا ہے۔ بلکہ ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے  
 عقیدے میں سخت تھے۔

زباں سے تفسی مشکل کشا کی منقبت کہتا	تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرتبہ حسین کا لکھتا تو کیا لکھتا	بہ سوز سینہ زہرا فقط اک آہ میں لکھتا
خلافت سچی آکر سوز بولی چوتھے درجے میں	جو چاہو تم بنو صدیق حضرت شاہ کو پوچھو



دلا حیران نہ ہو میاں کون سی شکل رہی شکل تو کر شکل کشا کو یاد وہ کھلیں گے مشکل کو

**علوم و فنون** | قدیم زمانہ میں شرفا میں قاعدہ تھا کہ اپنی اولاد کو درسیات کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چناں چہ سوز نے

بزرگوں کی اس روایت کو قائم رکھا۔ مصحفی تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں: کمالہا سے  
ایں بزرگ ماورائے شاعری و درویشی بسیار اند<sup>۱۵</sup> سوز نے خوش نویسی کی طرہ  
توجہ خاص کی۔ چناں چہ خط نسخ، نستعلیق اور شفیعا میں وہ ہمارت بہم پہنچائی کہ اس  
دور کے ممتاز خطاطوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ مخزن نکات میں قائم لکھتے  
ہیں: خوش نویس بے نظیر است۔ خط شکستہ و شفیعا خوب می نویسند<sup>۱۶</sup>۔ گلشن بیخار  
میں شیفہ کا قول ہے: خط شفیعا و نستعلیق زبیا می نگاشت<sup>۱۷</sup>۔ خوش نویسی کے علاوہ  
شہسواری، سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی ملکہ بہم پہنچایا۔ آب حیات میں ان کے  
والد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تیر اندازی میں صاحب کمال تھے۔ خیال ہے کہ فنون  
سپہ گری سے دل چسپی ان کو والد سے ورثے میں ملی ہوگی اور تیر اندازی کا فن انھوں  
نے اپنے والد ہی سے حاصل کیا ہوگا۔ تذکرہ سرور میں ان کی تیر اندازی اور  
شہسواری کے بارے میں مرقوم ہے: در علم تیر اندازی و سواری اسپ نیز بہارتے  
تمام داشت<sup>۱۸</sup>۔ تاریخ ادب اردو کے مصنف کا بیان ہے: تیر اندازی و شہسواری  
میں مشاق۔ شہزاد اور درزش کے بڑے شائق تھے۔

**انشاد** | عرب میں فن شعر کوئی کو انشاد کہتے ہیں۔ شعر کو اس انداز سے پڑھنا  
کہ شعر بحکم سامنے آجائے، بڑی ریاضت چاہتا ہے۔ لکھنؤ میں جب

<sup>۱۵</sup> مخزن نکات ص ۴۸

<sup>۱۶</sup> تذکرہ ہندی ص ۱۱۱

<sup>۱۷</sup> آب حیات ص ۲۳۶

<sup>۱۸</sup> گلشن بیخار ص ۱۰۴

<sup>۱۹</sup> تاریخ ادب اردو ص ۱۲۴

<sup>۲۰</sup> تذکرہ سرور ص ۳۳۲

اہل کمال کا مجمع ہوا تو مرثیہ گو حضرات نے اس کو ایک مستقل فن کی صورت دے دی  
مگر ان سے پہلے اردو شاعری میں یہ تجربہ سوز کی بدولت عمل میں آیا۔ آزاد آپ  
حیات میں تحریر کرتے ہیں۔

” انھوں نے علاوہ شاعری کے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے  
کلام کا لطف دو چند ہو جاتا تھا۔ شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت  
بن جاتے تھے۔“

دستور الفصاحت میں ہے: ” فی الحقیقت طرزے نفیس ایجاد نمودہ کہ متبع آن  
بسیار دشواری نماید۔“

بہار بے خزاں میں مرقوم ہے: ” بخواندن اشعار بطرز مطبوع مشہور جہان  
است۔“

صغیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں یہ لطیفہ لکھا ہے

” الحاصل یہ کیٹی میر تقی میر کی بھتی خاطر مدارات کہ شان شرفا ہے کی گئی اور کہا  
کہ آپ (سوز) بہت دیر میں تشریف لائے۔ بہر حال اوٹھتے پیٹھ کچھ اور تماشا اسی۔  
میر سوز صاحب اس پر کہ سمجھ گئے یعنی انھوں نے پڑھنے کا طریقہ ایسا ایجاد کیا تھا کہ  
مضمون کی شکل بن جاتی تھی مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تھے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھ  
سے شمع اور دوسرے ہاتھ کی اوٹ سے دیں فانوس طیار کر کے بتاتے۔ اگر مرنے  
کا مضمون ہوتا تو لیٹ جاتے اور مردہ بن جلتے۔ لوگوں کو تماشا ہو جاتا۔ اسی  
پر میر صاحب نے ماشے کا لفظ کہا۔ میر سوز صاحب نے اس کے جواب میں کہا  
اچھا دیکھے کیا تماشا دکھاتا ہوں۔ مجھے اجازت ہے۔ میر صاحب نے فرمایا۔

آب حیات ص ۲۴۳      ۵ دستور الفصاحت ص ۵۱

۵ بہار بے خزاں (قلبی) ص ۸۸



بسم اللہ۔ پہلے میر سوز صاحب نے یہ قطعہ پڑھا۔

دو مار سیاہ زلف سج کہہ بتلا دے دل جہاں چھپا ہو

کنڈلی تلے دیکھو نہ ہو دے کاٹا نہ ہنسی ترا برا ہو

پہلے مصرعے پر ڈرتے ڈرتے جھکے گویا کنڈلی تلے دیکھنے کو جھکے اور جس

وقت کہا "کاٹا نہ ہنسی" پس رفتہ رفتہ کو چھاتی سے مسوس کر ایسے بے اختیار

بوٹ گئے کہ لوگ گھبرا کر بٹھالنے کو کھڑے ہو گئے۔ ان میں بہ ایں تمکنت اور

عالی دماغی میر صاحب بھی شریک ہوئے۔ جب میر سوز آٹھ بیٹھے تو میر صاحب

کو دیکھ کر کہا: تسلیم حضور نے تماشا دیکھا۔ اس تماشے پر میر صاحب مسکرا دیے

اور بولے اس خوبی پر پاؤ شاعر ہو۔ میر سوز نے باکراہ تسلیم کی۔

اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں آزاد نے بھی لکھا ہے۔ اس واقعہ کے علاوہ

ایک اور لطیفہ بھی آب حیات میں تحریر ہے۔

"تم بھی خیال کر کے دیکھ لو ان کے اشعار اپنے پڑھنے کے لیے ضرور حرکات

انداز کے طالب ہیں چنانچہ یہ قطعہ بھی ایک خاص موقع پر ہوا تھا اور عجب انداز

سے پڑھا گیا۔

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے

وہاں دیکھے کئی طفلِ بریرے ارے لے لے لے لے لے لے لے لے

چوتھا مصرعہ پڑھتے پڑھتے وہیں زمین پر گر پڑے گویا پریزا دوں کو دیکھتے

ہی دل بے تاب ہو گیا اور ایسے نڈھال ہوئے کہ ارے لے لے لے لے لے لے لے لے

غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔"



ہے تو ۱۱۸۵ھ (جو احمد خاں بجیش کا سال وفات ہے) کے بعد ہی وہ کسی  
 میں فیض آباد گئے ہوں گے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سوز کی لکھنؤ میں آمد ۱۱۸۵ھ  
 لکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان کا پانچ سال کا عرصہ انھوں —  
 فیض آباد میں گزارا یا پھر فیض آباد سے دہلی آ گئے۔ مؤخر الذکر صورت زیاد  
 قرین قیاس ہے۔ شاید اسی لیے آزاد نے لکھا ہے کہ ۱۱۹۱ھ میں لباس نقری  
 اختیار کیا اور لکھنؤ چلے گئے؛ نیز ۱۱۸۵ھ میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ  
 تبدیل ہو چکا تھا۔ اس لیے فیض آباد میں سوز کا قیام بے معنی معلوم ہوتا ہے۔  
 ۱۱۹۶ھ میں سوز کی لکھنؤ میں موجودگی ثابت ہوتی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ  
 وہاں دربار تک رسائی نہ ہونے یا عسرت کی زندگی بسر کرنے کے باعث انھوں  
 نے ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد کا رخ کیا اور یہاں نواب مبارک الدولہ کی سرکار سے  
 منسلک ہو گئے۔ تذکرہ عشقی میں ہے۔

چندے در شہر مرشد آباد در سرکار نواب مبارک الدولہ منسلک گشتہ ۱۲۱۲ھ  
 مرشد آباد میں ان کا جی نہ لگا اور اسی سال لکھنؤ واپس آ گئے۔ یہاں قسمت  
 نے یادری کی اور نواب آصف الدولہ نے ان کی شاگردی اختیار کر لی اور زندگی  
 کے آخری ایام سوز نے لکھنؤ میں گزار دیئے۔ نیاز صاحب کا خیال ہے کہ:  
 "صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی میں لکھا ہے کہ ۱۱۹۶ھ میں وہ لکھنؤ آئے تھے  
 اس لیے غالباً یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ وہ ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ آئے۔ یقیناً وہ اس سے  
 بہت پہلے آچکے ہوں گے اور نواب آصف الدولہ نے اگر ان سے اصلاح لی تو  
 کافی مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا ہوگا۔"

نار

دہلی کی حالت تو اسی دن سے دگرگوں ہو گئی تھی جب اورنگ زیب نے اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا۔ مگر پھر بھی سلطنت کے نام ساکھ قائم تھی۔ ملک میں بد امنی کے باوجود تخت دہلی سے آنکھ چار کرنے کی سی کوجرات نہ تھی۔ ریاستوں کی خود مختاری کے باوجود بادشاہ کا تصور صرف تخت دہلی ہی سے وابستہ تھا۔ شاہ عالم کے زمانے میں نادر شاہ کی یلغار۔ مرٹھوں کے حملے اور ردھیلوں کی دست درازی سے عوام کو بھی اندازہ ہو گیا کہ بادشاہ کی حیثیت شاہ شہنشاہ سے زیادہ نہیں ہے۔ حالات کے انتشار اور حکومت پر عدم اعتماد کے باعث لوگوں نے دہلی سے ہجرت کرنا شروع کر دی۔ سوز بھی دہلی سے نکل کر فرخ آباد چلے گئے۔ جہاں نواب مہربان خاں زندہ سے وابستہ ہو گئے۔ جو نواب احمد خاں بنگش کے دیوان تھے۔ فرخ آباد جانے کی صحیح تاریخ کا اندازہ تو نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ تذکرہ شعرا میں ابن امین نے ان کا فرخ آباد پہنچنا سودا سے قبل بتایا ہے۔ اور سودا کے بعد تک سوز کا قیام فرخ آباد میں رہا ہے۔ جیسا کہ سودا کے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے جو انھوں نے اپنے رخصت ہونے کے موقع پر مثنوی کی صورت میں نواب کو پیش کیے تھے

شعر کے بحر میں ترا استاد کشتی ذہن کو ہے باد مراد

اس کو ہر طرح تو غنیمت جان پھر لے گا نہ سوز سا انسان

کیسے ہی رام ہوں کسی کے ساتھ پنچھی بھڑکے ہوئے نہ آویں ہاتھ

فرخ آباد سے سوز نے فیض آباد کا رخ کیا اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے خیال

یہ ہے کہ احمد خاں بنگش کی وفات کے بعد فیض آباد کا سفر اختیار کیا۔ اگر یہ درست

ہے۔ تذکرہ شعرا ص ۲۵ مگر نیا صاحب سودا کا فرخ آباد پہنچنا سوز سے قبل بتاتے ہیں

(استقادیات ص ۲۶۳) جو درست نہیں معلوم ہوتا۔



نیاز صاحب کا یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ متعدد تذکرہ نگاروں نے ان کی دہلی میں آمد ۱۲۱۲ھ لکھی ہے۔ گلشن ہند میں تحریر ہے۔

۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد تک تشریف لائے لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔ اسی سال پھر تشریف لے گئے ۱۲۱۳ھ

آب حیات کا بیان ہے: ۱۲۱۲ھ میں اکام مرشد آباد گئے۔ یہاں بھی نصیب نے یادری نہ کی۔ پھر لکھنؤ میں آئے ۱۲۱۳ھ

**اولاد** | سوز کی اولاد کے بارے میں تذکروں سے کوئی پتا نہیں چلتا۔ صرت ایک بیٹے کا ذکر ملتا ہے جن کا نام میر مہدی تھا اور باپ کے تخلص کی رعایت سے داغ تخلص کرتے تھے ۱۲۱۳ھ عاشق مزاج تھے چناں چہ نوجوانی میں ایک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کی محبت میں جان دی۔ خنخاؤ جاوید میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن اس حسینہ کا خط آیا کہ میں تم سے کل ملوں گی انہوں نے کل کا مطلب فردائے قیامت لیا اور اس صدمے میں اسی وقت جان نکل گئی۔ خط پر یہ شعر لکھ دیا۔

از جان رمتے بود کہ مکتوب تو آمد  
دیگر چہ نویسم خبرم خوب گرفتاری ۱۲۱۳ھ

یہ واقعہ کسی دوسرے تذکرے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ خدا جانے صاحب

۱۲۱۳ھ آب حیات ص ۲۳۷

۱۲۱۳ھ گلشن ہند ص ۱۵۲

۱۲۱۳ھ آب حیات ص ۲۳۸۔ خنخاؤ جاوید ص ۲۷۷۔ البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ تذکروں میں ان کا تخلص آہ تحریر ہے۔ آہ دہلوی۔ امش میر مہدی خلف الصدق میر سید محمد سوز تخلص: (گلشن ہند)۔ آہ تخلص دہلوی امش میر مہدی ابن میر محمد (تذکرہ عشقی)

۱۲۱۳ھ خنخاؤ جاوید ص ۲۷۷



مخفائے جاوید کا ماخذ کیا ہے۔

**تلامذہ** | تنویر کے شاگردوں کی بہت بڑی فہرست نہیں ہے۔ تاہم تذکرہ کی مدد سے جو کچھ سراہ فراہم ہوا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔ تنویر کے ارشد تلامذہ میں افسوس (شیر علی) زند (مہربان خاں) آصف الدولہ۔ نواز شاہ (مرزا خانی) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ چوں کہ یہ عنوان ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کا ذکر الگ عنوان کے تحت آئے گا۔

**سیرت** | تنویر کی سیرت کے بارے میں عام طور سے تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ وہ ایک باکمال صوفی اور قناعت پسند درویش تھے۔ عسرت کے باوجود امراء کی خوشامد کو شعار نہیں بنایا اور جب ان کے یہاں رسائی ہوئی تو ملکنت اور غرور کا شائبہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ دہلی کی تباہی اور معاشی بد حالی کے باعث ان کو فرخ آباد۔ مرشد آباد اور لکھنؤ جانا پڑا اور وہاں کے امراء کے درباروں میں رسائی حاصل کی لیکن دہلی کی بربادی کے بعد ہجرت اس دور کی رسم بن گئی تھی۔ یہ استثنائے درد ہر اہل ہند دہلی سے نکل کر جہاں معیشت کے سامان دیکھتا وہاں اپنا مسکن بنا لیتا اور چوں کہ شعرا کی سرپرستی اس دور کے امراء اور روساؤں کے لیے کسی کے دامن سے وابستہ ہونا بھی ناگزیر تھا۔ یہ ضرور ہے کہ یہ وابستگی شعرا کے لیے سرمایہ راحت ہوتی مگر اسی کے ساتھ امراء کے لیے شعرا کا ان کے دربار سے وابستہ ہونا بذات خود ان کے لیے باعث فخر تھا۔ بہت سے امراء جن کا نام تاریخ ادب میں محض شعرا کے سرپرست کی حیثیت سے زندہ ہے۔

وستود الفصاحت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں :

• نواب آصف الدولہ مغفور از دل عاشقِ صحت نمکین ایشان بود و کمال

عزت و احترام می نمود و نواب سرفراز الدولہ مرحوم کہ نائب وزیر  
 بوده ادبم بسیار معتقد بلکہ مرید و علی ہذا القیاس : جمع اعزہ و عمائد  
 لکھنؤ خدمت میرزا شرف دہرکت خود می دانستند و صحبت او غنیمت  
 می شمرند۔

توز کی درویشی کے بارے میں میر حسن کا قول ہے۔

”مردیست متواضع و متوکل قابل دست و جوہر شناس ..... بر فقیر  
 بسیار کرم می فرماید۔“

کریم الدین لکھتے ہیں۔

”یہ شخص عالی طبیعت۔ درویش۔ خصلت۔ ظریف الطبع۔ خوش گفتار  
 تھا۔“

توز کا تعلق اگرچہ امرائے تھا اور امرائے تعلق کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ  
 شاعر اپنی انفرادیت اور خودداری کو گنوا کر ہی ان سے وابستہ ہو سکتا ہے چنانچہ  
 تاریخ ادب میں متعدد مثالیں ایسی مل جاتی ہیں کہ دربار کا رنگ دیکھ کر شعرا نے  
 بھی وہی روش اختیار کی۔ توز کے متعلق ان کا دیوان اور دوسرے تذکرے شاہد ہیں کہ

۱۔ دستور الفصاحت ص ۵۲      ۲۔ تذکرہ شعرائے اردو ص ۸۸

۳۔ طبقات الشعراء ہند ص ۱۳۵      ۴۔ آب حیات میں ایک واقعہ منقول ہے ص ۲۳۹ حاشیہ  
 ”ایک شعر پر سید انشا اور شیخ بھٹائی میں شکر رنجی ہو گئی اور طبیعتوں کی شوخی نے زبانوں کی بے باکی کے  
 ساتھ مل کر بڑے بڑے معرکے کیے۔ اس وقت آصف الدولہ شکار میں تھے چنانچہ انھوں نے اپنے لکھنؤ  
 میں نہ ہونے پر ہزار افسوس کیے اور بڑے اشتیاق سے ان ہجود کو منگا کر سنا اور انعام بھیجے۔ فی الحقیقت  
 ایک ایک مصرعہ ان کا ہنسی اور تمہیدوں کا منتر تھا۔ لیکن اگر آج انھیں کوئی لکھ بھی دے تو وہ الت با انصاف  
 میں جرم ہو کر جواب دہی کرنا پڑتی ہے۔“



ارباب حکومت سے وابستہ ہونے کے باوجود انھوں نے اپنے دامن کو پاک رکھا نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کے لیے کلمہ خیر کہنے میں بھی وہ بے باک تھے۔ آب حیات میں آزاد تحریر کرتے ہیں۔

”آزادگی کے ساتھ وضعداری بھی ضرور تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود مفلسی کے ہمیشہ مسند عزت پر صاحب تمکین اور امرا و روسا کے پہلو نشین رہے اور اسی میں معیشت کا گذارا تھا۔“  
تذکرہ ہندی میں مستحق لکھتے ہیں۔

”در گفتن کلمۃ الخیر در حق دیگرے با ایں ہمہ استغنائے مزاج کہ خاصہ شعراست نظیر خود ندارد۔“  
تذکرہ خوش معرکہ زیبا کے الفاظ ہیں۔

”خط نستعلیق و شفیعا میں صاحب قلم اور کلمۃ الخیر کے کہنے میں علم۔“

اس دور میں جب کہ تشائم اور غم ناکی کے بادل چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔ ایو سی اور ناکامی کے باعث شعرا پر یا تو قنوطیت طاری تھی یا جھنجھلاہٹ۔ مگر اس ماحول میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس قنوطیت کے خلاف برابر جدوجہد کر رہے تھے۔ سوز بھی ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اپنی طرافت اور خوش مزاجی سے اس غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانے کے سیاسی انتشار اور ذاتی عصرت کے باعث ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سوز دوسرے تیر ہوتے مگر انھوں نے مرنے سے زیادہ اس آگ میں جلنا پسند کیا۔ سیاسی بدامنی۔ سماجی انتشار اور اقتصادی بد حالی میں چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنا



ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ نکات اشرا میں تیر کو اعتراض ہے۔  
 ”جوانے است بسیار اہل خوش طبع“

میر حسن کا قول ہے۔

”فضائلش چوں حسنِ خواہاں عالم گیر و خصائلش چوں خمیازہ ناز  
 محبوبان و پذیر“

آزادان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبع موزوں کے آئینہ کو جس طرح فصاحت  
 نے صفائی سے جلا کی تھی اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی نے اس  
 میں جوہر پیدا کیا تھا۔ ساتھ اس کے جس قدر نیکی اور نیک ذاتی  
 نے عزت دی تھی۔ اس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیریں کلامی  
 نے ہر دل عزیز کیا تھا اور خاکساری نے سب جوہروں کو زیادہ چمکا  
 دیا تھا۔“

توذ کی سیرت پر تبصرہ کرنے والوں نے ان کے خلوص اور مردت کا ذکر  
 بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ چنانچہ لطف کہتے ہیں۔

”آئینِ محبت میں مایہ مودت و اخلاص“

گلستان بے خزاں میں قطب الدین باطن لکھتے ہیں۔

”ظاہران کا مانند باطن پاک۔ ضمیران کا صاف باطن آلائشِ حسد  
 بنفص سے پاک“

۱۰ نکات اشرا ص ۱۶۰

۱۱ تیر کہ شعرائے اردو ص ۸۷

۱۲ آب حیات ص ۲۳۲

۱۳ گلستان بے خزاں ص ۱۱۴

مختصر یہ کہ تذکروں کی روشنی میں ان کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ہم ذیل کے  
نقیضوں پر پہنچتے ہیں۔

ان کی خصلت دردیشا نہ تھی۔ وہ ظریف الطبع اور خوش گفتار تھے۔ آزادگی  
کے ساتھ دصرداری کے حامل تھے۔ کلمۃ النحر کہنے میں بے باک اور خلوص و مروت  
میں لگنا نہ تھے۔ اور یہی اوصاف ہیں جن کی بنا پر انھوں نے ایک خاص مقام  
پیدا کر لیا تھا۔ زندگی کی پریچ وادیوں اور اوضاع ملک کے نشیب و فراز میں  
ان کے قدم جادہ استقامت سے نہ ڈل گئے۔ سوز کے کلام کے مطالعے  
سے بھی ان کی سیرت کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ مشتے نمونہ از خردار ہے۔  
کسی نے روم یا قسمت میں کوئی شام لے آیا

ہمیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

سوز گردش سے غم گردوں کی مت دل تنگ ہو

جوش کھا کھا دل میں آپ ہی بادہ گل رنگ ہو

جوں خضر ہوس عمر ابد کی نہیں مجھ کو  
اس دم کی تنہا ہے جو تجھ پاس گزرے  
شوخ ہی آئے گا خود داری بھی لازم ہے تجھے  
سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا  
مجھ سے مت جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا  
میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا  
سر اپر شام آئی اب ملک منزل نہیں پاتا  
کہاں بستر بچھاؤں میں کسی کا دل نہیں پاتا  
امید وصل جزو طمع حنا م کچھ نہیں  
ہر صبح ہے قسم پر قسم شام کچھ نہیں

آب حیات میں ایک دائرہ نقل ہے کہ ایک دن سودا  
شاعرانہ چمکیں | کے یہاں میر سوز تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ علی حزیں

کی غزل کا چرچا تھا جس کا مطلع ہے۔

مگر قتیم بجاناں سرا ہے گاہے  
ادہم از لطف نہاں اشت لگا ہے گاہے



میر سوز نے اپنا مطلع پڑھا۔

نہیں نکسے ہر مرے دل کی اُپاہے گا ہے      اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے  
مرزا یہ سن کر بولے: "میر صاحب بچپن میں ہمارے یہاں پشور کی ڈومیاں آیا  
کرتی تھیں یا تو جب یہ لفظ سنا تھا یا آج سنا" میر سوز بے چارے ہنس کر چپکے ہوئے  
پھر مرزا نے خود اسی دقت مطلع کہہ کر پڑھا۔

نہیں جوں گل ہوس ابر سیاہے گا ہے      کاہ ہوں خشک میں اے برق نگاہے گا ہے  
میاں جرات کی ان دنوں میں ابتدا تھی خود جرات نہ کر سکے ایک اور شخص  
نے کہا کہ حضرت یہ بھی عرض کیا چاہتے ہیں۔ مرزا نے کہا کیوں بھئی کیا۔ جرات  
نے پڑھا۔

سرسری ان سے ملاقات ہے گا ہے گا ہے      صحبت غیر میں گا ہے سرا ہے گا ہے  
سب نے تعریف کی اور مرزا نے موصوف نے بھی تحسین و آفریں کے  
ساتھ پسند کیا ہے

دوسرا واقعہ تذکرہ خوش معرکہ زیبا میں نقل ہے کہ میر محمد سوز صاحب استاد  
جناب عالی (آصف الدولہ) کے تھے واسطے بحرے کے حاضر ہوئے حضور نے  
فرمایا کچھ اپنے شعر پڑھو۔ حسب الحکم میر سوز نے دو تین غزلیں اپنے دیوان کی پڑھیں  
نواب فلک جناب نے تعریف میں اون کی مبالغہ فرمایا۔ میر صاحب (میر تقی) کو  
دیوبند میر سوز کی اور تعریف نواب کی بہت ناگوار گزری۔ میر سوز صاحب سے  
کہا تمہیں اس دیوبند پر شرم نہ آئی۔ میر سوز نے کہا، صاحب بندہ کیا۔ میں  
شاہجہاں آباد میں بھاڑ بھڑکتا تھا۔ کہا (میر صاحب نے) بزرگی اور شرافت میں  
تمہارے کیا تامل مگر شعر میں میر سے کسی کو ہمسری نہیں۔ موقع اور محل تمہاری شعر خوانی

کا وہی ہے جہاں لڑکیاں جمع ہوں اور ہنڈ کلیا بکتی ہونہ کہ میر تقی کے سلسلے میر سوز سے تو یہ کہا اور وہ شفق کہ جو تیر کی طلب کا حضور پر نور نے لکھا تھا جیب سے نکال کر حضور کے آگے رکھ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے یہ

سوز کی وفات کے بارے میں تذکرے مختلف الہائے نظر آتے ہیں۔ یہ

## وفات

اختلاف سند وفات کے سلسلے میں بھی ہے اور عمر کے بارے میں بھی۔ تذکرہ ہندی میں مصحفی ان کی عمر ستر سال سے متجاوز بتاتے ہیں۔ "عمر شاد ہفتاد متجاوز خواہ بود" آزاد نے ستر برس عمر قرار دی ہے۔ ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ "تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قلمی)" تذکرہ طور کلیم اور سخن شعرا میں ان کی عمر اسی سال بتائی ہے۔ لطف نے ۱۲۱۲ھ ان کا سال وفات مانا ہے۔ ہمارے خیال میں سوز کی عمر ستر سال ہوئی اور ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ جرات نے نے تاریخ وفات کہی۔

سوز ماتم نے میر سوز کے آہ	شمع ساں بس جلا دیا دل کو
میر صاحب سا شخص یوں مرجائے	غم ہوا ہائے یہ بڑا دل کو
مر گیا لطف رنجستہ گوئی	خاک پھر دے سخن مرا دل کو
خاک میں مل گئی ادا بندی	گفتگو اب خوش آئے کیا دل کو
کہی جرات نے رو کے یہ تاریخ	داغ اب سوز کا لگا دل کو

(۱۲۱۳ھ)

یہ تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قلمی) سلسلہ تذکرہ میر تقی میر۔  
لکھ ناسخ کے قطعہ ذیل میں تاریخ سب سے مختلف ہے۔ مگر ناسخ کے کلیات میں یہ قطعہ نہیں ملا۔

اٹھ گیا میر سوز دنیا سے  
ہائے صاحب کمال داویدا  
سال تاریخ ہی سہی تاریخ  
شاعر بے مثال داویدا (۱۲۰۸ھ)

(بہ جوار خوش معرکہ زیبا۔ سعادت ناصر)  
بیاض سخن میں عبد الشکور شیدا لکھتے ہیں: "میر سوز تراز دل پر درخشاں شاہجہاں آباد وطن۔ لکھنؤ فن متوفی ۱۲۰۹ھ/۱۸۹۴ء"



اسی طرح ان کی جائے وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ مثلاً طور کلیم۔ سخن شعرا اور دیوان جہاں میں ان کی وفات تلہر ضلع شاہ جہاں پور میں بتائی گئی ہے۔ ان کے برخلاف گلشن ہند۔ یادگار شعرا۔ تذکرہ سرور۔ تذکرہ عشقی اور طبقات الشعرا ہند نے لکھنؤ میں وفات پانا بیان کیا ہے۔ گلشن ہند کے الفاظ ہیں: "اسی سال پھر تشریف لے گئے اور اس دار فناء سے راہی ملک بقا ہوئے" تذکرہ عشقی میں لکھا ہے: "مہذا از بازار دیار مشرق بہ لکھنؤ مراجعت کردہ طرح استقامت انداخت۔ ہمایوں جا فوت کرد" تذکرہ سرور میں تحریر ہے: "بہ لکھنؤ متے ماندہ یہاں جاحلت گزید۔"

## [تلامذہ]

**آشفۃ** | مرزا رضا علی نام تھا۔ آشفۃ تخلص اختیار کیا۔ والد کا نام حکیم محمد شفیع تھا اور اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ خاندانی شغل طبابت تھا اور یہی فن مرزا نے بھی اپنایا۔ ۱۲۰۸ھ میں جب مرشد آباد آئے تو نواب مبارک الدولہ بستر مرگ پر تھے۔ انھوں نے علاج کیا۔ مگر حکم الہی کے سامنے کچھ نہ چلی۔ مبارک الدولہ کے بعد عضد الدولہ سے وابستہ ہو گئے۔ سات برس تک ان کی خدمت میں رہے۔ لیکن تسلون مزاجی کے باعث ۱۲۱۲ھ میں کلکتہ چلے گئے۔ مگر تذکرہ عشقی میں ہے: "آخر الامرا از آنجا ترک رفاقت نمودہ بضلع مظفر پور بخدمت تحصیل داری ماور شدہ" لطف کا یہ بھی بیان ہے کہ ۱۲۱۵ھ تک وہ کلکتہ میں

لے تذکرہ ہندی میں مصحفی نے ان کا نام مرزا ضیا علی اور شیرنگ نے یادگار شعرا میں۔ نختانہ جاوید میں سرپرہام نے مرزا علی نام لکھا ہے۔ ۱۲۰۸ھ دیوان جہاں میں مینی نرائن نے ان کا وطن دہلی لکھا۔ ۳۰ گلشن ہند ص ۶۱  
تذکرہ عشقی ص ۷۵

میں موجود تھے۔ قیاس چاہتا ہے کہ لطف نے سات برس کا عرصہ محض انداز سے لکھ دیا ہے۔ مبارک الدولہ کی وفات کے بعد آشفہ کا قیام عارضی طور پر رہا ہوگا اور مظفر پور ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے ہوں گے۔ اس کے بعد لکھنؤ واپس آئے اور وہیں انتقال کیا۔<sup>۱۵</sup>

آشفہ کا ۱۲۰۸ھ تک کا زمانہ فیض آباد اور لکھنؤ میں گزرا۔ اور لکھنؤ ہی میں انھوں نے میر سوز کی شاگردی اختیار کی۔ تذکرہ عشقی میں ہے: ”در اوایل مشق در لکھنؤ اشعار خود از نظر میر محمد سوز تخلص می گزرا۔“ گلشن ہند میں صرف اس قدر مرقوم ہے: ”مشورہ سخن کا انھوں نے میر سوز سے کیا ہے۔“ آشفہ کی سیرت کی جو تصویر لطف نے پیش کی ہے وہ ان کی زبان سے

”جوان آزاد وضع اور خوش اخلاق و دارستہ مزاج اور مایہ ارتباط۔  
محبت اور یک رنگی میں خلاصے اور آشنائیوں کے بہت خلصے  
اور حسن پرستی میں خودی ملی شیریں کی تصویر اور عشق بازی میں قیوں  
فراہ کے پیر ہیں۔“

تذکرہ عشقی میں اس قول کی تائید ان الفاظ میں ملتی ہے: ”مرد خلیق۔ رنگین مزاج  
عیاشانہ وضع بود۔“

آشفہ کے شعر سادگی اور شستگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ مصحفی نے اعتراف کیا  
ہے: ”شعر دردمندانہ کہ شستہ و صاف باشد دوست دارد۔“ روزمرہ اور محاوروں

۱۵ تذکرہ عشقی ص ۷۷

۱۶ دیوان جہاں ص ۱۷

۱۷ گلشن ہند ص ۶۰

۱۸ گلشن ہند ص ۶۰

۱۹ تذکرہ ہندی ص ۱۸

۲۰ تذکرہ عشقی ص ۷۷



پر ان کو خدا داد قدرت حاصل تھی۔ نوہ کلام یہ ہے۔

جی تھا آنکھوں میں یار تھا دل میں  
یاں تلک انتظار تھا دل میں  
آبلہ ہو کے دم میں پھوٹ بہا  
یہ کہاں کا بخار تھا دل میں  
مر گئے پر بھی ہم کو خاک نہ دی  
آج تک یہ غبار تھا دل میں  
دست و لب نزع میں جو ہلتے تھے  
شوق بوس و کنار تھا دل میں  
وصل اس کا خدا قریب کرے  
دیکھیں تب ہم سے کیا رقیب کرے  
مر گیا اک صنم پر آشفستہ  
موت ایسی خدا نصیب کرے  
مجھ کو کہتا ہے صنم تجھ کو بھی اب بھاگ لگے  
آنکھ سے آنکھ ملا تا ہے تجھے آگ لگے  
بوسہ کے واسطے چمٹا تو لگا کہنے مجھے  
بس کہیں دور بھی ہو سنہ کو تھے آگ لگے  
دیکھتے ہی اسے کل میرے یہ اوسان گئے  
اپنے کے ہوتے بھلا غیر کو صدقہ تو نہ کر  
شعلہ خور آگے تو اتنا نہ جلاتا تھا مجھے  
ہم بھی جی رکھتے ہیں پیارے تھے قربان گئے  
چلا ہے کعبہ کو آشفستہ پارسا بن کر  
آج تو آگ ہوا غیروں کے بھرکانے سے  
گئے تھے کل مجھے بھلا کے میں یہ آما ہوں  
خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خراب کرے  
ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے  
میں ایسے آنے کے صدقے بہت شتاب پھرے  
نہ جاوے کیونکہ بصارت وہ چاند سا کھڑا  
الہی موت دے گزرا میں ایسے جینے سے  
نظر پڑا نہیں مجھ کو کئی سینے سے

آصف  
ایچی خاں نواب آصف الدولہ خلف نواب شجاع الدولہ بن نواب  
ابو النصر خاں صفدر جنگ۔ مرزا امانی عرف۔ آصف تخلص افتخار

کیا۔ مشاعرہ میں سند نشین ہوئے۔ فنون لطیفہ سے خاص شوق تھا خصوصاً تعمیر  
عمارات اور سرپرستی شعرا کے لیے یہ عہد سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ان کی سخاوت کا  
شہرہ سن کر بڑے بڑے اہل فن دہلی سے پہنچ کر لکھنؤ آگئے۔ تذکرہ عشقی میں ہے

”اشہب ہمت در میدان شجاعت و سکیں پروری می تازد۔ دریں  
جزد زماں کہ از خیر و برکت یک تلم نامے و نفلے باقی نیست بجز  
ذات فائز البرکات آن والا گہر کریم الصفات“

خود شعر کہتے اور میر سوز کو کلام دکھاتے تھے۔ مگر یہ زمانہ دونوں کی زندگی کا آخری  
زمانہ تھا۔ صرف ایک سال کے قریب استفادہ کیا۔ آصف نے سوز کے ۱۲۱۲ھ  
میں لکھنؤ آنے کے بعد شاگردی اختیار کی اور اسی سال ۱۲۱۲ھ میں آصف الدولہ  
کا انتقال ہو گیا۔ نیاز صاحب کو آصف کے شاگرد سوز ہونے سے انکار ہے  
چناں چہ انتقادیات میں لکھتے ہیں۔

”بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرخ آباد چھوڑ کر یہ لکھنؤ آئے  
اور جب ان کا رنگ یہاں نہ جما تو مرشد آباد چلے گئے اور وہاں  
سے پھر ۱۲۱۲ھ میں واپس آئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آصف الدولہ  
نے سوز کی شاگردی اختیار کر لی تھی جب وہ فرخ آباد سے پہلی مرتبہ  
لکھنؤ پہنچے تو اس کا یقین نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اگر نواب ان کا  
شاگرد ہو جاتا تو یہ بدول ہو کر مرشد آباد کیوں چلے جاتے۔ مرزا علی  
لطف نے اپنے تذکرہ گلشن ہند میں جو اس عہد کا نہایت ہی  
مستند تذکرہ ہے نہ سوز کے تذکرے میں آصف الدولہ کے استاد  
ہونے کا ذکر ہے اور نہ آصف الدولہ کے بیان میں سوز کے شاگرد  
ہونے کا۔ انھوں نے سوز کے متعلق صرف اس قدر لکھا ہے کہ  
شاہ عالم کے اٹھارویں سنہ جلوس میں لباس فقر اختیار کیا۔ لکھنؤ  
میں توکل و قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد



گئے اور اسی سال لکھنؤ واپس آ کر انتقال کیا۔ اسی طرح تذکرہ بزم سخن

(عوض علی خاں) میں بھی آصف کی شاگردی کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے۔

اگر نیاز صاحب کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو متعدد تذکرے ایسے ہیں جن میں آصف الدولہ کا ذکر ہی سرے سے غائب ہے۔ اس لیے ان کا وجود بھی معرض خطر میں پڑ جاتا ہے۔ آصف الدولہ کی شاگردی کے سلسلے میں عسکری لکھتے ہیں۔

”شعر و شاعری اور جملہ علوم و فنون کے بڑے قدردان تھے۔ خود بھی شعر کہتے تھے اور اپنا کلام میر سوز کو برائے اصلاح دکھاتے تھے۔ نواب موصوف کے کلام میں اپنے استاد کی سی سادگی اور صفائی ہے۔“

ڈاکٹر ابوللیث صدیقی لکھنؤ کے دبستان شاعری میں تحریر کرتے ہیں۔  
 ”آصف تخلص کرتے تھے اور میر سوز سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ سوز کا رنگ دہلوی شاعری کا عام رنگ ہے۔ چنانچہ وہی رنگ سادگی اور اثر آفرینی کا آصف الدولہ نے قبول کیا۔“

۱۷ انتقادیات ص ۲۷۷۔ پر لطف بات یہ ہے کہ نیاز صاحب کو آصف کا شاگرد سوز ماننے میں تاہل ہے مگر اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”۱۹۱۱ء میں لکھنؤ ہوتے ہوئے مرشد آباد چلے گئے وہاں سے ۱۹۱۲ء میں پھر لکھنؤ آئے اور آصف الدولہ کے استاد ہوئے۔“ ص ۳۵  
 ۱۸ ذیل کے تذکروں میں آصف الدولہ کا ذکر نہیں ملتا۔

مجموعہ نغمہ قدرت اللہ قائم نکات اشعار میر تقی میر مخزن نکات قائم  
 تذکرہ شعراے اردو میر حسن

۱۹ تاریخ ادب اردو ص ۲۹۵

۲۰ لکھنؤ کا دبستان شاعری مطبوعہ ۱۹۲۳ء ص ۷۰

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی دہلی کا دبستان شاعری میں لکھتے ہیں۔

”سوز“ (۱۲۱۲ء) میں مرشد آباد چلے گئے۔ یہاں بھی سخت مار مارا ہوا

تو پھر لکھنؤ واپس آئے۔ اب کی آصف الدولہ کے استاد مقرر ہوئے

اور آرام سے گزرنے لگی۔

آخر کار نواب (۱۲۱۲ء) میں بہ عمر اکیاون سال اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آصف نہ صرف شاعر تھے بلکہ شاعر نواز اور شعر شناس بھی تھے۔ چنانچہ اس

عہد کے تین بڑے استاد ان کے دربار سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ تیسر، سودا اور سوز

اور حقیقت یہ ہے کہ قدر شناس نواب نے ان اصحاب کو دہلی چھوڑنے کا غم بھلا

دیا۔ آصف الدولہ کی شاعری میں وہ سادگی اور تیور ہیں جو میر سوز کی شاعری کا

وصف خصیصہ ہے۔ چنانچہ نیاز صاحب جو آصف الدولہ کی شاگردی سوز کے منکر

ہیں اعتراف کرتے ہیں۔

”اس کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس میں سودا کا

رنگ ہے نہ تیسر کا، نہ مصحفی کا اتباع ہے نہ انشا کا البتہ سوز کی خصوصیات

ضرور پائی جاتی ہیں۔ سوان کو بھی ہم سوز کا فیض صحبت اس لئے نہیں

کہہ سکتے کہ یہ استاد کی شاگردی رہی کتنے دن“

آصف کا انداز سادہ ہے مگر بعض جگہ مشکل ردیف و قوافی سے کام لیا ہے اور اپنا

زور طبع دکھایا ہے۔ حساب تلخ جواب تلخ۔ صنم یا قسمت، عجم یا قسمت۔ ناکام لذیذ

بادام لذیذ کے ردیف قافیہ قابل غور ہیں۔ بہر حال نمونہ کلام یہ ہے۔

اے پری نام خدا تیری سجادت خاصی      تہر چھب تس پہ یہ انگٹے کی کسادت خاصی

لے دہلی کا دبستان شاعری ص ۹۴ تا ۱۰۰

۵۴ اشعار دیات ص ۲۷۶



سر کے تعویذ ستم اور فتح بیچ غضب  
 بہو پنچیاں داچھرے اور کان کی بالی بیدا  
 گوکھرو دیکھ کے لہرائے یہ دل کہتا ہے  
 سب پوشاک جدی سب نرالا نک سب  
 کیوں نہ ایسے سے پھنسے دل بھلا انسا کرد  
 کیا کیا اظہار میں تم سے کروں اس کا آصف  
 دست دیا خوب ہیں ہندری کی رجاوٹ خاصی

یہ نہ آنے کے بہانے ہیں بھی ورنہ میاں  
 قصہ فراد مجنوں رات دن پڑھتے تھے ہم  
 آصف کو جس نے عشق میں دیکھا ترے کہا  
 ہر دم کی آہ سرد۔ رخ زرد و چشم تر  
 فراد تھا یا مجنوں پھر اچھا زمانہ تھا  
 ملنے ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے  
 کیا نیند بھر کے سوئے کوئی اس سرے میں  
 پوچھتے کیا ہو شب بھر کی حالت یارو  
 یہی حسرت ہیں اے جان رہی مرگ ملک  
 میں نے پوچھا اس سے کچھ تجھ میں دلی ہے  
 سب بھی سے کہتے ہیں تو اس سے مطلب نہ  
 ترے کوچے میں نقش پا کی طرح

میر مہدی نام تھا۔ محمد میر سوز کے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے شاگرد تھے۔  
 لطف نے لکھا ہے۔ شاگرد والد ماجد خود پیش ست : آب حیات میں سوز

کے ایک فرزند میر مہدی المتخلص بہ داغ کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھوں نے  
اول آہ تخلص اختیار کیا ہو۔ بعد کو داغ پسند آیا ہو۔ ان کی سیرت کے بارے میں  
تذکرہ عشقی میں ہے۔

”جو آنے سنجیدہ اوضاع و سعادت اطوار ست و قدم بر جہادہ  
سعادت مندی و نیک نہادی گذاشتہ با اطاعت رضا جوئی بزرگان  
اوقات خود بسر می برد“

بیس برس کی عمر میں ایک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کے وصال کی  
تنائیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔  
شعر بہت کم کہتے تھے۔ تذکرہ عشقی میں ہے: ”گاہ گاہ بحسب موزون فکر اشعار  
می نماید“ یہی سبب ہے کہ عام طور سے تذکروں میں ان کا کلام نہیں ملتا۔ تذکرہ عشقی  
میں یہ دو شعر دستیاب ہوئے ہیں۔ جو نذر ہیں۔

بس کر لے نالہ کہ ہمایہ برا مان گئے جس سے سنا ہوں یہی ہارے کان گئے  
آہ نکلتے نہ دل سے آہ کہیں ہونہ جاوے جہاں سیاہ کہیں

افسوس کا تعارف تذکرہ ہندی میں اس طرح کرایا گیا ہے: ”میر علی  
نام دارد ابن میر علی مظفر خاں دروغہ توپ خانہ عالی جاہ“ ان کے  
والد میر علی مظفر محمد شاہ کے عہد میں مارنول سے دہلی آئے اور نواب امیر خاں کے  
دربار سے وابستہ ہو گئے اور یہیں ۱۷۳۵ء میں افسوس پیدا ہوئے۔ امیر خاں کی

۱۷۷۰ء آب حیات ص ۲۳۸

۱۷۷۰ء تذکرہ عشقی ص ۵۲

۱۷۷۰ء تذکرہ ہندی ص ۲۰ گلستان بے خرواں میں افسوس کے والد کا نام میر مظفر خاں ہے اور مجموعہ نثر  
میں ہے: ”میر علی نام الخطاب بہ مظفر خاں بود“

۱۷۷۰ء تاریخ ادب اردو



وفات کے بعد ان کے والد پٹنہ چلے گئے اور وہاں سے ۱۹۴۶ء میں لکھنؤ آئے۔  
شیر علی نے لکھنؤ میں پہلے نواب اسحاق خاں کی ملازمت کی اور اس کے بعد مرزا  
جواں بخت سے وابستہ ہو گئے۔

انسوس کو شاعری اور علم طب سے خاص مناسبت تھی۔ طب کی تحصیل انہوں  
نے حکیم آغا محمد باقر سے کی۔ یکتا نے دستور الفصاحت میں ان کی ہم درسی کا اظہار کیا کہ  
”در علم طب بخدمت فیض درجت حضرت قبلہ و کعبہ دو جہاں۔ زبدہ  
علمائے ہندوستان۔ مجتہد زمانہ۔ محدث یگانہ۔ مسجائے وقت بخند  
و استاد ی جناب حکیم آغا محمد باقر صاحب قبلہ غفرالہ ذنوبہ۔ نسبت تلمذ  
داشت و بندہ و اود متے ہمدرس بودہ ایم“<sup>۱</sup>

شاعری میں اول تنویر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اس کے بعد حیدر علی  
حیران سے استفادہ کیا۔ تذکرہ نویس متفق ہیں کہ ان کا کلام پاکیزہ اور دلکش ہوتا  
ہے اور کسی طرح وہ اپنے ہم عصر شعرا سے کم نہ تھے۔ دستور الفصاحت میں ہے۔  
”در معلومات فن و بندش سخن از ہمسراں بہ اہج و جہ پایہ کمی نداشت۔  
صاحب دیوان بودہ است۔ اکثر اقسام سخن را بخوبی گفتہ“<sup>۲</sup>  
تذکرہ ہندی کے الفاظ ہیں:

”جو نیست سلیم الطبع۔ شوکم از معاصرین نمی گوید“<sup>۳</sup>

میر حسن کا قول ہے:

”فکر او ازل را تمام شستہ الحال۔ شستہ و رفتہ می گوید“<sup>۴</sup>

تذکرہ سرور میں تحریر ہے۔

”شعر ہندی بسیار خوب می گفت و صاحبان این فن پسندی کنند و آقی  
کہ اشعار دل کش دارند“

افسوس کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

(۱) بانغ اردو (۱۲۱۴ھ) ترجمہ گلستان سعدی

(۲) آرائش محفل

(۳) دیوان

لکھنؤ سے جا کر افسوس فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں ترجمے کے کام پر مامور ہو گئے  
آخر کلکتہ ہی میں ۱۸۰۹ء میں انتقال ہوا۔ یکتا نے تاریخ وفات لکھی۔

از جہان رفت میر شیر علی	کہ دہر پیرو ہر جوان افسوس
بود افسوس چون تخلص او	ہمہ کردند شاعران افسوس
گفتم از روئے درد تار بخنی	رفت افسوسین جہان افسوس

۱۲۲۲ھ

افسوس کی شاعری کا انداز یہ ہے۔

پس ہیں یہ خود نمایاں حق ہیں یہ لن ترانیاں	شعلہ طور بجھ گیا۔ دیکھ کے اس کے نور کو
تو نے افسوس کیا کیا۔ دشمن جاں کو دل دیا	یہ تیری عقل جل بجھے آگ لگے شعور کو
صحبت کرتا ہے یہ دل اشکباری بیش تر	ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری بیش تر
دل کے تیس بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار	بے وفادوں سے رہی ہر تجھ کو یاری بیش تر
کوئی دل سے مہے پوچھے جیسا ہودہ لے ناصح	گو تجھ کو نہ خوش آیا پر مجھ کو تو بھاتا ہے
کو چہ یار میں رہتے تو نہیں اب لیکن	بھولے بھٹکے کبھی اس راہ سے ہو جاتے ہیں



پھر ہجر ہے وہی۔ وہی دن ہے پہاڑ سا  
 دیکھتے ہی اسے حاضر ہوئے مرجانے کو  
 دہل سنم تو رات کو اک خواب ہو گیا  
 وہی احباب جو یاں آئے تھے سمجھانے کو  
 ہنس کر مجھے لوگوں میں اشارات نہ کیجے  
 رسوائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجے  
 اشک گرم اپنے سے یہ دیدہ تر جلتے ہیں  
 دیکھ لو مردم آبی کے بھی گھر جلتے ہیں

جان عالم نام تھا اور سہی تخلص بھی اختیار کیا۔ نواب روشن الدولہ  
 سے قرابت قریبی رکھتے تھے۔ عربی سے واقف تھے۔ دریا دلی

اور سخاوت کا اعتراف مختلف تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔ جس طرح قدرت نے  
 دریا دلی کا خاصہ عطا کیا تھا اسی طرح ان کا ذہن بھی عطیہ خداوندی کا کامل نمونہ  
 تھا۔ چنانچہ میر حسن نے لکھا ہے۔

”گو ہر طبعش از چشمہ خورشید آب خوردہ۔ سہیل خطش از زلف نکویاں  
 تاب بردہ۔ سخنش بے حساب و شعرش چوں در یتیم نایاب۔“  
 تذکرہ عشقی کے یہ الفاظ قابل ذکر ہیں۔

”در نظم و نثر کہ عبارت از شیوہ شاعری و منشی گری باشد دستگاہے  
 درست دارد۔“

نمونہ کلام یہ ہے۔

پھوڑ غارنی دل نے گھیر زلف مشکیں فام کو  
 صبح کا بھولا غنیمت ہے جو پہنچے شام کو  
 لگا خوابان نو خط سے یہ ملنے  
 گھسیٹا پھر مجھے کانٹوں میں دل نے

۱۔ خان عالی شان۔ بلند بکان۔ برادر زادہ نواب روشن الدولہ ولد مفتخر الدولہ ”تذکرہ شعراے  
 اُردو۔ ص ۴۴

۲۔ تذکرہ شعراے اُردو ص ۴۴

۳۔ یادگار شعرا ص ۵۹

۴۔ تذکرہ عشقی ص ۱۷۹

اس سنگدل کے دل میں زرا بھی نہ راہ کی دور از اثر سدا رہی ہت تیری آہ کی  
بیٹھا ہے یار آنکھوں میں آنسو بھرے ہو جوں تابداں میں شیشہ رنگیں دھرے ہو

موتی لال نام تخلص حیف۔ والد کا نام لالہ بت سین تھا۔ قوم کایتھان  
**حیف** کے حالات بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔ لطف کے بیان سے اس  
قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۱۹۶ھ میں لکھنؤ میں تھے۔ نوۃ کلام یہ ہے۔

ز ساحل سو جھتے ہیں ز کنار ہے نظر آتا محبت نے ہیں کس گھاٹ دیکھو لا آتا ہے  
بنا گوش بلوریں پر یہ در لگتا پیارا ہے کہ جیسے متصل مہتاب کے ہوتا ستارا ہے  
گلشن دہر میں کیونکر وہ بھلا شاد پھرے لات دن جس کے لیے گھات میں صیاد پھرے

مہربان خاں رند فرخ آباد میں نواب محمد احمد خاں غالب جنگ کی سرکار  
رند میں عہدہ دیوانی پر فائز تھے۔ نواب ان کو بیٹا کہتے تھے۔ مہاں نواز  
اور شعرا کے قدر شناس تھے۔ یہی سبب ہے کہ جب سودا اور سوز نے فرخ آباد  
کا رخ کیا تو مہربان خاں نے ان کی پذیرائی اس طرح کی کہ تھوڑے عرصے کے  
لیے وہ وطن چھٹنے کا غم بھی بھول گئے۔ میر حسن نے ان کے حسن سلوک اور دوست  
نوازی کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا ہے۔

”مہربان خان۔ خان بلند مکان بشفیق مسافراں المتخلص بہ رند۔۔۔  
بہ نیک نامی اوقات بہ سر بردہ۔ بھلے رنگین و بزے ارم تزیین داشت  
ہر صادرے و واردے را بہ قدر استعداد خود و حوصلہ آدمی نواخت  
بہ اہل سخن ہمیشہ سر گرم سخن و با صاحب ہر فن چوں روح در تن بحسن  
بحسن و اخلاق۔۔۔۔۔ امارت ظاہری ہم بہ مرتبہ رسیدہ کہ با امرا  
سابق و حال امیس و جلیس گردیدہ“



زند نے یکے بعد دیگرے ان دونوں کی شاگردی اختیار کی۔ ستوز شاعری کے علاوہ شہسواری۔ سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی بے مثل تھے۔ اس لیے زند نے یہ فنون ان سے حاصل کیے۔ میر حسن تذکرہ شعراے اردو میں تحریر کرتے ہیں۔

”در علم تیر اندازی اصلاح از میر سوز گرفتہ۔ از ہمہ تیر اندازان

آں دیار گوئے سبقت ربودہ۔ امور دیگر نیز مثل شمشیر شناسی و

ادب شناسی و قدر دانی انسان از صحبت میر سوز حاصل نموده<sup>۱۵</sup>۔

زند کو سپہ گری کی طرح موسیقی سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ قائم اور لطف نے

اپنے تذکروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔ ”در فن موسیقی و شاعری ہندی کہ عبارت

از کبت<sup>۱۶</sup> باشد طاق<sup>۱۷</sup>۔“ لطف کا بیان ہے۔ ”گویند در موسیقی ماہر و در تصنیف

کبت و دوبرہ پٹہ قادر است<sup>۱۸</sup>۔“

زند کے کلام میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بجز اس کے کہ زبان سادہ

اور عام فہم ہے۔ مگر یہ وصف ستوز اور ان کے شاگردوں کا وصف خصوصی ہے

بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ وصف تو اس دور کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم

قائم ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

”سخنش ایں ہمہ ترقیات نمایاں کرد کہ بالفعل شاعر زبردست را

عہدہ آں بر آمدن دشوار است چنانچہ در ردیف و توانی مشکل

زمین غزل تازہ می پیماید و داد سخنوری می دہد<sup>۱۹</sup>۔“

۱۵۔ تذکرہ شعراے اردو ص ۷۵

۱۶۔ مخزن نکات ص ۵۵

۱۷۔ مخزن نکات ص ۵۵۔ مگر لطف یہ ہے کہ مصنفی زند کی ادبی و شعری صلاحیت کے چنداں قایل نظر

نہیں آتے۔ چنانچہ وہ تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں۔ ”اگرچہ شخص جاہل بود۔ اما سلیقہ صحبت شعرا اور اہم

بہر صہ قلیل بہ مرتبہ والاسے شاعری رسایندہ۔“ فقیر حسب اتفاق روزے برائے دیدن آں بزرگ

ہمراہ مرزا قتیل و درستم نگر بہ مکانش گزرانگندہ بود۔ مخزن زبان ہم درست نہ داشت۔ ص ۱۰۶

زندگی کے آخری ایام لکھنؤ میں گزارے اور وہیں رستم نگر (محلہ) میں انتقال ہوا۔ ان کے کلام کا انداز یہ ہے۔

یارب کہیں سے گرمی بازار بھیج دے      دل نیچے ہیں کوئی خریدار بھیج دے  
دیتے ہیں عقد حسن میں عاشق عروس جاں      آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے  
ہم کو نہ کچھ سیم و نہ زر چاہیے      لطف کی اک تیری نظر چاہیے  
کس لیے تلوار خریدی میاں      باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے  
حاصل تو ہوا وصل ہیں رات پرافسوس      ایک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر  
مجھ ساتھ تیری دوستی جب ہو گئی آخر      دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر  
میری چھاتی پہ رکھ کے بر بھی کو      نہ اٹھا دل کے پار ہونے دے  
ہے تری جان کا یہی دشمن      رند اس دل کو غوار ہونے دے  
دل کا گھبرانا کہوں یا کہ نفس کی تنگی      دیکھے کیا کرے صیاد قفس کی تنگی  
بہی کب تلک چشم تر جائے گی      یہ ندی چڑھی ہے اوتر جائے گی  
تب ملنے کا مجھ ساتھ وہ پیغام کرے گا      جب لاکھ طرح سے بکھے بدنام کرے گا  
جس کا تجھ صاحب ہووے گا      اس کا عالم رقیب ہووے گا

## سوزاں

شیخ شمس الدین نام تھا اور سوزاں تخلص۔ یہ فرخ آباد کے رہنے والے تھے مگر ان کا وطن قدیم دہلی تھا۔ تذکرہ سرور میں ان کے بارے میں لکھا ہے: "مرد سپاہی وضع و خوش طبع است"۔ غالباً یہ سوز کے قیام فرخ آباد کے زمانے میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا یہ شعر ہے۔

ہر دم مجھے دھمکاتے ہو تلوار پکڑ کے      جاؤ کہیں گھر سے تو نہیں آئے پورے



اس کے کوچہ میں نہیں ہم کو کسی کا خطرہ      پر خفا وہ نہ ہو آتا ہے اسی کا خطرہ  
 دو چار رقیبوں پہ نہ دھمکائیو ہم کو      دل جائیں گے دہا تھ جو بارے کہیں کر کے  
**عیش** | مرزا حسین رضائی لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ عیش تخلص کرتے تھے  
 ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ سوز کے تلامذہ میں سے  
 تھے۔ چند شعر نمونے کے طور پر حاضر ہیں۔

وہ اگر آئے پشت بام کہیں      میں بھی کروں اسے سلام کہیں  
 کیا ہے یہ قطرہ قطرہ دے ساقی      ایک باری تو بھر کے جام کہیں  
 یہ غزل عیش ہے تصدق سوز      مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں  
**فریاد** | لالہ صاحب رائے ولد لالہ سندھی لی۔ قوم کا سینہ تھے۔ یہ لکھنؤ  
 کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں تران تخلص کرتے تھے۔ پھر فریاد  
 اختیار کیا۔ لطف ان کی لکھنؤ میں موجودگی ۱۱۹۶ھ میں بتاتے ہیں۔ کلام ستیا  
 نہ ہو سکا۔

**مدہوش** | میر نبی جان۔ نبیرہ خواجہ محمد باسط قدس سرہ۔ ان کا تخلص مدہوش  
 تھا۔ میر حسن نے ان کو خوش رو لکھا ہے جس زمانے میں میر حسن  
 اپنا تذکرہ مکمل کر رہے تھے (ما بین ۱۱۹۲-۱۱۸۸ھ) مدہوش کی شاعری کا ابتدائی  
 زمانہ تھا۔ ہنوز ابتدائے مشق است۔ مدہوش کے بارے میں تفصیلات نہیں  
 ملتی۔ یہی سبب ہے کہ اعظم الدولہ نے اعتراف کیا ہے: از نام و نشان

واقفیت نیست<sup>۱۵</sup> البتہ تذکرہ شعرائے اُردو اور گلشن ہند سے صرف اس قدر اشارے مل جاتے ہیں۔ ”گاہ گاہے دوسرے شعری گوید<sup>۱۶</sup>۔“ لطف کہتے ہیں۔ ”بہ موزونی طبع رغبے بہ نظم رنجیہ دارو<sup>۱۷</sup>۔“

مرا جس ناز سے تو نے لیا دل خدا جانے ہے اس کو یا مرا دل  
**نوازش** | مرزا خانی نام نوازش تخلص لکھنؤ کے رہنے والے اور سوز  
کے شاگردوں میں سے تھے۔ تذکرہ سرور میں ان کا یہ شعر  
دستیاب ہوا۔

آگے چشموں کے مرے سوزش دریا کیا ہے دشت دل ہو جہاں دشت صحرا کیا ہے  
**ہوش** | مصحفی ہوش کے بارے میں صرف اس قدر تعارف کرتے ہیں۔ ”ہوش  
تخلص جو ان شیریں زبان است۔ بہ شاگردی میر سوزنازش  
دارو<sup>۱۸</sup>۔ یادگار شعرا اور نغمہ عنایب میں ان کے نام کا پتہ چلتا ہے۔ ہوش تخلص  
میر شمس الدین نام<sup>۱۹</sup>۔ اشیر انجم اور تذکرہ سرور نے ان کے وطن کا بھی حوالہ  
دیا ہے۔ ”میر شمس الدین لکھنوی شاگرد سوز جو ان ہیں<sup>۲۰</sup>۔“ نمونہ کلام یہ ہے۔

یار ہنستا ہے چشم تر کو دیکھ گریہ ملک اپنے تو اثر کو دیکھ  
دست و پا لگ کرے ہیں موکراں نازیں تیری اس کمر کو دیکھ  
تیرے خط کا جواب آیا ہے ہوش کھول آکھ نامہ بر کو دیکھ

<sup>۱۵</sup> تذکرہ شعرائے اُردو ص ۱۷۵

<sup>۱۶</sup> تذکرہ سرور ص ۷۷۰

<sup>۱۷</sup> گلستان بے خزاں ص ۲۸۲

<sup>۱۸</sup> تذکرہ سرور ص ۷۱۹

<sup>۱۹</sup> گلشن ہند ص ۲۳۶

<sup>۲۰</sup> تذکرہ ہندی ص ۲۷۲

<sup>۲۱</sup> یادگار شعرا ص ۲۲۱



## [شاعری]

دلی کے دبستان شاعری کی باقاعدہ بنیاد اس دن پڑی تھی جب شاہ سعد اللہ گلشن نے دلی کو نصیحت کی تھی: "ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار بہر" اور جب ۱۲۳۳ھ میں دلی کا دیوان دلی پہنچا تو اہل دہلی کو ایک نئے شعور کا احساس ہوا۔ اسی شعور کی جلوہ گری بہ اختلاف طبائع و احوال میر و مرزا، غالب و مومن، اور داغ و امیر میں نظر آتی ہے اور یہی درخت تھا جس نے کل ہند میں ایک نئی روشنی پیدا کر دی۔

دلی کی ادبی تاریخ کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ اس کی قدروں میں اس قدر وسعت ہے کہ بہت سی تہذیبی قدریں اس میں سما جائیں۔ پھر اس کے استحکام کا یہ حال کہ سیاسی زوال کے زلزلے بھی اس کی بنیاد نہ ہلا سکے۔ بلکہ عجیب اتفاق یہ ہے کہ شعر و سخن نے نامساعد حالات میں زیادہ ترقی کی۔ چنانچہ دہلی میں اردو شاعری کے عروج کا زمانہ سیاسی زوال کا دور ہے۔ اس کا غالباً ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل فن نے اگر ایک طرف سلاطین کی سرپرستی میں اپنی تحفیں سجائیں تو دوسری طرف ان سے بے نیاز ہو کر اپنے مشاغل کو جاری رکھا۔

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ صرف سیاست ہی میں انتشار پیدا نہیں ہوا بلکہ عوام کا سکون خاطر بھی رخصت ہو گیا۔ بیرونی اور اندرونی سازشوں اور اورنگ زیب کے جانشینوں کی نااہلیت نے حکومت کا وقار ختم کر دیا۔ سیاست کی اس بے اطمینانی اور کمزوری نے ملک میں ہيجان برپا کر دیا۔ حال کو تاریک اور مستقبل

کو بہم۔ اس افزائش سے صرف سلطنت ہی خطرے میں نہیں تھی بلکہ ملک کا پورا معاشرہ خطرے میں پڑ گیا تھا۔ اس غیر مطمئن زندگی نے تشائم پرستی کا احساس ہمارے شاعروں کے دلوں میں پیدا کر دیا۔ اور اسی تشائم پرستی نے تصوف کا سہارا لے کر عالموں کو بے عمل اور صوفیوں کو گوشہ نشین بنا دیا۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک طرف تصوف کی بدولت تشائم پرستی کا اثر تھا تو دوسری طرف اسی کے ذریعے اخلاقی اقدار بھی جنم لے رہے تھے۔ ہمارے دعوے کے ثبوت میں ورد کے یہ اشعار کافی ہیں۔

دلے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا      خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا  
سیلاب کشتہ کس کا ماہ اوجیات کسید ہر      گرجی کو مار سکے اے درد کیا ہے  
زہار ادھر کھو لیو مت چشم حقارت      یہ فکر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے  
نہ مطلب ہے گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو

الہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضی الہی ہو  
یہ غنیمت ہے کہ تشائم پرستی کی بے زیادہ نہیں بڑھی۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ دہلی کے دبستان شاعری میں گور و کفن۔ بحد و کافور اور آہ و بکا کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ اور وہ مرگھٹ کی شاعری ہو کر رہ جاتی۔ ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ عناصر دہلوی شاعری میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ یہ دہلی کے دبستان شاعری کا مزاج کبھی نہ بن سکے۔ ان عوامل کے باعث شاعری نے سوز و گداز، رنج و حواں کا لباس ضرور اختیار کر لیا۔ مگر عظمت انسانی کا تصور قائم رہا۔ خود میر کی شاعری کو لیجیے، وہ زندگی کے وجود کے منکر ہونے کے باوجود عظمت انسانی کے ترانے گاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اہل دہلی کو تصوف اور صوفیوں سے خاص لگاؤ اور محافل سماع سے



خاصا ذوق تھا۔ اس سماع نے شعرا کو بحر وں کے انتخاب میں مدد دی۔ شعر امین ترنم اور موسیقیت کا احساس اجاگر ہوا۔ ہیئت کے یہ تجربے شعرا کو بنانے اور سنوانے میں معاون ثابت ہوئے۔ موضوع کے اعتبار سے بھی سادگی اور توازن کا عنصر نمایاں ہونے لگا۔ جس توازن کا ذکر ابھی کیا گیا یہ محض کوئی رسمی فقرہ نہیں ہے بلکہ دلی کے دبستان شاعری کے مزاج کو اس کے بغیر سمجھا نہیں جاسکتا۔ اس لیے کہ اسی توازن کے فقدان سے جرات اور انشاء جیسے شاعر وجود میں آتے ہیں جو اس جہان میں اودھ کے اکثر شعرا نے لکھنؤ کی طرح بدہمنہ نظر آتے ہیں اور اسی توازن کے باعث نیرو سودا اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہیں۔ وہ اور دوسرے شعرا کھل کھیلنے سے باز رہتے ہیں۔

دہلی کے دبستان کی ایک اہم خصوصیت داخلیت بتائی جاتی ہے۔ یہ داخلیت دراصل انسانی کردار کے عمل اور رد عمل کے طور پر پیدا ہوتی ہے۔ جب انسانی کردار اپنی انفرادیت سے محروم ہو جاتا ہے اس وقت وہ خارجی ادب ممکن ہے کہ پیش کر سکے۔ مگر انسانی جذبات کی صحت مند عکاسی نہیں کر سکتا۔ دہلی کے شعرا براہ راست سیاست سے متاثر تھے۔ سیاست کی ہر ضرب ان کے دل و دماغ پر پڑ رہی تھی۔ اس لیے وہ صحیح راستے کا تعین تو نہیں کر پا رہے تھے مگر اپنے جذبات کی ترجمانی بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے کرتے تھے۔ مضمون آفرینی اور صنائع و بدائع سے شعر کو مزین کرنے کی اُن کو فرصت کہاں تھی اس لیے واردات قلب کو سیدھے سادے الفاظ میں پیش کر دیتے تھے۔ اسی داخلیت کے باعث ان کے یہاں عشق و عاشقی کی واردات میں بڑی صداقت ہے۔ دہلوی شاعری میں تصور عشق ایک طرف تصوف سے آیا اور دوسری طرف سماجی عوامل سے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دہلوی شاعری کے قدم عموماً راہ مجاز میں پڑنے کے باوجود ڈگمگانے نہیں پاتے۔ اس میں ابتذال اور

سطحیت پیدا نہیں ہونے پاتی۔ وہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے اس میں جلا پیدا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ دہلی میں تصور حسن و عشق جن ہمہ گیر صداقتوں کا ضامن ہے وہ اس کی اپنی انفرادیت ہے۔

غرض یہ حالات اور واقعات اور مخصوص قسم کا دہنی ماحول تھا جس میں سوز کی شاعری جنم لیتی ہے۔ وہ ایک استاد تھے اس لیے انھوں نے ماحول کو بہت کچھ دیا۔ آئندہ آنے والوں کے لیے راستہ ہموار کیا نیز وہ اس سماج اور ماحول کے ایک فرد تھے اس لیے انھوں نے اپنے گرد و پیش سے بھی بہت کچھ حاصل کیا اس لین دین *GIVE AND TAKE* نے اردو شاعری کو جو کچھ دیا وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

میر سوز اس بزم ادب کے ایک رکن تھے جس میں میر تقی۔ سودا اور درد جیسے بالکمال رونق افروز تھے۔ میر تقی کی جذبات نگاری۔ سودا کا زور تخیل اور درد کا عارفانہ انداز ہماری شاعری کی آبرو ہیں۔ سوز کے کلام میں یہ چیز تو پیدا نہ ہو سکی البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی غزلوں میں سیدھے سادے خیالات۔ اسلوب کی سادگی زبان کی صحت و صفائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ جن کی بنا پر وہ اپنے رفقاء کار کے ساتھ بزم شعر میں بیٹھے ہوئے اجنبی نہیں معلوم ہوتے جس زمانہ میں ان کا سادہ نے شعر و سخن کے نغمے بلند کیے دہلی اور اس کے نواح میں وہ افراتفری تھی کہ خدا کی پناہ۔ مغلوں کا جاگیردارانہ نظام رو بہ زوال تھا۔ اور ملک میں جو حادثہ رونما ہوا وہ اس زوال کی رفتار کو اور تیز کر دیتا تھا۔ اسی دوران میں نادر شاہ کی ماتحت احمد شاہ ابدالی کے حملے اور مرہٹوں کی دراز دستی نے ملک کا رہا سہا شیرازہ بھی

لے میر تقی۔ متوفی ۱۸۰۶ء۔ سودا متوفی ۱۷۸۱ء۔ درد متوفی ۱۱۹۹ھ

نادر شاہ کا حملہ ۱۷۳۹ء

۳ احمد شاہ کا حملہ اول ۱۷۵۲ء۔ دوسرا حملہ ۱۷۵۴ء۔ تیسرا حملہ ۱۷۵۹ء۔ چوتھا حملہ ۱۷۶۱ء



بکھیر دیا۔ بڑے بڑے صوبے مرکز سے الگ اور خود مختار ہو گئے۔ اس کا اثر نہ صرف بادشاہ وقت اور اہل دربار پر پڑا بلکہ ملک کا ہر طبقت اپنی حیثیت کے مطابق اس سے متاثر ہوا۔ اس وقت عام بے اطمینانی اور بد امنی کا راج تھا۔ عہد مذکور کا مرقع اگر دیکھنا ہو تو ذکر تمیر کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

روزے پرست زدم (بغذر بسیار) ہم بر ویرانہ تازہ شہر افتاد۔ بر  
ہر قدمے گرستم و عبرت گرفتیم۔ و چوں پیشتر رفتیم۔ حیراں تر شدیم  
مکانہا را نشناختم۔ دیارے نیافتیم۔ از عمارت آثار ندیدیم.....  
بازار کجا کہ بگویم۔ طفلان بازار کجا۔ حسن کو کہ پرسم..... جو انان  
رخا رفتند۔ پیران پار سا گذشتند۔ محلہا خراب۔ کوچہ ہا نایاب۔  
وحشت ہوید۔ انس ناپید الہ

گھر میں آگ لگی ہو تو ممکن نہیں کہ گھر والے سکون سے بیٹھے تماشا دیکھتے ہیں شاعر  
تو عام انسانوں سے زیادہ اثر پذیر اور حساس طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ اگر  
وہ دوسروں کے خیالات و میلانات میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتا تو کم از  
کم اپنے اندر ایک کشمکش، ایک خلش اور ایک تڑپ ضرور محسوس کرتا ہے  
شاعر کے اندر ایک ”روح عصر“ ہوتی ہے جو اس کے جذبات و احساسات  
میں شدت پیدا کر کے اس سے ماحول کی ترجمانی کراتی ہے۔ یہی روح عصر  
ہے جو تمیر اور سودا کے ذیل کے اشعار میں نمایاں ہے۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں	تھا کل ملک دماغ جنھیں تاج و تخت کا
شہاں کہ محل جو اہر تھی خاکِ پا جن کی	انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیائیں
خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا	وہیں میں کاش مر رہتا سر اسیمہ نہ آما یاں

تو ہے بیچارہ گدا میر تر اکیسا مذکور  
 لگے خاک میں یاں صاحبِ فرستے  
 اب خراب ہوا جہاں آباد  
 ورنہ ہر اک قدم یہ یاں گھر تھا  
 سودا کا محسوس ملاحظہ ہو۔

یہ بارغ کھا گئی کس کی نظر نہیں معلوم  
 نہ جانے کن نے رکھایاں قدم وہ کون تھا شوم  
 جہاں تھے سرودِ صنوبر وہاں اڑ گئے ہے قوم  
 مجھے ہے زخا و زغن سے اب چین میں مہوم  
 گلوں کے ساتھ جہاں بلبلیں کرتی تھیں کلول

جہاں آباد تو کب اس تم کے قابل تھا  
 مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگرِ دل تھا  
 کہ یوں مٹا دیا گویا کہ نقشِ باطل تھا  
 عجب طرح کا یہ بحرِ جہاں میں ساحل تھا  
 کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلقِ موتی رول

اس سے زیادہ وہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے اور ان کا منصب بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ  
 اول تو وہ ہندوستانی شاعر تھے عرب کے نہ تھے جہاں شاعر کی حیثیت سے  
 سوسائٹی کے ایک فعال اور اہم فرد کی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جانتے تھے کہ  
 کنایہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ اس لیے کھل کر کہنے میں کوئی لطف نہ  
 تھا۔ تیسرے یہ بھی ڈر تھا کہ ان امور میں صاف گوئی ان کے آقاؤں کے  
 خلاف مزاج ہوتی۔

خواجہ میر درد اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے کیونکہ وہ فقر و غنا کے اس مقام  
 پر شکن تھے جہاں میر و مرزا کی رسائی محال تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ نادر شاہ  
 کے غارت گردانہ تاخت کے زمانے میں بھی جبکہ ہر شخص اپنی جان و آبرو بچا  
 کر دہلی سے بھاگ کھڑا ہوا تھا وہ اپنے گوشہٴ عزت سے نہ نکلے۔ یہی وجہ ہے  
 کہ ان کے کلام میں اس خلفشار کی ہنگامی جھلکیاں نظر نہیں آتیں۔ تعجب تو  
 میر سوز پر ہے کہ وہ خود بھی عصری تقاضوں سے الگ تھلگ رہے اور ان کی



شاعری میں بھی ان کا پر تو نظر نہیں آتا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہاں ہم ایک شبہ دور کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سوز کے یہاں تیر کا اضطراب یا سودا کی قوت سخیل کیوں نہیں۔ اس کے علاوہ شاعر سے سیاسی یا انقلابی یا مصلح کے رد میں توقع کرنا اس پر بڑا ظلم اور اس دور کے نظام معاشرت سے کامل ناواقفیت ہوگی۔ البتہ اس لحاظ سے کہ شاعر اپنے عصری تقاضوں سے بالکل الگ نہیں رہ سکتا۔ سوز کے کلام میں اس نے کی توقع تھی جس کا اظہار کم و بیش اس دور کا ہر شاعر کر رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اکثر شعرا نے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے لیے پناہ گاہیں بنالی تھیں۔ جن میں دنیا کی ہمارا ہی سے بچنے کی خاطر وہ روایتی شرمِ مرغ کی طرح چھپ رہے تھے۔ غلامانگی شوقِ تراشے ہے پناہیں

آئیے دیکھیں خود سوز اپنی شاعری کے بارے میں کیا صفائی پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک قطعے میں نہایت صداقت کے ساتھ اپنی شاعری کا راز کھولا ہے۔

صاحبِ جو تم سے راست کہتا ہوں	شاعری سے مجھے کیا نسبت
یارِ آپس میں بیٹھتے تھے کبھی	دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
میں انھوں میں تھا سب کا چہتا یا	وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی	کیوں کہ برائے تجھ سے یہ صحبت
یا تو ہم سے کیا کرو باتیں	یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا	انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزوں تھے وہ صاحبِ لوگ	مجھ کو بھی ہو گئی اتنی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں	شاعروں میں ملی مجھے شرکت
ورنہ میں اور شاعری تو بہ	یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

اس سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے اس فن کو کن حالات میں اختیار کیا تھا۔ لیکن ابھی ایک گتھی سلجھانا اور باقی ہے۔ ان کے بعض مذکورہ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے۔ چنانچہ مولف تاریخ ادب اردو کا بیان ہے: "جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے" لطف کا بیان ہے کہ "ابتداءے جوانی میں انھوں نے ساتھ کام دل کے ایام زندگی کو صرف نشر بے خمار کیا" لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی غزلیات میں (د واضح رہے کہ غزل ہی سوز کا اصل سرمایہ شعری ہے اور غزل ہی میں واردات عشق کی کچھت ممکن ہے) عموماً ایک ردایتی انداز اور رسمی تغزل ملتا ہے۔ وہی عام اور فرسودہ مضامین اور وہی گئے چنے خیالات سیدھے سبھاؤ کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان کی شخصیت اپنی منفرد اور ان کی واردات ایسی شخص اور ان کا جذبہ ایسا شدید نہیں ہے جس کی چھاپ ان کی غزل پر ثبت ہو۔ تیسرا نفسیاتی انداز۔ جرات کا چونچلا پن۔ سو امن کا تغزل اور داغ کا تیکھا پن ان کے یہاں نہیں ملتا۔ ان کے یہاں وہ آفاقیت اور تنوع بھی نہیں جو غالب کا حصہ ہے مگر ان سب کے باوجود ان کی حیثیت دہلی اسکول کے ایک نمائندے کی ہے جو خود اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا مگر جو کہتا ہے۔ وہ نمائندہ کی حیثیت سے کہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے یہاں نت نئے تجربات کا توفیق ان ہے مگر ان کی آواز میں ایک رکھ رکھاؤ اور بھاری پن ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دہلی اسکول میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ غزل گوئی میں میر استاد سخن ہیں مگر ان کا کلام (پیام لفظی اور رکاکت سے خالی نہیں ہے۔ ان کے برعکس سوز کا کلام ان عیوب سے



پاک ہے۔ اس دور کے مشہور اور نمائندہ غزل گو شاعروں میں میر۔ درد اور  
سوز ہیں۔ ان تینوں میں جو بات خاص طور پر مشترک ہے وہ سوز و گداز ہے مگر  
تینوں کے سوز و گداز میں فرق ہے۔ میر کا غم ان کی ناکام محبت کا نتیجہ ہے۔  
اس لیے ان کے غم کی نے زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے۔ درد کے یہاں  
روحانی محبت کا تصور حاوی ہے اس لیے ان کا مذاق مادی دنیا سے بلند  
ہو گیا ہے۔ سوز کی محبت اس گوشت پوست کی دنیا کی محبت ہے جس  
میں ناکامی اور کامیابی کی درمیانی کیفیت کا اظہار ہے۔ یہی سبب ہے  
کہ ان کی شاعری میں وہ شدت نہیں ہے جو کسی ناکامی کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔  
اور نہ وہ سطحیت پیدا ہوئی جو محبت میں کامیابی کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے۔  
ان کے یہاں روزمرہ کے عشق کی کیفیات کا اظہار ہے۔ وہ ایک سیدھے  
سادے عاشق تھے جو عشق کی گھاتیں اور اس کے داؤ پیچ سے قطعاً نا آشنا  
تھے۔ وہ صاف الفاظ میں حال دل بیان کرنا جانتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ  
جذبات محبت کو جس طرح سہل انداز سے سوز پیش کر دیتے ہیں وہ میر اور  
درد دونوں کے یہاں مفقود ہے۔

سوز کے یہاں تصوف کا عنصر بہت کم ہے اور جو کچھ ہے اس میں بھی  
انداز نمایاں ہے۔ تمام تصوف کا عنصر مسئلہ وحدت الوجود ہے اور یہ حقیقت ہے  
کہ اس شراب کا نشہ ایسا ہے کہ بڑے بڑوں کو بے خود کر دیتا ہے۔ سوز کے  
یہاں مسائل تصوف فلسفہ کی راہ سے نہیں آئے۔ اس لیے ان میں فلسفیانہ  
מושگافیاں نہیں ہیں۔

غبارِ جسم اٹھ جائے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا	صنم کا وصل جو چاہے تو حاصل ہونے لے عاشق
وہ آنکھ موند اپنی ہم سن ہی سن میں دیکھا	بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چین میں دیکھا

بت خانہ و مسجد و خرابات میں تجھ کو کہاں کہاں دیکھا  
 پایا تو آپ ہی میں پایا کیا غفلت تھی کہ یا نہ دیکھا  
 ببل کہیں نہ جایو ز نہار دیکھنا اپنے ہی من میں پھول کے گلزار دیکھنا  
 ہم نے کون و مکان دیکھ لیا پل میں سارا جہان دیکھ لیا  
 نیستی کے لیے ہی ہستی ہے ہاں مرے مہربان دیکھ لیا

ان کے یہاں تصوف کی کمی ہے غالباً اس کا سبب خود نگری ہے جس کو ان کے تجربات کا پنجوڑ بھی کہا جاسکتا ہے۔ تصوف کی کمی کا ایک سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ خود نگری کے تصوف کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ دوسرے جس ملک سے سوز کا تعلق تھا وہ بھی تصوف کی نظری یا عملی حیثیت سے اختیار کرنے کا مخالف تھا۔ اس لیے ان کے یہاں جو ایسے اشعار ملتے ہیں جن پر تصوف کا پر تو نظر آتا ہے وہ دراصل تصوف کے نہیں بلکہ ان کی درویشانہ طبیعت کے اندازِ نظر کا نتیجہ ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ان کے یہاں رندی و ہوس ناکی کہیں نظر نہیں آتی۔ یہی میانہ روی ہے جو ان کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے

سوز کو ہمارے ناقدین نے استاد مانا ہے۔ ان کی شاعری کی کچھ خصوصیات گننائی ہیں۔ مثلاً صفائی۔ سادگی۔ بے تکلفی۔ شیرینی۔ ان کے اشعار ہلکے پھلکے ہوتے ہیں جن پر کبھی کبھی ردیف کا بوجھ بھی نہیں ڈالتے۔ ان کا کلام فارسی تراکیب اور تشبیہات و استعارات کے بوجھ سے گراں بار نہیں ہے۔ ان کے یہاں زبان کا اچھا نمونہ ہے جس میں غرابت نہیں ہے۔ ان کے یہاں تنوع نہ ہونے کے باوجود ان کا ذہن غزل کے تصور میں صاف ہی ان کے اندازِ بیان کے باسے میں آزاد کا یہ قول قابلِ غور ہے۔



میر سوز کی زبان عجیب مٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے۔ چنانچہ غزلیں خود ہی کہے دیتی ہیں۔ ان کی انشاء پر دازی کا حسن، تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوش نائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سرسبز پتیوں میں اپنا اصل جو بن دکھا رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جس سادگی اور بے تکلفی کا ذکر کیا گیا وہ اس دور میں دہلی کے دبستان فکر کی خصوصیت تھی مگر دوسرے شعرا سادگی اور تجربات کے بے تکلف اظہار کے وقت اپنے آپ کو فارسی کی رنگینی اور نازک خیالی سے آزاد نہ کر سکے۔ چنانچہ نیاز صاحب لکھتے ہیں۔

”یوں تو غزل میں جذبات محبت کو بغیر کسی استعارے و تشبیہ کو ظاہر کر دینا شعرا و متقدمین کی بھی خصوصیت تھی۔ کہیں ہندی و فارسی الفاظ کی آمیزش ترکیب کی تعقید اور غیر مانوس قدیم محاورات نے اس میں وہ سلاست و روانی پیدا نہ ہونے دی جو محبت کی زبان کے لئے ضروری ہے۔ جس دور میں سوز پیدا ہوئے اس کی خصوصیت یہی تھی کہ اس نے زبان کی صحت و صفائی کی طرف خاص توجہ کی۔ خصوصیت کے ساتھ سودا کو چھوڑ کر تمیز۔ درد۔ سوز اور قائم نے غزل کی ایسی داغ بیل ڈالی کہ آج تک اس سے ہٹ کر دوسرا صحیح معیار قائم نہ ہو سکا۔“

جیسا کہ ابھی کہا گیا کہ سوز کا اس دور کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس دور کے نظام استاد و شاگردی کا جائزہ

لینا ہوگا۔ سوز کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی جو شخص کسی فن میں خصوصاً شاعری میں بے استاد ہوتا۔ اس کی قدر و منزلت نہ ہوتی۔ اس لیے ہر شاعر کسی نہ کسی بڑے استاد سے اپنے آپ کو وابستہ کرنا لازم خیال کرتا۔ عام طور سے یہ استاد ہی محض ظواہر سے متعلق تھتی۔ یعنی فن۔ زبان اور محاورے کے حسن و قبح صحت و سقم سے بحث ہوتی تھی۔ خیال یا مضمون کے اچھے یا بُرے سے استاد یا شاگرد کو سروکار نہ ہوتا۔ جس طرح آج کل لوگ فن کی طرف سے غفلت برتتے ہیں اور تمام تر مضامین پر توجہ کرتے ہیں یعنی ہیئت کے مقابلے میں مواد ہی کو اصل شعر جانتے ہیں۔ سوز کے زمانے میں معاملہ برعکس تھا۔ اگر شاعر نے زبان یا محاورہ درست باندھ دیا تو وہ اپنے فرض سے ادا ہو گیا اور یہ ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال لوگوں کو خیال آسمان سے ملتا ہے اور زبان زمین سے۔ خیال یا مضمون کی تلاش خود شاعر کا فرض تھا استاد کا یہ کام تھا کہ یہ دیکھے کہ فن کی پابندی یا زبان و محاورے کی رعایت کہاں تک کی گئی ہے۔ غرض اس لحاظ سے سوز اپنے عہد کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور یہیں متعدد اچھے شاعروں کے نام ان کے تلامذہ کی فہرست میں نظر آتے ہیں مثلاً آصف الدولہ آصف۔ شیر علی افسوس۔ بہر بان خاں دہلوی۔ رضا قلی آشفۃ وغیرہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سوز کے کچھ اشعار جو سادگی اور صفائی میں امتیازی شان رکھتے ہیں نقل کر دیئے جائیں۔

خبر لے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں میں

نہیں آتی صدائے نالہ نہ نجیر کیا باعث

شکت و رنجت ہر گھر کی جہاں میں ہوتی ہے یارب

ہمارے خانہ دل کی نہ کی تعمیر کیا باعث



جو سوزہ یونہی خلق میں بدنام ہے گا تو خاک تہہ خاک بھی آرام ہے گا  
 شہرہ ہی تجھے اپنا جو منظور ہے دائرہ کر قتل مجھے اس میں ترا نام ہے گا  
 نکل کر طفل اشک آنکھوں سے طوفاں کر چلے آئے

الہی خیر اس فتنہ کا باہر پھر قدم نکلا  
 میں اپنے دل کو ایک مدت سے بیت اللہ سمجھا تھا

ہوں کو دو مبارکیاں یہ بیت الصنم نکلا  
 کہتا تھا میں اسے دل اس کام سے تو باز آ

دیکھا مزانہ تو نے نادان عاشقی کا  
 کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند جو گنہ یکے ثواب ہے آج  
 مگر جانے کا تامل نے نرالا ڈھنگ نکالا ہے

ہر اک سے پوچھتا ہے اس کو کس نے مار ڈالا ہے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا

پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نہی

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسی کی پاؤں میں پڑی زلف گرہ گیر کسی کی

وے صورتیں نہ جانے کس دیں بستیاں ہیں

اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

✓ کہیو اسے باد صبا پھڑپھڑے ہوئے یاروں کو

راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو

رسوا ہوا خراب ہوا۔ مبتلا ہوا وہ کون سی گھڑی تھی کہ تجھ سے جدا ہوا

✓ اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا

آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

مجھ سے مت جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا

میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا

سرزانو پہ ہو اس کے اور جان نکل جائے

مرنا تو مسلم ہے ارمان نکل جائے

اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا مگر

سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو

وہاں تجھے کیا تھی کمی یہاں تجھ کو کیا درکار ہے

ببل کہ صر تو پھرتی ہے غافل خبر لے جلد

گل نے لگائی آگ ترے آشیانے میں



# کُتب خانۂ سالار جنگ میں دیوانِ سوز کا ایک نسخہ

کُتب خانۂ نواب سالار جنگ (حیدر آباد) کی وضاحتی فہرست، جناب نصیر الدین ہاشمی نے مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں دیوانِ میر سوز کے مندرجہ ذیل تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

(۱) دیوانِ سوز، نمبر ۱۷، سائز ۹ × ۵ ۱/۲، صفحات ۲۰، سطر ۱۵، خط نستعلیق کاغذ دیسی۔

آغاز: سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا  
بجائے بسم اللہ تبارک و تعالیٰ میں لکھتا

اختتام: ترے جور و جفا، ہر و وفا ہے غیر سے بہتر  
وفا داروں کے لب پہنچی ہے تیری بے وفائی کو (کذا)

اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں جو ردیف وار ہیں۔ ناقص آخر ہے۔

(۲) دیوانِ سوز (دوسرا نسخہ) نمبر ۱۶، سائز ۸ × ۶، صفحات ۲۲، سطر ۱۱، خط شکستہ، کاغذ دیسی۔

آغاز: سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا  
بجائے بسم اللہ تبارک و تعالیٰ میں لکھتا

اختتام: نعتِ جگر و کبابِ دل ہے تیار  
آتے تو ہم بھی ہمانی کرتے (کذا)

اس مختصر دیوان میں غزلیات ہیں جو چند ردیفوں پر مشتمل ہیں۔ آخر میں تین

رباعیات بھی ہیں۔

(۳) دیوان سوز (تیسرا نسخہ) نمبر ۴۴۲، سائز ۱۰ ۱/۲ x ۷ ۱/۲، صفحات (۱۲۲) سطر ۱۱، خط نستعلیق، کاغذ دیسی۔

آغاز: دیکھ دل کو چیرست ظالم کہیں دکھ جائے گا (کذا)  
میاں بغیر از قطرہ خون اور تو کیا پائے گا  
اختتام: کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جا  
لگا کہنے کہ بھسلانے کی خوبی (کذا)

اس دیوان میں صرف ردیف وادغز لیاات ہیں۔

(۱) شمس صاحب کے نقل کیے ہوئے اشعار میں کئی مصرع صریحاً غلط ہیں۔ میں نے ایسے مصرعوں کے آگے (کذا) لکھ دیا ہے۔

ان تینوں نسخوں کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ غالباً ان مخطوطات میں نہیں ہوگا۔ اول الذکر ناقص الآخر ہے، باقی دو نسخے بھی میر سوز کے مکمل کلام پر حادی نہیں ہیں۔ سنہ کتابت معلوم نہ ہونے کی بنا پر، ان کی صحیح قدر و قیمت کا بھی تعین نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس کتب خانے میں دیوان میر سوز کا ایک اور قلمی نسخہ بھی ہے، جو مختلف اعتبارات سے ان تینوں سے اہم ہے۔ یہ بات باعث تعجب ہے کہ یہ نسخہ اس فہرست سے غیر حاضر ہے۔ ذیل میں اس کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔

مخطوطے کا نمبر داخلہ ۵۴۷ اور نمبر کتاب ۷۱ ہے۔ سائز ۸ ۱/۲ x ۶ اور اوراق کی تعداد ۵۴ ہے۔ پہلے صفحے پر ۱۲ شعر عید کے متعلق ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ شعر کس کے ہیں۔ دوسرے صفحے پر تین ہریں ہیں۔ دو ہریں صاف نہیں ہیں۔ ایک ہر کی عبارت "محترم الدولہ ۱۲۵۷ھ" صاف پڑھنے



میں آتی ہے۔

آغاز دیوان کی غزل کا مطلع یہ ہے :

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا

بجائے بسم اللہ تہ آہ میں لکھتا

اس مجموعے میں غزلوں کے علاوہ رباعیات ، مخمسات اور مثنویات بھی ہیں۔ یہ بات قابلِ محاذ ہے کہ اس مجموعے میں میر تسوڑ کے علاوہ کچھ دوسرے شعرا کا کلام بھی شامل ہے۔ لیکن اس کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ غالب حصہ میر تسوڑ کے کلام پر مشتمل ہے۔

آخر میں دو ترقیمیں ہیں۔ جن سے کاتب کا نام میر عظیم علی ایلمچپوری اور سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت نواب محترم جنگ کی فرمائش پر ہوئی ہے۔ ترقیمہ اول کی عبارت یہ ہے :

تمت الکتاب بعون الوہاب حسب الفرائش نواب ذوالاقتدار بیدار تخت  
سزاوار تاج و تخت نواب محترم جنگ بہادر دام دولۃ و ملکہ ، بخط الضعف العباد  
میر عظیم علی ایلمچپوری احسن الشرفی دارین تبارخ ہفتدہم ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ ہجری  
مطابق ۱۲۲۵ھ فصلی۔

ترقیمہ ثانی :

روزیک شنبہ تبارخ بیست و یکم ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ کتاب دیوان میر تسوڑ  
کہ از نزد فرزند فیاض علی خاں مرحوم گرفتہ بدست میر عظیم الدین سید نویساندہ شد۔

دیوان ستور



دیوان میر سوز کا یہ متن، دو قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ اکتب خانہ انجمن ترقی اردو۔ علی گڑھ (ع)

(۲) نسخہ رضا لا بُریری۔ رام پور (م)

نسخہ علی گڑھ ناقص الآخر ہے اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کا کاتب غلط نویس ہے۔ بیشتر اشعار غلط نویسی کا شکار ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ کو صحیح پڑھنا مشکل ہے۔

نسخہ رام پور کی کتابت واضح ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف بھی ہیں۔ کاتب بھی اتنا غلط نویس نہیں ہے۔ یہ نسخہ خاصا کرم خوردہ ہے۔ جلد ساز نے زیادہ مجروح اوراق پر سفید باریک کاغذ کی چپیاں لگائی ہیں، جن سے متعدد مقامات پر اشعار کے بعض حصے پڑھنے میں نہیں آتے ہیں۔ آخر کتاب میں ترقیم موجود ہے۔

”بتاریخ ہفتہم یوم شنبہ شہر محرم الحرام ۱۲۲۴ھ صورت اتمام یافت: کل

صفحات ۴۱۵ ہیں۔

ہم نے متن بالعموم م کے مطابق رکھا ہے، ہاں جن مقامات پر م میں صریحی اغلاط ہیں، اُن مقامات پر ع کے متن کو اختیار کیا ہے۔ اب یہ نسخہ میر سوز کے اس سارے کلام پر حاوی ہے، جو ان دونوں نسخوں میں موجود ہے۔ جو کلام ان دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے، حواشی میں اس کی نشان دہی

کر دی گئی ہے۔

مشترک کلام کی حتی الامکان تصحیح کر دی گئی ہے جن مقامات پر اس کا امکان نہیں تھا، وہاں نشان استفہام یا کذا لکھ دیا گیا ہے۔

جو کلام دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے اور تصحیح طلب ہے، اس کی تصحیح نہیں ہو سکی ہے۔ بعض مقامات پر قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا گیا ہے۔ یہ اضافے قوسین میں ہیں۔

حواشی میں نسخہ اعلیٰ گڑھ کے لیے ع اور نسخہ رام پور کے لیے م استعمال کیا گیا ہے۔

نقل میں مردجہ املا کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

آخر میں تذکرہ مجمع الانتخاب سے میر تسوز کا مکمل ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ ابھی تک معرض طبع میں نہیں آیا ہے۔ صاحب تذکرہ کو میر تسوز سے خصوصی تعلق تھا۔ شاہ کمال نے لکھا ہے۔ "اول بار دیوانی کہ ترکیب یافتہ بود، نزد فقیر است"۔ اسی دیوان سے انھوں نے میر تسوز کا خاصا کلام نقل کیا ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر یہ مناسب سمجھا گیا کہ یہ مکمل حصہ بھی شامل کر لیا جائے۔ اس حصے میں بعض اشعار غلط ہیں، لیکن ان میں قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

کتب خانہ سالار جنگ میں دیوان میر تسوز کے چار مخطوطے ہیں۔ جناب نصیر الدین ہاشمی نے اس کتب خانے کے اُردو مخطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے۔ اس میں صرف تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جو نسخہ موصوف کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکا ہے، ہم نے آخر میں اس کا بھی تعارف شامل مجموعہ کر لیا ہے۔



اہلِ ایماں ستوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا  
آہ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا  
جو غور کیجیے تو ہے کوڑی شے کام کا

سردیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا  
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی  
وگر نعت پیمبر کی مجھے توفیق کچھ ہوتی  
زباں سے مرتضیٰ شکل کشا کا منقبت کہتا  
بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا  
تولا کر سب الوہیت کو الا اللہ میں لکھتا  
بحق کلمہ طیب رسول اللہ میں لکھتا  
تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا  
اگر میں مرثیہ حسنین کا کہتا تو کیا کہتا  
بسوز سینہ زہر فقط ایک آہ میں لکھتا

درد کش کیا کہہ سکے ساقی کو شر کی شنا  
بند ہیں لب خلق کے لے کر ازل سے تا ابد  
یہ زباں قابل نہیں جہانم اس کا لے سکے  
آیتہ الکرسی میں ہے تعریف اس کی دیکھو  
چشم تر سے ہو سکے کب اس کے ساغر کی شنا  
کون کر سکتا ہے اس قند مکرر کی شنا  
مصطفیٰ سے پوچھیے اس کے برادر کی شنا  
پوچھو جو جبریل سے جا اس کے تنہا کی شنا  
ہے زباں پر اس کی دایم اس کے تنہا کی شنا  
باد جود اس قرب کے روح الامیں ہر دم گو



توز تو کیا کہ سکے لگا کہ گئے حضرت حسین  
گردن مذبح سے اللہ اکبر کی ثنا

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا      اُس نے مجھ کو دل پر عزم بخشا  
راستی دی قدِ دلدار کو اور      تیغ ابرو کو خم و چسم بخشا  
گل کو خداں کیا پڑ بلبَل کو      گریہ و نالہ پہیسم بخشا  
چشمِ معشوق کو دی عیاری      ہم کو حیرت ہی کا عالم بخشا  
ساغرِ عیش دیا اوروں کو  
توز کو دیدہ پڑ نم بخشا

جس نے ہر درد کو درماں بخشا      مجھ سے کافر کو بھی ایساں بخشا  
آسرا دل کو ہوا تھا مطلوب      سایہ زلفِ پریشاں بخشا  
بے نیازی تو میاں کی دیکھو      گل کو بھی چاک گریباں بخشا  
عشق کو خلق میں دی رسوائی      حسن کو عنمرہ پنہاں بخشا  
چشمِ معشوق کو دی عیاری  
توز کو دیدہ گریاں بخشا

اہلِ ایماں توز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا      آہ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا  
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہر میرے نام      واہ یہ دیوان بھی نقلِ دُنا تر ہو گیا  
ناصحا بیزار دل سوزی سے تیری دُور ہو      دل کو کیا روتا ہے جی بھی مسافر ہو گیا

درد سے محفوظ ہوں، درماں مجھ کو کام کیا  
 بارِ خاطر تھا جو میرا یادِ شاطر ہو گیا  
 کیا سیحانی ہے تیرے لعل لب میں اے صنم  
 بات کہتے ہی دیکھو سوزِ شاعر ہو گیا

آہِ دُناں تیرے مرا سینہ سوزاں میں پھنسا  
 ایک تو تھا دلِ غم دیدہ اسیرِ سرِ زلف  
 تہمتِ ہستی موہوم نہ کر مجھ پر شیخ  
 جس طرح شہد میں پھنستی ہر گس یاں برعکس  
 اشکِ بہنے سے رُکے اب تو خدا ہی حافظ  
 پیکِ نظارہ جدا دیدہ حیراں میں پھنسا  
 پانچ زنجیر میں اور ہاتھ گریباں میں پھنسا  
 میں تو مرنے کے لیے جسم کے زنداں میں پھنسا  
 دلِ شوریدہ مرا لب کے نیک داں میں پھنسا  
 پھر کوئی نختِ جگر آخس مرثاں میں پھنسا

کعبہِ دیر کے ڈھونڈتے سے بھلا کیا حاصل

سوز ہووے گا کہیں محفلِ زنداں میں پھنسا

تراجم نے جس کو طلبگار دیکھا  
 ادا ہی کی حسرت میں سب مر گئے سچ  
 تری آنکھ بھر جس نے تصویر دیکھی  
 عجب کچھ زمانے کی ہے رسمِ یارِ دُکھ  
 اسے اپنی ہستی سے بیزار دیکھا  
 تجلی کو کس نے بست کرار دیکھا  
 وہ تصویر سا نقشِ دیوار دیکھا  
 جو ہے کام کا اس کو بے کار دیکھا

لیکن اچنبھا بڑا مجھ کو یہ ہے

کہ ٹمک سوز کا گرم بازار دیکھا

۱۔ م۔ بارِ خاطر تھا جو میرا یادِ شاطر ہو گیا۔ ع۔ پری ۱۔ ع۔ تو ۲۔ ع۔ یہودہ نہ رکھ

۳۔ م۔ سوزندہ ۴۔ ع۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔ ۵۔ ع۔ اُلٹی



جودل کہ تیری یاد سے معمور ہو گیا      گر کلبہ سہ تھا پر از نور ہو گیا  
 سوراخ ایک ہو تو اسے بند کیجئے      دل تو تمام خانہ زنبور ہو گیا  
 دل اپنے اختیار میں نے نہیں دیا      صورت کو دیکھتا تھا کہ مجبور ہو گیا  
 کیا اعتبار اس کی سمجھ کا کوئی کرے      جو عارضی جہال کا معسرور ہو گیا  
 کوئی نہ جانتا تھا اسے عاشقوں کے بیچ  
 یہ تیرے درد سے مشہور ہو گیا

ترے دل میں بے رحم کچھ غم نہ آیا      مجھے تو نے کس کس طرح سے ستایا  
 بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں      کبھی یاد کرتا تھا سو بھی بھلایا  
 بلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے      دے اپنی ہٹ سے نہ آیا نہ آیا  
 تو کیوں آشنا سوز اس سے ہوا تھا  
 یہ تیرا کیا تیرے آگے ہی آیا

جہنم ابرو سے کچھ بتلا گیا      قتل کا مرزدہ ہے یہ میں پا گیا  
 جاؤں میں جس سمت میرے ساتھ ہے      آہ یہ غم جان میری کھا گیا  
 غیر کا جا کر ہوا تو ہم کنار      جھوٹے وعدوں ہمیں بھلا گیا  
 اب نہیں ڈرنے کا تیری تیغ سے      ناز کا تیرے تو میں ڈھب پا گیا

لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ لہ ع گوشہ لہ ع، ہاں  
 لہ ع، جس طرف جاتا ہوں      لہ ع، اردوں سے  
 لہ ع، بھلے بھلا گیا۔

کیوں تو گھبرایا ہوا پھرتا ہے آج  
توڑ سچ کہہ آج تیرا کیا گیا

کسی نے روم کی قسمت میں کوئی شام لے آیا  
صداد پر ہے کچھ پیغامبر کی سی خدا جانے  
طلب محفل میں ساتی نے کیا جب شیشہ دماغ  
ہمیشہ سیر میں گلشن کی میں خوشنود رہتا تھا  
شفت میں میں ہلال عید تجھ بن دیکھ یہ سمجھا  
تجھے تکلیف ترک عشق اب کرتے جو ہیں ناصح  
طرف جو ماہ ہر خورشید رو کے آج ہوتا ہے  
لگا کہنے کہ خط پڑھ کر کسی اک گالیاں دی ہیں  
ہیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا  
نوبہ وصل ہے یا ہجر کا پیغام لے آیا  
گزک کے واسطے آنکھوں سے بادل لے آیا  
عجبت کچھ قفس میں کھینچ مجھ کو دام لے آیا  
کہ میرے قتل کو یہ تیغ خوں آشام لے آیا  
کہ ہر ان نچتہ مغزوں کو خیال خام لے آیا  
مگر کچھ نور اس کھڑے سے جا کر دام لے آیا  
جو میں پوچھا یہ قاصد سے کہ کچھ انعام لے آیا  
نہ سویا منہ بھر دنیا میں سوز اس دل کے ہاتھوں سے  
عدم سے ساتھ میں اپنے عجب آرام لے آیا

زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا  
دشمن جاں قتل مت کر دل کو حاصل کچھ نہیں  
آہ آسودہ جہاں میں کون سادل ہوئے گا  
قطرہ قطرہ خون ہو کر جمع پھر دل ہوئے گا

لے ع پھر ہے آج سوز لے ع مجھ سے لے ع اصداد ہے در پہ قاصد کی سی کوئی جا کے  
پوچھ تو لے ع قتل لے ع ساغر دینا لے ع دل شاد رہتا ہوں لے ع کہ صر  
لے ع مگر کھڑے سے اس کے نور لے ع عدم سے ساتھ اپنے داہ کیا آرام لے آیا  
لے ع لے لے لے ع بے مروت -



ابر کے قطرے سے ہو جاتے ہیں موتی ناصحا  
غیر سے مل کیوں کے ہم چشموں سے پھر ہو گے دو چا  
گو کہ رتبہ ماہ کا پہنچا فلک تک کیا ہوا  
مجھ پر جو گزری سو گزری فائدہ کہنے سے کیا  
جان باقی ہے اسے لے اور کر اپنا حساب  
در گزر اس خون سے آخر پھر تجھ آئے گا رحم  
قل پر یہ بے گنہ راضی ہے اپنے کس لیے

کیا ہمیں رونے سے اپنے کچھ نہ حاصل ہوئے گا  
آئندہ تک ہنہ دکھانا تم کو مشکل ہوئے گا  
مہر دیش میرے کے منہ دیکھو مقابل ہوئے گا  
کچھ نہ کہو حال دل قاصد کہ بیدل ہوئے گا  
عشق کے دفتر میں کچھ میرا ہی فاضل ہوئے گا  
سوز کا دل جس گھڑی حشر سے بدل ہوئے گا  
ہاتھ میں اک روز تو داماں قاتل ہوئے گا

کبھی ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا  
زلفوں سے پڑا طول میں بے عشق کا جھگڑا  
بوسے کی طلب تو ہے گا تبھی اے دل  
آئینے کو ٹمک بھر کے نظر دیکھ تو پیارے  
کہ آج یہی حکم کہ چہیروں کو چہرک سوئیں  
احوال دل زار بگھے ہوئے گا معلوم

جو تم سے بتاں ہو گا سوا اللہ کرے گا  
خطا کن کے یہ منہ بند کو تاہ کرے گا  
جب گالیاں دو چار وہ تنخواہ کرے گا  
وہ تجھ کو مرے حال سے آگاہ کرے گا  
دل سوختہ اس رات کوئی آہ کرے گا  
جب تو کسی مہر دیش کی میاں چاہ کرے گا

واہی نہ سمجھ سوز کے پیاں کو تو اے یار

جو تجھ سے کیا عہد سوزر باہ کرے گا

لے ع، ناصحا لے ع، پر لے ع، سیکرار سے لے ع، اب بے کے

اپنا کر حساب لے ع، در گزر اس خون کرنے سے کہ پچھا دے گا اب

لے ع، یہ شعر ع میں نہیں ہے لے ع، تبھی باز آئے گا اے دل

جب تک کہ میرے تن میں لے جان دم ہے گا  
 روئے گا عشق مجھ کو سرخاک ذال اپنے  
 شمشیر سے نہ کر قتل مرنے دے مجھ کو غم سے  
 لے غم نکل شتابی بس چھوڑ مسکن دل  
 تیرا اسی طرح سے مجھ پر کرم ہے گا  
 مرنے کا میرے تجھ کو کا ہے کو غم ہے گا  
 کس سے دھلائے گا تو گر خون جم ہے گا  
 مدت تلک ہا تو اب دھسم ہے گا  
 مرجائیں گے عدد سب حسرت زہر کھا کر  
 گرسوز پر پیائے تیرا کرم رہے گا

کریں شمار بہم دل کے یار داغوں کا  
 ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیری لے ساقی  
 ہمارے خانہ دل کو ہے روشنی سے کیا  
 گیا میں گھر سے تم سے اور آجے ہیں رقیب  
 تو آتو سیر کریں مل کے اپنے باغوں کا  
 کوئی دنوں تو مزا لینے دے ایاغوں کا  
 سوائے داغ نہیں دخل یاں چراغوں کا  
 مکان مرغ چمن آشیاں ہے زراغوں کا  
 سنے ہے سوز سے ملنے کا قصد مت کر یار  
 اٹھاسکے گا تو کب ناز بے دماغوں کا

اگر میں جانتا ہر عشق میں مہر کا جدائی کا  
 جو عاشق صاف میں دل کی انھیں کو قتل کرتے ہیں  
 تو جیسے جی نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا  
 بڑا چرچا ہے مشوقوں میں عاشق آزمائی کا

۱۰۰ ع تیرا اسی ستم سے مجھ پر ستم ہے گا ۱۰۰ ع پتھر سے سرچک کر ۱۰۰ ع یہ دشمن  
 ۱۰۰ ع مری جان ۱۰۰ ع یار ۱۰۰ ع تو آج سیر کریں آکے اپنے  
 ۱۰۰ ع باغوں کا ۱۰۰ ع بزم سے اٹھتے نہیں سن ۱۰۰ ع کہے تو ۱۰۰ ع عاشقی میں غم  
 ۱۰۰ ع محشر تک ۱۰۰ ع صاف باطن ہے ۱۰۰ ع محبوبوں



کروں اک پل میں برہم کار خانے کو محبت کے  
 جھٹکنا چاہے سو کر لے اپنے بندوں پر  
 نہ پہنچا آہ و نالہ گوش تک اس کے کبھو اپنا  
 خدایا کس کے ہم بند کہاویں سخت مشکل ہو  
 اگر عالم میں شہرہ دوں تمھاری بے وفائی کا  
 مجھے خطرہ نہیں ہرگز برائی یا بھلائی کا  
 بیاں ہم کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا  
 رکھے ہر صنم اس دہریہ معوی خدائی کا  
 خدا کی بندگی کا سوز ہے دعوا تو خلقت کو  
 دے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

جو ہم سے تو ملا کرے گا  
 بوسہ تو دے کبھو مری جان  
 ہم تم بیٹھیں گے پاس مل کر  
 دل تیرے کام کا نہیں تو  
 پچھتائے گا مل کے سوز سے ہاں  
 ہے شوخ مزاج سوز و الم  
 پچھڑے گا اسے برا کرے گا  
 بندہ تجھ کو دعا کرے گا  
 مولا تیرا بھلا کرے گا  
 وہ دن بھی کبھو خدا کرے گا  
 بندہ پھر لے کے کیا کرے گا  
 ہم کہتے ہیں برا کرے گا

تو ہم سے جو ہم شراب ہو گا  
 ڈھونڈھے گا سحاب چھپنے کو ہر  
 خوابوں سے نہ کر محبت لے لے ل  
 بہتوں کا جگر کباب ہو گا  
 جس روز وہ بے نقاب ہو گا  
 آمان کہا خراب ہو گا

۱۷ ع، جو چاہو سو کر لو ۱۷ ع، کس سے ۱۷ ع، اس دور میں  
 ۱۷ ع، ہر بندے کو دعویٰ ہے ۱۷ ع، دعوا ۱۷ ع، یہ شرع میں نہیں ہے۔

اے مرگ شتاب کہ تو مجھ سے اس زیت کو کب جواب ہوگا  
 بوسہ دے سوز کو مری جان  
 مطلب تیرا شتاب ہوگا

جتنا کوئی تجھ سے یار ہوگا اتنا ہی خراب و خوار ہوگا  
 ہر روز ہو روز عید تو بھی تو مجھ سے نہ ہم کنار ہوگا  
 بس دل اتنا تڑپ نہ چپ رہ تجھ کو بھی کہیں تیار ہوگا  
 دیکھے جو کوئی چمن میں تجھ کو گل اس کی نظر میں خار ہوگا  
 شکوے میں ہو جس کے خون کی بو تیرا ہی وہ دل نگار ہوگا  
 ناصح نہ ہو گریہ سے جو مانع میرا وہی غمگسار ہوگا

جا یار شتاب سوز سے مل  
 تیرا اسے انتظار ہوگا

جس کا تجھ سا حبیب ہوئے گا کون اس کا رقیب ہوئے گا  
 بے وطن بے رفیق بے اسباب کون ایسا غریب ہوئے گا  
 درد دل کی دوا ہو جس کے پاس کوئی ایسا طبیب ہوئے گا  
 مل رہے گا کبھی تو دنیا میں گر ہمارا نصیب ہوئے گا  
 سوز کو وہ ملائے گا تجھ سے  
 جو خدا کا حبیب ہوئے گا

لے م' دل اتنا بھی انتظار کیا ہے کیوں میں بھی تجھے قرار ہوگا (کذا) ۳۲ یہ شعر ۱ میں  
 نہیں ہیں ۳۵ یہ شعر ۱ میں نہیں ہیں۔



غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا  
 کس کو اب زیر فلک طاقت رسوائی ہو  
 اس طرح جی دوں کہ تو رگم سے بڑے صدیق  
 ہم غیبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو داغ  
 مت کر دوستی مجھ سے کہ نہیں رہنے کا  
 باخباں فکر نہ کر تو مرے دیرا نے کا  
 پر مری جان تیرے غم کو میں کھا جاؤں گا  
 لے زمین پھاٹ کہ میں تجھ میں سما جاؤں گا  
 رسم عشاق کشی جگ سے اٹھا جاؤں گا  
 مت کر وعدہ عیث مجھ سے کہ آج آؤں گا  
 میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا  
 آشیاں آتش گل سے میں جلا جاؤں گا

لے چکا دل کو خط اب جان جو مانگے ہے خال  
 سوز کہتا ہے یہ کوئی تو بچا جاؤں گا

کہیں تو ہم تجھ سے بات لیکن کسی کا کب تو کہا کرے گا  
 جو سوز پر تو ستم کرے گا تو دیکھ نظم برا کرے گا  
 نہ کچھ محبت نہ کچھ شفقت نہ کچھ تملطف نہ کچھ دلاسا  
 تو آپہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک وفا کرے گا  
 چلا وہ دامن اٹھا کے جس دم لگی مرے آگ تن بدن میں  
 کسی نے اس سے کہا بھائے کہا کہ یو نہیں جلا کرے گا  
 حوالے دل کر کے تیرے کا ہے کو عمر کرتا میں اپنی ضائع  
 جو یا ر تجھ کو میں یوں سمجھتا عوض وفا کے جفا کرے گا  
 طیب مت کر دوا ہماری نہیں ہے جز مرگ ہم کو چارہ  
 تو آپہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی یوں کب وفا کرے گا

لہذا ترے غم میں کہاں لہذا جان یوں دوں کہ تو لے لہذا مجھ سے الفت نہ کر د جان کہ  
 رہنے کا نہیں لہذا دم لہذا مگوئی لہذا جفا لہذا تو جان پیارے۔  
 لہذا یہ شعر میں نہیں ہیں۔

نگہ تری اس کی زندگانی خوشی تری اس کی مہربانی  
جو تو ہی اس سے خفا رہے گا تو سوز پھر جی کے کیا کریگا

جگر سے نالہ دل سے آہ سینے سے فغاں نکلا      سر لے تن سے کیا کیا غم زدوں کا ڈاں نکلا  
سحر رکھ تیغ کا ندھے پر جو وہ دامن کشاں نکلا      لب ہر زخم سے اس وقت شور الا ماں نکلا  
ہمیشہ عاشق صادق جو اپنا مجھ کو سمجھے تھا      سو بہکائے سے نامزدوں کے وہ بھی بدگماں نکلا  
وہی دل جو مرے پہلو میں تھا اب عرشِ اعظم ہے  
خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا

سنا تو نے کہ پھر کرتا ہے تیری چاہ دل میرا  
قیامت اب کی لادے گا مرے اللہ دل میرا  
جو مانگے ترک چشم اب تک تو جانی جان باقی ہے  
صفِ مرزاں کی پہلے ہو گیا تنخواہ دل میرا  
مجھے چشمِ توقع تھی بہت اس سے سوا آخر کو  
زیادہ خوب رویوں سے ہوا بدخواہ دل میرا  
بہت ڈھونڈھا نہ پایا کھوجِ زیرِ آسماں ہم نے  
کہ ہر کوئے گیا کیا جانے وہ شاہ دل میرا

۱۷۷ ع، جو تو ہی اس پر جفا کرے گا تو سوز کیونکر جیا کرے گا۔ ۱۷۸ ع، یہ غزل م، میں نہیں ہے۔  
۱۷۹ م، صفِ مرزاں کے صدمے کیا ہر تنخواہ دل میرا ۱۸۰ ع، یہ شعر م، میں نہیں ہے۔  
۱۸۱ م، سوا آخر ۱۸۲ ع، ہرگز



نہ مانے گا تو اسے داعظ کہوں کیا حال میں اپنا  
 ہوا کافر بتوں سے مل کے بیت اللہ دل میرا  
 اذیت غیر سے مجھ کو کبھو پہنچی نہ دنیا میں  
 ہوئیں سوہان روح آنکھیں مری جاں کاہ دل میرا  
 عجب بھولا ہے یہ اس شوخ کے ان جھوٹے وعدوں  
 نہیں اب سوز ان کی خوشی کیا آگاہ دل میرا

بس دل زار خوش نہیں آتا غم کا اظہار خوش نہیں آتا  
 یہ غضب ہے جو چپ رہو تو کہے نقش دیوار خوش نہیں آتا  
 ہر گھڑی چٹکیاں نہ لوصاحب مجھ کو یہ پیار خوش نہیں آتا  
 سوز جینا بھی غم کے ہاتھوں اب  
 ہاں مرے یار خوش نہیں آتا

تجھ پہ قربان مری جان دل و دیں میرا ایک باری تو سن افسانہ رنگیں میرا  
 بوئے گل شاخ ہوا میں سے بھی لیتے ہیں چھین کس قدر شوخ ہے اللہ یہ گل چیں میرا  
 کوہ کو سرکشی کوہ میں کردوں پامال ابھی آجادے اگر صاحب تمکیں میرا  
 ماننے کا نہیں میں پسند تری سنتا ہے ناصحا چھوڑ دے بس اب سر بالیں میرا  
 دیکھتا ہی نہیں یکساں آن وہ مجھ کو ہی بات  
 کیا کر دل سوز کہ وہ شوخ ہے خود میں میرا

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہیں' ۲۔ 'پھر ہے' ۳۔ 'میں' ۴۔ 'نہیں اس کی خوشی کچھ آگاہ دل میرا (کذا)  
 ۵۔ یہ غزل 'میں نہیں ہے' ۶۔ 'یہ لیتا ہے نوح' ۷۔ 'ٹھیکٹھ' ۸۔ 'جز صورت آئینہ  
 وہ شوخ' ۹۔ 'سوز کیا کیجیے'۔

ہم نے کون و مکان دیکھ لیا      پل میں سارا جہان دیکھ لیا  
 آرزو تھی عدم میں دنیا کی      ہے یہ وہم و گمان دیکھ لیا  
 نیستی کے لیے تھی ہستی بھی      ہاں مرے مہربان دیکھ لیا  
 اس کی گردن کے ٹک تلے ہوتے      اپنے دل کا مکان دیکھ لیا  
 جان کنڈن کا بھی مزہ ہم نے      بحر کے درمیان دیکھ لیا  
 سوز تھا جو پڑا سکتا تھا  
 کیوں مرے نوجوان دیکھ لیا

میں دور سے اے یارو کل اس کو دکھا دوں گا      گر مجھ سے ملا دو گے میں تم کو دعا دوں گا  
 جس کا مالک ہوں سب تم پر کروں صدقہ (کا)      گر جان بھی مانگو گے میں جان بھی لا دوں گا  
 بستی کے ہیں جتنے لوگ سمجھا دیں اے ورینہ      ایک آہ کے شعلے سے بستی کو جلا دوں گا  
 گو قتل کیا تم نے کل سوز کو مست عشم کھا  
 قصے کو تے پیارے باتوں میں شادوں گا

ہے جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں رونا      مرے کے بعد ہے گا مزار میں رونا  
 بھلا میں کیونکے کروں ضبط نا صبح بید      نہیں ہے دل کے مرے اختیار میں رونا  
 جو چھپکے رات کو شبنم چین میں روئی تو کیا      مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں رونا  
 زخم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی      خزاں میں خاک ہر سر پہ بہار میں رونا  
 تو روز وصل تو اے سوز اپنے آنسو پونچھ  
 ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں رونا

لہ ع ہے لہ شمع میں نہیں ہے لہ شرم میں نہیں ہے لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔  
 ہم م رہے گامرگ کے بعد از مزار میں رونا۔



بتوں کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا  
 انھوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا  
 صنم کا دید چاہے تو فنا ہو عاشق صادق  
 غبار جسم اٹھ جاوے تو کچھ ہایل نہیں ہوتا  
 کدھر جاتی رہی غفلت کہ میں بے چین رہتا ہوں  
 کبھی یہ دل ترے دھڑکے سے ٹک غافل نہیں ہوتا  
 نہ پامے جب تلک لا کھوں گدازیں آتشِ غم میں  
 مس دل عاشقوں کا تو زبرِ کامل نہیں ہوتا  
 تو مجھ سے روٹھ رہ، مت بول، میں ہنر گر نہ روٹھوں گا  
 یہ تیرا سوز ان باتوں سے کچھ بیدل نہیں ہوتا

کھا گئی کس کی نظر، کس کا یہ تجھ کو غم لگا  
 دُور سے تیغ دکھا کر کیوں تو بیٹھا ہے پے  
 ایک تیغ سے تو ناکارہ نہیں ہوتا ہوں میں  
 زندگانی مجھ کو کب درکار ہے بے فائدہ  
 اے مرے محبوب! کیوں تجھ کو اٹا دم لگا  
 میں ترے قربان سر حاضر ہے لے جم جم لگا  
 کام پورا خوب ہے دس پانچ تو پیہم لگا  
 زخم کو میرے تو اے جراح مت مرہم لگا  
 میں نہ کہتا تھا کہ روتا پھوڑ کر مت جا مجھے  
 سوز جاؤ گے کدھر برسات کا موسم لگا

یہ چال یا قیامت یہ حن یا شرار  
 چلتا ہے کس ٹھسکے ٹک دیکھو خدا را  
 جوڑا لپیٹے جب تک روزِ حساب آخر  
 بل بے تری بناوٹ لے خود منسا خود آرا

لے یہ شرع میں نہیں ہے۔ لے ع، مت، بل میں لے ع، ادا سے

غرفے کو جھانکیو تو کیسی چمک ہے اللہ  
 کس کا یہ زرگستاں تیرے شہید پایے  
 ہر آن اس کا جلوہ ہے گا بساں دیگر  
 کس کی مجال دیکھے اس حسن آفریں کو  
 اتنی شمیم کچھ تو اس زلفِ عنبریں کی  
 پوچھے ہر مجھ سے بنیو عاشق ہے کیا تو میرا  
 لیتا ہے ملک دل کو یہ دل ربا امانی  
 دیکھو اچکپنا تم آنا ہے پھر ستانے  
 یہ نور یا تجلی خورشید یا ستارا  
 زیر زمیں سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں شبِ نظارا  
 خسرو ہے نے سکندر جہتید ہے نہ دارا  
 ہر چند اس کا جلوہ ہے عالم آشکارا  
 باد صبا کا ہوتا اس جا اگر گزرا  
 کچھ بانٹا نہیں ہے بھولا بہت بچارا  
 اس میں نہیں کسی کا اے دل برداجارا  
 دل چت کیا کبھو کا مانگے ہے پھر دوبارا

اتنی جراحوں پر جیتا ہے سوزِ صاحب  
 سینہ ہے یا کہ ترکش دل ہے کہ سنگِ خارا

مجھ کو تنہا چھوڑ کر اے شوخ بے پروا نہ جا  
 دیکھو کیا کیا ستم میں نے ہے ہنِ حبر میں  
 ایک دم تو دیکھ لوں دیدار اپنے دوست کا  
 کیوں سے دل آخر کو پھپھٹا یا نہ کر کر عاشقی  
 یہ جو کہتا ہوں تو سب تیری بھلائی کے لیے  
 جب تلک بیٹھا ہو تو بت تک ہر میر جی میں جی  
 جان تیرے ساتھ جاے گی ذرا ستانہ جا  
 ملک تو بیٹھا رہ ابھی تو اے کرم فرمانہ جا  
 اے اجل جلدی نہ کر اے عمر ملک ستانہ جا  
 تجھ کو میں کہتا نہ تھا آہر کہیں حیا نہ جا  
 مجھ کو کیا میری بلا سے تو کہیں حیا نہ جا  
 اے ملا گرداں ہوں میں تیرے یہیں رہ جانہ جا  
 شوخ ہی آئے گا خود داری بھی لازم ہے تجھے  
 سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرانہ جا

لے ع تا کیو لے ع پھر لے ع م خورشید لے ع در نہ صنم کا بھکا لے ع کہتا ہے مجھ کو  
 لے ع اشتابی لے ع یہ شرم میں نہیں میں لے ع اے ترے قربان ہر جاؤں



رات آنکھیں تھیں مندیں پر بخت ٹک بیدار تھا  
گر چہ تھادہ شمع رو فانوس میں دل کے ولے  
یار میں میں محو تھا اور یار مجھ میں تھا فنا  
ناصر کیا فائدہ تکرار سے حساموش رہ  
تھا بخت کیونکر حصار تن سے میں محبوب کو  
در دل تو چشم بند رخنہ دیوار تھا  
سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو  
داں تجھے کیا تھی کسی یاں تجھ کو کیا درکار تھا

سر شک شمع آخر شمع محفل ایک دن ہوگا  
تجھے اے دل فعل میں محنتوں میں نے یالا تھا  
جگر کو بھی کیجے سے زیادہ میں نے سمجھا تھا  
نہ مانا پر نہ مانا آہ سر شیکا کیے ہم تو  
کٹا کر ہاتھ نہ آئے نہ ٹانگوں کا مزہ لیجے  
بھلا جو دل کو لے بھاگا تو رد کر چپ تھا میں  
یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا  
نہ جانا تھا کہ تو میرا ہی قاتل ایک دن ہوگا  
کے معلوم تھا چھاتی کا یہ سل ایک دن ہوگا  
مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گھائل ایک دن ہوگا  
بدن اس ڈھنگ گدڑی کا بل ایک دن ہوگا  
یہ خاطر میں نہ تھا جی کا بھی مل ایک دن ہوگا  
سنبھل کر جائیو اسے سوز اس قاتل کے کوپے میں  
برے تیور میں وہ تجھ پر بھی ماٹل ایک دن ہوگا

مند ہے گر چشم ظاہر دیدہ بیدار ہو پیدا  
تڑپتی کیوں ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا  
در و دیوار سے شکل جمال یار ہو پیدا  
کہ تیرا اشک جس جاگ گئے گلزار ہو پیدا

لے یہ شعر 'میں نہیں ہے' لے یہ شعر 'میں نہیں ہے' لے یہ شعر 'میں نہیں ہے'  
نہیں ہیں لے یہ شعر 'میں نہیں ہے' لے یہ شعر 'میں نہیں ہے'

یہاں تک کفر پورا چاہیے گر خاک گلشن ہو  
 بجائے ہر رنگ گل رشتہ زنا رہ ہو پیدا  
 قاتیل خنجر مرگاں ہوں کچھ یہ بھی اچھٹھا ہو  
 کہ میری خاک سے سبزے کی جاگہ خار ہو پیدا  
 بہت سیراب ہوگی سرزمین دیدہ عاشق  
 اگر مرگاں کے تئیں بونے تو کیا تلوار ہو پیدا  
 بچا راسخو بھی مفلس پھرے ہی کو بہ کو یارو  
 دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا  
 میسائی ہے تیری تیغ میں کیا سوز کو غم ہے  
 جو لاکھوں بار ہوئے قتل لاکھوں بار ہو پیدا

جگر پر زخم خنجر سے ہوا اور ہی وہن پیدا  
 الہی شکر تجھ سے اب ہوا راہ سخن پیدا  
 بھرے ہے خاکساروں کے جگر میں آتش حسرت  
 برنگ آتش افسردہ ہیں زیر کفن پیدا  
 ہوا ہے سبز تخم غم کبھی تو دید اس کا کر  
 کیا ہوا دل نے میرے چپکے چپکے کیا چمن پیدا  
 مری نظروں میں جو صفت کی صفت الٹی ہو عالم کی اکڑا  
 ابھی اک لاشک پیکادوں تو پھر ہوا بچن پیدا  
 عزیز دسوز کا ہونا غنیمت جان نو واللہ  
 نہیں ہونے کے پھر دنیا میں ایسے نوحہ زن پیدا

مبارک باد و دہم کو کہ سپنا ہم بہار آیا  
 جنوں نے پھر سنایا پا نواب پڑنے کو خار آیا  
 رکھائیں دل میں سوز عشق تیرا یاں تلک مخفی  
 بجائے اشک میری چشم سے آخر شرار آیا  
 بھلا دل حق ہم سایہ بھی کچھ ہوتا ہے دنیا میں  
 ہوا سارا جگر جب آب تب تجھ کو قرار آیا  
 ہمارا حال دل پایے جو تم سننے کو کہتے ہو  
 غرض ہم نے سنایا اور تم کو اعتراب آیا  
 اگر کچھ سوز نے پایا تو مے خانے کے سجھ سے  
 حرم کے در پہ در نہ بار بار مار مار آیا

اے یہ دونوں شعر م میں نہیں ہیں۔ اے یہ غزل م میں نہیں ہے۔ اے ع اپنا اے شعر  
 م میں نہیں ہے۔ اے ع اگرچہ سوز نے پایا تو مے خانے کی خدمت سے



جو سوزِ یونہیں خلق میں بد نام ہے گا تو خاک تر خاک بھی آرام رہے گا  
 جز نامِ محبت نہ رہے گا کوئی قائم نے کفر رہے گا نہ یہ اسلام رہے گا  
 نہ کاہے کو تو اپنے لگا وے گا ہیں یار مجلس میں مصاحب جو یونہیں جام ہے گا  
 شہرت اگر اپنی بے تھے منظور ہے اے یار کر قتل مجھے جگ میں ترا نام رہے گا  
 تو لکڑیاں کھاوے گی بہت آتشِ ہجران  
 گر سوز کا دل ٹک بھی کہیں خام ہے گا

ہوسا گر پڑا کچھ جس گھڑی عاشق کا دم نکلا وہ تھا نختِ جگر یا خونِ لاکھوں سے جم نکلا  
 نکل کر طفلِ اشک آنکھوں سے طوفاں کر چکا آگے الہی خیر اس فتنے کا پھر باہر قدم نکلا  
 میں اپنے دل کو اک مدت بیتِ اللہ سمجھا تھا بتوں کو دو مبارک بادیہ بیتِ الصنم نکلا  
 فلک کیا کیا دلوں کی آرزوئیں تجھ سے نکلیں ہیں ہمارے دل سے یاروں کی جدائی کا غم نکلا  
 حقیقت دونوں عالم کی مجھے ہوتی ہے سب واضح کر دیں کیا جامِ جم کو دل ہی میرا جام جم نکلا  
 سدا لے شیخ سمجھے تھا میں اپنے دل کو بیتِ خاں جب اس کی کنہ کو سمجھا تو یہ بیتِ الحرم نکلا  
 ہوئے خلعت میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں  
 ولیکن سوز سا بھی عاشقوں کے پیچ کم نکلا

خطرہ نہیں ہے مجھ کو لے عشق اپنے جی کا تو نے خطابِ بخشا جب سے بہادری کا  
 ہر صبح منہ چڑھے ہے اس تند خو کے اٹھ کر کیا آہنی کلیجہ دیکھو ہے آرسی کا

لے رخ میں حاشیے پر پیر صبر بھی لکھا ہوا ہے۔ دل اس لب شیریں سے جزا کام رہے گا۔ م، دل اس شیریں  
 ہی جو کام رہے گا (کذا) شہرہ ہی تھے اپنا جو منظور ہے دائرہ ع، اس ع، عاشق سے  
 ع، کر چلے ع، پر ع، منظور ہے ساری ع، میخانہ ع، پہنچا ع، بیتِ الصنم  
 ع، توبے کسوں۔

کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ دیکھا مزا نہ تو نے لے لے یار عاشقی کا  
عارض کو تیرے پہنچے کب اس کی ڈہلڈہا ہٹ پیالے ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پھیکا  
رستم تو آج تو ہے میدان کا سخن کے  
اے سوز کس کو دعویٰ ہر تجھ سے ہمسری کا

مجھے گر حق تعالیٰ عشق میں کچھ دسترس دیتا تو دل ان بے وفاؤں کو کوئی میں اپنے بس دیتا  
تماشا ایک نامے میں تجھے صیاد دکھلاتا نفس میں گرفتارک رام مجھ کو یک نفس دیتا  
نہ لیتا نام ہرگز زمزمے کا پھیر گلشن میں اگر دل کو مرے صیاد ظالم باز پس دیتا  
میں بلبل کی طرح نالاں نہ رہتا باغ دنیا میں جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریاد رس دیتا  
قسم ہے سوز کو گر قتل اپنے ہاتھ سے کرتا  
تو جی دیتے ہوئے (بھی) دیکھ صورت اس کی نہیں دیتا

دغل نکلا جو ہیں میاں پر الفت کے کس دیکھا اگر تا تھا بہت سا اپنی مضبوطی پہ بس دیکھا  
شگفتن وار فرصت پر ہزاروں خار لگتے ہیں چمن میں دہر کے گل کی طرح ہم نے بھی نہیں دیکھا  
یہ باتیں ہیں کہ دل معشوق کا عاشق پہ جلتا ہے فلا نو ہم نے لاکھوں بار اپنا دل بھلس دیکھا  
بغیر از دست دشمن کا نہیں بنتی ہر خوں ہرگز میاں بانگے تمھاری تیغ ابرو کا بھی جس دیکھا  
نہیں رخصت کہ ٹک سونے چمن بھی آنکھ اٹھا دیکھیں بہت محفوظ ہوئے ہیں جب سے یہ کنج نفس دیکھا  
اثر ہوتا نہیں معشوق کو عاشق کے جلنے سے عزیز دہم نے بھی سو بار اپنا دل بھلس دیکھا

علم تھی تیغ کا ندھے پر اہل تھی طر تو گویاں  
ندیدو آج ہم نے سوز کا دسریاد رس دیکھا

لے ع ناداں لے ع، قتل کرتا اپنے ہاتھوں سے لے ع، تو جی دیتے بھی اس کے دیکھ کر منکھڑے کو  
نفس دیتا لے ع یہ دونوں شرم میں نہیں ہیں۔



آہ جس دن سے ہوا یا ر دل آزار جدا  
دل جدا زار ہے اور دیدہ خوں بار جدا  
زلف کو شانہ نہ کر جان کہ ہو جاوے گا  
تار سے اس کے مرا جان گرفتار جدا  
شیخ کو کوچہ و بازار میں ہم نے دیکھا  
تن سے جہ ہے جدا سر سے ہے دتار جدا  
توڑے کیوں نہ خفا ہو دے تم گار کہ ہے  
عاشق زار حباب طالب دیدار جدا

تہی لانا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا  
عبرت توڑے گا ساقی سر کوئی مہمور شیشے کا  
پکڑ گردن لہو پی جائیں ہیں اک گھونٹ میں سارا  
نہیں چلتا ہے مے خواروں سے کچھ مقدر شیشے کا  
لگے ہر دیکھ تو کس کس کے منہ یہ آکے مجلس میں  
نہ کر رنگ جفا سے محذب دل چور شیشے کا  
زبں مجھ حال چلتا ہے ساقی کی جدائی میں  
نہ سمجھو بادہ ہے آتش سے دل مہمور شیشے کا  
کسے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجد کے  
تھیں کہتا ہوں سیکھو عاشقو دستور شیشے کا  
فلک ہر درپے ایذا لے دل ہر ایک کے یاں تک  
کہ پنپے سے کرے ہر بند یہ ناسور شیشے کا  
لگا زہنار مت لے تو زان آنکھوں سے دل اپنا  
کہ ہر ہمت سے رکھنا بھلا ہے ددر شیشے کا

کیا تماشا ہے عدم میں اس جہاں سے جو گیا  
پھر نہ آیا اس طرف کیا جانے کیا ہو گیا  
واں سے جیتا جاگتا آیا یہاں مرکز چلا  
کیا کرے پھر آن کر جو نقد ہستی کھو گیا  
مت مرورو ہاتھ .....  
میں تجھے کہتا نہیں نچلا تو رہ لے لو گیا  
جو پڑھے گا توڑے کے اشعار وہ روئے گا زار  
کیوں کہ ہر حرف میں وہ تنہم حسرت بو گیا

توز کے احوال کو کیا پوچھتے ہو مشفقو  
جس نے دیکھا آن کر دو چار آنسو رو گیا

بات کہتے ہی اکڑ کر تو چلا      دل تو میرا پھینک دے ظالم بھلا  
یوں تو میں کب ہاتھ آتا تھا ولے      جہل بازی نے تری دل کو چھلا  
ایک دن اس کو اکیلا دیکھ کر      اپنے دل کی آرزو کہتا چلا  
ایک باری پانوچھونے دے مجھے      دونوں ہاتھوں سے تری میں یوں بلا  
گھور کر کہتا ہے کیا ہے یہ غضب      یہ بڑھاپے پیٹا نکلا من چلا  
چل ترے ہاتھوں کو میں صد کر دوں      اپنی کنجی سے ترا کاٹوں گلا

تو نے منہ دیکھا نہیں ہے توز کا  
ایک اُن کرنے میں وہ دے گا جلا

میں تو غبارِ دل کا یکبار دھوکے آیا      کوچے میں خوب دے کل خوب رو کے آیا  
کیوں طفلِ اشک میں نے آنکھوں میں تبھ کو پالا      اس پر بھی میرے منہ پر یوں گرم ہو کے آیا  
مرثاں کی تیری نوکیں آلودہ ہیں ابو میں      ظالم نگاہ کس کے دل میں گر دے کے آیا  
منہ سے لگا ہے کابل مسی گلے سے جمی      وہ کون چلی جی تھی جس پاس سو کے آیا

آتا ہے تو شباب آجیتا ہی توز اب تک  
الانہ بعد مردن کس کام گو کہ آیا

لہ غزل میں نہیں ہے ۔ ۔ ۔ کہ انکھڑیاں تو کس کے دل میں چھو کے آیا ۔ ۔ ۔ نیز حاشیے  
پر اور انکھڑیاں تو کس کے دل میں گر دے کے آیا ۔



مرے احوال پر اب کون سا دشمن نہیں جلتا  
مگر ہے پردہ فانوس تن میرا کہ محفل میں  
جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں بہتان کرتا ہے  
یہ پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کی تو  
یہی تو مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں تن من نہیں جلتا  
پڑا پھرتا ہے دل میں برق سا وہ شعلہ خور دم  
عجب اسرار ہے شعلہ مرے دل کا ہے تا دوزخ

دلے جلتا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا  
میں جلتا ہوں مثال شمع پیرا من نہیں جلتا  
نہیں جلتا ہوں لے جان کے دشمن نہیں جلتا  
پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا  
کہ جوں فانوس ل جلتا ہے پیرا من نہیں جلتا  
یہ چالاکی تو دیکھو تم کہیں دامن نہیں جلتا  
پہ رندو پوریوں کی گھاس کا مسکن نہیں جلتا

جلا جس جس طرح سے تو ز تیری آتش غم میں  
کہوں کیا اس طرح حمام کا گلخن نہیں جلتا

مرام نہ تجھے یار کیا خوش نہ آیا  
میں ہونٹوں کو اپنے یوں غنچہ بنا کر  
تو کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھر اگر  
بغل میں عبث ڈھونڈھتا ہر پرے ہو

ادھر دیکھو مجھ سے کیوں منہ چھپایا  
ادا ہم کو دور سے منہ دکھایا  
بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا  
جو دل تھا سو تو نے کہیں جا چھپایا

پڑا سوز کا لاشہ سرتا ہے در پر  
ابے تو نے کوئی گرہا بھی کھدا یا

لے م' میں یہ اس طرح درج ہے۔ مرے احوال پر اب کون بھی نہیں دوتا، دلے جلتا مجھے یہ ہے ترا  
دامن نہیں جلتا۔ لے یہ شرم میں نہیں ہے لے م' سب کرتا ہے۔ لے م' بس لے یہ شرم میں نہیں  
ہے۔ لے یہ شرم میں نہیں ہیں۔ لے یہ غزل م' میں نہیں ہے۔

فکر ہے ناصح برا تجھ کو گریباں چاک کا  
 رات کو امید کچھ ہے دن کو ہو جاتا ہے کچھ  
 زخم کیوں سیتا نہیں غافل دل غم ناک کا  
 کیا کروں شکوہ الہی گردش افلاک کا  
 ہاتھ کیسا صاف چلتا ہے مرے سفاک کا  
 اب تو جھمکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا  
 عاشقی میں سرکٹا نا تنوڑ ہی کا کام تھا  
 سر بڑا ہے وہ جو ہوئے زیب اس فزاک کا

کہوں حال گر عشق محنت نزا کا  
 پڑا ہوں میں کوچے میں رہنے دے مجھ کو  
 جگر آب ہو جاوے اہل وفا کا  
 الہی ادھر منہ نہ ہووے صبا کا  
 گلوں کے جگر دیکھتا ہوں میں ٹکڑے  
 کھلا ہے مگر بند اس کی قبا کا  
 مرے دل نے کیا جانے کس کو دیکھا  
 دوا نہ ہوا ہے یہ کس کی ادا کا  
 شفق اس طرح آسمان پر نہ پھیلے  
 جو دیکھے کبھی رنگ تیری قبا کا  
 مرے دل ہی نے جو مجھ پر کیا ہے  
 گلہ کیا ہے اے تنوڑ اس بے وفا کا

عشق تو میرا کلیجہ کھا گیا  
 گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا  
 بس مرے اللہ جی گھبرا گیا  
 چور نظریں میں تو اس کی پا گیا  
 کان پر جوں بھی پھری تیرے زیار  
 آہ کل آیا تھا ناصح تیرے گھر سے  
 دو ہی بھڑوا تجھ کو کچھ بہکا گیا  
 سو جگہ سر کو تو میں ٹکرا گیا

اے یہ غزل میں نہیں ہے 'ع' پڑا رہنے دے اس کے کوچے میں مجھ کو 'ع' تیری  
 'ع' تیرے در پر سر میں کل 'ع' پاس



کیوں تو گھبرا یا پھرے ہے آج سوز  
ہم سے تو سچ کہہ کہ تیرا کیا گیا

مت ستا مجھ کو دلا تو بھی ستایا جائے گا  
ایک تو تھا دوست جو کرتا تھا غم خواری مری  
میں یہ کہتا تھا اکیلا تو نہ چھوڑے گا مجھے  
آنہ جاتھوڑی رہی ہے یہ بھی یوں کٹ جائیگی  
جو چٹا مجھ پر کرے گا تو خدا سے پائے گا  
تو مجھے اب کھائے گا تو کون پھر غم کھائے گا  
یہ نہ سمجھا تھا کہ یوں دامن چھڑا کر جائے گا  
تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر آئے گا  
آخذ کے واسطے مت جا کہیں تو جان کے  
سوز سر کر لے گا گھبرائے گا مرجائے گا

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آسکا  
کیا فائدہ ہے رونے سے لے چشم زار بس  
قاصد ہو طفل اشک گئے بار بار دے  
رسم نے گو پہاڑ اٹھایا تو کیا ہوا  
لیکن نہ حسن و عشق کا جھگڑا چکا سکا  
کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھا سکا  
دل کی خبر کوئی نہ ترے کو سے لا سکا  
اس کو سرا ہے جو ترانا ز اٹھا سکا  
اے سوز غم کو چپہ قاتل نہ کر عبث  
تو ایک ہی بتا کہ وہاں جا کے آ سکا

اے ہم سے سچ کہہ دے اے دل مجھے اے تو ہی مجھ کو اے ہم  
میں یہ کہتا تھا کہ چٹا پھوڑے گا مجھے کون جانے تھا کہ تو دامن چھڑا کے جائے گا اے  
کٹ جاتی ہے اب اے اب اے مرے بار بار گئے اے اٹھاڑا  
اے تو دکھا۔

زلفوں سے اگر مجھ کو سرود کا رہ نہ ہوتا  
 کیا نور بصر آن کے یاں لطف اٹھاتا  
 یاں تک تو پریشان میں اے یار نہ ہوتا  
 دنیا میں اگر کوئی طسرح دار نہ ہوتا  
 تو زلیبت سے مایوس یہ مہیا رہ نہ ہوتا  
 اسرار سے کہنے کے خبر شیخ جو رکھتا  
 بت خانے سے ہرگز اسے انکار نہ ہوتا  
 گر آنکھ اٹکتی نہ کسی شوخ سے جا کر  
 تو دل بھی کہیں سوز گرفتار نہ ہوتا

ہم سے جو بولو گے تو کیا ہوئے گا  
 یار یہ لگتا ہے مجھے بار دوش  
 اس میں تمھارا ہی بھلا ہوئے گا  
 میر بھی کبھو تن سے جدا ہوئے گا  
 نام مرا لیجو نہ قاصد کبھو  
 شیخ بھی مے خانے میں آتا ہے آج  
 تک نگ لطف بھی مجھ پر صنم  
 ایک دن اک شخص اس سے کہا  
 تو نے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا  
 یعنی کہ عاشق ہے ترا جی سے سوز  
 ہو تبسم یہ کہا ہوئے گا

محبت میں نہیں ہے ناصحا کچھ اختیار اپنا  
 خیال زلف و رخسار میں ات دن اپنا گزرتا ہے  
 نہیں تو دیکھ سکتا ہے کوئی یہ حال زار اپنا  
 اسی عنوان سے لکھتا ہے اشعار و نثر اپنا  
 کوئی بھی سوچتا ہے سگ کو لے ناواں شکار اپنا  
 تجھے غرت نہیں جو ہر میر جان کھاتا ہے

لے دے تری صورت سے لے دے اتنا لے دے اندھی لے دے دل  
 لے دے لے دے ناصحا یوں لے دے ہم کو لے دے میاں لے دے پیارے



کسی کو پھل کسی کو پھول بخشے باغ میں جٹا کر  
 دل دشمن تیری ہم دوستی ہرگز نہ مانیں اب  
 خوشی و خرمی لیتا گیا ساتھ اپنے وہ ظالم  
 نہ پچھو مجھ سے لے یا را داغ ان سارے رویوں کا  
 کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ سمجھے ہر  
 چلے جہاں سے تب گرس کو سو نیا انتظار اپنا  
 اگر سینے میں گھس کر دوست کہلا دے ہزار اپنا  
 غم و اندوہ اس دل بیچ پھوڑا یادگار اپنا  
 شکستہ کئے تئیں سمجھیں (ہیں) یہ آئینہ دار اپنا  
 میاں غیروں کی نسبت تنہا کو تو غمگسار اپنا  
 لگا کہنے کہ اب سچ ہی کہوں کیا بات ہے اس کی  
 یہ دولت خواہ اپنا، فدوی اپنا، جان نثار اپنا

افسوس تم اوروں سے ملو رات کو تنہا  
 نے دل ہر نہ تو ہے نہ کوئی مونس و ہمد  
 باشد اکیلہ جو ملے مجھ کو تو سمجھوں  
 اب گوشہ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ  
 ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا  
 کھوتے ہیں عبرت اپنی ہم اوقات کو تنہا  
 پایا میں نہیں تا صبح بذات کو تنہا  
 خلوت میں ہے کیا جانے کس بات کو تنہا  
 لے توڑ کبھی بزم میں رندوں کی تو آبیٹھ  
 کھوتا ہے عبرت کوئی بھی اوقات کو تنہا

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چین میں دیکھا  
 خورشید آئے جیسے ابر تنک کے اندر  
 وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا  
 عاشق کو تیرے جلتے یوں پیر میں دیکھا

لے ع اس نے لے ع دل دشمن میں تیری دوستی ہرگز زمانوں اب لے ع جو سینے میں  
 رہ کر دوست کہلا دے ہزار اپنا لے ع مرے دل میں لے ع سکندر کو تو بوجھے ہیں یہ ایک  
 آئینہ دار اپنا لے ع کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ سچ کہیو، کبھی تو سوز کو بھی جانتا ہے  
 دوست دار اپنا لے ع وہ دولت خواہ اپنا، یا را اپنا، جان نثار اپنا لے ع لے ع وائے

یوں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو  
خوشیدرات مجھ کو آیا نظر کبھی جا  
دیکھا اسی نے مجھ کو جن نے سخن میں دیکھا  
عارض جو تیری زلفوں کی مشکن میں دیکھا  
بیگانہ و بیگانہ ہیں ایک مرتبے پر  
یہ سوز تیری میں نے خلق حسن میں دیکھا

گو کہ قمری کا ہے دل سر و گلستاں سے لگا  
اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا  
یتیم لاگی ہو بظاہر تو کروں دعویٰ خوں  
منگے در و جدائی کو قیامت کا رنج  
دل عاشق چرمیا قامتِ خواباں سے لگا  
قطرہٴ خوں ہے مگر خارِ بیا بیاں سے لگا  
سینے میں تیر مرے غمزدہ پنہاں سے لگا  
روزِ محشر کو نہ میری شبِ ہجراں سے لگا  
جوش کو دل کے کبھی لگ نہ سکے جوشِ تنور  
سوز کو رونے کو لے یا رہ طوفاں سے لگا

شعلہ احسن سے دل کا مرے کا شانہ جلا  
نالے کا اس دل دیوانہ کو مت کر سرگرم  
رحم آیا نہ تجھے یار مرے جلنے پر  
شریہ آتشِ ہجر اس پر ہے دل میں  
نکلے اس کے نہ بھانے کو کسی کے آنسو  
حیف صد حیف ترا سوز غریبانہ جلا

۱۴۴۰



کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا  
 نکلنے کا نہیں سینے سے دل جو ڈھونڈھے تو  
 غلط سنا ہے کہ شب کو گیا تھا یا رکھیں  
 نہ کہ یہ وعدہ کہ میں چاندنی میں آؤں گا  
 ہو پیسے ہے تراشہ تیرے پٹھوں پیٹھ  
 جو محتسب بھی تری چشم مست دیکھے گا  
 مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا  
 جو نکلے گا تو جلا سا کباب نکلے گا  
 کہو تو رات کو کیوں آفتاب نکلے گا  
 ترے مقابلے کب ماہتاب نکلے گا  
 کبھو تو واں سے یہ خانہ خراب نکلے گا  
 تو کرنے کو نہ کبھو احتساب نکلے گا

ہمیشہ چین بجیں دیکھتا ہوں اس کو ستور  
 خدا ہی جانے یہ کس پر عتاب نکلے گا

چلنے سے میرے کیا اسے پرداہ جل گیا  
 انگشت میری بھڑپ رکھ کر طیب نے  
 اس شعلہ خوکی یاد میں اب اشک داہ سے  
 کیجئے نہ اب کسی سے محبت فلک تلے  
 میں اپنے شمع رو سے جلا اس طرح کہ جوں  
 آیا نہ تیرے واسطے کریم کو دل کباب  
 تھا میں سیر باغ میں کل رویہ رقیب  
 شعلے کو کب ہے غم جو پر کاہ جل گیا  
 ہاتھ اپنے کو جھٹک کے کہا آہ جل گیا  
 ابھی سے لے کے رات کو تا ماہ جل گیا  
 ڈوبی وفا جہان میں نہ راہ جل گیا  
 پروانہ آگے بزم میں ناگاہ جل گیا  
 گاہے یہ ہم سے خام رہا گاہے جل گیا  
 واں دیکھ یار کو مرے ہمراہ جل گیا

جس دوست نے یہ نقل سنی ان نے یوں کہا  
 شکر خدا کہ ستور کا بدخواہ جل گیا

لہ م، ابو سے ہے تراشہ تری پیوں شبہ (کذا)

۳۵ م، خواہ

۳۵ ع، مجھ

برقع اٹھانے سے تمہیں انکار ہی رہا      یہ دل ہمیشہ طالب دیدار ہی رہا  
 وابستہ ذات حسنِ تملک تھا جفا و مہر      نے جو رہی رہا نہ مرا پیار ہی رہا  
 شکوہ نہیں جو پاس ترے ہم ذلیل ہیں      بلبلِ نظر میں گل کی سدا خار ہی رہا  
 عیسیٰ النفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول      درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا

بخشا چکے بتاں سے شبِ عشاق جرمِ عشق

اے سوز تو انھوں کا گنہ گار ہی رہا

جو غمِ دل کا مرے بہاں نہ ہوتا      تو مصروفِ غیافت جاں نہ ہوتا  
 غمِ دشا دی نہ تو ام ہوں تو یاں گل      گریباں پھاڑ کر خستہ ال نہ ہوتا  
 اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام      تو بلبلِ بارغ میں نا لاں نہ ہوتا  
 نہ کرتا قتل تو روزِ قیامت      یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا  
 نہ جاتا سامنے اس سادہ رو کے      تو اے سوز آئینہ حیراں نہ ہوتا

جن نے تجھے اے جواں نہ دیکھا      اس نے مزہ جہاں نہ دیکھا  
 بت خانہ و مسجد و خراباں      میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا  
 پایا تو آپ ہی میں پایا      کیا غفلت تھی کہ یاں نہ دیکھا  
 میں وہ گلِ بارغ بے خزاں ہوں      جس نے اثرِ حسرتاں نہ دیکھا

اے عورتا      اے ع ، تو عشاق

اے م ، گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا ۔ یہی غزل ایک دوسری جگہ درج ہے ۔ اس میں  
 دوسرا مصرع ع کی طرح ہے ۔



مت سوز کی بات مجھ سے پوچھو ایسا تو کہیں سناں نہ دیکھا  
جس دن سے ہوا ہے سوز گمنام  
بالشہ کہوں نشان نہ دیکھا

گر دن پہ روزِ خنجر فولاد ہی رہا یہ دل بلائے عشق میں ناشاد ہی رہا  
تاثر ایک دن نہ کیا اس کے دل میں آہ یہ آہ و تالہ حیف کہ برباد ہی رہا  
چھوڑے گا یا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا دل میں ہمیشہ خطرہ بیداد ہی رہا  
ہرگز نہ دیکھو تو کسی خوب رو کو ہاں نا صبح کا روز مجھ پہ یہ ارشاد ہی رہا  
پر دل نے اس کی پند کو جانا نہ پشیم بھی  
ہر آن سوز طالب جلا د ہی رہا

بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
کہاں میں اور کہاں اندیشہ بوس کنار اس کا  
وہ سیکر نام سے بیزار ہے ملنے کے کیا معنی  
بغیر از کیف تو لا کھوں کلجے بھون کھائے ہیں  
گلی میں یار کی جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن  
نہیں ڈرتا ہے جی دینے سے اپنے لے مر قاتل  
ترپنے بن کر دوں آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
نہ بھائی یہ خیال خام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
نہ صاب و صل کا پیغام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
پھر ایسے کو پلاؤں جام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
سنے یہ بات خاص عام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
دلے تجھ کو کروں بد نام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
وہ دن جاتے رہے جو گالیاں میں اس کی کھاتا تھا  
سنوں لے سوز اب دشنام مجھ سے ہو نہیں سکتا

مروت دشمن غفلت پناہ  
ادھر تک دیکھ لیجھو مرط کے آہ  
بہت چاہا کہ تو بھی مجھ کو چاہے  
وئے تو نے نہ چاہا پر نہ چاہا  
گئی اوقات سب باطل ہماری  
خداوند اکریا بادشاہ  
صرفت العمر فی لعب دھو  
فاہم آہم آہم آہم  
ہم کو تو چاہنے والے ہزاروں  
لیکن سوز نے اچھا نباہا

میں جس قدر کہ تھے جور سے نگار ہوا  
شگفتگی سے جراحت کی نو بہار ہوا  
سنا ہے جب سے کہ تو بھی غریب پر درہی  
تری جفا کا تبھی سے امید وار ہوا  
قسم ہے تیری ذرا نہیں ہر مجھ کو طاقت صبر  
ادب کی راہ سے میں صاحب اختیار ہوا  
.... کس طرح اب ضد بھلا دیکھیں  
سنا ہے میں نے کہ وہ طفل نے سوار ہوا  
جو کوئی دیکھنے آوے تو خاک میں مل جائے  
صنم یہ سوز ترا کیسا خاکسار ہوا

۱۰ ع . لینا  
۱۱ ع . وہ ہم کو بھی چاہیں

۱۲ ع . دے ان نے

۱۳ ع . یہ نہیں کٹ جائے گی اوقات میری

۱۴ ع . یہ شرع میں نہیں ہے ۔

۱۵ ع . ہوئے تھے آشنا تیرے بہت سے

۱۶ ع . یہ غول میں نہیں ہے ۔



جی ناک میں آیا بت گل فام نہ آیا جینا تو اہی مرے کچھ کام نہ آیا  
 دنیا میں یہی دوستی ہوتی ہے مری جان جب نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا  
 عالم کا تمنا میں تری جاں بلب آیا رحمت سے خدا کی تو لب بام نہ آیا  
 قاصد سے تُو پوچھا تھا کہ بھیجا ہے تو کس کا دہشت سے لے یاد مرا نام نہ آیا  
 تھا نزع کی حالت میں یہی سوز کے لب پر جی ناک میں آیا بت گل فام نہ آیا

بس دیکھا ہم نے پیار تیرا احمق ہے جو ہوئے یار تیرا  
 اتنی غیبت تجھے نہ آئی غم چھین لے یوں شکار تیرا  
 یہ جبر نہ ہم سے اٹھ سکے گا مت بول تو اختیار تیرا  
 بھٹاتا ہی نہیں اب تو دانش کہنا یہ بار بار تیرا  
 کس کا غم تجھ کو کھا گیا ہے تیرا نادان یار تیرا  
 حال ہے تو زاب تو آجان (کنڈا)  
 ہے اس کو انتظار تیرا

میرے احوال پر نظر نہ کیا نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا  
 دل کو یوں لے کے پاؤں سے ملی (کنڈا) ہے ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

۱۵۷ ع: یہ شرم میں نہیں ہے  
 ۱۵۸ ع: یہ پوچھا تھا تجھے کس نے ہے بھیجا  
 ۱۵۹ ع: اتھی نزع میں آواز یہی سوز کے منہ سے اچھا لگتا نہیں ہے دل کو  
 ۱۶۰ ع: میں اس کے بجائے یہ قطع ہے کیا جانے سوز کیا کرے گا یہ رونا زار زار تیرا  
 ۱۶۱ ع: میں یہ غزل نہیں ہے۔

آہ تو عرش تک تو پہنچی واہ گھر بے اس کے جی میں گھر نہ کیا  
 اپنے ہاتھوں تو آپ کٹتا ہے میں تو کہتا تھا قتل کر نہ کیا  
 جی سہر کر گیا دے دل نے تیکر کوچے سے پھر سفر نہ کیا  
 غمیرت اور سوز کی اہا اہا  
 سردیا عشق سے حذر نہ کیا

یہ باتیں ہیں قاصد یا میرے گھر نہیں آتا نہ دیکھوں جب تملک آنکھوں سے کچھ باور نہیں آتا  
 پرلے دل کو لے کر اپنے تلووں کے تلے ملنا اٹھ بے دید کچھ تجھ کو خدا کا ڈر نہیں آتا  
 کسی کے دل میں ہو گا سوز مر جاؤ تو بہتر ہے  
 ابھی میں مردوں کیوں کر مجھے تو مر نہیں آتا

قضاے کار صنم سے جو میں دوچار ہوا لگائیں یاں تئیں سنیں کہ لالہ زار ہوا  
 سوار جب تئیں دامن کا تھا مجھے لاکھوں خدا ہی خیر کرے اب تو نے سوار ہوا  
 مجھے جلائے ہے اس غم سے آتش شک کہ کس کو دیکھ کے یہاں بے قرار ہوا  
 امید تھی کبھی دامن کو اس کے ہاتھ لگے اسی امید میں مر گیا غبار ہوا  
 مدام ہے اسے اب لالہ زار کی گل گشت  
 اسی خیال میں یہ سوز داعن دار ہوا

جب ہوئے نصیب رام میرا تب پورا ہوئے کام میرا

لام آنکھوں بھے باور لام، ابھی سن تو تجھے ہرگز تلمع، کل ۱۰۵۰۲ شعرم میں  
 نہیں ہیں۔ ۱۰۵۰۲ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



اللہ اللہ ہی روزِ شب کو ہوئے ذکرِ مدام میرا  
 اے پیک صبا تجھے قسم ہے کہیو اس سے پیام میرا  
 مکھڑا اپنا دکھا دے پایے — وردِ یہ صبح و شام میرا  
 اکبار تو منہ سے کہہ سبھوں میں  
 — سوز بدل غلام میرا

بھری ہیں دل میں مرے لاکھ — — —  
 ستانا اس قدر ظالم روا ہے — — —  
 نہ ملنا نہ کبھو صاحب — — —  
 یہ کیا انصاف ہے کچھ — — —  
 صنم کے جی میں ہو گا سوزِ مرجا — — —  
 ابھی

مجھ عہد سے کام کچھ نہ نکلا — — —  
 لی شکلِ نگیں میں رو سیا ہی — — —  
 پھرے سے ترے نخل ہو شبِ ماہ — — —  
 وال دست و دہن تیرے قاصد — — —  
 جزِ مشیت پر اپنے تجھ کو صیاد — — —  
 دل ٹوٹ گیا ز دستِ ساقی — — —  
 ہو طفلِ سرشک کیا ہی غماز — — —  
 یا رب یہ غلام کچھ نہ نکلا — — —  
 پر حیف کہ نام کچھ نہ نکلا — — —  
 آدھا نہ تمام کچھ نہ نکلا — — —  
 نامہ نہ پیام کچھ نہ نکلا — — —  
 آخر یہ دام کچھ نہ نکلا — — —  
 بودا تھا یہ جام کچھ نہ نکلا — — —  
 یہ تخمِ حسد ام کچھ نہ نکلا — — —

عاشق تو کہا ہے ہم بھی لیکن عشاق میں نام کچھ نہ نکلا  
 بوسہ ہے بعید اس سے ملنا جس لب سے کلام کچھ نہ نکلا  
 دیکھا میں ترا جو سوز دیواں  
 جز عشق کلام کچھ نہ نکلا

اپنے نالائے میں گر اثر ہوتا جن کے نامے کی ہر پہنچ تجھ تک  
 قطرہ اشک بھی گہر ہوتا کاش میں ان کا نامہ بر ہوتا  
 دل نہ دیتا جو میں مجھے ظالم کیوں مری جان کا ضرر ہوتا  
 پھر نہ کرتا ستم کسی پر اگر حال سے میسر باخبر ہوتا  
 خون عشاق کرتے کیوں ناحق گر بتوں کو خدا کا ڈر ہوتا  
 کام آتا میں ایک دن پیارے ربط مجھ سے تجھے اگر ہوتا  
 کھینچتی فوج خط جو حسن پر تیغ سینہ میرا ہی داں سپر ہوتا  
 سوز کو شوق کہے جانے کا ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا  
 شیخ مانند تیرے اس کے پاس بار برداری کو جو خمر ہوتا

پہلے کہتے تھے کہ ہاں ہاں سوز اچھا آشنا پہلے لگے کہنے کہ کیسا سوز کس کا آشنا  
 کون سنا ہے کسو کا حال دل کس سے کہیں سچ ہے دنیا میں نہیں کوئی کسی کا آشنا  
 جب تک تھا کرو فر کہتے تھے ہم غلص میں پر جب کمی وہ آگئی پھر کون سا تھا آشنا  
 آشنا ظاہر کے لاکھوں جس کو کہیے ہو سکیں ایک باطن میں نہیں جز حق تعالیٰ آشنا  
 سو تو ہم اس نام سے بھاگے پھر ہیں لاکھوں نفس کافر کو سمجھتے ہیں ہم اپنا آشنا



جیت کیا باطل گئی اوقات اپنی عمر کی      ہائے اس دشمن کو جانا اپنا پیارا آشنا  
 اے خدائے جرم بخش اے خالق ارض و سما      مرتے مرتے تو مجھے کر اپنے در کا آشنا  
 آخرش تو نے مجھے پیدا کیا ہے خاک سے  
 خاک بن مجھ کو نہ کر اب تو کسی کا آشنا

عشق نے تیرے مجھے رسوا کیا      جو کیا پیاسے بہت اچھا کیا  
 جان و ایماں سے میں فدا ہوں ترا      دل کا تجھ سے کس نے پھر دغا کیا  
 کیوں جھڑک دیتا ہے میری بات کو      سن تو ظالم میں نے تیرا کیا کیا  
 غمتیں میری نہیں ہرگز مستبول      عجز سے ہر چند میں ہا ہا کیا  
 کیا قیامت پُچ رہی ہے شہر میں      سر و قامت قد کو کیوں بالا کیا  
 راز دل رو رو کے .... کیا کر دیا      ہائے ان آنکھوں نے کیا افشا کیا  
 دل کو دے کر غم خریدا جان بوجھ  
 سوز نے سودے کو

نے رستم اب جہان میں نے سام رہ گیا      مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا  
 ساتی تو ہم کو دینے سے کیوں جام رہ گیا      ملنا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا  
 دل ہمسفیر زلف میں صیاد کی مرا      اس مرغ کا ہے وہ جوتہ دام رہ گیا  
 ہوں تو چراغ راہ ہنر زیر آسماں      لیکن خموش ہو کے سرشام رہ گیا  
 اے دل ٹکاس کے حسن مخطط کو دیکھ تو      خورشید آ کے تابہ لب بام رہ گیا

لہٰذا یہ شرع میں نہیں ہے مگر اے خداے جرم بخشا اے عظیم و بے خیر سہ یہ شرع میں  
 نہیں ہے۔ سہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔ سہ م آ تو دیکھ

ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے چلنے کا اشک کر کے سرا انجام رہ گیا  
 دل کو ہوس ہے بوسے کی ابا ن بوسے ستوز  
 جن سے کہ مانگ مانگ میں دشنام رہ گیا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا  
 صحبت تجھے رقیب سے میں گھر میں اپنے داغ کیدھر تنگ شمع کہاں اجھن کجا  
 تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اسے مانند طفل اشک کے غنیم وطن کجا  
 صد حرف آرزو ہے زباں پر مری ولے چاہوں جو تجھ سے ایک کہوں میں دہن کجا  
 عرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانسا یوسف کہاں مصیبت چاہ ذقن کجا  
 عریاں تنی نے باز رکھا اس کے بچ سے ناصح جو چاہے جیب سے پیسہ ہن کجا  
 خلوت سرے ستوز کو پیسے کبھی نہ دیر  
 تو اور وہ جہاں ہو بت دیرمیں کجا

گل ہی نہیں غلام تبسم کی آن کا غنچہ بھی نذر خرید ہی تیرے دہان کا  
 باندھو گے تیغ کیونکہ میاں قتل پر مرے یاں تو کمر کے نام نہیں ہے نشان کا  
 معلوم اپنے دل کے سلوکوں سے یوں ہوا نادان جو ہوئے دوست وہ دشمن ہر جان کا  
 زاہد جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے خم بہتر ہے ایسے چلوں سے چلہ کمان کا  
 شمشیر سے زیادہ ہے کہنا کسی کو سخت مراہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا  
 ہر روز باں ہوتن پتہ دل کا کہوں میں حال مقدور یک زباں کو نہیں ہے بیان کا  
 سینے میں دل کہاں ہے غم رفتگان سے  
 اٹک رہا ہے نشان کاروان کا



جو میں جیتا ہوں تو احوال دل سب سناؤں گا  
 وگرنہ ستر صدق ہو تے یاں مر ہی جاؤں گا  
 تنہا پیش کش امید صدقے، آرزو قرباں  
 میں اپنے دل کی حسرت اپنے دل میں لیکے جاؤں گا  
 سما یا بے ستوں میں کو کین اور دشت میں مجنوں  
 میرا کیا گیا گزرا ہوا ہر دل میں سماؤں گا  
 بھلا ہنستے تو ہوا سبیدہ گوئی یہ تم یا رُو  
 قسم ہے آٹھ آٹھ افسوس بھوں کو میں لاؤں گا  
 جلا دوں سر سے پاتک شمع ساں سب نام ہو میرا  
 وگرنہ لے محباں تو زکس منہ سے کہاؤں گا

سنو تو تم نے کبھی مر کے یاد بھی نہ کیا  
 کبھی پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا  
 ہمارا دل بھی صنم خانہ و تدمی ہے  
 میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا  
 ہے رشک مجھ کو کہ کہنے کو لوگ پوچھیں ہیں  
 ہمارے دل کو خدا نے جہاد بھی نہ کیا  
 لے سوز سنیو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا  
 ذرا بھی منہ نہ ہلا داد داد بھی نہ کیا

دل بے درد مجھ سے حال اپنا کچھ نہیں کہتا  
 پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا  
 مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ ہرگز  
 ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

تضار وہ قاتل ادھر آن نکلا  
 کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا  
 کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے  
 یہ کشتہ تو کچھ حبان پہچان نکلا

لے مارے ہر کہ لے م، میری لے مارے، جب نام ہے میرا لے مارے غول م میں نہیں ہے۔

چھری لے کے من بعد سینے کو چسپیرا  
 پٹک کر لگا کہنے کیلئے چوک ہوئی  
 ہوئے گرچہ عاشق ہزاروں دلیکن  
 مراکتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر  
 تو دل کی جگہ خشک پریکان نکلا  
 میں سمجھا تھا کچھ یہ تو انسان نکلا  
 مرے سوز سا کون بے جان نکلا  
 یہ خود شید پھاڑے گریبان نکلا  
 کھڑے رہنے والو مگر سوز ہے یہ  
 بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا

کعبہ و دیرِ سب میں جا دیکھا  
 نہ ہوا شمع رو کبھی اپنا  
 سب جگہ دل کا آشنا دیکھا  
 ہم نے دل سو طرح جلا دیکھا  
 دل مرا لے کے روٹھ بیٹھا ہے  
 اس قدر ہے یہ بے وفا دیکھا  
 شمع بجے کو کیا کروں جا کر  
 دل ہی کو خانہ حسد دیکھا  
 عمر آخر ہوئی ولے افسوس  
 زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا  
 بوئے گل اس کی لاکے سوسے چمن  
 جیب کو گل کی لے صبا دیکھا  
 واسطے جس کے رڈ ہے لے سوز  
 کہ تو ایسا تو اس میں کیا دیکھا

یہ تو نہ کہوں خدا نہ دیکھا  
 بے گانہ ہوا نہ ہوئے آخر  
 پر آپ سے میں جدا نہ دیکھا  
 ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا  
 اس غنچہ دل کو تو نے افسوس  
 یک بار بھی اسے صبا نہ دیکھا

لہجہ میں نے کیا کیا لہجہ یہ شرم میں نہیں ہے لہجہ 'داہ' لہجہ 'اکس' لہجہ 'شیخ' ہیں۔  
 لہجہ یہ شرم میں نہیں ہے لہجہ 'اوتورے' تھا لہجہ 'پچ' تو کہہ۔



ناصح تو کرے نہ کیوں نصیحت      تو نے کہیں دل لگانہ دیکھا  
 مرجانے میں ہو تو کوئی حاصل      جینے میں تو کچھ مزا نہ دیکھا  
 کہتا ہے جو تو کہ عاشقوں میں      ہم نے کوئی بادشاہ نہ دیکھا  
 افسوس کہ تو نے ایک دن یار  
 اس سوز کو آزما نہ دیکھا

رات نالہ میں کیا یار سنایا نہ سنا      بہ گئے آب ہو کہار سنایا نہ سنا  
 قاصدا حال دل زار سنایا نہ سنا      راست کہہ ہم سے تولے یار سنایا نہ سنا  
 اشک خونیں سے ترے تختہ داماں میرا      ہو گیا تختہ گل زار سنایا نہ سنا  
 حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے      تو کیا جانے ستم گار سنایا نہ سنا  
 باز رونے سے نہ آؤں گا میں ناصح بہرے      میں کہا تجھ سے بہ تکرار سنایا نہ سنا  
 حال کہنے سے تو خوگر ہوں میں اپنا تجھ سے      اس پر موقوف ہو کیا یار سنایا نہ سنا  
 شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا لے سوز  
 لے ستم گر تو یہ گفتار سنایا نہ سنا

دل تو پہلے تو اچک کر لے گیا      کون سے دل سے تجھے میں دوں دعا  
 چوری اور سرہنگی، لا دل پھیر دے      سر ہلاتا ہے نہیں تو نے لیا  
 ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے تجھے      مت بغل میں پس اے دہ پس گیا

لے دے، لے عشق میں لے دے، اب لے دے، نہیں تولے گیا لے دے، بند  
 لے دے، لے دل۔

ڈریے تجھ سے کیا برسے اظہار ہیں      یہ اچک پن کس سے سیکھا ہے بتا  
ایک ل تھا جان من اس کی بساط  
تو نے لٹا سوز لوٹے ہے پڑا

یہ تیرا عشق کب کا آشنا تھا      کہاں کا جان کو سیری دھرا تھا  
وہ ساعت کون سی تھی یا ابھی      کہ جس ساعت دو چار اس سے ہوا تھا  
میں کاش اس وقت آنکھیں میچ لیتا      یہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا  
میں اپنے ہاتھ اپنے دل کو کھویا      خدا وندا میں کیوں عاشق ہوا تھا  
دلے کیا آن تھی الشدا شد      کہ جس غم سے پھاتی پر چڑھا تھا  
وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا پھری سے      میں اس کی تیز دستی تک رہا تھا  
غزل اس بحر کی اک اور پڑھ سوز  
ذرا اس وقت میرا جی لگا تھا

کبھی یہ دل ہمارا آشنا تھا      کلجے سے چٹ کر لگ رہا تھا  
کسی سے عشق کا گر نام سننا      توفیق ہو کے تھر تھر کانپتا تھا  
ہوا ہے اب تو ایسا باہرا یہ      جنم کا کیا مگر شہدا بنا تھا  
کئی برسوں میں آپھیرا کیا ہے      اسے پوچھو تو کچھ میں نے کہا تھا

لے عا برادیرہ ہے بس۔ لے م ایہ اچک پن نگہ ل کس نے برا (کذا) لے م، مرنج۔

لے عا کس لے م، میں اس مقطع کے بجائے یہ مقطع ہے۔

نہ تھا اس وقت میں غیر از خدا یار      دلے یہ سوز پہلو میں کھرا تھا  
لے یہ غزل م امیں نہیں ہے۔



اچھی بو لو نہ صاحب منہ تو کھو لو  
 تجھے میں عرش سے تا فرش ڈھونڈھا  
 تری آنکھوں میں اب تک چھپاؤں  
 تو میرے آگے توبہ کر تو مانوں  
 جہاں سے آئے ہو جلدی سدھارو  
 یہی نا اور دو دن رو رہیں گے  
 کریں کیا یہی قسمت کا دھرا تھا  
 چلو دیکھی تمہاری بھی محبت  
 عبث یہ سوز اپنا جانتا تھا

بھلا عشق پھر تو ستانے لگا  
 نہ چھوٹے گانا صبح تردد نہ کر  
 میاں جان اب کے ٹھکانے لگا  
 دیا ہے مجھے یہ خدا نے لگا  
 گیا چوری چوری سے رات اسکے گھر  
 کیلج مراد ہلکے ہلکانے لگا  
 بہت پانوڈھونڈے لگا کچھ نہ ہاتھ  
 مرا ہاتھ بھی جھلجھلانے لگا  
 جو نہیں سوز کو روٹے دیکھا کھڑا  
 وہ منہ پھیر کر مسکرانے لگا

جہاں کا ایک دم کرے نظارا  
 کہ صبر پھر تا ہے او غافل ذرا  
 نہیں آتا ہے پھر اس جادو بار  
 کہ جلوہ یار کا ہے آشکارا  
 تمام اشیاء میں اس کا ہے جھکا  
 جسے دیکھے سمجھ تو حق خدا را

لے عجب کو نہ کہ لے عجب تھرانے لے عجب تو لے عجب دلا دیا کا اب کر تو نظارا لے عجب کہ پھر  
 آتا نہیں لے عجب بھولا ہے لے عجب تمام اشیاء میں جلوہ اسی کا (کذا) لے عجب برحق

دلے انسان کا برزخ بنا کر      یہاں اپنا کیا پورا نظارہ  
 اُسے تب اشرف المخلقت کہا ہو      کہ اس قالب میں وہ اتر ہے سارا  
 ولیکن سوز کو ایسا بنایا  
 کہ ہر دل میں کیا جس نے گزارا

جہاں تو ہے اے تیرے قربان کے جا      مجھے دل ستاتا ہے آجان لے جا  
 تجھے تو کہاں اتنی فرصت بلا سے      کبھی اپنے گھر مجھ کو بہان لے جا  
 مجھے مضطرب دیکھ کر آج پیارا      لگا کہنے آدل کو چہ پان لے جا  
 یہاں تو ہزاروں پڑے ہیں گلی میں      سجھے اپنے دل کا ہزار مان لے جا  
 کبھی سوز کو یوں نہ ٹو کا کہ آجے  
 بلائیں مری تا بہ دامن لے جا

چہرے پہ نہ یہ نفتاب دیکھا      پردے میں تھا آفتاب دیکھا  
 کیوں کر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے      یوسف کی طرح سے خواب دیکھا  
 کچھ میں ہی نہیں ہوں، ایک عالم      اس کے لیے یاں خراب دیکھا  
 دل نے تو عجبٹ لکھا تھا نامہ      جو ان نے دیا جو اب دیکھا  
 بے جرم و گناہ قتلِ عاشق      مذہب میں ترے صواب دیکھا

لے ع ' ہر دم گزارا      لے ع ' شرع ' میں نہیں ہے  
 لے ع ' تو کیا باتیں بکے ہے سوز چہ رہ      سمجھ تو آپ کو تو ہے چہ کارا  
 لے ع ' یہ غزل م ' میں نہیں ہے -



کچھ ہوئے تو ہر عدم میں راحت  
ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا  
جس چشم نے مجھ طرف نظر کی  
اس چشم کو میں پر آب دیکھا  
سرگرداں ترے عشق میں ہے  
یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا  
بھولا تھا تو اس کے لطف اور  
لے سوز اس کا عتاب دیکھا

او غم تو نے بہت ستایا  
سج کہہ کیا تیرے ہاتھ آیا  
کس نے تجھ کو کہا مرا عشق  
میں نے تو تجھے نہیں جتایا  
حسرت کدہ جہاں سے ہم نے  
جز رنج و الم نہ کچھ اٹھایا  
اس عالم بے غمی سے لا کر  
ہاں زلیت بھلا مزاد کھایا  
سوز آتش غم سے کیا ہوا راگھ  
دل نے اس کے اسے جلایا

حسن اس کا تو آشکارا تھا  
اشک پر دشمن نظار تھا  
اس کے کھڑے کی یاد میں کل رات  
چپکے روتا تھا دم نہ مارا تھا  
اشک آتے تھے آنکھوں سے اس طرح  
گویا پریوں کا وہ اتارا تھا  
عاشقی کی قمار بازی میں  
یہ نفع تھا کہ سر کو مارا تھا  
سوز جیتا تھا جب تلک بائے  
دل کو مسیہ ذرا سہارا تھا  
اب تو بکیں پڑا ہے سینے میں  
ایک تو آگے ہی بچا رہا تھا

آپ تھا اب ہر امانی میں نہ سکندر تھا وہ نہ دارا تھا  
جس کو کہتے ہیں حیدر کرار  
اس ہی کا سب جگہ گزارا تھا

دیکھنی تیری بھی چاہ او میرزا واہ ہی واہ واہ واہ او میرزا  
گو نہیں وہ چاہ تیری دل میں اب رسم ظاسر تو نباہ او میرزا  
قتلِ شمت کرنا ایک ہاتھ کو رکھ بیگناہ بیگناہ او میرزا (کنڈا)  
دیکھ پھپھٹائے گا بعد از مرگ ہاں لے موا میں لا الہ او میرزا  
سوز ہی جو گھورتا ہے وہ کھڑا  
اومیاں او بادشاہ او میرزا

جس کا تو آشنا ہوا ہوگا اس نے کیا کیا ستم سہا ہوگا  
تھر تھرا تا ہے اب تلک خورشید سامنے تیرے آگیا ہوگا  
یہ تو میں جانتا ہوں جھوٹوں نے کچھ تجھے جھوٹ پرچ کہا ہوگا  
پر یہ اتنا جو منہ بنا یا ہے نہ ملو گے نہ اور کیا ہوگا  
رات اندھیرے اجالے گلیوں میں جو تجھے کوئی مل گیا ہوگا  
دیکھو تجھ کو میرے سر کیسوں اس گھڑی تیرے جی میں کیا ہوگا  
سوز کو تو نے کیوں دیا بوسہ  
ہم کو بھی دے ترا بھلا ہوگا



تری جان پر کب مرا غم رہا      رہا سو مرے جی پہ اودھم رہا  
 تری سرو مہری سے مانند برف      مرا اشک آنکھوں میں آجھم رہا  
 تری بزم میں جب تملک میں رہا      مرادل مجھی سے ہی برہم رہا  
 سلامت یہاں سے میں گھر جاؤں گا      یہی خوف ہر وقت ہر دم رہا  
 سرو سینہ ہی پر رہا ہاتھ بس      مرے گھر تو ہر روز ماتم رہا  
 ہوا خشک ایسا ترے سہم سے      نہیں نام کو آنکھ میں غم رہا  
 دیا تھا نہ دل جب تملک غمیر کو  
 جیا تب تملک سوز بے غم رہا

دل کے ہاتھوں سے جگر تو جل گیا میرے خدا  
 دل دیا ہے یا کہ کام اڑد ہا میرے خدا  
 گاہ کہتا ہے اطاعت حلق کی کہ حق ہے یہ  
 گاہ کہتا ہے کہ سب سے ہو جدا میرے خدا  
 گاہ کہتا ہے کہ کبھی کو تو اپنا قبلہ جان  
 گاہ کہتا ہے کہ بت حسانہ بنا میرے خدا  
 گاہ کہتا ہے کہ میرا امر تو ایسا جان  
 ہے سبھی اشیاء میں وہ جلوہ نما میرے خدا  
 پھر یہ کہتا ہے کہ کافر سے ذرا بچتا ہی رہ  
 کفر کہتے ہیں کہ مجھ کو بتا میرے خدا

لہذا 'دل پر لہذا' مجھی سے تولے شوخ لہذا یہ شمع' میں نہیں ہے لہذا یہ غزل م' میں نہیں ہے۔





آتا تو جوں پھلاوا دل پھل کے بھاگ جانا  
 ہم نے ہی ہیں کافر تیری دغائیں کیا کیا  
 دل موم اب ہوا ہے فرما نا مسیہ صاحب  
 بازیچہ تیری خاطر اس کا بنائیں کیا کیا  
 خنجر سے منہ موڑا تیغ سے دم نہ مارا  
 اس سوز نے بھی کی ہیں تجھ سے دغائیں کیا کیا

پھنایا نام و ننگ و صبر و طاقت قول دے جھوٹا  
 کوئی فریاد رس دوڑے مجھے اس عشق لے لٹا  
 ہر اک ذرے میں جھکا ہے زالا ریگ صحرا کے  
 خدا ہی جانے کس کا شیشہ ناموس یہ ٹوٹا  
 جلے خار بیا باں گرم رفتاروں کے قدموں سے  
 اسی خاطر نہ میرے پاؤں کا اک آبلہ پھوٹا  
 کل آئے تھے بڑی شہنی سے مینخانے کو لٹوانے  
 دھلے زندوں نے مل کر محتسب کو زور ہی کوٹا

۱۔ آتا ہے جیوں پھلاوا ۲۔ م، اکیلا کر کے مجھ کو عشق نے من .... ۳۔ ٹوٹا ۴۔ خدا جانے یہ  
 کس کا شیشہ ناموس یوں ٹوٹا۔

۵۔ باعث

۶۔ پران

۷۔ خوب

کسی عنوان نہ تھی امید اس زنداں سے پھٹنے کی

اجل کی دوستی سے سوز قید جسم سے چھوٹا  
مجھے کچھ اعتبار آتا نہیں کس منہ سے میں کہتا  
تو رات آوے گا میرے پاس ..... بھوٹا

نہ الفت ہے نہ شفقت ہے یہی ہر دم کا نکتہ روا

پھر اس پر یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں کیا زورا  
ہزاروں دست بستہ رو بہ و حاضر ہیں بن باندھے

نہ رکھا ہے نہ ہے زنجیر ہاں گردن کا ہے ڈورا  
خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو

اٹھا سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا جھکجھکورا  
ذرا تو راما دنیا میں اس پر بھول بیٹھے بس  
یہ موج دہرے لے سوز یہ مورا نہ یہ تورا

گردن نہ مار یو مجھے ہاں کا ٹیو کلا  
تو مرتے مرتے اور تجھے دیکھ لوں بھلا  
بے جرم گرچہ خوب نہیں قتل جانن  
پر خون مرا حلال ہے جلدی پھری چلا  
ڈھکنا اس طرح تو نہیں خوب جان من  
مجھ کو دکھا کے تیغ کے مارنے چلا

لے ع، اجل کی ہربانی سے یہ سوز اس قید سے چھوٹا لے یہ شرع میں نہیں ہے لے م، اگر جس  
پر حکومت ہے۔ لے ع، اس کو باندھ جلدی سے لے م، پر لے ع، قتل کسی کا گناہ  
ہے لے م، کا



موت روز عید سوز کو اپنے گلے لگا  
تو جانتا ہے عاشقوں کے فن کو کیا بلا

ہر دم شکار کر کے تولے ناز نہیں نہ جا  
کر رسم یار بیل مسکیں کے حال پر  
شرمندہ ہو کے چاند نہ نکلتے گا پھر کبھی  
تیرے قدم کی باس سے چونکیں گے کشتگاہ  
بیٹھے ہیں تجھ پہ لاکھ لگائے مکین نہ جا  
گلزار دیکھنے کو تولے غنچہ چیں نہ جا  
تو چاندنی کو دیکھنے لے مہ جہیں نہ جا  
تو پانو پانو یار بروئے زمیں نہ جا  
ہیں لوگ بے طرح نظر بد کا ہے خطر  
آبیٹھ دل میں سوز کے ہرگز کہیں نہ جا

دل کہاں ہے جو رکھوں غم کو ترے اس میں چھپا  
اس میں کیا تقصیر ہے میری جو ہوئے بر ملا  
اے طیبو تم نہ اچھا کر سکو گے جاؤ گھر  
اس مرے قاتل کا کوچہ ہے مرا دارا شفا  
عرش پر تھا اب پے واں سے گیا پوچھو ہو کیا  
دل کو مت سینے میں ڈھونڈھو میں کجا اور وہ کجا  
ہم کو اس کی آشنائی سے نہیں ہرگز امید  
آشنا اپنا نہ ہو سو ہو وہ کس کا آشنا

لہ ع' دلا لہ ع' یار تجھ پہ لگائے لہ ع' بارے لہ ع' جان پر لہ ع' آ لہ ع' میاں  
پانو پانو دیکھ لہ ع' آشوب ہے ترا نظر بے خوف ہے لہ ع' آدل میں بیٹھ لہ ع' بس  
لہ ع' واں سے اب آگے چلا۔

شعلہ رونا بھی غصہ کچھ خدا سے بھی تو ڈر  
یوں جلا دے خانماں پر سوز کا دل مت جلا

تب ملنے کا مجھ ساتھ تو پیغام کرے گا  
مست وعدہ کر اب صبح کے آنے کا مری جا  
اس نالہ وزاری سے کسورات الہی  
آئے گا نظر ہم کو اسی وقت مہ عید  
جب لاکھ طرح سے ہمیں بزم کرے گا  
رو رو کے یہ دل صبح سے ہی شام کرے گا  
ہم سایہ مرادو گھڑی آرام کرے گا  
جس وقت گزریا لب بام کرے گا  
یار آئے ترے گھر میں تو کہہ بہدارات  
کیا کیا تو بھلا سوز سر انجام کرے گا

دوڑ کر میرے گلے لگ جا ترے قرباں گیا  
اب تو آمل بیٹھ ہنس کچھ بات کر خطرہ نہیں  
ناصحا بک بک نہ کر جا بھی کہیں ہودا ل ن  
یا کسی کا بن کے خد شکار یا ہو کر مزور  
تیری خاطر دیکھ میرا دین اور ایساں گیا  
جس کے خفلی کھانے کا ڈر تھا سودہ شیطاں گیا  
لے گیا تھا اس کے گھر کیا ..... گیا  
جب گیا میں دیکھنے اس کو اسی عنوان گیا  
یوں ہمارا کون لگتا ہے کہ ہم غم کھائیں پر  
سوز آیا تھا ابھی ہنستا ابھی گریاں گیا

ہر خند اس کو اب تک دار و مدار ہے گا  
یہ اور غم لگا ہے دلبر ہے جو ہمارا  
پر کیا کروں الہی دل بے قرار ہے گا  
وہ ادھر ہی کسی کا آئینہ دار ہے گا

لہجہ، گیت، م، چرچا، شعلہ، شعر، میں نہیں ہیں، یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



تم جاؤ اے پری رو دیکھو بہارِ گلشن ہر زخم میرے تن پر رشک بہار ہے گا  
یا نادک مرثہ سے یا تیغ ابرو واں سے جیتا نہ چھوڑ دل کو موٹا شکار ہے گا  
روز تولد ہی سے ہی موت ساتھ لیکن حیراں ہوں اس کو کس یاں انتظار ہے گا  
گھوٹے کی باگ رکھ لے دل سوز تھا جو تیرا  
اس ڈھیر نیچے سوتا وہ خاکسار ہے گا

جو دل کہ تھا الہی اس دلر با کے گھر سا خالی پڑا ہے اب یوں اہڑا ہوا گھر سا  
ساتوں فلک کے دل میں سوراخ دیکھ لہجو نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا  
ترسانے ترس کھایا احوال سن کے میرا بے ترس ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا  
شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاکِ ربی خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پر سا  
دل پھیر تو دیا پر مسیرا نہ تھا بدل کر ہاتھوں میں کر گیا کچھ وہ دلربا ہنر سا  
کس نے دکھائے دنیاں نادیدہ آنکھوں کو جو اشک ان سے ٹپکا آیا نظر گہر سا  
دیدہ دلیر مت ہوئے مہر شب کو تیرا بازار سرد ہو گا نکلا جو وہ قسم سا  
خاک کی نہیں تلمیہا ہی خطرہ ہے دل میں میرے یارب دروغ ہو دے ہر آہ کے اثر سا  
جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہمدردوں سے  
آنے نہ دیجو اس کو لگتا ہے بد نظر سا

دلِ بیرحم اپنا حال مجھ سے کچھ نہیں کہتا پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا  
مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ گہر ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

۱۔ ع، میرزا ۲۔ ع، دیکھتے ہیں کس کے دنیاں نادیدہ آنکھوں نے ۳۔ ع، بہت ۴۔ ع، ہم نشیں۔  
۵۔ ع، آتا ہے ۶۔ ع، غول م، میں نہیں ہے۔

نے مقعد حرم کا نہ تابع کنشت کا  
اس دل میں کائنات خدا کی ہے مخفی  
بندہ ہے شیخ عذر کی اپنی سرشت کا  
دوزخ بھی ہے یہی ہی گھر ہے بہشت کا  
کعبہ اگر بنا تو بنا سنگ و خشت کا  
لے انکھڑیو نہ گریہ کر دپھوٹ پھوٹ کر  
پیارے یہ خط نہیں ہے تو گھبرا نہ اس قدر  
سایہ پڑا ہے زلف کے اعمال زشت کا

مجلس سے ہو کے مست جو رشک بیاں اٹھا  
آیا نظر جو دور سے بھی اس کو ٹپک کہیں  
محشر کا اہل بزم میں شور و فغاں اٹھا  
لے کر وہ مسیکر واسطے تیردکماں اٹھا  
جو نہی قدم رکھا میں سوے باغ یا نصیب  
لے بیچے کو ہاتھ دیں باغبان اٹھا  
میں جس کے آگے بیٹھ لگا کہنے حال دل  
اپنے ہی دل کے غم کی دھلے داستاں اٹھا  
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان  
آپہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا  
بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں  
یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا  
پہنچے گی تیرے گھر ہی جو چاہے گی دخت رز  
مت جا کے سوز منت پیر مغاں اٹھا

۱۱۷ ع اے سوز

۱۱۸ م اسکتیں کہیں

۱۱۹ م اے کردہ قصہ کو تیردکماں اٹھا (دکڑا)

۱۲۰ ع پہنچے گی دخت رز ہی جو چاہے گی تیرے گھر۔



جو قصد پینے کا غیروں میں تم شراب کیا  
 کوئی کہے مجھے دیوانہ اور کوئی مجھ کو  
 سوال دل شکنی کا میں کیا کروں تجھ سے  
 جو میں دکھاؤں تو پھٹتا ہے اپنے دل کے داغ  
 تو ہم نے غم کے انگاروں پہل کباب کیا  
 مرا تو نام ترے عشق نے خراب کیا  
 کہ تو نے کون سے نقصان کا جواب کیا  
 دکھائے داغ جو لالہ نے بے حساب کیا  
 کسی سے ہونہ سکا سوز بیگنہ کا قتل  
 یہ کام آپ ہی کا تھا بڑا صواب کیا

دلا تو کب تیس میرا جگر جلائے گا  
 شرابہ آہ کا تیری تو عرش تک پہنچا  
 تمام اہل محلہ میں بے خور و بے خواب  
 خدا کو مان ذرا صبر کر نہ ہو بیتاب  
 میں پوچھتا ہوں کبھو تجھ کو چین آئے گا  
 کہاں تلمک تو ملا نکلتے کا دل سے گا  
 یہ رتجگا تو نہیں کب تلمک جگا دے گا  
 تڑپہ تڑپہ کے مرے سر پہ کیا تو لگے گا  
 یہ جانتا تھا کہ تو ان سے دل لگا دے گا  
 کرے گا جو کوئی اپنے کیے کو پادے گا  
 کہا نہ مانے تو اس کی سزا یہی ہے ہاں  
 تجھے کہا تھا کہ مشوق بی وفا ہیں سب  
 تمہارا نام تھا جیسا کہ سوز ویسے جلے  
 دے کریم لگی کو تری بھجوا دے گا

۱۱۷ ع، جو تو نے پینے کو قصد شراب کیا ۱۱۷ م، کوئی کہے ہے ہیں ست اور کوئی ہشیار  
 ۱۱۷ م، اپنی ۱۱۷ م، کہ میں کسی کے بھی نقصان کا جواب کیا ۱۱۷ م، تو لائق ہے  
 ۱۱۷ م، مراد دل جگر ۱۱۷ م، یہ شعر میں نہیں ہے۔  
 ۱۱۷ ع، تجھے میں کہتا تھا ۱۱۷ ع، کہ جانتا تھا کہیں جان تو گنوا دے گا  
 ۱۱۷ ع، اس کی یہی سزا ہی ہے ۱۱۷ ع، یہ شعر میں نہیں ہے۔

دل کے اس بد خو سے جب تو خوار رسوا ہوئے گا  
 عہد و پیمیاں تجھ کو تب معلوم اس کا ہوئے گا  
 حق خدمت میں مرے وعدہ کر دہو قتل کا  
 تم سے یہ ہی کچھ تو ہوگا اس سوا کیا ہوئے گا  
 دیکھ کر تیور مرے طفلی میں کہتا تھا ادیب  
 ایک دن مجنوں صفت یہ سر بہ صحرا ہوئے گا  
 میں دل نازک کی کرتا تھا بغل میں پرورش  
 محنت کو ہے گماں اس پاس مینا ہوئے گا  
 گریو نہیں گرتا رہے گا میری مرثاں سے سرشک  
 سو جھتا ہے ایک دن یہ قطرہ دریا ہوئے گا  
 محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش  
 کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھ کو پایا ہوئے گا  
 سوز کو نا صح ملامت سے تری پروا ہے کیا  
 الفت خواہاں سے گو رسوا دنیا ہوئے گا

سر اوپر شام آئی اب تک منزل نہیں پاتا      کہاں بستر بچھاؤں یاں کسی کا دل نہیں پاتا  
 مراد دوستی کے تنہ سے معمور ہے یارو      کہاں بوڑوں کی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا



رسوا ہوا خراب ہوا مہبت لا ہوا  
 ہر آن تیغ و تیر کے رہتا ہے سامنے  
 گالی سے آشنا جو نہ تھا مارے شرم کے  
 وہ مجھ کو دیکھتا تھا کاہے کو پچ کہوں  
 سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر  
 جا کر کہا کسی نے کہ نو سوز بھی مولا  
 کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا  
 پر اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف  
 تو تا ہمارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا

دور سے دیکھتے ہی دل دھڑکا  
 دیکھو میں کھڑا ہوں کالے کوس  
 یار پایا سہی دے لڑکا  
 وہیں پہچان کر مجھے بھڑکا

جھوٹ باعث ہے بقراری کا  
 غمیر یعقوب اور کیا جانے  
 کیوں نہ مرگاں پہ طفل اشک آویں  
 کھوٹے ہے سر کو پانوں گاڑ کے شمع  
 کاش دامن تلک ہی پہنچے ہاتھ  
 کہہ رہا میں کہ باز آئے دل  
 دکھ نہیں مجھ کو انتظار سی کا  
 حال عاشق کی چشم جاری کا  
 شوق ان کو ہے نے سواری کا  
 بس کہ دعویٰ ہے تا جداری کا  
 کس کو دعویٰ ہے ہمکناری کا  
 اب تو پایا مزا نہ یاری کا

لے ع ۱ نہ سے تو یہ نکالا دے رو کے یہ کہا

لے ع ۲، بھڑکا

اب نہیں جاے دخت سینہ سوز  
توڑ ٹانکا نہ زحسم کا رہی کا

عاشق ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا      کیا جانے کہ دیکھتے ہی دل کے کیا ہوا  
سرسق ظلم تم نے کیا مجھ کو واہ واہ      تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا  
دل تھا بساط میں سو کوئی اسکو لے گیا      اب کیا کروں گالے مرے اشد کیا ہوا  
پاتا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش      دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا

گر دل زار کا مسکن ترے در پر ہوتا      تو میاں جان یہ کس واسطے در در ہوتا  
اس قدر مجھ کو پریشانی تا سکتی تھی      جو تری زلف کا سایہ مرے سر پر ہوتا  
کیا ہوا نفع الہی مری پیدائش ....      ہے نہ ہونا ہی مرا از ہمسہ بہتر ہوتا  
سوز کو آتنا جلانا بھی کہیں واجب ہے  
کشتی تھا جو ترے حکم سے باہر ہوتا

گفتگو کا تری حاصل ہی گیا      ناصحا یار سے دل مل ہی گیا  
دل اکیلا نہ گیا سینے سے      ہو کے خوں اشک کے شامل ہی گیا  
جلد اٹھانے ترے گھر سے رقیب      ہو کے چھاتی پہ مری سل ہی گیا  
تیرے کوچے میں نگہ سے تیری      آیا جو کوئی سو گھسا مل ہی گیا  
بیقراری کی لکھی جب سے شرح      لے کے نامہ مرا بسمل ہی گیا



دین و دنیا کو نہ پوچھو ہم سے کیا رہا پاس کہ جب دل ہی گیا  
سر کو لایا تھا میں دینے کے لیے  
کیا کروں تو وہ قاتل ہی گیا

عشاق تیرے سب تھے پر زار تھا سو میں تھا  
داخل شہیدوں میں تو لو ہو لگا کے سب تھے  
سنبھل کے تیج میں دل تیرے نہ تھا کسی کا  
مجھ گھر میں عرض مطلب کس کی نہ تھا زبان پر  
داغ محبت لے گل جب تیرا نہ جگ میں  
گو عشق کے تھامے عشاق اب مقرر ہیں  
تجھ عشق میں نصیحت سب یار مانتے تھے  
کافر تری زبانی اکثر ہیں لیک جوں شمع

اس میکہ میں گاہے لے ہوز ہم نہ بہکے  
سب مست و بخیر تھے ہشیار تھا سو میں تھا

جہاں کی دوستی غیر از غبار دل نہیں پاتا  
بہت اس سلسلے میں بے سُر پاسور ہا ہو میں  
میرا دل دوستی کے خم سے معمور ہے یارو  
میں تنہائی سوا اس بحر کا ساحل نہیں پاتا  
پریشانی سوا کچھ زلف سے حاصل نہیں پاتا  
کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

لے رہا بیمار تھا، لے م، البتہ، لے م، انگار، لے م، تھے مقرر  
شہم، دل سے تری نصیحت، لے م، یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

.... پیاسا خون دل پیتا ہوں اس غم سے کہیں اک دم میں بھی اب خنجر قاتل نہیں پاتا  
 بھٹکتا رُوح مجنوں کی طرح پھرتا ہے کیا باعث  
 بجز آوارگی کیا سوز تو منزل نہیں پاتا

جب خیال آتا ہے اس نل میں تم سے اطوار کا  
 دیکھتا ہوں یار میں جس گھر میں تجھ کو جلوہ گر  
 عاشقوں کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے  
 ملک دکھائے اپنی ساتی چشم میگوں تو اسے  
 بس کہ پوچھوں ہوں میں اپنی چشم خوں آلود کو  
 آخدا کے واسطے اس بانگین سے درگزر  
 تند ہو بولا وہ بانگ چھوڑ دامن کو مرے  
 راست نہوتے بھی کہیں دیکھا ہے خم تلوار کا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی نہ  
 رات جب غصے ہو میرے پاس اٹھ کر چلا  
 بوسہ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا  
 تاب کس کو ہو کہ تیرے در سے آگے جاسکے  
 کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب عمر بھر  
 جس کو تم گھر سے نکالا وہ بہ امید طلب  
 خار ساینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی نہ  
 میں نچھوڑا اس کا دامن وہ جھٹکتا ہی نہ  
 کان کے موتی تلک تیرے لٹکتا ہی نہ  
 جو ترے کوچے میں آیا سرچٹکتا ہی نہ  
 آرزوئے وصل میں یہ دل جھٹکتا ہی نہ  
 ہر قدم پر راہ چلنے میں جھٹکتا ہی نہ



یار گھر آیا پر دیکھا نہ اس کو بھر نظر دکھا  
ہوش میں آؤں میں جب تک وہ شکستہ ہی رہا  
کیا بقول سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں  
خار ساینے میں میرے کچھ کھسکتا ہی رہا

خط بوسے کو اس لب کے کچھ ارزاں نہ گئے گا  
جس روز کیا چہرے کو تیرے نظر انداز  
درپے سرد سماں کے نہ عاشق ہوں کہ کوئی  
مت روز قیامت سے ڈرا مجھ کو تو نا صبح  
عیسیٰ کو یقین ہو کہ نہ جاوے گی تب عشق  
اس دل کی حقیقت کا جو شہرہ ہو جہاں میں  
دے بیٹھے ہر دل ہی بھی کوئی چیز کو لے سوز  
قیمت میں کم از عمل بدخشاں نہ کہے گا  
پھر مرغ چین سیر گلستاں نہ کہے گا  
اس سر کو بجز تیغ کے سماں نہ کہے گا  
وہ روز عذاب شب جبراں نہ کہے گا  
وہ درد کا میرے کھجور دریاں نہ کہے گا  
پھر دل کوئی وابستہ خواہاں نہ کہے گا  
جو تو نے کیا سو کوئی ناداں نہ کہے گا

نہ دانہ ساتھ لے صیاد تو نے دام لیتا جا  
اگر دل لے چلا دل کی خلش مت چھوڑ سینے میں  
نہ تھی توفیق اگر بوسے کی تو اتنا ہی کہ دے اب  
اگر لے نالہ تو چاہے کہ اس کے گوش تک پہنچے  
ہو امیں دل کے لے جانے پہ راضی تیری خاطر  
خیال ان آنکھوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد .....  
جو چاہے مغ بجے تجھ کو اذیت دیں نہ لے دھنظ  
گلی میں سے کہے کی سوز کا تو نام لیتا جا  
چمن میں ہم صغیر دل کو مرا پیغام لیتا جا  
سحر لے جا نہیں سکتا تو اس کو شام لیتا جا  
جو آیا ہے تو خانی مت پھرے دشنام لیتا جا  
اثر تھوڑا کہیں سے کر کے قرض دوام لیتا جا  
کہا کب تھا کہ ساتھ اس کے مرا آرام لیتا جا  
دلا آیا جو تو اس میکے میں جاٹم لیتا جا

لہم خط بوسے کو اس کے لہجہ کہہ دیتے لہم اپنی نام لہم شام شمع، قاتل

قدرداں بن ہے بہت حال برا شیشے کا  
 ڈھا ہتا کیوں ہے عبت میکدہ متاں کو  
 یار کیا جانے کس کس کے یہ منہ لگتا ہے  
 شیشے ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے  
 ساقیا پہنچ کہ دل آب ہوا شیشے کا  
 محسب تجھ کو مگر دیو لگا شیشے کا  
 اپنے منہ سے تو کبھو منہ نہ لگا شیشے کا  
 مجھ سوا کس نے دیا خون بہا شیشے کا  
 ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ  
 سوز اس واسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منہ دل ہر آب شیشے کا  
 کیا میں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے  
 عوض ہے دل شکنی کا بہت محال لے یار  
 یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی  
 ہوا ہے غم سے مرا آب آب دل لے سوز  
 ہوں سے اس کو لگا لے ثواب شیشے کا  
 خدا کرے کہ ہو خانہ خراب شیشے کا  
 جو شیشے ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا  
 دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا  
 کبھو جو بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

آہ پر آہ نالے پر نالا  
 تم نے دل کو پھنسا یا زلفوں میں  
 تو جو کہتا ہے مجھ کو رو رو کر  
 میں تو روتا نہیں ہوں مت جھنجھلا  
 آہ کو تو موس بھی ڈالوں  
 عشق صاحب نے میرا گھر گھالا  
 انکھڑیو ہو تھارا منہ کالا  
 بے ادب نے حشر اب کر ڈالا  
 موتیوں کا گلے میں ہے مالا  
 کیا چھپاؤں یہ چشم خوں پالا  
 میرے شہروں میں ہے جو کیفیت  
 اس کو سمجھے گا کوئی متوالا



کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا  
 پیائے شعور چاہیے تزیین کے لیے  
 گر قتل کر کے خون چھپا دے تو مرا  
 آمان قتل بے گنہاں سے تو درگزر  
 پوچھ اس سے ملک ان نے ترا کیا کیا حنا  
 تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا  
 دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا  
 رہتی نہیں ہے ہاتھ میں پیائے سدا حنا  
 تو سوز پائے بوس کی حسرت سے درگزر  
 لوٹے ہے اب تو ہاتھوں کا اس کے مزا حنا

دیکھ کر جو مر گئے ہیں تیرے پوروں پر حنا  
 دست رنگیں کی تھامے دھوم چاروں طرف  
 یہ گراں ہو عہد میں اس یار فدا بقند کے  
 یوں لگا فدا تو لے مشاطہ اس کے ہاتھ میں  
 باندھو ہاتھوں میں جا کر ان کی کوروں پر حنا  
 ان نوں آفاق میں ہے زور شور وں پر حنا  
 ہاتھ آتی ہے جہاں میں اب کوروں پر حنا  
 اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈوروں پر حنا  
 دل نہ دوں اس کو سو یہ طاقت بھی اب مجھ میں نہیں  
 کیا کروں لے سوز ہے گی اب تو زوروں پر حنا

میں سی رات میری جان تیری یاد کرتا تھا  
 کہیں پکیاں یا پرخانہ میرے ہاتھ لگ جائے  
 مبادا دیکھ لیوے اشک خونیں اور ڈر جائے  
 اسی ہشت کہہ بیٹھے نہ کیوں لاس کھایا تھا  
 کبھی خوش ہو کے ہنستا تھا کبھی کڑھ کڑھ کے مڑتا تھا  
 پکستا تھا وہ ناوک جب مرے دل سے گزرتا تھا  
 اٹھاتا آنکھ پر سے ہاتھ جلدی مہنہ پڑھتا تھا  
 جو نچٹ ل ابلتا تھا اسے دامن میں بھرتا تھا  
 بھلا اب سوز اور تم دونوں کیسے لپٹے بیٹھے ہو  
 جو ہم کہتے تھے یوں ہی تو خفا ہو کر مڑتا تھا

جا جا میرے پاس سے تو جا جا  
 جا بیٹھ انھیں کے پاس دور ہو  
 ہر جامی سی کا ترسی سفلے (کڑا)  
 جا اٹھ دور ہو کہیں دفع ہو  
 پہلے جو قرار لکھ کیا تھا  
 غربا سے کام کیا تجھے چل  
 تو یہ جو تجھے کہوں میں آ جا  
 جو یہ کہیں لب سے لب ملا جا  
 اب کوچے بکوچے دل کا با جا  
 اوروں کو نہ خاک میں ملا جا  
 اس کو آنسو سے لے مٹا جا  
 تجھ کو کہتا ہے اب تو را جا

دل کشتہ ہوا ہے .....  
 میاں تیغ لگانی ہے تو جڑ دے  
 تہر درویش و جان درویش  
 کیا اچھی طرح سے مجھ کو پہنچھا  
 کچھ بھید کھلا اسے عدم کا  
 ہے کس کو بھروسہ ایک دم کا  
 شکوہ کیا ہے ترے ستم کا  
 بندہ ہوں میاں ترے کرم کا  
 بجو ادے سوز کو بس شہرت  
 واقف تو ہوا ہے زیر دہم کا

ایک بندہ جہاں میں ہے واللہ  
 صبح سے شام تک غریبوں کا  
 وحدہ لا الہ الا اللہ  
 بھائی کہتا ہر ایک غربا کو  
 آصف جاہ ناظم دکنی  
 آصف الدولہ نام ہے جس کا  
 غور پرداخت کام ہے جس کا  
 ذکر متلبی مدام ہے جس کا  
 یہ تملطف کلام ہے جس کا  
 ایک ادنا غلام ہے جس کا



اور انگریز مرہٹا کیا ہے جو ہے سو پائے نام ہے جس کا  
 اور تو اور سوز سا وحشی  
 ان دنوں دل سے رام ہی جس کا

محبّت کو دام بلا جانتا تھا پھنسا میں تو آپھی یہ کیا جانتا تھا  
 چلا مجھ سے دامن پھرا کر بھلا دل تجھے میں بڑا آشنا جانتا تھا  
 مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی ارے تجھ کو اہل وفا جانتا تھا  
 دے گرم جوشی سے تری تھا دھڑکا کہ آخر کرے گا دعا جانتا تھا  
 دغا کھائی آخر دغا کھائی آخر میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا  
 دلا سا تو دے سوز کو چلتے چلتے  
 مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

الہی محبت کو لگ جائے لو کا کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھجھو کا  
 فریب محبت نے مجھ کو پھنسا یا میں بھولا میں بھولا میں چوکا میں چوکا  
 جو فرزند دل بند ہو تو بھی اس سے الہی نہ دل بند ہو فے کسو کا  
 جسے یوسف مصر کہتا ہے عالم وہ نقشہ تھا پہلا مرے ماہر کا  
 نہیں سیر ہونے کا الفت سے تیری کہ روز ازل سے ہوں الفت کا بھوکا  
 کہاں تک کوئی خون دل پیوے اپنا دم واپس سوز نے لو ہو تھو کا  
 زباں ٹھہر کر اتنی بیک زبوں ہے  
 یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

کیوں میرے یار تو نے دیکھا      میرا دل زار تو نے دیکھا  
صحرا شہد اسے اٹ رہا ہے      تازی کے سوار تو نے دیکھا

میری آنکھوں کے تو آگے سے اب اسے ماہ نہ جا

گرچہ جاتا ہے رقیبوں کے تو ہمراہ نہ جا  
کیا قسم تجھ کو کھلاؤں کہ تو مانے گا نہیں

پر مر امان کہا آج تو دانش نہ جا  
کس کے بہکائے سے تو کوئے وفا سے پٹا

کس نے بد راہ کیا تجھ کو کہ اس راہ نہ جا  
ہے رہتا ہے رقیبوں کے تو پیائے شب روز

پیادے یہ لوگ برے دیکھ تو ہر گاہ نہ جا  
جو تو جادے گا تو مرجائے گا یہ سوز غریب  
آنہ جاد واسطے دانش کے اے ماہ نہ جا

کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا      نے کوئی عدو تھا نہ کوئی ہمد تم تھا  
تھی آپہی آپ شرکت غیر بغیر      چلے جی اب وہیں کہ کیا عالم تھا

مراقبت کیا بے وفائی نہ چاہا      وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا  
برا داؤ تھا آج بوسے کا لیکن      کہوں کیا حیا بے حیائی نہ چاہا

اے اے اے یہ غریب میں نہیں ہیں۔



وہ مجھ سے ملا چاہتا تھا ولیکن کسی یارِ نانا آشنا نے نہ چاہا  
 وہ البتہ اس سوز کو قتل کرتا  
 قدر نے نہ مانا قضا نے نہ چاہا

اے گلے بھی میرے لگ جا بے وفا  
 یا تو تو مجھ بن سمجھی رہتا نہ تھا  
 راست کہتا ہوں کہ کج بازوں نے ہاں  
 حیف تجھ کو شرم کچھ آئی نہ حیف  
 آگ میرے تن بدن میں پھینک گئی  
 دل سے زیادہ کس کا شکوہ کیجیے  
 بے وفا یا بے وفا یا بے وفا  
 یا مجھے دل سے بھلا یا بے وفا  
 تجھ کو اب بانکا بنا یا بے وفا  
 جو ہوا سب سے پرا یا بے وفا  
 آہ یہ کس نے لگا یا بے وفا  
 ہو گیا اپنا پرا یا بے وفا  
 خاک چھانے گا نہ پاؤں گا کبھی  
 سوز کو تو نے نہ پایا بے وفا

تیرے ہاتھوں میں جلا او بے وفا  
 اس قدر بے رحمی پیائی مجھ سے حیف  
 ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط  
 اب کوئی ہمدرد یاں میرا نہیں  
 سر سے صدقے کر کے اپنے پھینک دے  
 میں کہاں اور بوسہ تیرا واہ واہ  
 واہ واہی واہ واہ او بے وفا  
 آ خدا سے ڈر کے آ او بے وفا  
 سو اسے تو لے گیا او بے وفا  
 کیا کروں تو ہی بتا او بے وفا  
 میں ترے صدقے گھٹا او بے وفا  
 مجھ کو مت تہمت لگا او بے وفا

تیری محفل میں گیا کس روز میں      کان تیرے کب لگا ادبے وفا  
 سوز حاضر ہے اسی سے پلو بھ لو      میں نے کب بوسہ لیا ادبے وفا  
 روز پھوڑوں ہو کوئی      کر چکے بدنام اب پھوڑوں گامیں  
 یونہیں پھر جاؤں میں کیا ادبے وفا

اش و سدر نیچھی نگاہ ادبے وفا      کیا کیا میں نے گناہ ادبے وفا  
 سب سے لیے دوستوں سے روٹھے      واہ واہ واہ ادبے وفا  
 کہتے ہو سرکاٹ لوں گا سوز کا      کاٹتے ہی خواںخواہ ادبے وفا  
 یہ تو اس کی آرزو ہے روز و شب      ..... نکلے نہ آہ ادبے وفا  
 پھر تامل کیا ہے جلد می کیجیے      دیکھتا ہے کس کی راہ ادبے وفا  
 سوز تو راضی ہے اپنے قتل پر  
 پر تو ثابت کر گناہ ادبے وفا

جو دل چاہتا تھا سو ہونے نہ پایا      کبھی پانوں پر اس کے سونے نہ پایا  
 رقبیوں کے ڈر سے مبادا نہ کہہ دیں      کبھی کھول کر دل میں رونے نہ پایا  
 کیا میں نے غفلت سے قاتل کو رسوا      کہ خوں اس کے دامن دھونے نہ پایا  
 کنارہ نہ تھا اس جہاں کا ولیکن      قدم رکھ کہ ان غافلوں نے نہ پایا  
 عجب پھیر تھا سوز کس سے کہیں ہم  
 دے اس کو ان مشفقوں نے نہ پایا

یہ غول م میں نہیں ہے م جو کچھ اب کے ہوا تھا ہونے نہ پایا م جو کچھ اب کے ہونا  
 تھا ہونے نہ پایا۔ م عاشقوں۔ م غافلوں۔



کیا ہے جب سے خالق نے زمین و آسماں پیدا

نہیں تجھ سا ہوا کوئی جہاں میں مہرباں پیدا

چمن تم کو مبارک ہم صغیر و ہم کو جانے دو

کیا ہے اشکِ غوفی ہی سے ہم نے گلستاں پیدا

یہ محبوبوں کی خوبی عاشق صادق کے دم سے ہے

چمن سرسبز کب ہو گرنہ ہو دے باغباں پیدا

سرا پر شام آئی پانوں تھک کر رہ گئے میرے

کہاں سے اب کروں یارب سراغِ کارواں پیدا

نہ دے تکلیف جی پر سوز کے لے دل ترحم کر

نہ ہو دے گا کبھی دنیا میں پھر ایسا جواں پیدا

لے شمع تجھے جن نے کہ پر نور بنایا

ان نے دل پروانہ کو پر شور بنایا

ہم آج سے مغموم نہیں روزِ ازل سے

عسّم سے دل عشاق کو معمور بنایا

ناصح جو لگا کھینچے بہزاد شبہاں میں

ہر ایک کے کھڑے کو بدستور بنایا

لیکن یہ رکھا تھا تری تصویر میں عالم

دیکھے سو کہے عقل سے معذور بنایا

قسمت کے مصور نے بھی میری تری تصویر

کھینچی تو میاں تجھ سے مجھے دور بنایا

گھر کا جوا اٹھاتے ہو تم اے شیخ جی یہ بوجھ

جور و کاٹھیں خرچ نے مزدور بنایا

ہیں شادی و غم ایک سے نزدیک انھوں کے

اے سوز جھیں یار نے سرور بنایا

لے کیا لے، انجواں لے، اعذیبہ لے، انگلوں لے، ہے لے، نہ دے تکلیف پایا ہے  
سوز پر اپنے ترحم کر پانیں پرتے ہیں پھر دنیا میں ایسے بے زباں پیدا لے، مری اور تری تصویر -  
لے، بہت لے، م جو سوز کو سب حال میں سرور بنایا۔

بل بے قاتل ترا سراپوں ہیا      حضرت عشق تم نے مار لیا  
زندگانی ابہ کی بخشی ، پر      تیرا مارا بھلا کہیں بھی جیا  
تا قیامت نہ آیا اس کو ہوش      جس کو اک جام تو نے بھر کے دیا  
جتنے ہیں زخم سب کا مرہم ہے      زخم مرثاگاں بھلا کسی نے سیا  
پھر قدم اس کا آگے کو نہ پڑا      جس کو تو نے کبھو پکار لیا  
اے میاں عشق میں ترے صدقے      تو نے یہ کام کیا ہی خوب کیا  
توڑ کی تم نے دیکھی کچھ جلدی      زہر کا گھونٹ کس منے سے پیا

تیرا مکھڑا مجھے دکھائے خدا      یا تو دکھلا دے از پرائے خدا  
لاکھ باری مروں میں تیرے لیے      لاکھ باری اگر جلائے خدا  
دل کو میں جانتا تھا اپنا جگر      دل نہیں ہے کوئی بلائے خدا  
مجھ کو الجھا دیا پری رو سے      کیا کیا تو نے مجھ سے ہائے خدا  
دل کی تنگی لگاؤں ستوڑو ہیں      قید سے گر مجھے چھڑائے خدا

مگر ستوڑ کے دل میں کچھ درد تھا      کہ چہرہ بہت آج کچھ زرد تھا  
یہ آتش مرے دل میں تھی مشتعل      کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا  
بطاہر تو اک منحنی تھا وے      جو پچ پچھے تو بڑا مرد تھا



کس نے تجھ کو بھنل میں آج لیا      کس نے نیلم یہ تیرا لال کیا  
 کس نے تجھ کو خن کیا پیائے      بل بے کافر سرا ہوں تیرا ہیا  
 کس نے چوٹی یہ تیری مسکاٹی      ہاے یہ زیر پر وہ کس نے سیا  
 ہونٹوں پر تو لگا ہے یہ کا جل      کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا  
 کس نے یہ آکے تہوڑ کو پھونکی  
 دیکھو مردہ تڑپ کے پھیر جیا

ہے بلبل عاشق گل شمع پر عاشق ہے پروانا  
 سرا مجنوں ہے اپنی ذات کی لیلی کا دیوانا  
 خیال اس میں جو دیکھا میں تو کس کس ہروش کا ہر  
 غرض کہنے میں تو یہ دل ہے لیکن ہے پری خانہ  
 جو کہیے حال دل اپنا تو اس کو نیند آتی ہے  
 ہماری سرگزشت اس شوخ کو گویا ہے افسانہ  
 دل مسکین مرا رہتا ہے اس کی زلف سے الجھا  
 خدا کے واسطے ظالم نہ کیجیو زلف کو شانہ  
 ہزار افسوس ہے اے تہوڑ اتنی بندگی پر بھی  
 رقیبوں کو وہ اپنا جانتا ہے مجھ کو بیگانہ

اس سے آگے تو کبھی اے تہوڑ تو نالاں نہ تھا  
 گرچہ روتا تھا لیکن اس قدر گریاں نہ تھا  
 ن ظنمان

لہ یہ غزل میں نہیں ہے۔ لہ یہ شعر میں نہیں ہے لہ عاناں

رات کو اسے آنکھیں بزم مستاقانِ حسن

چاند تھا تیسرے مقابل پر نہیں چنڈاں نہ تھا

میں بھی کہتا تھا کہ ناصح کیا ہے کل دیکھا ہے

آدمی سا دور سے لگتا تھا پر انساں نہ تھا

دل میں تھا گاہے کروں گا عرض حال اپنا ہے

رو برو ہوتے ہی سب بھولا یہ کچھ نسیاں نہ تھا

نئی اک طرح اپنی عشق میں ایجاد میں کرتا غرض ہر طور روح عاشقاں کو شاد میں کرتا

نہیں دل چاہتا جو اس کو میں رسوا کر دوں اثر دگر نہ جو کیا مجنوں نے اس سے زیاد میں کرتا

بسیا غنیمت اگر اس دل ویران کو ہے ہے دگر نہ رفتہ رفتہ حسن سے آباد میں کرتا

بغیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطانِ خوباں ہے بتاؤ کون ایسا ہے جسے اسٹا میں کرتا

مرے دل کو دیں لو کا سا اک آکر پٹتا تھا

کبھی جو بھولے میرے سوز کی ہاں یاد میں کرتا

جو تو یوں نہیں آنکھیں چراتا ہے گا تو حسرت بھرا جان حباتا ہے گا

مری جان کا بھی تو دشمن یہ دل ہے مرے پر بھی مجھ کو ستاتا ہے گا

مرے دل کو مجھ سے جدا کاڑیو ہاں کہ یہ گور میں بھی حبلا تا ہے گا

۱۳۵ م، اسے بادشاہ بزم محبوبانِ حسن ۱۳۵ م، یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۱۳۵ م، مری جان کا ہے دشمن یہ دل ہے۔



جہاں تھارات کو دل شام کے ہوتے وہیں بھاگا

خدا ہی جانے کس مہر دے اس کا عشق ہے لاسکا

جگامتا اے فغاں دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا

قیامت مجھ پہ لاوے گا جو یہ فتنہ کہیں جاگا

عجائب داد بھسوی کی دی ہے تیرے عاشق نے

ترے سینے کی خاطر سوکھ کر یہ ہو گیا تاگا

فلک پر آج غل ہے کس کے ملنے کا کوئی پوچھے

یہ ایسا کون بنتا در ہے جس کا بخت ہے جاگا

کھلا دیں گے تجھے ہم درد درد چاول پیٹ بھر بھر کر

خدا کے واسطے جلدی خوشی دے سوز کی کاگا

جلانا ہی موے مردوں کو جانا

چلا ہوں آج میں مرنے کو یارو

میں مر جانے کو خود تیار ہوں جان

جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا

ملا بھی کوئی تو اپنی غرض کا

پڑھیں دو چار بیتیں بے دلی سے

کہ اچھے کون ہیں اس میں بُرے کون

لیکن درد کا درماں نہ جانا

مجھے کچھ اور تہمت مت لگانا

وے مردوں کا کیا ہے آزمانا

جسے دیکھا اسے پایا بگمانا

اسے واجب ہوا میرا ستانا

تو سن سن کر انھوں نے یہ نہ جانا

مگر سم سے انھیں گردن ہلانا

لے ع، وصل کا کس کے کوئی پوچھو۔

لے ع، سگر بے سم انھوں کو سر ہلانا

بکالا سوز کو کس جا سے یارب کہہ لایا اب اس کو آب و دانا  
نصیبوں میں مرے یہی لکھا تھا  
پڑھا کر سوز بیتیں عاشقستانہ

جو کوئی عاشقی میں ثابت قدم نہ ہوگا  
روئے گی عاشقی ہی سر خاک ال اپنے  
دہ خوش رہے گا ہرگز اس پرستم نہ ہوگا  
محبوب کو ہمارے مرنے کا غم نہ ہوگا  
کچھ ناز کا تھا رے تب تو کم نہ ہوگا  
بن موت جو مرے گا ہرگز عدم نہ ہوگا  
لکھا ہے کیوں حقیقت تو اپنی عاشقی کی  
اے سوز وہ سنے گا تو سر تسلیم نہ ہوگا

اب تو دم باقی نہیں اے جان آجا دیکھ جا  
دل کے دینے کی خوشی میری تمہیں کچھ یاد ہے  
نزع کا میرے بھی ٹاک آکر تماشا دیکھ جا  
جان کے دینے کا بھی میرے مدار دیکھ جا  
دیکھ تو کیسی خوشی سے جان تیا ہوں تجھے  
سیر دریا تو ہمیشہ تجھ کو خوش آتی ہے لیک  
ایک دم تو آن کر میرے مسخا دیکھ جا  
آنسوؤں کا میرے آکر موج دریا دیکھ جا  
سوز تیرا بندہ دل سوز تھا سوا ب چلا  
پھر نہ دیکھے گا کبھی پھر آ کے آجا دیکھ جا

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے'  
۲۔ یہ غزل 'میں نہیں ہے'۔

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے'  
۲۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے'۔



سنا کسی نے کبھی منہ سے کچھ گلا دل کا  
 نہ ہووے کیوں یہ پریشاں کہ بس نہیں چلتا  
 اکیلے چلنے میں خطرات ہیں ہزاروں ہیں  
 شفق تجھے یہ خدا نہیں لہو میں نہسلا یا  
 صبا نے منہ نہ کیا اس طرف کہوں کس سے  
 ہزار داغ ہے بل بے حوصلہ دل کا  
 ملا ہے زلف سے جا کر یہ سلسلہ دل کا  
 چلے ہیں تخت جگر بن کے قافلا دل کا  
 پہ کیا کردوں نہ بھوٹا یہ آبلہ دل کا  
 بہار بھی تو گئی غنچہ کب کھلا دل کا  
 بھلا قسم ہے تجھے سوز اپنی سچ کہیو  
 تمام عمر ملا کوئی آشنا دل کا

دل پر خوں اپنا لے تو چلو چوہا تو لیا نہ لیا  
 دیکھ اس کی جھا اور اپنیس وفا جیا تو جیا نہ جیا  
 کہو نا صبح جیب کو سی تو دے کہ گریباں چاک نہیں جانا  
 جو وہ سی دے تو سی دے ورنہ دلا جو سیا تو سیا نہ سیا  
 چلو مانگیں دل کو سنا جت سے جو وہ رحم کرے تو کرے شاید  
 جو وہ لاپنج کرے دے تو نہ دے جو دیا تو دیا نہ دیا  
 ہیں دنوں طرح ہر عیش و طرب جو جیے تو جیے نہ جیے  
 جو وہ ذبح کو دل میں سوچ کرے تو کیا نہ کیا نہ کیا  
 چلو جام ہلا لے تو چلیں کہ اسے تو پی لے سوز اسے  
 جو شابی اس نے مانگ لیا تو پیا تو پیا نہ پیا نہ پیا

ہوا غرق ایسے دریا میں جسے پایاں نہیں پیدا

جلا ایسا تب غم سے دل سوزاں نہیں پیدا

بھی کہتے ہیں سب انساں میں جو کچھ ہر قدرت میں

پھرا میں سر سے پاتک چشمہ حیاں نہیں پیدا

یہ دنیا خلقت انساں سے ہے معمور حیراں ہوں

کسے کہتے ہیں انساں ایک بھی انساں نہیں پیدا

عجب آتش ہے میرے تودہ سینہ میں لے یارو

لگے سو تیر غنیم اور یکسر پیکاں نہیں پیدا

میاں سوزاں تری ہے جان کا پیار خدا حافظ

کہ اس آزار کا دنیا میں اب درماں نہیں پیدا

بھلا فنا کدے میں آکے سوز کیا دیکھا

یہ زندگانی ہی کھوئی کہ کچھ نفا دیکھا

وہاں سے جا گئے جیتے یہاں ملک آئے

یہاں سے جاتے ہوئے جو سنا ہوا دیکھا

جو غم کو کھاتے ہیں ان ہی سے پوچھیے لذت

ولے نہ ہم نے کبھی اس میں کچھ مزا دیکھا

اکیلے آئے اکیلے چلے خدا حافظ

بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا

کسی نے پوچھا نہ مجھ کو بجز خس و خاشاک

مگر مجھی نے نعمت اپنا جی جلا دیکھا

شرایط اپنی میں سلام میں ہرگز نہیں پاتا

جو اس پر بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے داتا

بہت لوگوں کا مذہب ہے کہ خیر و شر ہر خالق سے

نہیں وہ خالی سرا اس کو ہے شیطان کھلا تارا

لے لے لے یہ غریب میں نہیں ہیں



بشر تجھ کو کیا اس واسطے جو تجھ پر شر مانا  
سوائے کسی حیراں میں کچھ شر نہیں پاتا (کذا)  
ہماری ہی صفت کی صورتیں محسن ہیں موزی ہیں  
مثالی نہ وہ ہر یک کو سب صورت ہر دکھلاتا  
اگر کچھ ہوش ہو تو شر سے بھاگو شر بہت بد ہے  
ہے خالق خیر کا پرہیز اب شر سے ہر فرماتا  
بھلا اسے سوز تجھ میں خیر کیا ہے مجھ کو بتلائے  
کہ کوئی بھی صفت اچھی بھی میں تجھ میں نہیں پاتا

خدا حافظ اے دل ترے پیار جی کا  
نرا بھوں ہلانے میں عاشق کو مارا  
اجل اس کا آکر گلا گھونٹتی ہے  
بظاہر بتوں کی ہے شیریں زبانی  
جو دل نذر لیجاؤں ٹھوکر سے مائے  
مراد دل ہے شر بان اس بیدلی کا  
کہ تجھ کو مزا ہے بڑا عاشقی کا  
کسی نے یہ غم نہ بھی دیکھا کسی کا  
جو کوئی عزم کرتا ہے اس کی گلی کا  
مزا ان کی الفت کا دیکھا تو پھیکا  
کیا ہنستے ہی ہنستے کیا سوز کو قتل  
میں قرباں ہوا جان ایسی غنسی کا

دلا عزم تو نے کیا ہے کہاں کا  
کہاں چاند سامنے کہاں کا یہ سورج  
گئی عرش تک آہ آگے بستاد  
میں پنچے سے پنچے ملاؤں دوانے  
زباں کاٹ لوں تیری اور بھون کھاؤں  
کھڑا ہے لیے نیچہ آج بانکا  
بڑا فرق ہے ہاں زمیں آسمان کا  
یہ دل سیر کرتا ہے اس لامکاں کا  
تجھے ہاتھ ہے توڑنا تو اں کا  
مزا چکھوں لے سوز تیری زباں کا

فلک کے نیچے دل شاد ماں نہیں دیکھا      بغیر خار کوئی بوستان نہیں دیکھا  
عجب فراق کے یاں لوگ بستے ہیں صبا      کہ جن کے گھر میں کبھی میہاں نہیں دیکھا  
زباں سے برکبیں اور پھر اسے ماریں      ایسا جواں نہیں دیکھا  
جہاں میں رہتے ہیں ایسے بھی صاحب عصمت      جنہوں نے آنکھ اٹھا آسمان نہیں دیکھا  
جلے بھنے بھی پڑھتے ہیں شعر مجلس میں  
سوائے تونز کے آتش زباں نہیں دیکھا

دل لے گیا شہ سوار میرا      غفلت میں کیا شکار میرا  
جو اپنے تئیں نہ بھولتا میں      رہتا صبر و ستار میرا  
اس تنہائی پہ رحم کر جان      میں ہوں اور انتظار میرا  
جاتا ہوں اب تو تیرے در سے      دل رکھ تو یادگار میرا  
اے باد صبا ادھر تو جانا      جس جا ہو وہ غم گمار میرا  
کہنا یہ کے تری خاطر کذا      تو نے ڈالا اچار میرا  
کیا ہو جاتا جو عید کے دن      ہوتا تو ہم کنار میرا  
آخر روز حساب پیارے  
لوں گا جو ہے قرار میرا

عاشق زار ترا زلف گرہ گیر ہوا      عین آزادی میں پا بستہ زنجیر ہوا  
آپنی آنکھوں میں تو پاتا نہیں کچھ نقش و نگار      ایک سے نقش کا آئینہ تصویر ہوا  
بے پرواں سے مجھوس نفس ہوں صیاد      ورنہ دل تسنگی سے اپنی ہی میں دل گیر ہوا  
تو وہ تھا کہ کھلے جس سے جہاں کے عقد      عاجز قوت سر پنخبہ تفتہ ریر ہوا



ڈال دے اس یہ دل ہمارا آب ہو کر گل گیا  
 برق کی مانند اپنی آگ ہی میں جل گیا  
 بوا بھوس دعویٰ بہت کرتا تھا اپنے عشق کا  
 سامنے ہوتے ہی اس قاتل کے کیسا ٹل گیا  
 ناتواں ہے دل اسے طاقت نہیں زنجیر کی  
 زلف کو تک کھول دے اے جان تیرے بل گیا  
 ایک عالم کے تو سینے میں پھپھو لے پڑ گئے  
 کون تھا جو مونگ چھاتی پہ سبھوں کے دل گیا  
 آہر کے طور پر کہنے لگا ہے سوز شعر  
 طبع میں جو دت جو آئی اس طرت کو جل گیا

یارب کدھر گیا دل غم خوار کیا ہوا  
 ہر دم کی آہ سے مری بیزار کیا ہوا  
 میناے دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بلا سے جان  
 ہوتا ہے کیف میں یہ مرے یار کیا ہوا  
 کنج قفس میں تو نے بسیرا لیا ہے حیف  
 کیوں عندیہ زار وہ گل زار کیا ہوا  
 آتی نہیں ہے سوز کی آواز جو سدا  
 کرتا تھا آہ آہ سو بیکار کیا ہوا

کیا دید کروں میں اس جہاں کا  
 وابستہ ہوں چشم خوں نشاں کا  
 بھاتا ہی نہیں تیرے دل کو اپنے  
 مذکور فلاں دنیہاں کا  
 میاں رات کسی طرح تو کٹ جائے  
 مذکور کرد کچھ اس جواں کا  
 رشوا ہی کیا نہ آہ مجکو  
 اپنا بھی نہ دل نے عیب ڈھانکا

۱۴۲ ع، چکاں  
 ۱۴۳ ع، کچھ ذکر کردہ اس جواں کا  
 ۱۴۴ ع، یہ غول م میں نہیں ہے  
 ۱۴۵ ع، یہ دل کو دلاشہ  
 ۱۴۶ م، کیوں آہ جتا دیا تو نے (کذا) : اتنا بھی نہ تو نے عیب ڈھانکا

ہرگز نہ بلا تری گلی سے ق منٹوں ہوں جسم ناقواں کا  
اکٹھ روز کہا یہ میں نے اس سے اک بوسہ ہی مے مجھے وہاں کا  
تلوار اٹھا کے کہنے لاگا ایسا تو یار ہے کہاں کا  
اوتوز آگے سھل کے جانا  
بٹھا ہے لگائے گھات بانکا

ہوا دل کو میں کہتے کہتے دوانا  
کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے  
گیا ایک دن اس کے کوچے میں ناگ  
ہماری یہ اُلفت بتاں گی یہ نوبت  
دوانے کا بکنا نہیں معتبر ہے  
مجھے تو تمھاری خوشی چاہیے ہے  
کہاں ڈھونڈھوں ہے کہ عرصہاؤں یارب  
کہیں دل کا پایا نہیں میں ٹھکانا

پھر موسم بہار نے نشوونما کیا  
قاتل کے سامنے ہو عجب ہے کہ بچ رہا  
تاثر کچھ نہ کی دل سنگ صنم میں آہ  
گزری تمام عمر ہی ساغر کشی میں لیک  
پر تو نے اے صبا نہ دل غنچہ دا کیا  
والہ دست تیغ سے اس کی بھلا جیا  
قاصد نے گرچہ حال سراسر سنا دیا  
یہ جام دست مرگ سے آخر نہ چا پیا

لے ع مرہون لے ع کل صاف کہا ہے میں نے اس سے کہ لے یہ غولیں م میں نہیں ہیں۔



کس کو امید تھی کہ سلامت بچے گا تو  
اے سوز آج جانا ہے تیرا ہڑا ہیا

دل کے ہاتھوں بہت خراب ہوا  
جن کو نت دیکھتے تھے اب ان کا  
یار اغیار ہو گئے اللہ  
اشک آنکھوں سے پل نہیں بھمتا  
سارا دیوان زندگی دیکھا  
میں توبے ہوش ہو گیا جب سے  
سوز کچھ منہ بنائے آتا ہے  
آج مجھ سے کا پھر جواب ہوا

بل کہیں نہ جائیو ز نہار دیکھنا  
نازک ہے دل نہ بھیس لگانا سے کہیں  
جو جو سنا ہے کان سے دیکھا ہے آنکھ سے  
شکوہ عیش ہی یار کے جو روں کا ہر گھڑی  
اپنے ہی دل میں پھول کے گلزار دیکھنا  
غم سے بھرا ہے لے مرے غم خوار دیکھنا  
چپکا ہی رہیو لے لبِ اظہار دیکھنا  
غیروں کے ساتھ شوق سے ہر بار دیکھنا  
سودا کی بات بھول گئی تیرا سوز حیف  
جو کچھ خدا دکھائے سونا چار دیکھنا

لے لے یہ شرم، میں نہیں ہیں

لے ع، رہبات

لے یہ غزل، میں نہیں ہے۔

آج اس راہ دل رُبا گزرا  
 آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات  
 اب تو آیار بس خدا کو مان  
 رات کو نیند ہے نہ دن کو چین  
 جی پہ کیا جانے کہ کیا گزرا  
 میں تو اپنا سا جی حبلا گزرا  
 بچھلا شکوہ تھا سو گیا گزرا  
 ایسے جینے سے لے خدا گزرا  
 توڑ کے قتل پر کمر مت باندھ  
 ایسا جانا ہے کیا گیا گزرا

بھلا ہوا کہ میں آفاق میں حقیر ہوا  
 نہ بات پوچھی کسی سے کہ کوئی کیا ہے  
 اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صغیر ہوا  
 اگرچہ میں تو چھٹا جان دے کے قاتل کو  
 نظر میں کوئی نہ لائے گا بے نظیر ہوا  
 اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صغیر ہوا  
 دے برنگ حنا خون دستگیر ہوا

کیا ہوا تجھ کو اے جوانی اے  
 توڑ کو جانتے تھے ہوگا فقیر  
 میں جدائی سے تیری پیر ہوا  
 میر تو تھا دے امیر ہوا

یار گر صاحب دنا ہوتا  
 ضبط سے میرے تھم رہا ہے اشک  
 جان کا کیا بیاں کروں احساں  
 روٹھنا تب تجھے مناسب تھا  
 تو میاں جاننا تو میری قدر  
 تو میاں جان کیا مزا ہوتا  
 در نہ اب تک تو یہ گیا ہوتا  
 یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا  
 جو تجھے مینے کچھ کہا ہوتا  
 جو کہیں تیرا دل لگا ہوتا

لے لے غم میں نہیں ہیں لے لے کیوں لے م، مرشک

لے لے م، تو توڑ کی قدر



توڑے کیوں نہ آشنا رہتا  
عشق میں گر کبھی حبلا ہوتا

زباں سے ہو سکے کب دل ربا تیری ثنا کہنا  
مگر مکھڑے کو تیرے گھورنا اور واہ وا کہنا

سنو اے اشک و آہ و نالہ و فریاد و داویلا  
جو اس کو تپے تلک پہنچو تو میری بھی دعا کہنا

قیامت تک نہ بھولے گی صنم اس آن کی لذت  
ہمارا ہنس کے جی دینا تمہارا واہ وا کہنا

بس اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہو  
جو تجھ سے کچھ حقیقت کہ نہ آئے کچھ تو جا کہنا

سجھوں کے روبرو کہنا کہ میرا توڑ عاشق ہو

مناسب نہیں ہے پیارے ایسی باتیں بر ملا کہنا

انتظار وصل میں میں تھک گیا ہجر کے ہاتھوں کلیجہ پک گیا

مینے جانا دوست اپنا وہ رقیب آج پیارے میرے جی کا شک گیا

آہ میں قربان تیرے کیا کیا شوخ سب احوال میرا لک گیا

داد چاہی مینے اس بیداد سے کہنے لاگا کیا دیوانہ بک گیا

توڑ کہہ دیتا ابھی پر کیا کرے

تیرے ڈر سے راز دل کا رک گیا

لہ یہ شرم، میں نہیں ہے لہ ع، مگر صورت کو تیری دیکھنا لہ ع، جو اس کے کوتلک لہ ع، میاں  
لہ ع، جی دنیا و تیرا مر جا کہنا لہ ع، یہ دونوں شرم، میں نہیں ہیں لہ ع، یہ غولم میں نہیں ہے۔

جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا  
پہنچے ہر خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا  
اک نسخہ نویس اس کے مطب کا ہے مسیحا  
ہر شخص کسی کا دہن ایسا ہو کہ جس سے  
چاہے جو کرے وصف تو نہ کیا ہر زبان کا  
داں نخل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا  
ہے علم مداوا کے اسے سود و زیاں کا  
پھٹ اس کے ادا شکر ہو بخش رہ جاں کا (۹)

ہر ہو یہ تن خلقت خاک کی جو زباں ہو  
مقدور کسے ہر ترے احساں کے بیاں کا

دلا دریاے رحمت قطرہ ہر آب محمد کا  
محمد علم کا گھر ہے علی اس کا ہے دروازہ  
قدر جنا جو اپنا خم کیا بہر نماز اس نے  
زمین آسماں ہوں (کیوں) نہ روشن نور سے اسکے  
کہا پیر خرد نے موجب خم پیر گردوں کا  
ادا کس کی زباں ہو سکے شکر اس کی نعمت کا

جو چاہے پاک ہو پیر و ہوا صحاب محمد کا  
غلام اس کا ہے تو جو کلب ہر باب محمد کا  
ہو جس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا  
کہ ہر یک پر تو خورشید ہستاب محمد کا  
یہ غنچی بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا  
دو عالم ریزہ جبین حق نے کیا قاب محمد کا

ہوا ہے سوز اہل بیت پر کیا کچھ نہ دم مارا  
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمد کا

دیکھ دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائے گا  
قتل کی نیت کو گرا آیا ہے تو کیا دیر ہے  
میں ہوں جو تیری جفائیں مل سقد رہتا ہوں یار  
پھر بھی کہتا ہوں تجھے یوں سوز کو آمت ستا

میاں بغیر از قطرہ خون اور کیا تو پائے گا  
پر مجھے تو مار کر ظالم بہت پھپھتاے گا  
در نہ دیکھیں گے مجھے تو ڈھونڈھ کر تولائے گا  
مست ستا ظالم کہیں تو بھی ستایا جائے گا



چلے ہو کس طرف ایک بار منہ کو موڑ کر جانا  
 جو بیداری میں جاؤ گے تو میں .....  
 کیسے مشرب میں ہر چلتیوں کو روتا پھوڑ کر جانا  
 اگر جانا بھی ہے تو مجھ کو سوتا پھوڑ کر جانا  
 جو دل تھا سو تو اسکو لے چلے باقی رہی نکھیں  
 انہوں کی بھیک کا سہ بھی ظالم پھوڑ کر جانا  
 تنہا، آرزو، امید، حسرت، پیش کش تیری  
 رہا اک رشتہ، اُلفت اسے مت توڑ کر جانا

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا  
 پڑا سونے دے تا روز قیامت  
 کہ سوتوں کو ہے حاصل کیا جگانا  
 جو چونکا بھی جگائے سے دوانا  
 تو اپنے سر کو کھڑے گا اس سے  
 نہ دیکھے گا یہ اپنا نے بگانا  
 کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے  
 کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا  
 کسی کے پانو پر سر رکھ کے گا  
 کہ مجھ کو زنج کرکریاں سے جانا  
 تماشا تجھ کو یہ اچھا لگے گا  
 بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا  
 بچارے سوز کے پیچھے نہ پڑ جان  
 کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

رات کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا  
 اب تو جاتا ہی جہاں سے لیکے انبار گناہ  
 دیکھنا ہی دیکھ لو ہے وقت آخر سوز کا  
 دیکھیے کیا حال ہو اس مصیبت اندوز کا

اتنا تو بول منہ سے یہ سوز کو ہوا کیا  
 یارو بھلا تو دیکھو یہ ناتواں مرا کیا

مگر مرے دل میں کچھ درد تھا  
یہ آتش مرے دل کی تھی مشتعل  
میں دیکھا کہ چہرہ بہت زرد تھا  
کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا

نہیں پکیاں پہ جو ہر نامہ ان نے تیر پر لکھا  
ہوئی تبدیل ہدیت یا تلک غم سے جدائی کی  
کہیں ہیں زلف کو سب کچھ اس لئے مخطط پر  
بچے کس طرح جی روز ازل کا تب نے قدرت کے  
نہیں چین چین لے ماہ اس محراب ابر پر  
جگہ دی نالہ دل کو تری زلف چلیا میں  
اشارہ قتل کا مجھ کو یہ کس تفسیر پر لکھا  
کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا  
یہ لام افزد کیوں قرآن کی تفسیر پر لکھا  
ہمارا خون قاتل کے دم شمشیر پر لکھا  
کتاہ زرد اس مسجد کی یہ تفسیر پر لکھا  
یہ مصرع کر کے موزوں ہم نے اس تحریر پر لکھا  
خدا جانے کسے توڑ اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا  
ہیں تھا خط کا لکھنا درد از تدبیر پر لکھا

جو غم دل کا مرے ہماں نہ ہوتا  
غم و شادی نہ توام ہو تو یاں گل  
اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام  
نہ کرتا قتل تو روز قیامت  
تو مصروف ضیافت جاں نہ ہوتا  
گر یاں پھاڑ کر خداں نہ ہوتا  
تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا  
یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا  
نہ جاتا سل منے اس سادہ رو کے  
تو اسے توڑ آئے حیراں نہ ہوتا

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا  
ہوا ہوں اس قدر... کی شکل سے بیزار  
ز شام تا بے سحر ہے شوق آئینہ کا  
کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شوق آئینہ کا



تھکائے چہرے کو دیکھا ہی جب سے خواب نے  
کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا  
رہی ہے خائے شکل پر چشم اپنی کی ان بن  
کہ جیسے بسی پر ہے رواق آئینہ کا (۹)  
سوئے یار کی صورت نظر نہ آیا کچھ  
ہمیں جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا  
دو چار ہوتے ہی کچھ کر دیا اسے مغرور  
مرے تو دل پہ ہے روشن نفاق آئینہ کا  
زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب تو لے سوز  
بجھ میں اپنی جو آیا مذاق آئینہ کا

تم گروں سے کسی کا تو زور چل نہ سکا  
پھنسا جو دام میں ان کے تو پھر نکل نہ سکا  
جہاں کی بیٹی میں دل ہم کو یہ ملا سولوں (۱۰)  
وے ادب کسی دل سے میں بدل نہ سکا  
ملا جو نشوونما جس کو اس جہاں میں ہائے  
یہ بحر عشق میں ڈوبا کہ پھر اچھل نہ سکا  
میں دیکھ دیکھا اسے اس قدر ہوا حیراں  
کہ مارے حیف کے دست فوسل نہ سکا  
کہوں میں سوز کا کیا حال تجھ سے لے ہدم  
لگا جو تیرا سے جا سے اپنی ہل نہ سکا

آئینہ سے جو میں دو چار ہوا  
سر مخفی آشکار ہوا  
قاصدا راست کہ قسم کھا تو  
تیرے مکھڑے کے میں نشانہ ہوا  
اپنے منہ سے کہا کہ سوز کو میں  
مار ڈالوں گا جب سوار ہوا

گل تو جاتا رہا پہ حصار رہا  
مفت میں دل مرا نگار رہا  
نقش پورا ..... ترے تن کا  
ماہ گر دوں پہ نسیم کار رہا

تجھ بنا میرے تن میں میری جان      دل غم دیدہ زار زار رہا  
در ملک تیرے جا کے پھر آنا      تیرا کا اب یہی شمار رہا

سنو تو تم نے کبھو ہم کو یاد بھی نہ کیا      کبھو پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا  
ہمارا دل بھی صنم خاں مستدیی تھا      میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا  
لے تیرا سنو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا  
ذرا بھی منہ نہ لگا داد داد بھی نہ کیا

تو جو پوچھے کہ تیرا دل بتا کس نے لیا      بس حیا آتی ہے مجھ کو مت لگا کس نے لیا  
چوراہے سرنگی ہم آنکھیں نہیں پہچانتے      مت خفا کر مجھ کو جا پھر تجھ کو کیا کس نے لیا  
مال میرا ہے ابھی میں چھین لوں تو کیا کر دو      چڑھ نکالی ہے یہ میری واہ و اکس نے لیا  
باز آ اس گفتگو سے لے لیا تو لے لیا      بس مرا منہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا  
تو ہے یا میں ہوں یا دل تھا انھوں میں میرا      تو ہی بتلا نہ کہ ہم میں سے چر اکس نے لیا  
تیرا کوکل چوک میں دیکھا عجب احوال سے  
پوچھتا پھر تھا میرا آشنا کس نے لیا

شہرہ حسن سے از بس کہ وہ مجھ پر ہوا      اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا  
ٹوکتا ہے جو کوئی رونے کو ڈر کے مارے      آنکھ اٹھا تا نہیں کہتا ہوں کہ آشوب ہوا

صنم نے قتل جب میرا کیا تھا      تو بارے خوں بہا ملک ہنس دیا تھا  
اگر چہ مر گیا تھا میں اسی آن      ولے ہنسنے سے اس کے جی اٹھا تھا



نہ پوچھو لطف کچھ اس کی ہنسی کا  
بہایا خون عاشق تیغ حبڑ کر  
جو کچھ گزرا سو گزرا مت کہو تم  
کہوں کس منہ سے اس میں (کیا) مزا تھا  
یہی پیارے ہمارا خون بہا تھا  
یہی کا تب نے قسمت کے لکھا تھا

نہ اپنوں نے کبھو پوچھا نہ بیگانوں نے آدیکھا  
یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دوس دوس کو  
بھی آغا میں مائے گئے عشاق دنیا کے  
اٹھالے یا الہی اس جہاں مجھ کو اب جلدی  
جایا اس جہاں میں جب گیا شاکی گیا یارب  
کسی کو اس نے تے پر چڑھایا ہو تو دودن میں  
جو اپنے دل میں سمجھے آپ کو سب بڑا دانا  
نہ کہتے تھے بکتھے لے یار دنیا میں لگامت دل  
الہی اس جہاں میں آن کر جز رنج کیا دیکھا  
جسے غنوار سمجھا میں اسے اہل دعتا دیکھا  
ازل سے اب ملک کس نے کسی کا اتہا دیکھا  
اب اس سے آگے کیا دیکھوں گا بس میرے خدا دیکھا  
کوئی مداح دنیا کا کسی نے بھی سنا دیکھا  
لسان ادب فوارہ ویں اُٹا کر ا دیکھا  
اسے اس گردش چرخ شکر سے پا دیکھا  
کسی کو غم بجز سچ کہو اپنا آشنا دیکھا

بھلا میاں سوز ہم سے راست بولو عشق غوباں میں  
بحسن درد دالم پھراو تم نے کیا مزا دیکھا

آہ کے کرتے ہی جگر ہل گیا  
بلہ رے نارک بدنی یار کی  
ایک پھپھولا ہو تو پھوڑوں اسے  
اشک کے بہنے سے بدن گل گیا  
ایک ٹھوکے میں تلا تل گیا  
سر سے بدن پاؤ ملک پھل گیا  
دیکھ لیا تم کو بھی اب سوز جی  
کونے میں بیٹھا تھا سو یہ جھل گیا

# ب

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب  
گل داد عند لب کو پہنچا تو کیا ہوا  
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار  
فرزند اس زمانے میں ہوں کب پدک صاف  
بائیں یہ تو مری نہ جگہ تنگ کر مسیح  
بیگانہ دار آ کے ہو جھاڑ کو کبھو ہمیں  
یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہولے صبا عجب  
زیادہ کو مری ہے پہنچنا تر ا عجب  
تو بھی وہ بت نہ رام ہولے خدا عجب  
آئیے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب  
یہ وہ مرض ہو جس سے کہ ہونا شفا عجب  
تم بھی کوئی ہو جان مرے آشنا عجب

کی سیر ملک ملک کی اس سوز نے دے  
لے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

صاحب عصمت کو نامحرم سے لازم ہو حجاب  
یار آوے گا تحمل کر ذرا تو سانس لے  
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہو  
آپ لہراے .... بھولے ہو ساقی واہ واہ  
جاں لب ہوں پر یہی حسرت ہو تک بھی دیکھ لوں  
یار آوے ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے  
کیا بلا مارے تجھے لے سوز اتنا اضطراب  
محتسب آگے اسی خاطر نہیں ہوتی شراب  
کیا بلا مارے تجھے لے سوز اتنا اضطراب  
پنے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بے خانہ خراب  
انتظارِ جام میں جی ہو گیا بھن کر کباب  
اب بھی کیا باقی رہا ہے کچھ اٹھامنے نقاب  
یار آوے ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے  
کیا بلا مارے تجھے لے سوز اتنا اضطراب



مجھ کو دھوکا دیا دکھا کے شراب  
 تشنہ لب کب تک بڑا تر پھوں  
 اب بھی کچھ نہیں گیا ہوائے ساقی  
 عقل ناصح کی دم میں ہوئے بسوز  
 لے ان آنکھوں کا ہوئے خانہ خراب  
 آب شمشیر سے تو کر سیراب  
 دیکھ بدستیاں پلا کے شراب  
 دیکھے دریاے غم کا گر گرداب  
 سوز اتنا تو کیوں ہوا ہے نڈر  
 کیا تجھے بھول گئے صنم کے عتاب

کیا ہے اتنا بھی ادھر نہ بھراؤ صاحب  
 چور کچرا ہے بھلا کیا ہے بھل میں سچ کہہ  
 دل نہ جاتا کہیں گر مجھ سے اے ہوتا پیار  
 فکر مت کیجیو دیوانے کو ہو کاشانی ہے  
 لوجی ہم تم سے نہیں بولتے جاؤ صاحب  
 اب کہہ جاؤ گے اہم کو بتاؤ صاحب  
 یاد مت اس کی دلاؤ نہ رلاؤ صاحب  
 نام لے لے کے نہ سوتے کو جگاؤ صاحب  
 یہ وہی یار قدیمی ہے اے پیچا نو  
 اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

کون سے اعمال کا بدلا ملا ہے یا نصیب  
 اپنے گھر سے یوں جدا کر کے پھرایا شہر شہر  
 وہ ادھر تر نہیں پڑے اور ہم ادھر تر پہ پڑے  
 انہیں طاقت جدائی کی شتابی سے نلاؤ (کنڈا)  
 زندگانی سے بھی زیادہ کون سا ہوگا عذاب  
 واہ وا ہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب  
 کون اب ہم کو ملا دے گا بغیر از بوترا ب  
 تم بناں ہے کون میرا یا شہ عالی جناب

لے ع، رہوں ظالم  
 شہ یہ شرم میں نہیں ہے  
 شہ ع، ہو ہی بس ہے  
 شہ ع، یہ وہی سوز قدیمی ہے  
 شہ، شہ، شہ، یہ شرم میں نہیں ہے  
 شہ یہ غزل م میں نہیں ہے  
 بھلا پیچا نو۔ اپنے اس سوز کو اتنا نہ رلاؤ صاحب

ایک تو مجھ کو نہیں اب زندگانی کی امید  
تیسرے جس شہر میں میری ہوئی اب مسکنت  
مجھ کو یہ امید ہے اے قبلہ گاہِ حقائقین  
نام تیرا مرتضیٰ اور کام ہے مشکل کشا  
قرض کو اپنے آماروں اور کرلوں کا رخیہ  
سید الشہداء کو سونپا یا ہوں لبندوں کو میں

دوسرے گھر کی مے اب ہو چلی حالت خراب  
جس طرف اس نظر پڑتی ہے کآب آب  
جو سلا اپنے گھر پہنچوں صبا سے بھی شتاب  
ہو پڑی شکل اے آساں کرے علی جناب  
جس کی خاطر یوں پڑا پھرتا ہوں دردیوں خراب  
وہ ملا دیں گے مجھے ایک ایک کا کر حساب

توڑ کی یہ آرزو پوری کرو یا شاہِ دیں  
بعد اس کے کہ بلا کا کیجیے اس کو تراب

بس کہ دل میں بس ہی ہے گی صدائے عندلیب  
ہم صغیریں عیش میں ہیں ہم نفس میں بند ہیں دکھ  
قید تو کرتا ہے اے صیاد لیکن پر نہ کاٹ  
آشیاں میرا اجاڑا باغیاں اتنا بھی ظلم  
ہم قمریں ہوں خار ہم دیوار پر تکتے رہیں

بوسے گل سے آوتی ہے گی صدائے عندلیب  
دل ہوا پا مال سن آواز پائے عندلیب  
بے پردہ بانی مگر ہے خوں بہائے عندلیب  
اب کہ دھر سے ہو گئی گلشن میں جلے عندلیب  
واہ واجی واہ دالے آشنائے عندلیب

توڑ سے روٹھے رقیبوں سے ملے اچھا کیا  
خوش لگے زانغ دزغن تم کو سجاے عندلیب

یہ کب ملک ہجراں میں سمنالاں رہیں یا  
ذالفت نے مروت نہ تو وضع نہ مدارا ہے

جو تجھے بھی نہ چاہیں اد تو کس سے کہیں یا رب  
کیلا چاک گیا ہی ہو یہ دکھ کب تک ہمیں یا رب



کبھی تو تھم رہی لشد آخر میں بھی انساں ہوں  
یہ آنسو روز و شب آنکھوں سے کیا یونہی نہیں ہیں یا

چشمِ عبرت کھول کر تم کو دیکھ تو اے مستِ خواب  
مسندِ فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو یہ ناز  
خاک میں پہنا ہوا ہے ایسے کہ کچھ غماہ نہیں  
بارہ ساعت کے لیے افلاک پر پہنچا دماغ  
حالتِ بلب ہوں تیرے آنے کا ہر اب بھی انتظار  
آنکھیں تو پتھر کی ہیں تجھ سنگدل کے دھیان میں  
پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے تو کمر  
اس سے کہنے و سوز مرتا ہے تو جاتا ہر کدھر  
ان دنوں کچھ سوز کو دیکھا ہے تم نے واہ واہ  
ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

خط نہیں پس کہ ہے ہر دمِ صاحبِ حجاب  
صاحبِ عصمت کو بگائوں سے لازمِ حجاب  
یارِ دمِ رو کہ چھڑ کو میرے منہ پر تم کلاب (کدا)  
دم تو میں سادھے ہوں جو آتی تلک تہرا رہی  
حسن اپنا ڈھانپنے کو منہ پہ ڈالا ہے نقاب  
مقرب لگتا ہی کیا جو رو برد ہوئے شراب  
لگ رہی ہے آگ دل میں ہو ہلہو میں کباب  
میرے صاحب کو کوئی جا کر بلا لاؤ شتاب

لہ ۱۰ ع ۱ پید ۵۵-۴۰۲-۲ یہ شرح میں نہیں ہیں  
لہ ۱۰ ع ۱ میں ۵۵ یہ غزل م ۱ میں نہیں ہے۔

اب بھی کچھ باقی رہا ہے تند خو کب تک عتاب  
تجھ کو آنا ہے تو آجلدی کی چھپ چاؤں شتاب  
سب خرابی ان کی ان لوگوں کا ہو خانہ خراب  
میں قیامت تک کھڑا کھاتا رہوں گا یہ سچ و تاب  
انتظارِ جام میں جی ہو گیا بھن کر کیا ب  
اپنے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بے خانہ خراب  
کیا بلا مائے تجھے اے سوز آنا اضطراب

یہ کہو میری طرف سے جا کے اس بیرحم کو  
جاں بلب ہوں تیرے ہی آنے کا اب ہر انتظار  
آنکھیں تو پتھر اگئیں تجھ سنگدل کے دھیان میں  
پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے اب کمر  
آپ لہر لے ہمیں بھولے ہو ساقی واہ واہ  
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہو  
یار آدے ہے تھل کر ذرا تو سانس لے

یہ تو کہہ دو سوز مرتا ہے تو جاتا ہے کدھر  
اور سب کاموں سے اس کا مارنا ہو گا ثواب

ویا کچھ راہ ملنے کی ہیں بتلائیے صاحب  
تمہارا غم ستا تا ہوا ہے سمجھائیے صاحب  
وگرنہ یہ جان ہو درکار تو ستیئے صاحب  
تمہارا کام پورا ہو چکا اب جائیے صاحب  
انھیں باتوں کے طفل دل کو بنائیے صاحب  
کبا بڈل تو ہر تیار ان کو کھائیے صاحب  
مکرتے تھے بہت تم ہم سے فرمائیے صاحب  
کھڑے رہ کر ذرا میرے تئیں گزائیے صاحب

ہمارے پاس بھی گاہے بگاہے آئیے صاحب  
کسی کے لینے دینے میں نہیں جو ہوں لیکن  
بڑے تھے دل کتے پیچھے سو تو اس کو لے چکے اب کیا  
یہے چاک جان بھی لاش اکبر ہم بوجے نصرت  
تفسم ہے ادا ہے ناز پنہاں ہے مدار ہے  
گزر کا شوق ہو تو ہونٹ ناحق کیوں چلبتے ہو  
بھلا ہم بھی تو آپہنچے ہیں .....  
قیامت تک رہے گی کہنے سننے کو وفا تیری



لہ یہ چھیریں کچھ نہیں ہیں خوب آخر سوز ہوں میں بھی  
تھارا غم ستا ہے اے سمجھایے صاحب

تو مرے دل کو ملا دے یارب      میرے روٹھے کو منا دے یارب  
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط      اس لگی کو تو بھجوا دے یارب  
آج پایا ہے پلنگ پر سونا      میرے طالع کو جگا دے یارب  
جس طرح عشق لگایا ہے مجھے      عشق کو عشق لگا دے یارب  
جیسی اس دل کو لگی ہے اب تو      اس کے بھی دل کو لگا دے یارب  
بیہج کر میرے سچا کو آج  
مردہ ہے سوز حبلا دے یارب

سچ ہرے رونے میں ہوتا ہی اثر آخر شب      اشک میرے ہوئے دامن میں گہرا آخر شب  
صورت ماہ شب بیت و پنجم وہ شوخ      گاہ گاہ مجھے آتا ہے نظر آخر شب  
صبح تا ہوئے نہ شرمندہ تھے بکھرے سے      شمع کر جائے بے مجلس سے سفر آخر شب  
آہ ایاں تک میں سرشام سے رويا تجھ بن      سیل خوناب گیا سر سے گزرا آخر شب  
نیو کہتا ہے رہوں سوز کے گھر کیو نہ کہ واہ  
گھوٹے ہے مجھ کو بہ انداز دگر آخر شب

لہ یہ شرم امیں نہیں ہے شمع، لگا ہے مجھ کو شمع امیں یہ شعریوں ہے۔ جو ترے  
دل کو دکھایا اس نے اس کے بھی دل کو دکھا دے یارب شمع، مر گیا۔  
شمع، آہ تجھ بن میں سرشام کو رويا ایسا شمع، بہا شمع، نیو کہتا ہے کہ میں سوز کے  
گھر کیو نہ کہ رہوں۔

موتی کو بھی تم سے کرے احیا پیام لب  
 عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب  
 جوں خضر زندگی ابد ہو اسے نصیب  
 یکبار دے تو جس کے تئیں بھر کے جام لب  
 بوسے کی آرزو میں کٹی عمر پر کبھو  
 اک دن تم سے لبوں سے نہ پایا میں کام لب  
 ہم سلسلے میں بات کے اس کے ہوئے امیر  
 رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب  
 جب تک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو  
 سجاں سے جو سوز ترا اب کلام لب

شکر حق سا کن ہوا اب دل کا میرا اضطراب  
 سبزہ و گل کی جگہ .....  
 انتظار مرگ سے اب جان میں باقی نہیں  
 کاشکے یہ زندگانی دے شتابی سے جواب  
 سوز گر تو قبر میں آسودگی چاہے تو پھر  
 یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

آخدا سے ڈر نہیں یہ شیشہ خالی محتسب  
 تیغ ہے اس میں شراب پر رنگالی محتسب  
 کیونکہ ترک مے کریں کچھ آج کے مکیش نہیں  
 ہم نے سینخانے میں آکر سدھ پنچھالی محتسب  
 گوشتوں سے مے مرے سر پر ہی تیری بھی تو ہر  
 وضع کچھ دستار کی سب سے زالی محتسب  
 ریش کو شملے سے بن باندھے کوئی رہتا ہوش  
 ہات آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب  
 دخت رز کچھ ایسی ہے تیری جو تجھ پر ہے حرام  
 ہم نے تیری ضد سے اب گھر میں الی محتسب  
 پھر جو نکلا میکدے کی راہ تو پیچھے ترے  
 بیت یہ سکھلا لگا دوں گا ڈفالی محتسب  
 تیرے غرائی کو خاطر میں نہیں لاوے گا سوز  
 تجھ کو سمجھے ہر وہ پشم شیر قالی محتسب

لہ ع۔ مے کو زندہ کر دے جو میں اس کا نام لب  
 شیشہ خالی محتسب لہ یہ شرم میں نہیں ہے  
 لہ م۔ کوئی لاوے گا سوز  
 لہ ع۔ غولم میں نہیں ہے۔ لہ م۔ اگر جزد میرا نہیں ہے  
 لہ ع۔ تیرے باندھے بن رہا ہیں۔ لہ ع۔ شرع میں نہیں ہیں۔



تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے خراب تیرے جو روں سے میں نہیں بیتاب  
 تو نے مجھ کو نہیں کیا پامال آنکھ اٹھا دے نہ اس کا مجھ کو جواب  
 آہ اے بیوفا خدا سے ڈر کب تملک دل کرے گا میرا کباب  
 سوز کا مارنا ہے کچھ مشکل  
 جس طرح کوئی توڑتا ہے جباب

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب  
 کبھی آئینہ تم دیکھو گے تب پوچھو گے ہاں صاحب  
 میں راتوں کو جو رہتا ہوں دعا پڑھنے کو تیرے پر  
 کہ چشم بد سے ہو محفوظ تیرا جسم و جاں صاحب  
 جو تم نے منہ آنے کو کیا اچھا کیا اچھا  
 مجھے تم نے دغل سمجھا نہ میرے بدگماں صاحب  
 ہم اپنا کبہ تم کو پوجتے تھے قبلہ بد سمجھے  
 زمانہ اب یہی ہے تم بھی سچے ہو گے ہاں صاحب  
 سبک ہو جانے کا نظروں میں کچھ یہ بھی تھا رہا ہے  
 نہ ہو جے سوز سے ایسے بھی ہر دم سرگراں صاحب

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب مستے ہی منہ پھرایا ، دو صاحب  
 اور کیا ہو سکے گا تم سے یہ میرے حق میں اگر کر دو صاحب

نہ یہ غزل میں نہیں ہے علم ابھی اپنے تئیں دیکھو گے  
 تہ تہ تہ یہ شرم میں نہیں ہیں۔

میں جو نکلوں تو تم یہ کہنے لگو میرا آیا ہے دھنشی ہو صاحب  
 سوز کو تم برا جو کہتے ہو  
 کیا تمہارا ہے یہ بھی ہو صاحب

## ت

گو کہ گل جاے استخاں یا پوست گور میں سے پکاروں گا یا دوست  
 پیار سے بوسہ نہیں تو گالی ہی ہرچہ از دوست می رسد نیکو ست  
 جانن ہر کسی کا جی نہ کڑھساؤ قول تو نے سنا نہیں ہمہ دوست  
 مرگ مشاطہ ہے ازل سے ساتھ یہ ملائی ہے جلد دوست دوست  
 سوز کو شاعروں سے کیا نسبت  
 دیکھو صاحب اس کی گفت و گو ست

دین کفر آنکھوں نے تیری کر دیا لے یا رست صاحب صبح مست و صاحب زنا رست  
 چشم و ابرو کو تھے یوں دیکھ کر کہتی ہے خلق تل رہے ہیں کھنچ کر آپس میں دو تلوار مست  
 جام گل نے کھو دیا ہر باغباں کا اکے ہوش نغمہ بھل سے گلشن کے در و دیوار مست  
 چاہتی ہیں خون دل یوں دہم آنکھیاں تری بادہ گل رنگ کو مانگیں ہر جوں ہر بار مست  
 چشم کے گوشے سے آنے کا اشارہ کر گیا بات وہ سچی نہیں جس کا کرے اقرار مست

لہ یہ غزل م' میں نہیں ہے۔

سہ م' سچ ہی



ہوش مجھ کو تادم محشر نہ آئے گا طیب ہو گیا ہوں میں بیاد نرگس بسیار مست  
 سچ تو کہہ کس میکہ میں آج یہ ہے پی ہر تہوڑ  
 دیکھ کر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

تیرے عاشق کو نہیں ہے کچھ خیال خوب و زشت  
 ہے اسے یکساں ہوئے دوزخ و باد بہشت  
 حاجی طوفان دل مستان کر دو تو کچھ ملے  
 ورنہ کہے میں دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت  
 اپنے اس معمورہ تن سے ہوں میں ہی بے خبر  
 گبر و مومن کو کہو کعبہ بساویں یا کفشت  
 ناٹھا گر یار ہے ہم سے خفا تو تجھ کو کیا  
 چین پیشانی ہے اس کی ہی ہماری سرفروشت  
 ناٹھا تیری نصیحت دل نہ مانے گا کبھی  
 کیا نفع سمجھائے سے ایسے کے جو ہو بد سرشت  
 سوز نے دامن جو نہیں پکڑا تو وہ نہیں چھین کر  
 کہنے لاگا ان دنوں کچھ زور چل نکلا ہے ہشت

۱۔ م تیرے حیراں کو۔ ع کے ماحیے پر، ع کو تیرے

۲۔ یہ شعر م میں نہیں ہے۔

۳۔ یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

زندہ کہو جھک جھک کے مئے نابِ سلامت  
 کہہ شیخ تو جھک مار کے مخرابِ سلامت  
 دنیا کو کیا ترک ہوے پادشہ وقت  
 کس کو ہے غرض جو کہے نوابِ سلامت  
 کب تاب ہیں سرکشی شمع کی آدے  
 وادی کا ہماری رہے مہتابِ سلامت  
 ناصح یہ تری چھڑے جب تک کہ جہان میں  
 قانونِ محبت کا ہے مضرابِ سلامت  
 دنیا میں اگر سوز شکستہ ہے عجب کیا  
 ملتا ہی نہیں گوہرِ نایابِ سلامت

نکل نہ گھر سے تو لے مہتاب کی صورت  
 جلے گی دیکھ تجھے آفتاب کی صورت  
 شراب پیتے ہوئے سن کے تجھ کو غیر کے پاس  
 ہوا ہے حل کے مرادل کیاب کی صورت  
 کرے غور نہ کوئی کہ بحرِ دنیا میں  
 ہوا ہے حل کے تن و دم حباب کی صورت  
 خدا ہی جانے کہ آرام کس کو کہتے ہیں  
 کبھی نہ دیکھی ان آنکھوں نے خواب کی صورت  
 جو کچھ گزرتی ہے لے سوز اس کے ہاتھوں سے  
 کہوں میں کیا دل خانہ خراب کی صورت

ہر شخص نہیں یارِ سزاوارِ محبت  
 کہتے تھے نہیں منہ سے کہ عاشق ہیں کہیں ہم  
 کم ظرف ہیں کرتے ہیں جو اظہارِ محبت  
 خاموش ہیں جوں غنیہ طلبگارِ محبت  
 سیراب تو کر آب سے شمشیر کے قاتل  
 مرتے ہیں پڑے تشنہ دیدارِ محبت  
 مت داغ لے بوجھ کھجور سیر کر اس کی  
 پھولا ہے مرتے دل میں گلزارِ محبت  
 مجھ سے تو بتاں رشتہ الفت کو نہ توڑو  
 ہر رگ ہے مرے جسم میں زناںِ محبت

لے یہ غزل میں نہیں ہے۔ لے آہ لے مہم اداں ہیں لے مہم کچھ نہ سے لے مہم پیارے۔ لے  
 ع دل ہی دل میں لے ع 'مجھ سے اسے صنم رشتہ الفت کو نہ توڑ آہ۔ ہر رگ مری جاں جسم میں زناںِ محبت



دل ہاتھ میں ہر چند پھر لے کے بہر سو پایا نہیں دنیا میں حسرتِ یادِ محبت  
 لے توڑ ترے عشق کا سودا تو ہوا گرم  
 ٹپک دیکھو تو گر مٹی بازارِ محبت

یہ لوگ جٹ لیتے ہیں کیوں نامِ محبت یہ وہ نہیں جن سے ہو سرانجامِ محبت  
 ہے مرگ کے مانند خمار اس کا کشندہ میں دل سے کہا تھا کہ نہ لے نامِ محبت  
 ہو تلخ اگر بوسہ دیا تم نے مزہ کیا شیریں ہے میاں اس سے تو دشنامِ محبت  
 اے دلے عجب ساعت بد ہوگی کہ جس وقت اس شوخ نے بھیجا مجھے معین نامِ محبت  
 رسوا میں عجب طرح سے کچھ آپ کو پایا ہو دے نہ الہی کوئی بد نامِ محبت  
 باتوں پہ نہ جا خوبوں کی لے سوز کہ ان کا عصر نہیں رکھتا ہے کچھ ایامِ محبت

ہوا اب کی سرسبز بستاں نہایت دلے اب کی بلبل ہر نالاں نہایت  
 میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس سے پر اب سخن ناشنو ہے پشیمان نہایت  
 کھلا کس کا بند قبا اس نے دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت  
 نہیں سوز پر دانہ گر اس کے دل میں تو کیوں سمجھ ہے شب کو گریاں نہایت

نہ جانے دے دیوانے کو اس میں لے سوز

کہ دل کش ہے سیرِ بیاباں نہایت

لہم، پایا نہ کوئی ہائے۔ لہم، یہ لہم، اب دیکھ تو تک لہم، استے تو مرے آگے  
 میاں نامِ محبت۔ یہ نہ نہیں جس سے ہو سرانجامِ محبت۔ لہم، ہے نوحہ سے افزود لہم  
 دل سے تو لہم، ہو تلخ دیا تم نے جو بوسہ تو ہوا کیا۔ شربت ہے میں اس سے تو دشنامِ محبت  
 لہم، یہ شرم، میں نہیں ہے۔ لہم، رسوا ہو عجب شان سے لہم، باتوں پہ نہ جا ان کی تو  
 لہم، اچھٹا ہی ہے سیرِ بستاں نہایت لہم، سبب کیا ہے۔ لہم، نہ مل ان  
 بتوں سے۔ لہم، گلستاں۔

ہوئے میں غنچوں کے دل بھرا تیرے ہات  
 خزاں کے پوچھے ہر روز کے آج یوں بلبل  
 دل بیدہ مرا ایک جہاں سے اے صیاد  
 جنھوں کے نور بصر تو نے کھو دیے اے غم  
 تمام عمر می اس چمن میں جوں زر گس  
 نہیں کچھ اور دکھ اس وقت بے قسم ناصح  
 لٹی چمن سے گلّوں کی بہار تیرے ہات  
 لٹا ہر باغ کا پتہ برگ بار تیرے ہات  
 تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات  
 وہ کیوں کے روئیں اب از دار تیرے ہات  
 مندی نہ چشم ملک اے انتظار تیرے ہات  
 میں بے جور واد ہوں بے اختیار تیرے ہات

خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجران

جلے ہے سوز کا دل شمع دار تیرے ہات

دل بے چلا ہوں تندر میں تیرے ہات  
 دل پر یقین تھا کہ یہ ہے صاحبِ وفا  
 اور آرزو نہیں ہر مری تجھ سے اے حشا  
 دوزخ کا خوف اس کو نہ جنت کی آرزو  
 دل ایک اس میں غیر کا کیا دخل غمیر سوز  
 سو جان ہو تو کیجیے دل سے فدائے دوست  
 اپنا نہیں ہے جبکہ ہوا آشناے دوست  
 یا خشتِ پایے خم ہوں دیا خاکِ پایے دوست  
 جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلاے دوست  
 مشرک ہو وہ جو یاد رکھے ہر سوائے دوست

تیرے پیچھے ہے روز و شب لہو و شبنم  
 کیا مہرباں ہوا دل نا مہربان دوست  
 لینا ہے جس کو لیوے کہ سودا ہے سود کا  
 اب شام تک کھلی ہے محباں دکان دوست

لہو ع کیا      لہو ع دو      لہو ع سن      لہو ع یہ

لہو م اب تو تندر میں      لہو م دل پر سے یقین تھا تو ہے صاحبِ وفا      لہو م کمال  
 لہو م مشرک ہے یاد رکھے جو کوئی سوائے دوست۔



کتاب ہے تجھ کو قتل کروں گا میں ایک روز      شکر خدا کہ ایک ہے دل اور زبان دوست  
 ٹھوکرے سے سبب از کر اس کو دم آخر      یہ سر نہیں جھکا ہے بحر آستان دوست  
 اے سوز کوئی خوف نہ خطرہ رہا مجھے  
 جس کو کہ اپنے امن میں لایا امان دوست

آج نسیم حسرت کے ذرا بڑے دوست      لے گئی یکبارگی ہوش و خرد سوسے دوست  
 تیر تو مت کھینچو قوت بازو ہے یہ      پیار سے بیٹھا ہر دست آن کے پہلے دوست

یار بن اپنی بلا سے گو کہ آئی ہے بسنت      یہ خوشی ہو ان کو جن کے جی کو بھائی ہر بسنت  
 گو نہیں طنزور ڈھولک ہی اٹھالا مطربا      غنچوں کے چٹکے پہ ہر بلبل نے گائی ہر بسنت  
 گل نہیں ہستے چمن میں تم پہ کچھ اے بلبلو      دیکھ رنگ زرد میرا کھلکھلائی ہر بسنت  
 کھینچ لائی ہو چمن میں کیونکہ اس مغرور کو      تو نے کیا سروسوں تھیلی پر جمائی ہر بسنت  
 پر تو اے رنگ عاشق کا بہ چشم اہل دید  
 سوز جن کو فصل گل نے کر دکھائی ہر بسنت

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں      شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت  
 یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی      دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت  
 میں انھوں میں تھا سب کا چہتا یا      وہ دلاتے مجھے بہت غیرت  
 کہ تجھے بات بھی نہیں آتی      کیوں کے برائے تجھ سے یہ صحبت

لہم، سوز کو جن فصل گل نے کر دکھائی ہے بسنت      لہم یہ غزل میں نہیں ہے

یا تو ہم سے کیا کرد باتیں  
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا  
یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت  
بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ  
انہیں باتوں کو بیت کی صورت  
کہ لگا کرنے بات کو موزوں  
مجھ کو بھی اتنی ہو گئی قدرت  
شاعروں میں ملی مجھے شرکت  
در نہ میں اور شاعری تو بہ  
یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

## ش

نہ کی صحبت نے اپنی یار میں تاثیر کیا باعث  
خبر کے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں سے  
طلّا اس مس کو کر سکتی نہیں کسیر کیا باعث  
شکست و رنجت ہر گھر کی جہاں میں ٹٹے ہو باز  
نہیں آتی صدائے نالہ زنجیر کیا باعث  
ہوا جاتا ہوں سیلے نسل ابرو کے اشارے سے  
بے خانہ دل کی نہ ہو تعمیر کیا باعث  
تیرے ہونے سے روگرواں میں جوں آئینہ حیراں ہوں  
یہ مجھ پر کھینچنا ہر دم دم شمشیر کیا باعث  
گنہ کچھ مجھ سے دیکھا کچھ مری تفسیر کیا باعث  
خط آنے میں جو کیجے ملنے میں تاخیر کیا باعث  
بہار آئی ہے اب تک سوز کے تم دل سے عنافل ہو  
نہیں کرتے ہو کچھ دیوانے کی تدبیر کیا باعث



## ج - چ - ح - خ

ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشوونما چرخ  
 یکہستی موبہوم ہے کل صورت اشیا  
 یوں جلوہ دکھاتے ہیں فنا کا یہ شب روز  
 سب موم کروغنیجہ وہاں کے ہوسے طالب  
 عاقل سے زمانے کے کیا خوب جو تحقیق  
 جب یہی سب بوجھ چکے وضع جہاں کو  
 غم یہی سب طرب یہی ستم یہی عطا یہی  
 بس سوز کے پہلو سے سرک جاؤ طبیعو  
 عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا یہی

سیر گلشن ہے اور سحاب ہے آج  
 یک طرف سیل ہے ہر یک طرف آب  
 کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند  
 یک طرف ابر یک طرف خورشید  
 زلف چھوڑے ہے اپنے مکھڑے پر  
 سوز کا دل نہٹ کباب ہے آج

لہ م یوں جلوہ دکھاتا ہے فنا کا کہ شب و روز - پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے معانی  
 لہ م بقا لہ م ہمیشہ لہ م یہ غزل م میں نہیں ہے -

رہتے تھے شاد ہم تو نہایت عدم کے بیچ  
 اے دل تو میرے سینے سے باہر قدم نہ رکھ  
 اس زندگی نے لاکے پھنسا یا جو غم کے بیچ  
 صیدِ حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ  
 پیار سے پہنچ دگر نہ چلی جان دم کے بیچ  
 جس خانے کی ہوا ہے مری چشمِ غم کے بیچ  
 آ یا نظر جو تیرا کو جامِ شراب میں  
 دیکھنا وہ کس نے کبھو جامِ غم کے بیچ

جان عاشق کی نہ چھوڑیں گے پیار کے بیچ  
 دل کو تو کینچ لیا مارِ شمشیر کا کل  
 دل بھٹتا نہیں تو اس بت عیار کے بیچ  
 جان کے پیچھے پڑے اب بھی دستار کے بیچ  
 باغباں دیکھ تو اس زرخیز عیار کے بیچ  
 باغباں اپنی نظریں میں یہ گلزار کے بیچ  
 عشق پیچے کی گیا سیر کو آخر وہ صنم  
 سچہ گردانی پہ تو شیخ کی مت جالے تیرے  
 دُور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زمار کے بیچ

آتا نہیں جو سیرِ حُسن کو وہ یار آج  
 حیرا ہوں اس قدر کہ جھپکتی نہیں پلک  
 نظروں میں لگتی ہے رگِ گل نوکِ خار آج  
 جوں آئے ہے بھگت کو ترا انتظار آج  
 جز غم نہیں ہے کوئی مرا صنم گسار آج  
 صبر و شکیب، دینِ دل اب مجھ سے شب گیار

اے م، دل گھر سے دربار کے تو باہر قدم نہ رکھ  
 عیار کے م، آنکھیں نکالے ہے  
 اے م، ظالم اے م، یار اے م، بت  
 اے م، بھو گردانی سے اس تیر کی مت جا  
 اے م، پھٹ گیا۔



ممكن نہیں کہ شام بھی بھرنے دو اتنا اب  
گلشن میں تانہ دیکھوں وہ صبح بہار آج  
ساقی نے اپنے کف سے دیا جام زہر سوز  
اس زندگی کے کیف کا ٹوٹا خم سار آج

اگر محبوب ہو کر کسی دل کا کرے لالچ  
نہیں آتا ہے اب میرے کنے میں خوب حیراں ہوں  
تجھے دیکھے جو بیٹھے یوسف مصری کے ہم پہلو  
نہ لپکانے کی جاگہ کون سی ہے تجھ سراپا میں  
کوئی ایسے سے پھرنے کا یارو کیا کرے لالچ  
دل دیں لے چکا ہاں سچ ہر اب کس کا کرے لالچ  
زلیخا کا دل اس کو چھوڑ کر تیرا کرے لالچ  
میرا ایک ل حیراں ہو کیا کس کا کرے لالچ  
کہا میں سوز کو حیراں ہے تیرا منس کے یوں بولا  
کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ

رنگ گل سے بھر گئے ہیں پیرا ہن کے بیچ  
مزدع دنیا سے کچھ حاصل نہ پایا جز گناہ  
جب تیرے لعل لب کے وصف میں معرود خلق  
فصل گل بھی چل بسی پر آشیاں و دیں رہا  
آگ لگ جائے الہی سینہ گلشن کے بیچ  
برق پڑتی کاشکے یارب سرخس من کے بیچ  
ہن بجائے لعل انگارے دل معدن کے بیچ  
تیر تو اس کا نہیں رہتا دل آہن کے بیچ  
کون ہ سکتا ہے لے بلبل تیرے مسکن کے بیچ  
کیا کرے گایار آ کر محفل شیون کے بیچ  
شکوہ بے جا ہے اگر ملتا نہیں وہ ہے بجا

۱۔ ساقی نے اپنے ہاتھ دیا جام بھر کے سوز

۲۔ کس کس کا

۳۔ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۴۔ لالچ ہے تیرا

خانہ جنگی کے بہانے کی نمود اپنی بھلا  
 جانتا ہوں تم بڑے استاد ہو اپنے فن کے بیچ  
 شیخ جی امر پرستی کا مجھے طعن نہ دو  
 تو نے کھائی ہے دعا شاید کہ بالا پن کے بیچ  
 تخت دل ہے یا کہ گل ہے اصل پاؤں یا کہ آگ  
 کچھ تو ہے لے سوز یہ ... ترے دامن کے بیچ  
 گو کہ صورت مرد کی ہو مردی کچھ اور ہے  
 سوز کہلاتے ہیں سارے مرد اپنے ظن کے بیچ

خواباں ہیں اور شمع میاں تو ہے نور صبح  
 رونق نہ ہوئے شمع کو ہرگز حضور صبح  
 بھرے دلا علامت پیری ہے آہ سرد  
 باد خنک ہے شب کو دسیل ظہور صبح  
 ساغر نہیں خمار شکن آفتاب کا  
 پہنچے ہے تالبل کوئی جام بلور صبح  
 جبکہ وہ شوخ سیر کر آیا ہے باغ کا  
 بلبل کو پھر ہوا نہ چین میں سرور صبح  
 گردون آفتاب سے محروم ہو مورا  
 کرتا ہے گرم نان سے دوراں نور صبح  
 واعظ جو ڈر دکھائے ہے تو حشر کا ہیں  
 اپنی نظریں حشر بھی ہے یک فتور صبح  
 اکتھا ہے سوز دیدہ دنیا سے فیض نور  
 شہرک کور ہو تو نہیں کچھ قصور صبح

وہ نہیں ہوتا ہے اس کا دل کھو گل کی طرح  
 پرے میں ہوتا ہوں نالاں روز بلبل کی طرح  
 یار بن جتنا بلایا مجھ تلمک آتی نہ وہ  
 مرگ بھی سیکھی ہے ظالم سے تعافل کی طرح  
 یاد کرتا ہوں بہارِ تار میں جب ساتی کو میں  
 چشم بھر آتی ہے میری ساغرِ مل کی طرح

لے م میں اس کے بجائے یہ مطلع ہے

رات کو رہتا ہوں نالاں غم سے بلبل کی طرح  
 چاک کرتا ہوں گر میاں ہر سحر گل کی طرح



صبح سے لے شام تک ہر خلق کا اس پر گزر شیخ کو پیرانہ سالی نے کیا پل کی طرح  
 سوز میرا حال تو کیا پوچھتا ہے ہر گھڑی  
 خانہ بردوش دسیہ طالع ہوں کاکل کی طرح

دیکھو ایک اس طرح اٹھیل کے آنے کی طرح پانوں سے ٹھکرا کے میرے دل کے لے جانے کی طرح  
 برق پڑیو جان پر بجلی کی میں تو جل گیا کس سے لکھائے یہ آنکھوں میں جھمک جانے کی طرح  
 دل سے اٹھے جوش سے آنکھوں میں کر رک گئے اشک نے سکھی ہنس سے آ کے پھر جانے کی طرح  
 دیکھ کر عاشق کو بیدل چٹ سے لگ جانا گئے اے تری رندی کے کیا آتی ہے بہلانے کی طرح  
 شمع دے ہو کے قرباں ہے کیسا چل بسا  
 سوز کو خوش آئے کیا جلنے میں پروانے کی طرح

دل پڑا رہتا ہے روز و شب حصار تن کے بیچ  
 جس طرح بھڑیاں لگے ہیں موسم سادون کے بیچ  
 ایک قطرہ اشک کا تو دل میں رہ سکتا نہیں  
 کیا سدا دے جسم اس تنگے باسن کے بیچ  
 دل کو یہ زلف میں رکھ کر کیا قربان  
 جس طرح پتھر بھرا دے باغیاں گوپن کے بیچ  
 حیدر کر آؤ کا دل گھر ہے جسم کو دخل کیا  
 کون رہ سکتا ہے شیروں کے بھلا مسکن کے بیچ

لے یہ شعر میں نہیں ہے 'م' آس پاس اس شمع دے پھر کے کیسا جل گیا۔ 'م' یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

شیشہ اے آپ توڑا یہ عجب انصاف ہے

دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت کے تادن کے بیچ

و عطا تو کرتا ہے ناصح تو ولیکن کیا کروں

بھول جاوے پند اگر جڑوں ابھی گردن کے بیچ

گو کہ صورت مرد کی ہیں مردی کچھ اور ہے

تو کہلاتے ہیں سارے مرد اپنے ذن کے بیچ

چاک کرتا ہوں گھریباں ہر سحر گل کی طرح

دیکھو کیسی یہ بل کھاتی ہے کاکل کی طرح

خلق کو دین ہیں اتارا آپ پر پل کی طرح

پر کوئی بھرتے ہیں مینا کی قلقل کی طرح

رات کو رہتا ہوں لال غم سے بلبل کی طرح

ہم سہری زلفوں سے کرتی ہو خدا کے واسطے

کیا خدا کے واسطے پرستند ہیں شیخ جی

شیخ صاحب چادرل کا درد رکھتے ہیں ام

گالیوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اسے ماہ تلخ

تجھ کو کیوں لگتی ہے نا انصاف میری آہ تلخ

اس لبشیری کی حسرت میں ہوا ہوں جاں لب

زندگانی کیوں ہوئی مجھ پر مرے الشد تلخ

زہر بھی یہ ٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے

تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بد خواہ تلخ



شکر ہے حق کا زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی

جو ملا سو کھنا لیا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ

سو ز دل دینے کی گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح

ہے محبت کا مزہ میٹھا ولے زباہ تلخ

دین دنیا سے گزر کر جو ہوا ہو یار شوخ اس کی قسمت میں ہوا مجھے تو ہو دیدار شوخ

جو کلام اس کا ہے ہے تاثیر میں کجیات ہیں گے امر سے بھرے وہ لعل شکر بار شوخ

جو مرادوں سے گزر جائے سو یوے نام عشق ایسے دل پر منکشف ہوتا ہے ہاں اسرار شوخ

تیں بھی حیراں ہوں کہ کس منہ سے کہاتے ہیں دست وہ جو کرتے ہیں سبھوں میں شکوہ گفتار شوخ

سو ز تو آزار کو اکسیر اپنے حق میں جان

ہے سیحادقت کا وہ جو ہوا نیمسار شوخ

## ۵

یار مجھ کو قرآن کی سوگند جی چلا تیری جان کی سوگند

دل پہ جو آن ہے قیامت ہو کیا کہوں تیری آن کی سوگند

پر میاں منے ہو نہیں سکتا مجھ کو اپنے بیان کی سوگند

جھوٹے وعدوں نے مجھ کو پیر کیا دل بس تو جو ان کی سوگند

تیسرے دل میں گمان ہے کچھ اور

سو ز اس بد گمان کی سوگند

لہم، ایماں، اللہ م، سب، اللہ یہ شعراء میں نہیں ہے۔ اللہ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

کیا کہوں تم سے اے خرد مند (کنا) دیکھتے ہو ان بتوں کے تم چہند  
 یہ دلوں کو پھنساتے ہیں پہلے کھول کر زلفِ عنبریں کی کند  
 دیکھتے ہیں سبھوں کی بھر کے نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند  
 رام کرتے ہیں باز کو جیسے طعمہ بوسہ دے کے روز چہند  
 بھوک پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹ پر منہ بند  
 بھاپ دیتے ہیں دونوں تھنوں کی پھر نہرک جاتے ہیں یہ مشکل پرند  
 الغرض چھوڑتے نہیں بانا  
 جس طرح سوز کو کیا پابند

میں چاہتا نہیں دنیا میں غرور جاہ بلند  
 مگر تو نہر کو لے شعلہ خوستا تا ہے  
 عجب نہیں کہ چھٹے ہر ملک سے فوارہ  
 الہی خیر ہو مجنوں کی جان کی یہ کیوں  
 چشم قد سے کسی کے ہے آشنا قمری  
 اسی سے داعیِ حق کو پست نطرت جان  
 نہ کر غرور تو ز نہار اس پر اے ناداں  
 کرے ہے گردشِ دوراں طرح ہنڈولے کی  
 ہجومِ فوج خطا اس کا نہ کیوں بڑھائے حسن  
 لیا ہے دل کو جو سیر تو اس کو مت کرتنگ  
 کہ ہوئے ملک کی دوست نام شاہ بلند  
 ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوز  
 خدا وہ دن کرے جو ہو مری بھی آہ بلند



ہوا ہے اب تو مجھ پر ہسرتاں درد  
 نہ آہ و نالہ کر گر درد ہو مے  
 دگر نہ یہاں کہاں تھا اور کہاں درد  
 کہ مردوں کا ہے سنگ امتحاں درد  
 بنائے درد سندی تب ہو محکم  
 شتابی مسنزل مقصود پہنچے  
 جو ہوشی کا تیری بادباں درد  
 ہوا جس گھر میں آکر یہاں درد  
 سحر تک ہے چراغ درد روشن  
 غنیمت جان لے لے سوز تو درد  
 دگر نہ کل کہاں سوز اور کہاں درد

ہوا ہے داغ مراد دل انار کے مانند  
 ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختہ گلزار  
 بھڑپیں ہیں آنکھ سے آنسو شرار کے مانند  
 رواں ہے چشم سے خوں آبشار کے مانند  
 نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا  
 تجھے خبر ہی نہیں ترک چشم نے کس کے  
 لیا ہے ٹوٹ مراد دل دیار کے مانند  
 جھٹک نہ دیجو پیاسے غبار کے مانند  
 ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دامن سے  
 ہو ہے رشک چمن چہرہ یار کا لے سوز  
 خط اس کے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت بے رنج ملنی ہے زمانے سے بعید  
 اشک میری چشم کا کیوں کر اثر پیدا کرے  
 نوش دے بے نیش یہ زہور خانے سے بعید  
 سبز ہونا خاک میں ہے اپنے دانے سے بعید  
 مائلوں کی بات سننی ہے دوانے سے بعید  
 جو سخت کرے ہی تجھ کو نہیں یہ جانتے  
 لہ یہ غول م میں نہیں ہے مہم، خبر نہیں ہے بھے ترک چشم نے کس کے سہ ع اکٹھی ہے۔  
 لہ ع اس کو سہ ع گال لہ ع ہو خوشی ہے رنج سو ہے زمانے سے بعید

میں تو جاؤں سے تیرے کہیں گے نیک و بد  
مجھ دل صد چاک ہی سے دا نہیں جوتی ہوز  
یوفائی اس سے کرنی ہے فلانے سے بعید  
تھونک لوں ناصح کو میں .....  
ورنہ کھلنا گانٹھ اکی کب ہے شانے سے بعید  
بحث دیوانے سے کرنی ہر سیانے سے بعید

یا علی پہنچا ہے تیرے در ملک یہ سوز آج  
پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

بڑا دنیا میں وہ ہو گا خرد مند  
قباٹے دوستی مت چاک کر جان  
زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند  
گلے پڑ کر کبھی تو آشنا ہو  
پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند  
بھی رسمیں ہیں الٹی ان بتوں کی  
مرے قسے کا تو کرے علی بند  
تو چھاتی ڈھانپ کر پھرتا تو ہے پر  
نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند  
نظر پڑتا ہے کچھ گولی کے مانند  
کوئی دن کو چلا جاوے گا آپہی  
مسافر سوز کو رہنے دو یکچند

یہ غم ہے کون سے ظالم کی اولاد  
یہ غارت گر مگر ابن الصنم ہے  
کہ عاشق کا یہ گھر کرتا ہے برباد  
ہزاروں طرح کی شکلیں بنائیں  
دیا تر کوں کے لشکر کا ہے جلا و  
کبھی تو اثر دے آتش انشاں  
سحر سے شام تک کرتا ہے ایجاد  
کبھی تو دیو ہے رستم فلن یہ  
کبھی عفریت ہے یا گر ز نو لاد  
غرض انسان کے تو مارنے کو  
کبھی محبوب ہے رشک پر یزاد  
نہیں اس سا کوئی دنیا میں استاد



ہوا ہے سوز اب تیرے مقابل  
تو کہ مولا علیؑ کو اپنے اب یاد

گل بوے تو در کنار دارد      ز اں عاشق خود ہزار دارد  
گفتی کہ شبے بر تو آیم      قول تو چہ اعتبار دارد  
دل نیست بزلت تو دے جان      آں کا کل مشک بار دارد  
دل خاک شد و هنوز دلبر      از من در دل غبار دارد

مجبوری سوز صبر کن صبر

ہاں بندہ چہ اختیار دارد

گفتم کہ غمت مرا نباشد      گفتا اگر ت حیا نباشد  
گفتم کہ کجاست مسکن تو      گفتا کہ کجا کجا نباشد  
گفتم جانم بہاے نازت      گفتا این ہم بہا نباشد  
گفتم بہ عدم روانہ ام کن      گفتا کہ ترا روا نباشد  
گفتم کہ لبست دواست گفتا      این درد ترا دوا نباشد

چوں گفتم سوز عاشق تست  
گفتا کہ چہ خوش چرا نباشد

ذ

لکھوں جو وصف تھامے میں گلرخاں کاغذ      عجب نہیں ہے کہ ہور شک بوستان کاغذ

لہ یہ شعر ایس نہیں ہے۔

جواب خط میں پہلے لکھے نہ پرزہ یار  
 طلبت اب کرے نامہ بر تو بولے شوخ  
 لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہیں بری سرخ  
 نہ جاسکے ترے کوپے میں نامہ بر الا  
 لکھا نہ ایک بھی پرزہ کبھو ہیں کیوں یار  
 جو ہوز میں سے بھراتا بہ آسماں کاغذ  
 کجا دوات کہ ہر ہے قلم کہاں کاغذ  
 فراق دوست میں یہ چشمِ خوں نشان کاغذ  
 اڑا کے باوہی لے جائے یاں سے اں کاغذ  
 بکے ہے شہر میں شاید بہ زرخ جہاں کاغذ  
 پڑھوں ہوں سوز جو میں داغِ دل کی اپنی شرح  
 کرے ہے خون جگر برگِ لالہ ساں کاغذ



ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر  
 آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او  
 ہے کہاں دیکھو مرا تیر دکھاں  
 سنتے ہی میرے گئے داں پاؤں پھول  
 خوبی قسمت تو دیکھو اس گھڑی  
 ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہو غضب  
 ہو گیا میرا قضا را داں گزار  
 کوئی یاں حاضر نہیں ہے نابکار  
 جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار  
 لگ گیا دیوار سے ٹک آہ مار  
 کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار  
 تھا نہ پتھر ہی کہ کرتا سنگار  
 اے بے منت اجل آئی تھی سوز  
 بچ گیا کیا ہوے پہر انجہام کار

بس میاں عشق پر جوں تیرے پیر  
 بیٹھے بھلائے مجھ غریب کو آ  
 کہیں مسجد میں ناک رگڑا لی  
 تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر  
 لے چلا دشت دشت کرنے سیر  
 کہیں کر جوڑ کر پھربا یا دیر



جوں کہا کیا کیا تو نہر مایا      ایک ہے ایک ان میں کوئی نہ غیر  
سات اور پانچ سوچ لے دل میں      پونج مولا علی کو ہو کے نصیر  
آپ سا ہی کیا نہ توڑ کو خوب  
ایک سے دو ہوے الہی خیر

ہاتھ میں نہ بچا ہے یا کہ شرار      وقتا رہنا عذاب النار  
ہاں دل بہت شرار سنکھ ہو      تجھ پہ آیا ہے کھینچ کر تلوار  
واری جاتا تھا اس کے نام پہ روز      اب گلے سے لگا نہ اس کا وار  
بڑھ کے کہ ایسی ہی لگا پایا ہے      نہ رہے جو لگا کسر کا تار  
آستیں تو لگا اٹھنے دیکھ      دل امید وار ہو تیار  
باغ کی سیر مانگتا تھا روز      یہیں اب دیکھ پھولے ہے گلزار  
توڑ دریاے غم میں غوطہ مار  
آنکھ لی سوچ اور پرلے بار

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر      دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر  
چاک کر مت جگر کو ہاتھ اٹھا      اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر  
آہ تو اس کے در تلک نہ گئی      کیا اکھاڑے گا نالہ شبگیر  
نوک تو دیکھتا ہے جسدھر کی      دیکھے کس کی آئی ہے تقدیر  
کوئی باقی رہا نہ صاحب دل      دل تو ہے اس کے ناز کی جاگیر

لہ م، سات اور پانچ دل میں ثابت کر      جان مول علی کا ہو تو نصیر  
لہ م، آپ سا ہی مجھے کیا اچھا      لہ م، بڑھ کے ایسی ہی اک  
لہ م، باغ کی روز مانگتے تھے سیر

توز کو کچھ نظر پڑا شاید دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں چیر  
ایک تو اور بھی غزل ایسی  
پڑھ نہ اے سوز اے قدیمی تیر

یار و جلدی سے کچھ کر دتہ میر دل میں لاگا کسی کا کاری تیر  
مجھ پہ کیوں کھینچتا ہے تو جمدہ میر کیا مرا جرم کیا مری تقصیر  
واہ داداہ دا الہی خمیر زور لائے ہو اب کمان و تیر  
لو لگاؤ نہ دیر اب کیا ہے میں تو راضی ہوں جس میں ہو تقدیر  
قتل کرنے میں بھی بخیلی حیف یعنی جل جل مروں میں بل بے شریہ  
قصہ چک جائے جلد مار بھی ڈال  
تنگ تیرا ہے ہاں یہ سوز فقیر

جگر سے دل میں دل سے آنکھوں میں آنکھوں سے مرگیاں پر  
یہ طفل لڑھ پڑھ کر پڑا آخر کو داناں پر (کٹا)  
نہ بھول اے دل تو اس نیرنگی میناے دوراں پر  
پیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاق نسیاں پر  
کدھر پھرتی ہے اے بلبل سہال اب آشیاں اپنا  
خزاں نے اب کمر باندھی ہے (تاراج) گلستاں پر

لے ع دل میں تو کسی کا اگر تیر لے ع اور لے آئے اب کمان و تیر

لے م پھر لے یہ مطلع ع میں نہیں ہے۔

لے یہ شرم میں نہیں ہے۔



برنگ سبزہ خوابیدہ ہیں مرزاگان گلرویاں

یہ دامن لوٹا گزرا ہے کس کا اس خیاباں پر  
رسن سے زلف کی میاں کھینچ لے دل در نہ ڈوبے گا

گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ زرخداں پر  
قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے نکل جاوے

خدا دنا گزرتا قل کا ہو گور عنریباں پر  
ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں

کہ پروانے جھکے ہیں جس طرح شمع شبستاں پر  
گیا تھا ایک دن مجلس میں اس کی تونز چھپ چھپ کر  
اسے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

اشک خونیں تو ہوا دیدہ تر سے باہر  
مستند یار ہیں پر خاش کے در پر باہم  
کر دیا پل میں رقیبوں سے دل اس کا برہم  
تاب کیا رمز کرے کوئی مرے بانکے سے  
حال آوارگی شوخ کہوں میں کس سے  
نالہ پر ضعف سے نکلا نہ جگر سے باہر  
ابھی چنیت ہوں نکل آؤں جو گھر سے باہر  
ہم نے یہ کام کیا حسد ہنر سے باہر  
مائے وہ تیغ کہ ہو جاوے کر سے باہر  
شام گھر آوے ہے نکلے جو گھر سے باہر

لہ ع ۱ بسان لہ ع ۱ تونز کے دل سے نکل جاوے لہ ع ۱ یہ شروع میں  
نہیں ہے لہ ع ۱ میں یہ مقطع بطور شعر اس طرح ہے۔

گیا تھا ایک دن مجلس میں اسکی چھپ کے میں شب کو  
لہ ع ۱ مستند یار تو پر خاش کے ہیں کوچے میں  
ابھی چنیت ہوں جو آجائے وہ گھر سے باہر  
لہ ع ۱ رقیبوں کا دل اس سے

جو گیا پیٹ میں ان کے ہوا بھسنت دیں شیخ صاحب کا بھی دوزخ ہے سقر سے باہر  
 ان دنوں سوز سے دبکا ہے کچھ اس طرح رقیب  
 گھر سے نکلے ہے بہت خوف و خطر سے باہر

بنے خوب روئے وفائی کی حنا طر بنا سوز صبر آزمائی کی حنا طر  
 چھٹا کنج عزت ملا رنج و محنت میاں جان سب آشنائی کی حنا طر  
 یہ اتنی نصیحت جو کرتے ہیں ناصح سمجھتا ہے کچھ خود نمائی کی حنا طر  
 نہ مل ان رقیبوں سے بدنام ہوگا میں کہتا ہوں تیری بھلائی کی حنا طر  
 الہی خزانے میں تیرے کمی تھی  
 جو بھیجا جہاں میں گدائی کی حنا طر

اٹے دل تو صبح یار کے کوچے میں جاشتاب میری طرف سے پہلے تو جھک کر سلام کر  
 کائے پادشاہ حسن ترا عزم کیا ہوا چل اٹھ کھڑا ہو سوز کا قصہ تمام کر  
 جاں کنہ فی سے چھوٹ تو جاوے عزیز آج ان نیک دل بتوں میں بھلا یہ تو نام کر  
 منظور اس کا قتل نہیں کر تجھے تو سن  
 لے موت سے چھڑا کے تو اپنا غلام کر

آج کہتے ہیں کہ آدے گا وہ جاناں باہر مت لگا دیر شتابی نکل لے جاں باہر  
 کھول غرنے کو تنک سیر شہیدان تو کر واہ واہ زور ہی پھولا ہے گلستاں باہر



اے تو نام ہمارے نہ ہو جو تدبیر  
گھر میں کافر ہیں اگر ہیں بھی مسلمان باہر  
یارو لا حول پڑھو شیخ کہاں سے آیا  
یا الہی کہیں جائے بھی شیطان باہر  
لوگ کہتے ہیں جسے برق اسے .....  
نکل آیا ہو کہیں گوشہ داماں باہر  
سوز کو گھر میں جو پوچھا تو سمجھوں نے ....  
ابھی نکلا ہے ادھر دیکھو نالاں باہر

عرق نہیں ہے سموم ہوا سے چہرے پر  
نگاہ آب ہوئی ہے حیا سے چہرے پر  
بہت کیا کہ نظر بھر کے دیکھ لوں اس کو  
نہ ٹھہرا اے نظارہ صفا سے چہرے پر  
کیا ہے دل کو پریشان تیری زلفوں نے  
پٹ رہی ہے میاں کس ادا سے چہرے پر  
اگر نہیں انھیں منظور تیرے منہ لگنا  
تو پھیلتی ہیں یہ کس بدعات سے چہرے پر

روتا ہے تیرے غم میں دل زار زار  
نکلے ہے دل سے آہ شرر بار بار  
محفل تملک تو تیری رسائی کہاں مجھے  
جاتا ہوں دیکھ صورت دیوار وار وار  
شانے سے تھی اُمید ٹھڑا دے گی زلف سے  
ابھی دو چند جان گرفتار تار تار  
اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون کون وہ  
کہتا تھا جب تملک تھا میں ہشیار یار یار  
دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ بس نہ چل سکا  
آخر مجھے گنگے کے مرے ہار ہار ہار

۱۔ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۲۔ محفل تملک صنم کی رسائی کہاں دے

۳۔ غم سے تیرے

۴۔ جاتے ہیں۔

جب سے کیا ہے یہ دل ابتر گمان و دہم ڈھونڈھیں ہیں تب سے مثل خبردار داردار  
کیوں سوز ہم نہ کہتے تھے مگر آنہ سر کو تو  
آخر کیا نہ آپ کو بیمار مار مار

دل سے صحبت نہیں ہے اب تو برآر  
ہاں جو دل ہو تو کوئی اس سے لے  
پاس آوے جو اس کے ہوئے راہ  
جس کے گھر جا کے بیٹھتا تھا یہ  
اب تو یہ ڈھنگ اس نے کاڑھے ہیں  
جانے کس کا اب ہوا عاشق  
ران کھولوں میں اپنی آپ بجاؤں  
کہ کسی سے رہا نہیں مانوس  
دیکھو آتے ہیں آپ روپ چلے (کلا)  
آنکھ ادبھی اٹھا کے ٹمک دیکھو  
ارے گونگا تو کیوں بنا ایسا  
ٹمک زباں سے تو اپنی بات کرو  
صاحبو دیکھتے ہو اس کی آنکھ  
ہے دل تو نے مجھ کو ذبح کیا

دقتا رہنا عذاب النار  
یہ جہنم تو ہے سقر کا شہر ار  
ہے کیسا تھا یہ گل و گلزار  
اس کو کر ڈالتا تھا باغ و بہار  
کہ نہیں جس کا کچھ حساب شمار  
یا کہیں جا کے کھیلتا ہے قمار  
یہ تو ایسا ہوا ہے کلسہ گزار  
باد کے گھوڑے پر ہوا ہر سوار  
آئے کس گھر گئے تھے برخوردار  
اے ترے ..... پر خدا اے مار  
کیا ہوا تجھ کو سایہ گفتار  
دیکھیں کیا سیکھ آئے ہو گفتار  
کہیں حلی بھی ہے ترا عیار (۹)  
حیف ضائع کیا یہ مسیرا پیار

۱۷۷ یہ شعر میں نہیں ہے

۱۷۸ م، اتنا تو غم نہ کر

۱۷۹ اس غزل کے شروع کے ۳۱ شعر میں نہیں ہیں۔



ہاے بکیں کیا مجھے تو نے  
 اس کا دربار جس کی شان میں ہے  
 یعنی حضرت امیر عالی حیاہ  
 وہ محمد رسولؐ کا بھائی  
 عمرو عنتر کو جس نے قتل کیا  
 وہ علیؑ منظر العجاوب ہے  
 وہ علیؑ جس نے آتش نمرود  
 وہ علیؑ جس نے جبریل کو ہاں  
 کھول سر کو کہوں گا واغوشا  
 دل کو میرے کردہایت تم  
 تم نے مارا نصیر کو والشد  
 کاٹ کر ہاتھ تم نے اسعد کے  
 گرہوں کے تہیں ہو راہ نما  
 گر شقی ہے اسے سعید کرد  
 محو ہو جائیں دل کی سب بدیاں  
 سوز میں مرثیہ نہیں پڑھتے  
 بس یہ اتنا ترا وسیلہ ہے

تری فریاد جا کردوں دربار  
 لیس فی الدار غمیرہ دیار  
 حامی دین قاتل الکفار  
 نام جس کا ہے حیدر کراڑ  
 ایک سے دو کیے تھے دوسے چار  
 جس نے موسیٰ کے تیئیں دکھائی نار  
 کی تھی حضرت خلیل پر گلزار  
 پہلے سکھایا بندگی کا شعار  
 اپنے دل سے ہوا ہوں میں بیزار  
 اے مرے دالی لے مرے تار  
 تم نے پھر کر جلایا ستر بار  
 پھر لگائے تو یہ ز اول بار  
 تم خدا کے ہو واقف اسرار  
 تم ہو نیکی بدی کے سب مختار  
 اور ثابت ہوں نیکی کردار  
 وہ جو ہیں گئے تمہارے ماتہ دار  
 بخشو اس کو لے مرے غفار

مطلع

ایسے جینے سے بھائی میں بیزار  
 یہ کبھی کوئی ڈھنگ یہ بھی کوئی اطوار

جھوٹا تذویر مکر و فن و فریب  
میر صاحب ہیں ان گنوں پر اب  
چھوڑو تسبیح اور مصلّا بس  
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں  
لیکن استغفر اللہ تو اور مرد  
جب سے پیدا ہوا ہوں تب سے گناہ  
خرقہ پہنا تو کیا اکھاڑا جی  
شرم آئی نہ اے خرن تجھ کو  
سات تابوں سے منہ کو کالا کر  
پھو کر دوں کو مٹھائی دیتا جا  
جو کہ پہنے لباس مردوں کا  
اس کی یہ ہے سزا کہ خلق خدا  
شاید اس وقت لیں بچا تجھ کو  
توڑ یہ بات مان تو بہ کمر  
ورنہ تجھ کو بڑے گی پوری مار

۱۷ م، قطار قطار ۱۷ یہ شرم میں نہیں ہے

۱۸ م، آپاڑا ۱۸ یہ شرم میں نہیں ہے

۱۹ م، اور اپنی زبان سے یہ پکار ۱۹ ع، اور چیزوں کے یکے وہ اطوار

۲۰ م، جو گلے میں ہو

۲۱ م، یہ شرم میں نہیں ہیں۔



نہیں پر پانوکب رکھتا ہے عیار  
 چلا تو ہی تو میرے پاس سے دل  
 وہ غنچواری کرے گا واہ اسے عقل  
 کہاں تھے رات کے تم شیخ صاحب  
 کرد تسبیح کو اب ہاتھ سے دور  
 تو گر تم کو دولت چاہیے ہے  
 کہ آنکھوں پر ہر رکھنے سے عار  
 بھلا بھائی ترا مولا نگہ دار  
 کہ جس کا نام ہے عالم میں خونخوار  
 کسی نے سے لیا خروستہ و دستار  
 تمہارے دوش کے لائق ہر زمانہ  
 تو میری دو آنکھیں ہیں گہر بارگزار  
 نہ دیکھو سوز کی صورت عزیز  
 نہیں ہے خلق میں ایسا گنہ گار

جن کو نہیں ہے کچھ سرو سامان (روزگار)  
 کس کی سہم آہ نے ابتر کیے چہمن  
 روشن ہوا ہے کس کا چراغ امید آج  
 رکھتے نہیں ہیں پانوز میں پر غور سے  
 لے سوز اب زبان کو اپنی خموش کر  
 اتنا بخار دل میں ہمارے ہے بھر رہا  
 ایسا گنہ دبوچیں کہ وہ... نکل پڑیں  
 بے شک وہی ہیں سرور سلطان روزگار  
 آمادہ خزاں ہے گاستان روزگار  
 ہے بے فروغ شمع شبستان روزگار  
 برجاہر ان کو کیسے سلیمان روزگار  
 سننے کہیں نہ ہوویں حریفان روزگار  
 گرد سترس ہوتا بہ گریبان روزگار  
 جوں مہر و ماہ دیدہ حیران روزگار

۱۷۹ میں یہ غزل درق ۲۹ ب کے حاشیے پر ہے۔ م میں یہ غزل نہیں ہے۔

۱۸۰ میں یہ غزل حاشیے پر ہے اور م میں نہیں ہے

کیا ہاتھ دھو کے جان کے تیچھے —  
 سائی اگر مرد کیے یک ساغرا جسل  
 سینے سنا کہ سوز اٹھا کل جہان سے  
 یاں تک کہ میں نے رد دیا بے اختیار ہو  
 کیا ہو گیا جو ایک دم آگے —

پھرتے ہیں باغ باغ ترے واسطے ہزار  
 اس زندگی کے کیف کا ٹوٹے تبھی خار  
 دل پر بڑا الم ہوا حد سیتی بے شمار  
 لیکن نہ یاد آتی ہے —

رنگیں گل نشاط سے تھی شاخسار عمر  
 ہم جانتے تھے تا بہ قیامت جہیں گے ہم  
 لڑکے کو یہ جوان کرے ہر جواں کو پیر  
 کیدھر گیا کدا کے سمند عسردہ کو  
 کیا زندگی کے کیف شتابی اتر گئے  
 اے سوز تا بہ حشر رہے گا خسار عمر

اے آہ جگر سے اب سفر کر  
 پوچھے ہر تو یاد غیر کا حال  
 ہر چار بہار اس میں موجود  
 پیاسا ہوں پلا دے آبِ خنجر  
 بی رحم کے دل کو ملکِ خنجر کر  
 آسے بھی حال پر نظر کر  
 میری آنکھوں میں آ کے گھر کر  
 اتنے سے زیار در گزر کر  
 شکوہ اے سوز مختصر کر  
 خوبانِ جہاں تو بے وفا ہیں

لے یہ غزل م' میں نہیں ہے  
 لے م' آجان تو میرے دل میں گھر کر  
 لے ع' ہاں  
 لے ع' یہ شعر ع' میں نہیں ہے۔  
 لے ع' اب  
 لے ع' ہیں بے وفا سب



جس طرح جانے کھڑے کو پیالے نقاب کی  
 عالم کا اس سے زیادہ نہ خانہ خراب کر  
 دل تیرے اضطراب سے ہر جان ناک میں  
 لے فتنہ ایک آن تو سینے میں خواب کر  
 طالب ہوں تیری دید کا کھڑا تو ٹک دکھا  
 مجھ پاک باز سے تو نہ اتنا حجاب کر  
 مشہی شراب بزم رقیبان میں اے صنم  
 آتش سے رشک کی نہ مراد دل کباب کر  
 مدفون اپنے کوچے میں کرنے کے نفس تہوڑ  
 قاتل خدا کے واسطے اتنا صواب کر

ٹک میری طرٹ تو دیکھ اے یار  
 کیوں شوخ کہاں ہے وہ ترا پیار  
 بلبس تجھ کو چمن مبارک  
 داغوں سے یہ دل ہے رشک گلزار  
 اب شیشہ دل تو لے چلا ہے  
 نازک شہ ہے بہت یہ ٹک خبر دار  
 ہر بار نہ تیغ کھینچ ظالم  
 ایسا تو نہیں ہوں میں گنہ گار  
 روشن ہے سبھوں میں کفر میرا  
 جوں شمع ہر ایک رگت ہے زنا  
 دل نالے (سے) ہو ذرا تو خاموش  
 بیزار میں تیری خو سے بیزار  
 بس تو خدا کے واسطے بس  
 آتش بتاں سے ترک لے یار  
 کچھ کم تو نہیں ہوا ہے رسوا  
 آمان زیادہ اب نہ ہو خوار

۱۰۴ م جوں جانے اپنے کھڑے کو ظالم نقاب کر ۱۰۴ م آگے ۱۰۴ ع ، اضطراب  
 ۱۰۴ م ، ٹک تو ہند دکھا ۱۰۴ ع یہ شعر ۱۰۴ میں نہیں ہے ۱۰۴ م ، نفس کو ۱۰۴ ع ، جان  
 ۱۰۴ ع ، پر ٹھیس لگے نہ ہاں خبردار ۱۰۴ ع ، ہر اک کو  
 ۱۰۴ ع ، ہر اک رکھے ہے ۱۰۴ ع ، بس دل نالہ ذکر تو چپ رہ  
 ۱۰۴ ع یہ شعر ۱۰۴ میں نہیں ہے

یوں دیکھ لے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر  
 چھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر  
 عشاق تیری تیغ تلے اے ستم پناہ  
 سر اس طرح رکھیں کہ فنا کو نہ ہو خبر  
 رخصت جو مجھ کو دیئے تو میں اس کے پانو کا  
 بوسہ یوں اس طرح کہ فنا کو نہ ہو خبر  
 ناصح تو چاک جیب کو مانع ہو اور میں  
 دل چاک یوں کروں کہ قبا کو نہ ہو خبر  
 گلزار وصل دوست سے اپنے گل مراد  
 لے تو زیوں چنوں کہ صبا کو نہ ہو خبر

تیغ کو کھینچے ہے وہ فارت گردیں میرے پر  
 لطف کرتا ہے دم باز پس میں میرے پر  
 شوق دیدار تو اتنا ہے کہ کچھ مت پوچھو  
 کس طرح پہنچوں مری جان نہیں میرے پر  
 جب کی ہر مرے دل پر تھے داغوں نے بہار  
 رشک لکھتا ہے یہ فردوس بریں میرے پر  
 کس قدر صاحب عصمت ہو وہ کا فر یارو  
 پا کبازی کا نہیں جس کو یقیں میرے پر  
 دل تو زلفوں کو دیا کا ہے کوشانے کی طرح  
 ہستے ہو آٹھ پہر ہیں بہ جہیں میرے پر  
 غمزہ و ناز و ادا جنبش ابرو و نگاہ  
 جان لینے کو یکے تم نے لیں میرے پر  
 تو زحافظ ہے خدا اب کہ بہ قول سودا  
 باندھی جھنجھلا کے کمر شوخ نے کیں میرے پر

صباح حریف لے آئی ہے تو مے دل پر  
 لگے ہر تیرسی یہ گل کی بو مے دل پر  
 توں کی دید میں کرتا ہوں شیخ جس دن سے  
 حلال تیرے ہر خون سبب مے دل پر

۱۵ ع ۱ دیکھا ہے  
 ۱۵ م ۱ اس طرح سے دیں  
 ۱۵ ع ۱ چھپیل  
 ۱۵ م ۱ حلال تب سے ہوا ہے ہر  
 ۱۵ ع ۱ ہم بھی تو اس کی تیغ تلے اے جفا کھر  
 ۱۵ م ۱ رخصت جو لے تو مجھ کو تو میں تیرے پانو کا  
 ۱۵ م ۱ کس کی



کسی بھی چیز کو ڈھونڈھانہ میں نے دنیا میں مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر  
 یہ چاک جیب نہیں جس کو یار سی دیوں نہ کر سکے گا تو نا صبح دفن مرے دل پر  
 خدا کے اسطے تو زلے نہ اس کا نام  
 غضب کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

مانگتے ہیں ہم اپنے یار کی خیر کچھ تو دے آئینہ بہار کی خیر  
 ابر کہتا ہے بار بار مجھے بھیجیو چشم اشکبار کی خیر  
 کوئی دشنام ہے تڑاتے کا دیجیو لعل آبدار کی خیر  
 کوئی ٹھوکر ہی سر کو لے شہید جڑیو اس اپنے شہ سوار کی خیر  
 آج تو سوز کے گلے لگ جا  
 اد میاں جان اپنے پیار کی خیر

پھولتا ہے اب کوئی دم کو گلستان بہار  
 آنکھیں کھولیں گے برنگ گل شہیدان بہار  
 عرس بلبل ہے ہزاروں جمع ہوں گے عندلیب  
 تو نہ جاوے گا تو گل ہوگا چراغان بہار  
 لو خزاں بھی آگئی غفلت سے ہم بھولے رہے  
 لے چلے دنیا سے آخر دل میں ارمان بہار

لے م، لال جی

لے م، لال جی

لے م، لال جی

لے م، لال جی

اس قدر شوخی نہیں جو کوئی نظارہ کرے  
 شہ گُل کپ پکڑا سکتا ہے دامن بہار  
 عند یسوی مسکن گلشن غنیمت جان لو  
 خندہ گُل کوئی ساعت کا ہے ہمان بہار  
 عند یسویں دام میں پھنسیاں لیے اوراق گل  
 آج بازی گاہ طفلان ہے دبستان بہار  
 یکطرف نالاں تھی بلبل یک طرف خنداں تھے گل  
 سوز مجھ کو آج تک بھولی نہیں آن بہار

اے شوخ بے پروا مرے اتنا مجھے رسوا نہ کر  
 صبر و قرار اب لے نہ جاؤ مجھے تنہا نہ کر  
 زلفوں کا منہ پر ڈھاپنا ہونٹوں کا ہر دم چاہتا  
 ہر کوئی رکھتا ہے جگر اتنی بلا یک جا نہ کر  
 بندہ ہوں میں تیرا صنم تو قہر کر یا کر ستم  
 یہ کس کی طاقت جو کہے پیارے وفا کر یا نہ کر  
 تقصیر تو مجھ سے ہوئی تیرا گم میں نے کیا  
 ہاں اس کے بدلے قتل کر پر خلق میں رسوا نہ کر  
 اے بادشاہ خسرواں لے قبلہ گاہ انس و جاں  
 لے سوز کو تو ذبح کر پیر وعدہ فردا نہ کر

لے ع کیا لے یہ شرم میں نہیں لے ع آہ

لے ع پر جی کو تو کھٹا نہ کر



بے وفا ایسی بھی تو عاشق سے عیاری نہ کر  
 کوئی بھی بیمار کو اتنا کڑھا ہے بھلا  
 دشمنوں کے دوستوں کی ضد سے آیاری نہ کر  
 ایک مرتا ہوں اس پر تو دل آزاری نہ کر  
 میں تو کہتا تھا کہ وحشی ہو بٹھالے رکھ اسے  
 کس نے بہکایا کہ تو دل کی خبر داری نہ کر  
 گو کہ بوڑھا ہے دے مسک ہر اتنا سوچ لے  
 اور تو جوں نوں (کذا) دیکھیں سوزیاری نہ کر  
 بھیر ہو جائے گی سب کنگال دوڑیں گے ابھی  
 اے مری پشم غریب اتنی گہر باری نہ کر

عندلیبو خوش ہو اب گلشن میں آتی ہے بہار  
 گل تئیں خواب عدم سے اب جگاتی ہے بہار  
 کیا شگفتن دار فرصت ہے کہ جس پر بھول کر  
 باغ میں شادی سے پھولی نہیں سماتی ہے بہار  
 گل کا چٹکارا نہ پوچھو سوچنے کی بات ہے  
 چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار  
 قطرہ شبیم نہیں گرتے ہیں گل کے منہ اوپر  
 خواب سے غفلت کے سوتوں کو جگاتی ہے بہار  
 عاشقو فکر تہی دستی کر دگر شوق ہے  
 گل کو زردیتی ہے جب گلشن میں لاتی ہے بہار  
 سوز کیا پینک لگی ہے تجھ کو غافل آنکھ کھول  
 دیکھ کس کس رنگ سے گل کو ہنساتی ہے بہار

لہ ع، ستا ہے لہ یہ شرع میں نہیں ہے لہ ع، ہنس ہنس کے  
 لہ ع، ہنس ہنس میں نہیں ہیں لہ ع، سوز پھرتا ہے کہاں غافل ذرا آنکھیں تو کھول

کسی سے آج تنک ہو نہیں سکی تسخیر  
کیا ہے ایک ہی بوسے پر تم نے مجھ کو قتل  
ذرا تو آنکھ اٹھا کر دہن کو کھول تنک  
عزیز و کون سے گلہ کا ہے ستم آباد  
کیا ہے زلف نے کیا آفتاب کو زنجیر  
یہی گناہ مرا اور یہی مری تقصیر  
مجھے جواب نہیں دیتا منہ سے بلے شریہ  
جہاں کے خار ہوئے آج میرے دامگیر  
کسی نے سوز سے پوچھا کہ کیوں تجھے مارا  
کہا کہ کچھ نہ کہو اس کی بھٹی یو نہیں تقدیر

اپنے گھر میں مجھے بلا کر  
لاکھوں ہی خاک ہو گئے ہیں  
مست پانو زمیں پر رکھ مری جان  
عالم کی بندگی مری جان  
تب ان کی خدمتوں سے حاصل  
جلتا ہوں مثل شمع ہر شب  
میرے بھی درد کی دوا کر  
تیرے کوچے میں جی جلا کر  
مت سب کو اپنا خاک پا کر  
میں نے کی اپنا جی لگا کر  
پایا ہے تجھے خدا خدا کر  
یونہی تو کبھی نہ سار آ کر

تیرا دل سوز ہوں میں آخر  
اتنا بھی تو مت مجھے خفا کر

۱۔ م، آفتاب عالمگیر  
۲۔ ع، گرد غمے ایک ہی بوسے پر آج مجھ کو قتل  
۳۔ ع، دہن تو کھول تنک  
۴۔ ع، قطع م، میں نہیں ہے۔  
۵۔ م، میں تینوں شعر اس طرح ہیں۔

لاکھوں بت بوج کر مری جان  
سو تیری شہ گری کہوں گیا  
جلتا ہوں ات دن میں جوں شمع  
پایا ہے تجھے خدا خدا کر  
ایک شب تو بھی تو دیکھ آ کر  
کہنا ہی مجھے بڑا جلا کر



تجھ پہ اسے جان آن ہے کچھ اور      میرے دل میں گمان ہے کچھ اور  
 کیا بگڑتا ہے میں سمجھتا ہوں      آج تیری زبان ہے کچھ اور  
 کہو غنچوں کو لب سے کیا نسبت      چپ رہو وہ دہان ہے کچھ اور  
 سر و گو اس کے قد سے کیا تشبیہ      اس سچیلے کی شان ہے کچھ اور  
 عارضی حسن پر نہ ہو معرور      میرے پیالے ندان ہے کچھ اور  
 زردی رنگ و چشم تر ہی نہیں      عاشقی کا نشان ہے کچھ اور  
 قیس و فرہاد کا نہیں قصہ      ہاں جی یہ داستان ہے کچھ اور

سوز کے منہ سے شعر در دستو  
 کیونکے اس کا بیان ہے کچھ اور

ذبح کر کے لگا، دل کو جلا کر خاک کر      ایک سو ہو جائے اس قصے کو جلدی پاک کر  
 ہر گھڑی کہتا ہوں کیا تیرے بدن میں ہے بخار      ایک تو جلتا ہوں مت میرے جگر کو چاک کر  
 میں تو چھپ کر دیکھتا تھا دور اس کو دے      کہہ دیا کس نے کہ مارا تیر مجھ کو تاک کر  
 مت تصور باندھ اس کے پانو ہو جاویں گے تر      اس قدر شوخی نہ تو لے دیدہ مناک کر  
 دل اگر قیدی ہو زلفوں کا تول، باد صبا      سوز کو اس کی خبر تو دے کے مت غمناک کر

۱۵ یہ شرم میں نہیں ہے      ۱۶ ع، اچپ کر دیہ زبان  
 ۱۷ یہ شعر ع، میں نہیں ہیں۔      ۱۸ یہ شرم میں نہیں ہے  
 ۱۹ ع، دل اگر قیدی ہوا زلفوں کا تو باد صبا  
 ۲۰ ع، خبر سنو کے

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا <sup>قطعہ</sup> رمز میں کرنے لگا اظہار پیار  
جب تملک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا دل میں آیا آنہ کر بوس و کنار  
کھول کر آنکھوں میں جوں سر کا وہ ہیں کہنے لاگا دا بھڑے چل بھک نہ مار

قدم رکھتے ہی یکبارگی زمیں پر یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر  
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے لگا ہے داغ اب تک آستیں پر  
جگر گل کا بکس جاوے تھا روئیں سنے سے جس کی آواز حزیں پر  
سو وہ بلبل پڑی ہو گلستاں میں کہیں سراور کہیں پا اور کہیں پر  
ہیں کہنا کہ دور ہو بیوفا خوب ہمارے بات کیوں پیارے ہمیں پر  
اٹ گئیں سوز کی آنکھیں پس از مرگ  
دیا ہے جی نگاہ واپس پر

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر  
حاصل تو ہوا وصل ہیں رات پر آنسو اک پل میں شب عیش طرب ہو گئی آخر  
کیا فائدہ ہم کو جو ترے لب ہیں سیحا عمر اپنی تو جوں شمع بہ تب ہو گئی آخر  
کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق مے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر  
شوکت نے ہمیں حُسن کی کہنے نہ دیا کچھ بات آن کے سوار بہ لب ہو گئی آخر  
مٹ بھیر جو اس سوز سے کل ہو گئی سوز (۹)  
شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

لے م میں یہ اشار آخر دیوان میں درج ہیں لے م راجہ جان

لے م راجہ، ناز اس کے نے عیساں ہیں باز رکھا ہے لے م راجہ بھیر جو اس کے کل ہو گئی پچ



تب جانے کیونکہ عشق کی لے بار تجھ بغیر  
 قمری کو سرو باغ میں ہے دار تجھ بغیر  
 ہو جلوہ گر شباب تو لے نور بزم عشق  
 موجب گر نہ رہنے کا عاشق کے کچھ نہ پوچھ  
 سچے سے شیخ نے بھی اٹھایا نہیں ہے ہاتھ  
 باز و عتاب اٹھانے کی کس کے ہر مجھ کو تاب  
 تو ہی نہ ہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول  
 تیرا ہی گونہ مجھ کو میسر ہو ہم کنار  
 دو دنوں جہاں میں سوز کا یا مرتضیٰ علی  
 اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

جو شوخ تو ہے کون ہے طناز اس قدر  
 چاہیں کہ جائیں تا سرو یوار باغ آہ  
 سکے ہر کوئی در پہ کوئی تڑپھے ہر پڑا  
 شاعر جو تیرے قدم سے نہ تیشہم دیں لے  
 جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جاں باز اس قدر  
 ہم کو کہاں ہے طاقت پرواز اس قدر  
 مرقی ہے اب تو خلق نہ کر ناز اس قدر  
 ہوئے نہ سرو باغ سرافراز اس قدر  
 مارا ہر سوز کو تو حبل الے مسیح دم  
 دکھلائے تو بھی خلق کو اعجاز اس قدر

۱۵ م، گلورے شمع کے ہیں۔

۱۶ یہ شعر میں نہیں ہے

دل میں دیتا ہوں تو شتاب نہ کر      جان من جسم کر عتاب نہ کر  
چاند سے کھڑے کو مرے گل رو      غصہ کھا کھا کے آفتاب نہ کر  
ورنہ جل جائے گا جہان تمام      حق کی بستی ہے بس خراب نہ کر  
میں تو حاضر ہوں جو تو فرامی      غیر کو لطف سے خطاب نہ کر  
سوز کا دل میں چھین دیتا ہوں  
مفت بردہ تو اضطراب نہ کر

بس کر لے غم جگر جلا بس کر      میں نے مانا ترا اثر بس کر  
صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش      سب یہ تیرے کیے نذر بس کر  
دمدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے      بے مروت خدا سے ڈر بس کر  
مت مکر تو نہیں ہے دل کا چور      میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر  
عشش تک تو گیا ہے تیرا شور  
بس کر لے سوز نوہ گر بس کر

کاٹتے ہیں دل کو ابرو یار کے تلوار وار  
یہ جگر کس کا ہے ان کا جس کو ہو ہموار وار  
خون کو مجھ بے گنہ کے بس ہیں یہ تیغ نگاہ  
باندھ آیا ہے یہ کس کے قتل کو ہتیار یار  
بانگ تم جاتے تو ہو لیکن خدا کے واسطے  
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زہنہار ہار



ایک میں ہی کچھ تری خاطر نہیں پھرتا خراب

روز و شب ہمراہ میرے ہیں مرے غم خوار خوار  
بات مشاہیر سبک وضو کی تو دل دے کے حیف

ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یک بار بار  
آپ کو مت دیکھ جوں منصور واحد یاد ہے

چشم وحدت ہیں کو ہے یاں جلوہ دلدار دار  
مجھ مریض عشق کی دار و نہیں کچھ غیب وصل

اے طیب اپنی در اسے تو نہ یہ پیار مار  
آج کون آتا تھا گلشن میں خدا جانے کہ ہے

باغباں کا دل نزار و بلبس گلزار زار  
دیکھ کر کوئے مغاں میں توڑ کہتے ہیں لوگ  
دختر رز کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

عاشق کو دیکھ کر نگہ آشنا نہ کر  
عاشق کے دل کو لطف سے تو آشنا نہ کر  
جان ستم عزیز جفا آشنا ہے جور  
شان تغافل اپنی نہ چھوڑے دماغ دار  
ترک جفا نہ کر نہ کر اے میرزا نہ کر  
ترک غضب نہ کر نہ کر اے بیوفا نہ کر  
عاشق اگر ہزار مرے تو وفا نہ کر  
قربان تیری خو کے کسو کا کہنا نہ کر

طاقت نہ پاؤں میں ہو نہ ہاتھوں میں دسترس  
اے حق کسو کو اتنا تو بیدست و پانہ کر

لے یہ شرم، میں نہیں ہے۔ لے یہ شرع میں نہیں ہے۔ لے یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

روئے سے گر کسو کا ہو اعتبار بہتر  
لے مروان دیدہ اسے چشم زاد بہتر  
بچھتی ہو دل میں میرے کیا گرم جوشی گل  
لے عندلیب نالاں تجھ سے تو خوار بہتر  
کم ہے اگر محبت کم ہے اگر مروت  
قطع امید خوشتر ترک نگار بہتر

پوچھوں ہوں راہ کجہ و دل پر ہر داغ دیر  
لیکر میں ٹھونڈھتا ہوں خدا کو چسراغ دیر  
کچھ گوگو کی بات ہے یاں شیخنا کہ ہم  
پہنچے حرم کی ریز کو پا کر سراغ دیر  
ہم بانگ میسر سامنے ہیں شیخ و برہن  
یہ مرغ خانقاہ ہے وہ ہے کلاغ دیر  
ہوتا ہے مدرسے میں یہ دل تنگ و اعظا  
جس وقت یاد آئے ہے مجھ کو فراغ دیر  
زمزم کے آب سے نہ بھگی اپنی تشنگی  
ہم لپ رہے ہیں شیخ ہمیشہ ایلاغ دیر  
ہندو کی نور معرفت حق یہ ہے نظر  
بہر چراغ کعبہ لپکتا ہے زراغ دیر  
دل ہر صنم کے غم سے مرا ہوا ہے داغ  
پھولا ہے اپنے سینے میں لے سوز باغ دیر

پیوں ہوں خون دل اپنا تجھے گماں ساغر  
کہ صرے شیشہ مرے پاس ہے کہاں ساغر  
شراب سرخ سے لبریز ہے یہاں ساغر  
جو تو نہیں ہو جوں چشم خوں چکاں ساغر  
نہ جانے کس کی صوجی کے واسطے تجھ بن  
بھرے ہر مہر کا آتش سے آساں ساغر  
پیام کیونکہ مرا پہنچے دختر رز کو  
کہ شیشہ پنہ دہن اور بے زباں ساغر  
نگاہ مست کی تیری طلب ہے ہم کو یوں  
تنک شراب کہ جوں مانگے ہر زماں ساغر  
اسی ہی طرح سے میں بھی دہن پہ مرتا ہوں  
کہ جیسے دے ہر لبوں پر تمہارے جاں ساغر

لہ یہ غزل میں نہیں ہے شہ یہ شرم میں نہیں ہے شہ مہر ہے



چمن میں گل نہ سرشاخ پر یہ جلوہ دے جو تیرے ہاتھ پہ جتا ہے اے جواں ساغر  
مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بد شراب ہوں میں نہیں یقین تو دے بہر امتحاں ساغر  
شراب جب تک اس میکہ میں ہو کہ سوز  
ترے نصیب ہو امرت کا ہر باں ساغر

کب تک تیری جفا اوپر ————— جب تک طاقت تھی مجھ میں —————  
اشک کے طوفانی دشت و کوہ ہو کے غرق اب کب تک درو کے بس اے مردم .... صبر  
بیقراری تھی پیش کے ہاتھ سے بے چین ہے غم کے غم سے دل میں گھبرا کر ہوا سبز ار صبر  
نظاروں کے اوپر یوں نفس میں دیجیے بسل بے بس کا پڑوئے تجھ پہ اے گلزار صبر  
اضطراب و قلق سے حاصل تو کچھ ہونا نہیں  
تسکین پایا ہے آنسوؤں کو پونچھ کر ناچار صبر

## ن

لگا ہے جب سے دل میں تیر دلہ وز پڑا تراپھے ہے تجھے خاک میں سوز  
کہیں جلدی سے مجھ کو مار بھی ڈال کہاں تک جان دوں دھڑکوں میں ہر روز  
عدو دیں ہے پہلو میں مرے دل الہی مجھ کو اس پر کر تو فیروز  
غضب ان کی ہے جاں نہ نکلی ان سے یارب آہ جاں سوز  
وہ کیسا مجھ کو دل سے چاہتا تھا  
خدا جانے کیا کس نے بد آموز  
کوئی خرافا ہے کوئی تو لی ہے (کہا) میرے شعروں کو دیکھ کر انداز

ہو گئی غم سے جان سوز گداز  
 تیرے قربان ہو کے مرحباؤں  
 اشک تو نے ڈب دیا مجھ کو  
 غم نے گھیرا ہے جی کو خنجر بار  
 دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے  
 اب تو زلفوں سے جا کے ابھھا ہر  
 تیرے دیدار کی تمنا میں  
 میں نے جانا تھا دل کو بھولا ہر  
 یہ مسافر جو تجھ تلمک پہنچے  
 کوئی خرقہ ہی کوئی ٹوپی ہی  
 کچھ تو دیتے حملہ جو ہوتے آج  
 خسرو ہند و سعدی شیراز

کرتا ہوں ترک عشق میں یوں پیش و پس ہنوز  
 سیرچمن کی تو قسم اے دل شکن نہ کھا  
 اس کو حوالہ کر کے مرے پوچھ لے فلک  
 فریاد عند لیب کو پہنچا چمن میں گل  
 ناصح ذرا نہیں ہی مراد دل پہ بس ہنوز  
 غنچے رہے ہیں باغ میں ظالم بکس ہنوز  
 دونوں جہاں سے ہی تجھے اب کچھ ہو س ہنوز  
 آیا نہ مسیعر پاس مرا داد دس ہنوز

۱۵ یہ شعرم میں نہیں ہیں۔

۱۶ یہ شعرع میں نہیں ہے۔



آگے ہے تیرے قافلہ رستگاراں لا جاوے تو جا کہ آتی ہر بانگ جوس ہنوز  
 نالاں جو باغباں سے ہر بلبل چین کے بیچ دیکھی نہیں ہے ان نے جفائے نفس ہنوز  
 سو طرح سوز ٹھونک کے بولا رقیب کو  
 آتا نہیں ہے باز تو اسے بولا ہوس ہنوز

جل گئی قمری نہیں ہے سرد کو باور ہنوز باغ میں ہر سو پڑی اڑتی ہر خاکستر ہنوز  
 سرد مہری نے تری کتنا بچھایا ہے اسے تسنق اس لک جو دیکھوں ہوں تو خاکستر ہنوز  
 کر چکا گلشن میں کتنا کچھ تو آنکھوں پر تار مشیت میں ہر غنچہ زنگس کی سیم و زر ہنوز  
 کس قدر ہر شعلہ غو ظالم کہ پہلو سے مرے اٹھ گئے مدت ہوئی اور گرم ہر بستر ہنوز  
 بادہ جام ازل سے سوز ہے مدہوش دست  
 تو لیے پھرتا ہے داعظ و سدہ کوثر ہنوز

میں تو دیوانہ ہوا بنتی ہے زنجیر ہنوز کام آخر ہوا ہوتی ہی ابھی تدبیر ہنوز ناگذا  
 دیکھتے دیکھتے دن رات بہت سے گزے آہ کھلتی ہی نہیں زلف گرہ گیر ہنوز  
 خاک تو کر کے اڑا دیا مجھے ہر وادی میں پر یہ چھتا ہے مرے دل میں پر تیر ہنوز  
 آسماں چرخ میں آیا ولے اس سرکش کو کچھ نہ تاثیر ہوا نالہ شبگیر ہنوز  
 جب سے پیدا ہوا ایک دم بھی شگفتہ نہ ہوا غنچہ ساں دہر کے گلشن میں ہوں دلگیر ہنوز  
 سن کے جینے کی خبر چونک کے بولا ظالم  
 کس قدر سخت ہے آخر نہ ہوا میر ہنوز

کلم نہیں ہوتا غبارِ خاطرِ جاناں ہنوز خاک سے میری بھٹکتا ہے کھڑا داماں ہنوز

## س

کیا ہم کو ہو بہار میں گلزار کی ہوس  
بلبل ہی کو نہیں ہے رُخ یار کی ہوس  
قاتل ہی میرے غم کی نہ رکھتا تھا آرزو  
زکس جو شکل چشم آگے ہے زمین پر  
پائے نہ بھانکنے بھی کبھی ہم در چمن  
پیش از سخن زبان جو کاٹے قلم کی طرح  
قدرت نہ مجھ کو آہ کی نے طاقتِ فناں  
نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس  
ہر گل کو اس کے گوشہ دستار کی ہوس  
اپنے ہی دل میں تھی دم تلوار کی ہوس  
کیا جانے کس کو ہے تم سے دیدار کی ہوس  
رکھتے تھے دل میں رخنہ دیوار کی ہوس  
اس شوخ سے رکھوں ہو میں گرفتار کی ہوس  
نکلے سو کیونکہ اپنے دل زار کی ہوس  
لے تو زجنسِ دل کے تیرے چکے ہم آگ  
رکھتے نہیں ہیں گرمیِ بازار کی ہوس

آج دل آبی آپ کچھ ہے اُداس  
سُن لو محبوب اس زمانے کے  
اب تو محبوب ایسے نکلے سگھڑ  
آگے بیٹھو نہ کوئی میرے پاس  
کاٹے ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس  
جو اڑانے کے وقت کاٹیں جیسا س (کذا)

۱۵ ع ، نکلی کبھو نہ ۱۶ ع ، جنسِ دل کو تو اب

۱۷ م ، کوئی مت بیٹھو آگے میرے پاس

۱۸ ع ، یہ شعر ' میں نہیں ہے ۔



اُب تو اوروں سے مل کے مردائیں      دل میں بیٹھ ہے بس کہ اب کی ہر اس  
 شیر گلشن سے کیا مجھے ہر کام      مگر آتی ہے گلبدن کی باس  
 ایک تیغ نہ لگا کے بھاگ گیا      دیکھو نے دس نہ بیس سو نہ چپاس  
 میر سیدان ہے وہی عاشق      جو چڑھا ہو جہان میں ننھاس  
 آج ہے اس کے پاس خنجر تیز  
 توڑ دل کا نکال اپنے ہلاس

کب تڑپھ مرنے سے نکلے مرغ بسمل کی ہوس  
 دل ہی جانے جس طرح نکلے ہے اس دل کی ہوس  
 صاحبو میں جانوں میرا جان ہے پھر تم کو کیا  
 منہ مت کیجھو نکلنے دو نہ مت اس کی ہوس

مت اس قدر تڑپھ تو دل بقرار بس      گزرا ہر سر سے خون بس لے چشم زار بس  
 ہے دل پہ مجھ اسیر کے آفت تری صدا      لے عندیبا باغ نہ اتنا پکار بس  
 تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے      اڑ جائے سربلا سے لگا ایک دار بس  
 دون بہتوں کی نظروں میں مت کر مجھے ذلیل      لے چرخ میں شہ بہت ہوا رسوا و خوار بس  
 تو آج یہ گلی سے تری کہہ کے اٹھ گیا  
 سو طرح تجھ کو دیکھ لیا ہم نے یار بس

شہ شہ یہ شرع میں نہیں ہیں۔ شہ م، جس طرح پر بھی ہے شہ م، دل اسید دار  
 شہ م کے خون مرے چشم زار بس شہ ع، م، دونوں میں "سدا" شہ ع، کیا نہیں ہوں میں  
 شہ ع، بس بس سمجھوں کو دیکھ لیا

دل لگا مت ہر کسی سے اے دل نادان بس  
دل لگا مت ہر کسی سے اے دل نادان بس  
ملک باں کو بند کرنا صبح خدا کے واسطے  
دیکھ مت چاروں طرف اے مردم حیران بس  
تو تو روتا ہے یہاں ہوتی ہر

بلبل کو ہر ترے سردیوار کا ہلا س  
بلبل کو ہر ترے سردیوار کا ہلا س  
نرگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلاک  
نرگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلاک  
آفے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار  
آفے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار  
ایک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا  
ایک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا  
چینا زباں سے نام ترا ہم کو اس سوا  
چینا زباں سے نام ترا ہم کو اس سوا  
مرا ہوں اب تو یار گلے ملک لگا ہے  
مرا ہوں اب تو یار گلے ملک لگا ہے

بے قدر جب سے جنس فنا ہو گئی ہے سوز  
دل میں نہیں ہر اپنے خریدار کا ہلا س

## ش

یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش  
یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش  
پھرتا ہوں تے واسطے روتا میں زباں یار  
پھرتا ہوں تے واسطے روتا میں زباں یار  
گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا  
گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا  
جنس خرد و صبر بن اس ل کو ہو کیا چین  
جنس خرد و صبر بن اس ل کو ہو کیا چین

لہ یہ غزل میں نہیں ہے

لہ یہ دونوں شعر میں نہیں ہیں۔



پھر جائیں اسی طرح سے یک پل میں وہ نکلیا  
 توڑ آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساتی  
 جوں بزم میں ہو جام مئے ناب کی گردش  
 سے مانگے ہے تجھ سے سرا جاب کی گردش  
 دل زلف و رخ یار میں کیوں کر نہ پھرے توڑ  
 خوش آئے ہے اس کو شب ہفتاب کی گردش

گو تم نے ہمیں کیا فراموش  
 کیا یاد دلاؤں تجھ کو اپنی  
 لیکن نہ کرے خدا فراموش  
 اے مشفق آشنا فراموش  
 دل تھا نہ جناح جس کو توڑا  
 اے جو رکھ و وفا فراموش  
 لے جان ہی تک تو کھول تو ہاتھ  
 مارا یاد ترا فراموش  
 وہ توڑ ہے جس کی دل میں تھی جا  
 اب دل سے کر دیا فراموش

رکھتے ہیں تیری زلف کے ہر تار کا خلش  
 گر ہونے صیب مرغ چمن اس گلی کی سیر  
 کس برہن کے دل میں ہے زنا رکھ کا خلش  
 پھر دل میں اس کے ہوئے نہ گلزار کا خلش  
 گر دل میں ہے تو اپنے ہے کردار کا خلش  
 ہوئے نہ تیرے گوشہ دستار کا خلش  
 ایسا نہیں ہے غنچہ کوئی جس کے دل میں یار  
 کیا جانے کہ اس سے کہے گا وہ کس طرح  
 اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہم سے شوخ  
 لیکن ہمارے دل میں سرانکار کا خلش

۱۔ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۲۔ ع میں ردیف کی خلش ہے۔ ۳۔ م، کب

کھٹکے ہے دل میں توڑ کے اس چشم کی مرہ  
لے بلبو یہ گل کے نہ ہو خار کا خلش

اگلی کس نے یہ توڑا ہے شیشہ آتش  
جو میں نہ ہوتا تو افسردہ ہو کے مرجاتی  
کہ انجن کو بنایا ہے بیشہ آتش  
ہے تازہ میری ہی شورش سے ریشہ آتش  
یہ دل نہیں ہے مگر شیر بیشہ آتش  
ہے دل یہ کوہن آوازہ تیشہ آتش  
ہمارا ناڈ خارا گداز سے ڈرنا

## ص

آرام پھر کہاں ہے جو ہر دل میں جلے حرص  
ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسہ طمع  
آسودہ زیر چرخ نہیں آٹھارے حرص  
دن میں کر در در جو بھرا دے گدے حرص  
ذلت کوئی کسی کو نہ دیوے سوائے حرص  
رکھتی ہے لاکھ طرح (کی) آفت قضاے حرص  
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص  
اپنے سوا کسی کو نہ پایا حرص  
کی قطع روزگار نے ہم پر قباے حرص

ادقات ہر طرح سے بخوبی گذر ہو توڑ  
پر درمیاں نہ ہوئے بشرطیکہ پاسے حرص

لے م، شون  
لے م، میں یہ غزل نہیں ہے۔

لے م، میں نہیں ہے۔



## ض

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض  
دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا  
چاہ جو کچھ کر کہ ہے دنیا و مافیہا ترا  
میں کہا شب آج یاں یہیے تو یوں بولا وہ شوخ  
غیر سے ملنا نہیں ہر خوب آشنا شن رکھو  
خون میرا ہے نقطہ اور یار ہے بے مدعا  
اس سوا کچھ روز ہر نہ مدعا نہ شب غرض  
ہوئے ہے معلوم باہم آپڑے ہر حب غرض  
پر کسی کی تو کسی سے ڈال مت یار ب غرض  
رات کے رہنے سے میرا مدعا مطلب غرض  
اس سوا کہنا نہیں کچھ اور کھنی اب غرض  
درد اپنی اپنی باتوں میں رکھیں ہیں سب غرض (کنا)

سوز ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا  
جی نکل جائے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

کچھ تو فیض کو پہنچوں میں اے مرے فیاض  
ابھی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو  
عجب ہے رسم بتان جہان وادِ یلا  
مرض عشق کو درماں کی احتیاج نہیں  
کہ تیرے فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض  
کہ منہ چڑھے ہر بہت زلف یار کی مقراض  
کہ دشمنوں سے ملیں دوست گریں اغراض  
صنم کا درد ہے والٹر دافع امراض  
تمہارے عشق میں جہر جہر ہوا ہے یہ ہاتھی  
غریب سوز کو ہرگز

۱۔ یہ شعر ۱ میں نہیں ہے۔

۲۔ اس سے تو نے روز ہے۔

۳۔ یہ غزل ۴ میں نہیں ہے۔

## ط

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتاں کا اختلاط  
 کبھی دم کو مچا پاتی ہے خزاں یاں آکے لوٹ  
 پچ تو ہے ان بے وفاؤں سے کہاں کا اختلاط  
 عندلیبوں چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط  
 پوچھ لو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط  
 فیض اگر چاہے تو کر اس باغبان کا اختلاط  
 خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا  
 حوزے سے مت دل لگاؤ دوستو پچھتاؤ گے  
 کاہش دل ہے عزیز و مہمان کا اختلاط

کب میں آیا تیرے مکتب میں بتا دالہ غلط  
 کب کہا میں نے تجھے غیروں سے تو لٹا ہر جا  
 واہ واہی واہ واہ پہلی ہی بسم اللہ غلط  
 جھوٹ ہے بہان ہے طوفان ہی دالہ غلط  
 اتفاقاً گر کبھی ہوتی ہے مجھ پر رہ غلط  
 کیوں کرے گا جان کر ناداں دل اگر غلط  
 اور لو طوفان بوسہ بھی لیا اچھا میاں  
 منہ لگا کس دن میں تیرے یا چلا ہمراہ غلط  
 تیرے تو آٹھوں پہر قدموں سے ہی تیرے لگا  
 مجھ کو بوسہ لینے دے گا جھوٹ تو مت کہہ غلط

۱۰۰ ع اب کوئی دیکھ بچا دے گی

۱۰۱ ع کاہش دل سے ہے آخر

۱۰۲ ع کب دبتاں میں تیرے آیا ہوں میں مت کہہ غلط

۱۰۳ ع واچھڑے جی واچھڑے پہلی ہی بسم اللہ غلط  
 ۱۰۴ ع یہ شرم میں نہیں ہے۔



سر سبز حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط  
اوروں کے خط کی طرح بکھٹانے میں یہ خط  
آنکھیں تو صید ہیں ترے چہرے کے خال کی  
آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا  
آنکھیں بڑبگ نقش قدم ہو گئیں سفید  
بے بہر خط جو ہو تو نہیں اس کا اعتبار

دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نشانہ خط  
گرد آئینہ کے منہ پہ ہے تیرا غبار خط  
دل ان دنوں ہوا ہے پیارے شکار خط  
سوائے زلفِ خلق ہے عالم ہے خوار خط  
اس سے زیادہ خاک کروں انتظار خط  
عارض کے خال سے ہے ترا اعتبار خط

پہنچا ہے کوئے یار سے قاصد بقولِ تنویر

دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نشانہ خط

اپنے عاشق کو نہ کہ راہ غلط چلتا ہے یہ  
ہا دیا پروردگار راہ نمائی کرشتاب  
اتنی سی تقصیر یہ ایسا نہ کیجے اعتراض

کس طرح مانوں نہیں کرتا دل آگہ غلط  
کیوں کہ اب غفلت کے مار ہو گئی ہو رہ غلط  
بندہ دل سوز سے ہوئے اگر ناگہ غلط

مجھے تجھے ہم جو دوست تجھے اے میاں غلط  
کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہوں میں  
ساقی نہ ہو تو سیرچن کا ہے کیا مزہ  
واعظ جو کوزہ پشت ہو اس کی نظر سے بچ  
جو حسن دیکھتا ہوں میں فداق پہ یار کی

تیرا نہیں ہے جرم ہمارا گناں غلط  
مشفق غلط ملاذ غلط مہرباں غلط  
جانا بغیر بادہ سوے بوستاں غلط  
کرتی ہے تیر کبھو یہ کساں غلط  
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کارواں غلط

۱۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ شعر میں نہیں ہیں

۳۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

مردوں کی ایک بات ہے نزدیک سوز کے  
مانند خامہ اس کی ملتی (کذا) زباں غلط

تیری آنکھوں کی طرح رکھے ہے یہ جام نشاط  
تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط  
فضل حق جس کی طرت ہو تو اسے بخشے ہے  
دل جنھوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ  
دیکھ ہوتی ہیں تجھے قمری دلبسل شاداں  
مے میں کیدھر ہے جو رکھتی ہے با دام نشاط (کذا)  
دیکھنا تجھ کو ہے اسے جان دل آرام نشاط  
دور ساغر کی طرح گردش ایام نشاط  
ہے نفس بیچ نہیں عیش یہ اسر انجام نشاط (کذا)  
تو ہے اس باغ میں لے سر دگل اندام نشاط  
شیشہ ہے زیر بغل آبدل دل اے سوز  
مے سے ہم کو نہیں لے ساقی کلفام نشاط

ظ

اغنیاء و جاہ سے محفوظ  
اس زمانے میں کون ہوئے گا  
اس سے آگے بلا سے رہتے ہیں  
اب تو آنکھوں سے اشک بھی سوکھے  
عاشقاں آہ واہ سے محفوظ  
اس مردت پناہ سے محفوظ  
گر یہ گاہ گاہ سے محفوظ  
بس ہوئے تیری چاہ سے محفوظ  
شیخ تو ہو عبادتوں سے خوش  
سوز تو ہے گناہ سے محفوظ



اٹھ نشتے میں محبتِ خطا یار سے حظ  
 بغیر بارہ چمن بیج کیا بہار سے حظ  
 ہلالِ عید سے یہ عیش ہو نہ صائم کو  
 جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ  
 یہ سخت دل مری بلکوں پر چشمِ ترکی دیکھ  
 کیا جو چاہے تو دریا پہ لالہ زار سے حظ  
 عبت ہیں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں  
 سولے آئینہ کس کو ہے انتظار سے حظ  
 مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھرنے میں  
 کہ جوں پتنگ کو ہوشم کے تار سے حظ  
 کسی شراب سے پانی نہ وہ حلاوت میں  
 دیا ہے یاد میں ساقی کی جو خسار سے حظ  
 عجب ہے تنگ سلاسل میں ہو نہ دیوانہ  
 رہے ہے دل کو تری زلف آبدار سے حظ  
 حلاوت اتنی اٹھی دل کے داغ گننے سے  
 کہ جوں سخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ  
 ہزار سیر کرے شہرِ شہر کی تو سمجھ  
 اٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

## ع

تا لبِ لاوے نہ ترے حسن کی لرزاں ہے شمع  
 جان کے نوں سے فانوس میں پنہاں ہے شمع  
 دیکھتے ہم نے تو پوچھا تھا کہیں عاشق ہے  
 پا بگل خاک بہ سراشاک بہ داماں ہے شمع  
 چرچرائی نہیں پروانے کے جلنے سے لی (۹)  
 ہے شب وصل کہ شادی سے غزلخواں ہے شمع

دودِ دل ہی کی ہیں سوختگی ہے معلوم  
 کہ تری آتش ہجراں میں یہ سوزاں ہے شمع  
 کوئی کچھ اس کو کہہ ہم تو بہت میں مخطوطا  
 یہ سخن کم ہے کہ عاشق کی زباں داں ہے شمع  
 کوئی پنہاں کر دھپتی ہی نہیں دل سوزی  
 عاشق زار ہے شعلے سے نسیاں ہے شمع  
 گرچہ غماز کہوں اس کو تو برجا ہے گما  
 میر مجلس میں تو روشن کن زنداں ہے شمع

سینہ بھی یاں برائے صفت جنگِ ہر وسیع	سڑنگاں کی گر خاش کا بہ دل ڈھنگِ ہر وسیع
میخانہ شکل کعبہ نہیں تنگِ ہر وسیع	وانط جگہ نہ واں ہو تو حاضر ہے گھر مرا
آئینہ خانہ در نہ بہر سنگِ ہر وسیع	نقص صفحہ سے اپنے نہ پہنچا تو داں تلمک
مانند دامن جمن و گنگِ ہر وسیع	وامان سیل اشک مرا ہجریں ترے
روزی برائے کو رو کر ونگِ ہر وسیع	بے ہمتی سبب تنگ و دو کا ہے در نہ یار
شہبازِ عشق کا بھی عجب چنگِ ہر وسیع	چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیرِ غم تک کبھو
دو گز زمیں ندان تہ سنگِ ہر وسیع	خواہش جھینس ہر ملک کی ان کو نہیں یہ ہم
زندوں کے واسطے قلعہ بنگِ ہر وسیع	بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا منتسب نے تنگ
گلشن میں بخینہ گل اور ننگِ ہر وسیع	تیکوں کے واسطے ترے نیمہ کے سرو ناز



اشک کے قطرے میں نیساں کا اثر رکھتی ہے شمع  
 کون ہے میرا بجز پروانہ مرغ نامہ بر  
 ہر دسوئے عدم کو حرکت پا کیا ہے شرط  
 شعلے پر ہر چند دل پر دانے کا بھی ہے شمار  
 توڑے غم سے نہ رویا اور میری خاک پر  
 جس قدر جلتے ہیں تیرے ہجر میں اعضاء کے  
 سرے لے کر تاقدم سدا گہر رکھتی ہے شمع  
 شرح سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع  
 خانہ فانوس میں ہر شب سفر رکھتی ہے شمع  
 واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع  
 شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع  
 استخوان میں اپنے کب سوز اس قدر رکھتی ہے شمع  
 حسن کو لے سوز دعوا سلطنت کا گر نہیں  
 سر پہ اپنے کس لیے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

## غ

آتش سے مرا بوجہ سمندر نہ ڈرے داغ (۱)  
 پروانے کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن  
 عاشق ہی کے سینے کو ہر اس سوز کی برداشت  
 اے چرخ نہیں تجھ سے میں خواہاں زرد مال  
 بے نہر ہے اس کی سند عشق جو کوئی  
 ہے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ  
 سوزش میں کہیں اس سے میں کھا ہوں پرے داغ  
 بے داغ ہوئے عشق کو کب حسن کرے داغ  
 تجھ عشق سے کب کھا سکے ہر ماجہ خورے داغ  
 دل کو تو مرے رکھ بغم یہ سب مرے داغ  
 عشاق میں ل اپنے کو جب تک نہ کرے داغ  
 تجھے سے چمن کے ہر فردا اس پہ بھگے داغ  
 آتا ہے نظر سوز بہار آنے کا آثار  
 ہوتے چلے ہیں پھر تری چھاتی کے ہرے داغ

نلے سے میں اپنے نہیں اے رشک پری داغ  
یاروں کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے  
پہنچا کے تری زلف کی بوغیر کو پیار سے  
جلنے کی تیرے عشق میں خود ہو گئی یاں تک  
جانے کا کسی طرح نہیں دل یہ یقین ہے  
ہوتا ہوں نخل مفت میں پڑنے کے آگے  
کرتی ہر مے دل کے تئیں بے اثری داغ  
ہر ایک گیاے کے رفیق سفری داغ  
کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ  
لالے کی طرح سوز سے رکھتا ہوں پری داغ  
جوں جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ  
جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ  
طاؤر کو میں پرواز میں جب دیکھوں ہوں اے سوز  
کرتی ہے تب اپنی مجھے بے بال و پری داغ

عشق کی ہوئے تو ہو ہم کو اسیری کا داغ  
اس لئے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب  
ہوں گرا ایسے کی نظروں سے کہ میری خاک پر  
تجھ سے کہتے ہیں کریں دغوی مریدی کا اگر  
دل نہ شاہی پر ہے اپنا نہ فقیری کا داغ  
تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم فقیری کا داغ  
باد کو بھی ہونہ ہرگز دستگیری کا داغ  
شیخنا دل کو ہائے ہونہ پیری کا داغ  
توز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر  
گفت گو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا داغ

ہلے آنا بھی نہیں غم سے فراغ  
کون آتا تھا چمن میں پو پھیو  
جو دل گم کشتہ کا یکے سراغ  
آج پھرتی ہے صبا کیوں باغ باغ

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔



آنکھ بھرتجھ کو نہ دیکھا یا نصیب      مرتے مرتے رہ گیا یہ دل میں داغ  
توز کی بلبل کو بس ہے روشنی  
گو نہ ہوئے اشیاں کا نگل چراغ

ایک دم تو درد کے پہنے سے مجھ کو فے فراغ      آخدا کو مان مت فے داغ پر بالائے داغ  
کس نے دیکھا صبح تک گھر میں کہیں دشمن چراغ      آؤ دیکھو رات دن جلتا ہر میرے دل کا داغ  
تا مارتے ان شاعر نے کہا گلرو اسے      بلبلیں تو ہی پڑی پھرتی ہیں دائیں باغ باغ کدا  
یوں تو پانے کے نہیں یارو دل گم گشتہ کو      ہاں مگر بوبہ کی بوندوں سے ملے شاید سراغ  
خار صحرایرے پانوں کے سب میں سرخ پوش (۱)      اور کوئی خاک لے گم گشتہ وحشی کا سراغ  
دل نہیں ہے پھلا دہی میں کس پر چھالے      گاہ ابر تیرہ ہے اور گاہ ہے رشک چراغ  
پہلی ہیں اس کی میں دشمن نہیں      لیکن مجھ سے رہے ہر بے دماغ  
زندگانی اپنی ایسی تنگ ہے      دل کو کبھی تو دے فراغ

## ف

مرضی جو آئی چرخ کی بسیداو کی طرف      مائل کیے دل اس ستم ایجاد کی طرف  
تصویر ہو کے آپ ہی حیران رہ گیا      بیٹھا جو منہ کو پھیر کے بہزاد کی طرف  
دیکھے جو ایک آن تھرا سر و خوش خرام      قمری نہ دیکھے پھر کبھو شمشاد کی طرف  
بھاڑے نہ گل چین میں کبھو تجھ کو عندلیب      دیکھے جو آئے تو مرے صیاد کی طرف

حیرت خدا ہی اس کی رکھے آج تجھ میں کدا

جاتا ہے شیخ سوز سے آزاد کی طرف

۱۔ غزل میں نہیں ہے  
۲۔ م' آپ ہی حیران رہ گیا  
۳۔ م' بیٹھا جو منہ کو پھیر ج

۱۔ غزل میں نہیں ہے  
۲۔ م' آپ ہی حیران رہ گیا  
۳۔ م' بیٹھا جو منہ کو پھیر ج

زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف  
 میں بھی بندہ تھا اگر ملے تو کیا نقصان تھا  
 مرے مرتے بھی نہ دکھایا میں دیدار حیف  
 پترے دل میں نہ آیا حیف میرے یا حیف  
 گورے نکلتے گی یہ آواز اے عیار حیف  
 یہ تری صورت اتر چاہیے یہ تمہے انوار حیف  
 حسن صورت کو ہے لازم میرے پیار حسن خلعت  
 شعر پڑھنا، بات کرنا، مسکراتا اب کہاں  
 تونز کے منہ سے یہی سنتے ہیں لاکھوں بار حیف

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو لے بدنگان صاف  
 کہتا ہوں میں جو کیا مری تقصیر تو بستا  
 دیتا ہے گالیاں تو بگھے آن آن صاف  
 کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پر زبان صاف  
 ماندہ آئینہ کے ہے سب آسمان صاف  
 گر حق کی بات سینے تو کر لیجے کان صاف  
 کچھ کان میل والے کو دے کر نکال ڈال  
 گر آرزو ہے تونز تجھے وصل یار کی  
 پہلے تو کر لے غیرے دل کا مکان صاف

ایک ہی نگہ میں اب ہوا دل ہزار حیف  
 لے کر یہ تیرے ہاتھ سے روؤں کہاں تلک  
 عشق بتاں نہ اس کو ہوا ساز وار حیف  
 اک پل بھی دیکھنے نہ دیا رشتے یا حیف  
 بے درد ہی تمام ہوا انتظار میں  
 گلزار حسن آہ یکا یک اُجرہ گیا  
 چشموں کے آبشار ہے یادگار حیف  
 نہ حکم گر یہ کا ہے نہ رخصت ہی آہ کی  
 کیوں تونز کس طرح سے نکالیں غبار حیف

لے دیا کیا ہوا خلعت لے دیا تیری دید لے دیا یہ تری صورت مری جاں اور یہ اطوار  
 لے دیا بات کہنا اب کہاں وہ تونز کا لے دیا شرع میں نہیں ہے لے دیا یہ غزل م میں نہیں ہے۔



گر خواب میں دیکھے تجھے کنعان میں یوسف  
ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تجھ کو  
آنکھوں میں نظر بازوں کی رہتی ہی تری شکل  
بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے جن میں  
آغرق ہو اس چاہ زخمِ دان میں یوسف  
پڑھتا فبا رک تو تری شان میں یوسف  
بستا ہے زلیخا کے دل و جان میں یوسف  
خاموش کہ ہے سیرِ گلستان میں یوسف  
کیا شاہد معنی کا ترے اب میں کہوں حسن  
اُسے سوز بھرے ہیں تھے دیوان میں یوسف

یوں کھب رہا ہر گل کے کلیجے میں خارِ حیف  
صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول  
لے کر یہ تیرے ہاتھوں سے روؤں کہاں تلک  
ہر چہ چھوٹنے کی توقع نہیں رہی  
ہم کو نفس سے رخصت گلاشت بھی نہ دی  
تو پھر چلی جن سے اے فصل بہارِ حیف  
بیتی ہے عندیہ تو اب تک ہزار حیف  
گھبرا گیا نہ اے دل نا کردہ کارِ حیف  
ایک پل بھی دیکھنے نہ دیا روئے یارِ حیف  
آتا ہے تو بھی دل میں یہی بار بارِ حیف  
کیوں سوز زلف و رخ کی ہوئی تجھ سے بندگی  
غفلت ہی میں گزر گئے لیل و نہارِ حیف

دشمنوں کی دوستی میں کٹ گئی دنِ ات حیف  
جن کو اپنا نورِ چشم و راحت جاں تھا کہا  
مفت ضائع ہو گئی یارِ مری اوقات حیف  
وہ تو مثل مار ہو بیٹھے ترے بد ذات حیف

۱۔ م اب ہو تو نہ ہرگز یہ کنعان میں یوسف  
۲۔ م اب جو سوز بھرے ہے  
۳۔ م کیا چھہ رہا ہے  
۴۔ م بے اشک ترے ہاتھ سے یوں کب تلک رہوں۔  
۵۔ م یہ شرع امیں نہیں ہیں۔

# ق

دودے آہ کے ہے گرچہ یہ حسناء عشق  
 داغ سے دل کے منور ہے کاشانہ عشق  
 خون سے اپنے وضو کر کے قدم آگے رکھ  
 شیخ کعبہ نہ سمجھتے ہے یہ صنم حسناء عشق  
 جب تلک ہوش رہا مجھ میں نہ پایا میں سراغ  
 لے گئی بے خبری تا بہ در حسناء عشق  
 نئے کشوں بیچ اسی کو تو ملی سرداری  
 کارٹس سا حس کے پیمانہ عشق کی  
 دیکھ بوسہ کو اب ور نہ کر دے افسوس  
 قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانہ عشق

عاشق ہزار جاں سے ہوں تیرا بجان عشق  
 اے جان جان جان نہ کر امتحان عشق  
 پتیا ہوں روز خون جگر نخت دل کے ساتھ  
 کھاتا ہے تیغ و تیر و تبر مہمان عشق  
 گو مدعی بھی آہ کرے گو کہ دو مرے  
 دانش اس سوا ہیں کچھ اور ہی نشان عشق

کہ صر جاتے ہو مجھ کو چھوڑ کر اے ہر باں مشفق  
 بھلا جیتا ہے گا کیونکے مجھ سا نیم جاں مشفق  
 مجھے کہتے ہو تیری آہ نے رسوا کیا مجھ کو  
 کرے گا آہ کس قوت سے مجھ سا ناتواں مشفق  
 عزیز دہر بانو دوستو مجھ تک ذرا آؤ  
 بلا لاؤ اسے وہ جو چلا جاتا ہے ہاں مشفق

۱۔ م 'منور ہے' یہ خاندان عشق

۲۔ ع 'افسانہ'

۳۔ ع 'ردنا'

۴۔ ع 'بختو'

۱۔ م 'منور ہے' یہ

۲۔ ع 'شرع' میں نہیں ہے

۳۔ ع 'غزل' میں نہیں ہے

۴۔ ع 'ایسا'

۵۔ ع 'لاؤ'



کہو ان سے تمھاری دوستی کا کوس بجتا ہر  
 رہے گا کس طرح سے سوز عالم میں نہاں مشفق  
 کیا تو ذبح لیکن سوز کے خوں سے بھر دساغ  
 اسے تم مو پخ کر آنکھیں کر داب نوش جاں مشفق

دل ہوا ہے کون سی جا منزل و ماو اسے عشق  
 سو تو ہے یہ تنگ غم سے کیوں نہ اب گھبرائے عشق  
 چین ہی دیتا نہیں بیٹھے نہ اٹھتے کیا کہوں  
 کیا سایا ہے مجھے اس عشق نے اور ہاے عشق  
 عشق ہے تم کو جناب عشق تم کیا ذات ہو  
 حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا بالائے عشق  
 عشق کا نیمہ دل عاشق ہے آنکھوں دیکھ لو  
 دو نو آنکھوں میں لبالب ہی بھرا دریاے عشق  
 شیر بھی تھوڑا ہو پی کر کے ہو جاتا ہے سیر  
 سیر ہوتا ہی نہیں جب تک کیلجا کھائے عشق  
 بے خبر ہو گا وہی اسے سوز شور حشر سے  
 جس نے ساقی سے پیا ہو ساغر صہباے عشق

۱۔ یہ شروع میں نہیں ہے۔

۲۔ م، نیم

۳۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

## ک

رونے کو میرے تابعدار دل سے آئے اشک  
 خون جگر تو چشم سے جوتھا سو بہ گیا  
 نکلے ہر خون چشم سے اب تو بجائے اشک  
 آتا ہے سخت دل ہی چلا اب قفاے اشک  
 رٹنے سے باز ہم کوئی آتے ہیں مثل شمع  
 لے سر سے پانو تک نہ ہیں تا گھلاے اشک  
 نظروں سے جو کسی کی گریے بول کیا سکے  
 ہم نے شنی نہ چشم سے گرتے حد لے اشک  
 آنکھوں سے ایک دم مری ہوتا نہیں جدا  
 لے توڑ کیا کروں میں بیاں اب وفاے اشک

آنکھیں ہوں مری پر آپ کب تک  
 ملک آنکھ اٹھا کہ ہم بھی دیکھیں  
 اس غم سے دل کیا بہ کب تک  
 ظالم اتنا حجاب کب تک  
 میرے دل کا ثواب لے جان  
 ہے اس پر عذاب کب تک  
 زلفوں کو کھول ملک مری جان  
 دل کھاوے پیچ و تاب کب تک  
 پہلو میں بلا لے دل ہے آخر  
 ہوئے نہ یہ باریاب کب تک

در پر اس کے نہ جاؤں کب تک  
 سرکاش کے پانو پر سے داروں  
 مرنے سے جی چراؤں کب تک  
 روٹھے کو نہ میں مناؤں کب تک

تہ ع + زلفوں کو تو کھول میرے پیارے

لے م، آنکھیں میری

تہ ع، چھاتی سے تو سوز کو لگائے۔



ہے آٹھ پہرے مرے مقابل  
 دیکھوں گا کس طرح اسے میں  
 بے بس کا بس یہی کہ رودے  
 سینے سے تو جوے خوں رواں ہو  
 یارب دل ہے اسے بچائے  
 کیوں غم ترے دل میں یوں نہ آیا  
 ایسی صورت بھلاؤں کب تک  
 آنکھیں رو رو سجاؤں کب تک  
 دریا دریا بہاؤں کب تک  
 زخم پہنہاں چھپاؤں کب تک  
 غم سے اس کو بچاؤں کب تک  
 ایسے دل کو کڑھاؤں کب تک  
 کہتا ہوں اب تو سوز سے میں  
 یہ غم نہ اسے سناؤں کب تک

تخت جگر جو آنکھ سے نکلے اٹک اٹک  
 میری بھی مشت خاک کا ٹک پاس ہے ضرور  
 یہ ناز اور کشتہ کہاں ہے تہرہ میں  
 نکلا چین کی سیر کو وقت سحر گہی  
 کیفیت شراب سے سرخوش نہیں ہیں ہم  
 غارت کرے جہاں کو تری چشم ترک پر  
 بے چین کر دیا مرے دل کو کھٹک کھٹک  
 اے جامہ زیب چلیو نہ دامن جھٹک جھٹک  
 چلتا ہے جس ادا سے وہ پیارا لٹک لٹک  
 زلفوں کی لی صبا نے بلا میں چٹک چٹک  
 پیتے ہیں خون دل کی صراحی غٹک غٹک  
 عاشق سے دل چھپالے وہ ابرو ٹٹک ٹٹک  
 توڑیں گے کوہ غم کو صنم کی مدد سے سوز  
 فراد ہم نہیں جو مرے سر پٹاک پٹاک

۱۔ کیونکر دیکھوں گا پھر اسے میں  
 ۲۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔  
 ۳۔ یہ شعر میں نہیں ہے۔

اشک کب ہوں تیرے ستانے کے خشک  
چوڑی چوڑی تیرے منہ شاید لگا  
کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک  
ہونٹھ یو ہیں میں گے پیمانے کے خشک  
ہوں سراسر آب دکھلانے کے خشک  
یا الہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک  
زلف کی .... میں کیا جا کر پھنسی  
سوز مشو قول میں ہے ہاں دیکھ لو  
شمع گریاں چشم پر دلنے کے خشک

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک  
تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ  
تو نے میرا نہیں چسپا یا دل  
روز محشر تو دیکھیو ظالم  
داں بھی یہ ظلم تو مکر حبانہ  
کبھی ظالم کہ سوز جھوٹا ہے  
تیرے غم سے نہیں ہوں سینہ چاک  
دود اس کا نہیں ہے تا افلاک  
ڈالتا کیوں ہر میری آنکھوں میں خاک  
یہ مرا سر ہے اور ترا فراق  
کیا لگے ہے تو ایسا ہی بیباک  
میں کہوں گا کہ سچ ہے روحی فداک

میرے نالے سے ہے جہاں تاریک  
صفحہ ہستی پہ مرا جوں ہر  
اس میں باوصف ہے چراغ دل  
کیا ہوا شمع سر سے ہے روشن  
خط کے آنے سے ہو گیا اسے سوز  
چشم عشاق میں جہاں تاریک  
لے زمیں تا بہ آسماں تاریک  
ناظم روشن ہے تو نشاں تاریک  
تو بھی ہے زلف گلر خاں تاریک  
ایک ہے پائے شمع داں تاریک

لے یضرب میں نہیں ہے مہم سوز مجبوں میں ہے تم دیکھو لے ع میں غناک لے م یارب  
لے م تپہ ہے زلف ہوشاں تا تاریک لے م آتے ہی لے م اے یار



مجھ کو مت تہمت لگا بہر خدا تو اسے فلک

ہاتھ بھی پہنچا نہیں اب تک مرا دامن تلک

ہاں مگر تقصیر یہ کی ہے کہ یک شب بارش میں

رخنہ دیوار سے دیکھی ہے ظالم کی جھلک

اس گنہ پر جو ترے دل میں ہو سو تو کر سلوک

لے گیا تھا اس شرابی کے لیے دل کی گزک

اور بھی اک بات یاد آئی ہے ہاں جھوٹا نہ ہوں

جوں گیا میں پاس اس کے اٹھ چلا دامن جھٹک

اتنی بے ادبی ہوئی مجھ سے کہ میں پیچھے لگا

یعنی دل کو ہاتھ سے اس کے میں لے بھاگا اچک

دیکھ کر مجھ کو نہایت طیش سے بولا کہ دور

اپنے رتبے سے نہ رکھ تو پاؤ آگے چل سرک

رہ گیا اپنا سامنے لے کر قدم پیچھے بڑا

ہر قدم پر مارے حیرت کے میں رہتا تھا بھپک

اس گنہ پر جو ترے جی میں ہو اسے چرخ کہن

اپنے اس دل سوز کو تو ہاتھ میں رکھ یا پٹک

اور تو جتنی ادائیں اس کی ہیں میں کیا کہوں

پر قیامت تک نہ اس کی بھولے گی دوت اور یک

۱۔ ع، کسی ۲۔ ع، تک اس کی ۳۔ ع، لے گیا ہوں

۴۔ ع، دل میں ۵۔ ع، یہ شعرا میں نہیں ہیں ۶۔ ع، آہ کیا

۷۔ ع، اس خطا پر جو مرے حق میں ہو اسے چرخ کہن ۸۔ ع، لے

۹۔ ع، یہ شعرا میں نہیں ہے۔

میں سکھاؤں تم کو یار و گر کر دستبر ایک  
 بس ہر مجھ دیوانے کو اس لف کی زنجیر ایک  
 دل و دھڑکتا ہر مبادا جل نہ جاوے یہ قفس  
 ورنہ اے صیاد کرتے ناز و شبگیر ایک  
 کیوں ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ  
 یاد ثابت کرو مجھ پر تو بھلا تقصیر ایک  
 اس چین کی سیر میں لے جا بسر تو اس طرح  
 چاہیے ہوئے نہ تیرا خار دامن گیر ایک  
 بزم میں تیری تو یوں آزرده خاطر ہیں بہت  
 بد نہ دیکھا سوز سا ہم نے کوئی دل گیر ایک

جانا نہیں مشکل ہے جو اس حور لقا تک جو آپ سے جائے تو چلا جائے خدا تک

سنبل دلف سیہ کا کل و شب چاروں ایک  
 غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چاروں ایک  
 دیکھے کیونکے بچے جی کہ ہوئے ہیں دل میں  
 تجھ بن اب درد و غم و مینج و تعب چاروں ایک  
 صبح و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے  
 ہیں کسب کرنے میں یہ نور کا اب چاروں ایک (کذا)  
 باقی دو کہنے کی ہیں دو ہیں نہیں کہنے کی  
 لب پہ کر ڈالے ہے تجھ آگے ادب چاروں ایک  
 شعلہ و صاعقہ و برق و خوے یار اے سوز  
 رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چاروں ایک

لہ م میں بتاؤں تم کو یار و تم کرو لہ م کیوں دکھاتا ہے مجھے تیغ کو ہر دم لہ م کوئی تو ثابت  
 کرو مجھ پر بھلا لہ م اس چین کی سیر کو لے دل تو اس عنواں سے جا لہ م یہ غم میں نہیں ہے  
 لہ م یہ غزل میں نہیں ہے۔



## ل

لے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نہ ڈھال  
 کس نے بے خود کیا تجھے پیالے  
 کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق  
 بیوفا ہیں جہاں کے سب محبوب  
 پہلے لیتے ہیں دل کو پھسلا کر  
 تیرے کرتے ہیں جان کا یہ سوال  
 میرے کہنے کو مان لے پیالے  
 ورنہ کہہ دوں گا سوز سے سب حال  
 اے لو آیا ہے اب خدا حافظ  
 مرحبا مرحبا تعال تعال

کو چہ یار میں ہر ایک کو جانا مشکل  
 نقش پاہو کے میں کوچے میں پڑا ہوں تیرے  
 جیتے جی داں سے ہر ستم کو پھر آنا مشکل  
 بے گنہ قتل کیے ہم سے ہزاروں انہ  
 یار کے پاس میں کس طرح سے بھیجوں قاصد  
 جیتے جی داں سے ہر ستم کو پھر آنا مشکل  
 پہنچا اس تلک آسان ہر آنا مشکل  
 تو نہ گر اپنے تئیں بھولے تو بھولے لیکن  
 یاد کو تیری مری جان بھلانا مشکل

لے ع کو سے دلدار

لے مانی الحال

لے ع شوخ کے پاس تجھے بھیجوں میں کیونکہ قاتل لے ع شرم میں نہیں ہے۔

کسٹلہ کنے جا کے کہوں آہ گرفتاری دل  
 گریہ زار پر مسکیر نہ اسے آدے جسم  
 اب بجز نالہ کرے کون مددگاری دل  
 کام بے مہری پہ اس کی نہ کہے زاری دل  
 یار بن رو بہ ہی لاوے نہ بیماری دل  
 ذلت اپنی میں کہوں خلق میں یا خواری دل  
 شکوہ کیا اس کے سلوکوں سے کروں محرم  
 چھڑکے پانی مری تربت پہ جو وہ شوخ لے سوز  
 خاک سے آوے مری بوسے دفا داری دل

کون بخشائے مری اس سے گنہ گاری دل  
 مو بہ مو شانے کو اپنا ہے کیا محرم راز  
 غیر حاضر میں رہا باعث بیماری دل  
 زلف کی جانے بلا کیا ہو گرفتاری دل  
 صبح تک پھر نہ پھرا دیکھو عیاری دل  
 جس کو دیکھا سو گرفتار اسی کا دیکھا  
 اب بھلا کس کو میں کھلاؤں گرفتاری دل  
 سوز تو بے خبر بادہ غفلت ہے پڑا  
 آہ اب کون کرے آکے خبر داری دل

مرا لگتا نہیں لے باعباں تیرے چمن میں دل  
 جلے ہم شام سے تا صبح ہم بزمیوں میں یوں اپنے  
 لگے کیوں کر کسی کا یار بن سرو سخن میں دل  
 جلے ہے شمع کا جس طرح تیری انجمن میں دل  
 کہامت کر مجھے حرف درشت لے سننا ہے  
 نظر آیا ہو اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن میں دل

لہ م آہ کس جا سے کہوں اپنی میں ناچاری دل  
 لہ م یہ شرم میں نہیں ہے  
 لہ م چشم  
 لہ م پھر کے مائی پہ شراب آکے جو  
 لہ م یہ شرم میں نہیں ہے  
 لہ م تیرے یوں



جو تو سیرِ حرم میں ساتھ رہتا ہے تو شادی سے سما تا ہی نہیں جوں غنچہ اپنے پیر ہن میں دل  
 نہیں وہ تو ز جو مرنے کے بعد از بھی تجھے بھولے  
 پڑا تر پچھے گا تیری یاد میں اس کا کفن میں دل

دیکھو قدرت کو بیٹھے تھے جنھوں میں مل کے مل  
 باقہ خم گشتہ اب تک ہے اُمید زندگی  
 چٹ کرے دنیا کو بے کام و دہن اک آن میں  
 ہو گا اس ..... پانگ اعمال جہاں  
 زیب دستار تم کیشاں ہے ان کے گل کے گل  
 چونک لے غافل کہ تیرے سر پہ آیا پل کے پل  
 مرگ وہ پر خور ہر نعمت میں جس آ گل کے گل  
 حشر میں بیٹھس کے جب مقتول اور قاتل کے قاتل  
 توڑ کو کہتے ہیں سب کل سے کیا نعتل مکان  
 ہم بھی جادیں گے خبر تو کب ہیں اس عاقل کے قاتل

آتا ہے وہ ست حیا میناے صہبا در بغل  
 احوال میرا یہ ہوا، پرواہ کچھ اس کو نہیں  
 لے ابر تو مت گرہ گڑا، گو قطرہ ہو تیرا گہر  
 آتا ہے وہ حور کی تھا، گر دیکھنا ہے دیکھ لو  
 کیا قیس اور فرما دتھا، تم عشق بو لو توڑ کو  
 ہوں ..... خاموشی میں میں گریاں ہر یک ابر تر  
 گاہے ترا گلزار ہے کہ بوتے بھی بیزار ہے  
 ہوں گرچہ میں تنگ حوصلہ پُرل میں کچھ ہی سو،  
 لیتا ہے دل اس کی بلا، باصد تو لا در بغل  
 رکھتا ہے اپنے لب میں وہ لاکھوں سکا در بغل  
 ہر قطرہ میرے اشک کا رکھتا ہے دریا در بغل  
 جس کے ہر اک غم نے میں سو سو تماشا در بغل  
 ہر قدم میں جس کے ہر سو کوہ و صحرا در بغل  
 روتا نہیں تو کیا ہوا رکھتا ہوں دریا در بغل  
 کہ غنچہ ہے گاہے صبا دل یا تماشا در بغل  
 ہے ریگ صحرا در بغل

ہے پاس تیرا دل رہا ملتا نہیں کیوں اس سے جا  
 اسے توڑ کچھ کیا اہوا مت رکھ تمنا در بغل

لے یغزل م میں نہیں ہے لے غلطان لے یہاں سے شرم میں نہیں ہیں۔

اب تو ہے سینے میں حسرت جاے دل  
شیخ کو مسجد مبارک ہو بچھے  
ذرے ذرے میں ہے تو ہی جلوہ گر  
کون لے دے گا اے کیا بچھے  
دور ہونا صح کہیں یہ جاے گا  
کچھ نہیں معلوم اب تو رنگ ڈھنگ  
بس غزالو اب یہاں سے رم کرو  
کچھ نہ کی تاثیر میرے سوز نے  
نوٹا ہوں گرچہ زیر پاسے دل

اٹھ سوز، وہ دیکھ، آتا ہے قاتل  
دین و دل و جاں، صبر و تحمل  
کس کس کو روؤں میں یاد کر کر (قطرہ)  
ناصح بحث تو دیتا ہے تکلیف  
کچھ میں ہی تنہا عاشق نہیں ہوں  
کوچے میں اس کے لاکھوں پرے ہیں  
ٹمک چونک ظالم اتنا بھی غافل  
سب کچھ لیا لوٹ اس پر ہے بیدل  
ہے چشم ہے اشک ہے آہ ہے دل  
تیری نصیحت ہے زہرِ قاتل  
دو کھی سے میری کیا تجھ کو حاصل  
مخروج مذبح مقتول بسمل

۱۰؎ یہ نزل میں نہیں ہے

۱۱؎ دل



یارو تم کو کہیں ملا ہے دل سچ کہو کس طرف گیا ہے دل  
 وہ تو چھاتی تلے ہی رہتا تھا کسی گلی سے نکل گیا ہے دل  
 پوچھو آنے جانے والوں سے کون سے دیں جا بسا ہے دل

صاحبو تم دعاے مسیہ پڑھو  
 سوز کا آج گم ہوا ہے دل

ہوا کس سنگدل کا مبتلا دل کہاں جاتا رہا ہے <sup>۱</sup> ہے مراد دل  
 ملا جا آپ تنہا مجھ کو چھوڑا <sup>۲</sup> یو نہیں ہوتا ہر دنیا میں بھلا دل  
 سنو یارو ذرا سمجھاؤ اس کو <sup>۳</sup> ہوا کیوں بیونا کا آشنا دل  
 نہیں ہے اس زمانے میں کچھ امید <sup>۴</sup> میں کہتا تھا اے ہے یہ مراد دل  
 سو مجھ سے ایک دن ملتا نہیں ہے <sup>۵</sup> بھلا دل آفریں دل مرحبا دل  
 نہ آیا دو برو میرے وہ گاہے <sup>۶</sup> تنہا میں اسی کی مرگیا دل  
 یہی حیران ہوں وہ شوخ کیوں کر <sup>۷</sup> بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل  
 عزیز دل کاست احوال پوچھو <sup>۸</sup> کہوں کیا تم سے ہر کس جا مرا دل  
 پڑا ہے ایک کونے میں اکیلا <sup>۹</sup> وہ صاحب زادہ میرا میرزا دل  
 بہت پیچھے پڑا تھا ہاتھ دھو کر <sup>۱۰</sup> اب آیا چین ظالم لے گیا دل

۱۔ م، ہے گا

۲۔ ع، ارے

۳۔ ع، نہ آیا ایک دن بھی میرے پاس

۴۔ ع، عزیز کیا کہوں مت حال پوچھو۔

نہ کرنا صح نصیحت مجھ کو چل دور ترے ہاتھوں جلتا ہے مرا دل  
میں اپنا جانتا تھا اس کو افسوس گیا کیسی طرح دے کر دعا دل  
گیا قاتل کئے سینہ سپر کر  
نہ صاحب سوز کا بھی ہے بڑا دل

نہیاں دکھلائی دیتا ہے نہ داں دل کہاں میں اور کہاں وہ اور کہاں دل  
نہ صاحب سنو میری سنو بات مجھے لے جاؤ اس جا ہی جہاں دل  
خدا جانے بنی کیا شوخ سے آج اے میرے لال میرے بے زباں دل  
تو کیوں کہتا نہیں اپنی حقیقت اے میرے زار میرے ناتواں دل  
مجھے کچھ بہ کہا یا سند بولا تو کیوں آزرہ ہے اتنا میاں دل  
بھلا میں سوز سے پچھو ا منگاؤں  
کہ تو نے کیوں کیا نہا ہر باں دل

کبھی کا لے گیا وہ داربا دل نہ پوچھو میں کہاں اب اور کجا دل  
کردوں کس منہ سے میں تعریف اس کی کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل  
نہ چھوڑا مرتے مرتے پاس اس کا (تغہ) خوشا دل آفریں دل مرحبا دل  
ارے میاں سوز تجھ میں یہ بُری خو لگاتا تو پھرے ہے جا بجا دل

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہیں  
۲۔ ع ، نہ پایا  
۳۔ ع ، کے تئیں  
۴۔ ع ، ہے گا  
۵۔ ع ، ارے صاحب دو  
۶۔ ع ، یہ شعر میں نہیں ہے  
۷۔ ع ، لگاتا تو پھرے ہے جا بجا دل  
۸۔ ع ، یہاں سے ہر دم میں نہیں ہیں



جسے دیکھا وہیں بیٹھے ہوئے بس      کسی کا ہو نہ ایسا بھر بھرا دل  
صاحبِ عشق کے میں پاؤں پوجوں      جو عاشق ہیں انھیں کا ہو بڑا دل  
میں بے چارہ نجیف و ناتواں ہاں      میں کیا اور کون سا ایسا مراد دل  
کہ عاشق ہوں کسی بانگے حسنم کا      وہ کیا کھا کر کرے گلابے مراد دل

شتابی چل مرے مغرور آپی لے شراب دل      میں تیرے واسطے بھونے میں کیا اچھے کباب دل  
یہ میرا ہی جگر ہے جو کسی سے کچھ نہیں کہتا      والا نہ اٹھا سکتا ہے کوئی پیچ و تاب دل  
تل در پہوں زمین و آسماں یکاں میں دو ہیں      اگر ظاہر کروں عالم میں اپنا اضطراب دل  
ہمیشہ میری آہ و سوز سے جلتا ہی پھرتا ہے  
الہی حشر کو کس منہ سے میں دلوں کا جواب دل

اے غم یار تو مت کہجیو اندیشہ دل      ٹھیس لگ جائے گی نازک ہر نپا تیشہ دل  
ایسے میدان میں آہوے حرم کا کیا کام      اسدائشہ کے میدان کا ہے یہ بیشہ دل  
تو ہی کر لذت شیریں کی کوہ کنی کذا  
ناخن دستِ حنائی ہے یہاں تیشہ دل

جاتا ہے دل تو جانیو ہر شہ بیار آج کل      چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آج کل  
کوئی دوا نہیں ہے موافق بغیر وصل      مڑا ہے تیرے غم میں یہ بیار آج کل  
گر زمر مرہی ہے ہمارا تو ہم صغیر      ہوتے ہیں اس چمن میں گرفت آج کل

تیس گریہ ہے جو کہتا ہے شیخ شہر  
 عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہنچ بشتاب  
 اے یار ہم تو نہیں گے زنا راج کل  
 جاتے ہیں اس چمن سے یہ گلزار آج کل  
 بت سے کرے گا برہمن انکار آج کل  
 مجرد کس سے ہر یہ دل زار آج کل  
 مل ڈالے گی جہاں کو یہ رختار آج کل  
 تیری زبان سے عہدہ برا کیونکے ہو کوئی  
 اے سوز ہر جو کچھ تری گفتار آج کل

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل  
 آنے کی تیرے باغ میں ہر آج یہ خوشی  
 بسمل نے گل کو دے کے تجھے لی رسید گل  
 نور و زعنہ لب کہوں یا میں عید گل  
 ساقی تلاش بادہ میں مطرب بے فکر ساز  
 جوں لالہ داغ داغ ہے دل تیں پائیں  
 جس جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اس جگہ  
 بندہ میں بے درم ہوں تو اس کو جان  
 نسبت نہ کر تو مرغ چمن سا تھ سوز کو  
 بسمل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

۱۰ ع کہ پڑھتا ہے ۱۰ ع و اللہ ۱۰ ع م ہم نہ پہنیں گے

۱۰ ع اگر بے ترا سلوک یہی تو اسے بدگماں

۱۰ ع تیری زبان کے عہدے سے برآمدے کیا کوئی۔



پاتا نہیں ہوں آج میں یار و داغ گل  
گل دیجے .... رشک کی آتش سے آج تو  
آیا ہو گلزار مگر سیر باغ گل  
روشن ہے عندلیب گھر میں چراغ گل  
ہم رنگ بھی ہوا نہ گیا دل سستی حسد  
لالہ کے دل میں رشک سے ... ہوا داغ گل  
آتا ہے کس طرف سستی جاتا ہے کس طرف  
پایا نہیں کس نے جہاں میں سراغ گل  
با صد ہزار خار ہے خندان و شاد شاد  
اے تو ز خوب تو ہے معاش فراغ گل

کیا جانے ہوا ہے یہ کس کا شکار دل  
اے عشق لے نہ جایو اس کو کہ ہے بہت  
غم کشتہ دل - ستم زدہ دل - بیقرار دل  
افسردہ دل - پری زدہ دل - نازناز دل  
خون گشتہ دل - فلک زدہ دل - جان نگر دل  
بے ہوش دل - جنون زدہ دل - نگار دل  
یہ تو ز تیری یاد میں رہتا ہے نت غمیں  
اے میرے یار دل مرے باغ و بہار دل

خداوند اکہ ہر گم ہو گیا دل  
یہ دل تھا یا کہ یہ ابر کرم تھا  
گیا کیا آپ مجھ کو کھو گیا دل  
کہ چلتے چلتے مجھ پر رو گیا دل  
عجب اعجاز تم نے دل کا دیکھا  
خدا کے واسطے مت ہٹ کیا کر  
کبھی کا کوئی چھپ کر لے گیا دل

۱۰۰ ع : یہ دونوں غزلیں م میں نہیں ہیں۔ ۱۰۱ ع : نہ دل تھا بلکہ یہ

۱۰۲ ع : اس کا سینے ۱۰۳ ع : یہ شعر م میں نہیں ہے۔

بہت محنت سے آیا ہے مرے ہات  
بندھی مٹھی نہ کھو لو لو گیا دل  
پڑا تھا ہاتھ دھو کر اس کے نیچے  
اب آیا چین نے ظالم گیا دل  
نہ آہ سرد ہے نہ نالہ گرم  
کوئی اس کو جگا دو سو گیا دل

کہاں پھرتا ہے داہی ہر گھڑی تو کو بجو اے دل

کہیں اور جائے تو تو ہووے جھگڑا ایک سولے دل  
یہ تو نے وضع پیدا کی ہے جس سے خلق نالاں ہے

تو ایسی چال چل جس میں رہے کچھ آبرو اے دل  
تجھے سمجھائیے جتنا سودنا تو بگڑتا ہے

ہے میری آرزو تو یہ تو ہوئے نیکو اے دل  
نہ دن کو پاس آتا ہے نہ شب کو کیا کروں بھائی

جو تو نچلا کہیں بیٹھے تو کیجے گفتگو اے دل  
پھر جب تک تھامے پاؤں میں طاقت بہت اچھا  
کبھی تو سوز کے بھی جاؤ گے تم رو بڑا اے دل

دیکھ تیرے حسن کو گلشن میں مرجھاتا ہے گل  
بلبلوں کو گل سے کیا کیا جی میں شرماتا ہے گل  
بے تصنع میں نے پوچھا ہے پناہ برگ میں  
دیکھ تیری شان کو دہشت چھپ جاتا ہے گل  
— شبنم منہ میں پانی بھر رہا ہے شوق سے  
دیکھ تیرے رو کو خیائے پر اکتا ہے گل  
— الفت محکوم آتی ہے چمن سے آج کیوں  
گلبدن کو دیکھ کر شادی سے کھل جاتا ہے گل



— تیرے سبب سے باغبان ہم نے لیا — مجھ کو کیا بھاتا ہے گل  
 عندلیبوں کا مچا ہے گل خبر لے جو شتاب دیکھو کس کس طرح کے رنگ سے آتا ہے گل  
 اے عزیز دستوز کو تکلیف مت دو باغ کی  
 اپنے گلرد کا ہے عاشق اس کو کب بھاتا ہے گل

میاں دل، بھائی دل، اور مہرباں دل  
 مجھے تو پھوٹ جاتا ہے کہاں دل  
 نہ جا تو پاس سے میرے مری حبان  
 اے میرے دوست میرے مہرباں دل  
 خدا جانے کہاں تو گر رہے گا  
 نکل سینے سے مت اور ناتواں دل  
 یقین میرا ہے تیری دوستی پر  
 تو مجھ سے کیوں پھرا اد بدگماں دل  
 نہ ڈھنڈا پھوڑ تو پہلو میں دل کو  
 وہ پہنچا ہے کبھی کا لامکاں دل  
 عبث تو ہر گھڑی مت سوز سے پوچھ  
 کہاں (وہ) اور کہاں میں اور کہاں دل

تو تیری یا تفنگی اے دل اے دل دیا کام نہنگی اے دل اے دل  
 دے مارا بمانگذاشتی آہ مگر قید فرنگی اے دل اے دل

انشاء یہ دونوں غزلیں ع ایس نہیں ہیں۔

م

گر گر پڑیں یہ وضع شرابی یہ گام گام  
 شاید کہیں وہ دید ہوا ہے نظر پڑی  
 گر طفل اشک کو نہ رکھوں اپنے تھام تھام  
 زنا ر جس نے اپنی رگ جان سے کیا  
 خورشید اپنے واسطے بھرتا ہے جام جام  
 اس برہمن کو میری طرف سے (ہو) رام رام  
 ان عاشقاں کا ہائے کبھی امتحاں کرے  
 تو جوں کباب ان میں نکل آئیں خام خام  
 جو نام سے شراب کے ہوتا جگر کباب  
 سو توز دو نہ ہاتھوں سے ملتا ہے جام جام

اندوہ سے تیرے مر گئے ہم کیوں کر رو دیں نہ گھر گئے ہم  
 دل تھا سو تجھ کو پوج بیٹھے ق لے جان سے بھی گزر گئے ہم  
 کا ہے کو گھورتا ہے ظالم کچھ لے کے ترا مگر گئے ہم  
 بس میں آنکھیں نکال مت واہ ایسے غصے سے ڈر گئے ہم  
 راتوں رو رو کے سوز کی طرح  
 دن زیست کے اپنی بھر گئے ہم

نہ مجھ کو خاص مطلب ہو کچھ نہ عام سے کام  
 رقیب اب تو ہیں سرگرم تیری خدمت میں  
 کوئی ہزار کہو مجھ کو اپنے کام سے کام  
 یہ ننگ و نام مبارک رہے تھے اے شیخ  
 کبھی تو چوڑے گناہ کو بھی اس غلام سے کام  
 مجھے نہ ننگ سے ہر ننگ کچھ نہ نام سے کام

۱۵۷ ع : کچھ مدعا  
 ۱۵۸ ع : یہ غزل میں نہیں ہے  
 ۱۵۹ ع : کبھی پڑے گامیاں تم کو اس  
 ۱۶۰ ع : رہے تھیں یا رو



میں اپنی وضع کو کاہے کو چھوڑ دوں کہ نہ لے وہ نہ پھرا لے کہ دیکھے مجھے سلام سے کام

دید کرے جہان کا یک دم  
تیرے سن میں ہے تیرے تن میں ہر  
پھر تو آگے ہے سیر ملک عدم  
تجھ سے باہر نہیں ہے ایک قدم  
یار کو تو جدا نہ آپ سے جان  
وہ تو ہوتا نہیں جدا اک دم  
آنہ ساں صفا تو دل کو کر  
دیکھ تو اس میں کون ہے ہم دم  
وہی کہتا ہے فارسی میں سن  
من درون دل تو می باشم  
جھانک کد ل کو اپنے یار عزیز  
تیرے دل میں ہی دونوں ہیں عالم  
ڈھونڈتا ہے جسے تمام جہان  
سوز کو مفت مل گیا جسم جم

بات میری سمجھو موت و اہی  
جھوٹ کہتا نہیں ہوں تیری قسم

کھوٹیں تو کس کا رونا کرتا ہے غرق عالم  
میرا بھی سر و مجھ سے سرکش ہوا ہے قمری  
روئیں گئے گئے لگ لگے آہ بشار ہم تم  
آنسو بہائیں بد بابر بہار ہم تم  
نالہ کریں نہ یکجا ہیں سو گوارا ہم تم  
لے لالہ آج کر لیں مل کر شمار ہم تم  
دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ

۱۷ م، تن

۱۷ ع، میں اپنا قاعدہ

۱۷ م، یہ شعرم، میں نہیں ہے۔

۱۷ م، نامحرم

۱۷ م، ہیں کو

۱۷ م، تجھ سے ہوتا نہیں جدا اک دم

۱۷ م، یہ شعرم میں نہیں ہے

۱۷ ع، خدا کی قسم

۱۷ ع، دیکھیں زیادہ کس کے نکلیں گے داغ سینہ

تو میرے دل کو دیکھ اب میں تیرے دل کو کھول  
 دل چاک چاک کر کر دکھیں ہمارے ہم تم  
 تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا  
 لے میر درد صاحب تھے یادگار ہم تم

جب ہوا ہے ناز تمہارا شیر چشم  
 جو ہر سونا گتا ہے کر دے بھیکا کنگر  
 آنکھوں میں تھا غبار مری دور ہو گیا  
 بچتا رکھ آپ کو نظر بد سے غیر کی  
 اتنا ہے دل کو خوف کہ عالم نہ ہو دے غرق  
 ہم چشم تیری زگس شہلا ہے باغ میں  
 مکتے ہیں بے اہل وہ جو ہیں گے اسیر چشم  
 آفاق ہو گیا ہے پیار سے فقیر چشم  
 جوں سر مرہ خاک پا ہے تری دستگیر چشم  
 مرہم پزیر یا نہیں زحسم تیر چشم  
 اٹھے ہیں تمکے غم سے جوا بر مطہر چشم  
 آب رداں چمن میں ہے میرا نظیر چشم  
 جب سے ہے اس کے پنجہ مرگاہ میں دل مرا  
 لے سوز مجھ پہ رہتی ہے کیا دار دیگر چشم

سنا ہے اب تو خط آیا ہے کس اسلوب دکھیں ہم  
 لکھا ہو وصل قسمت میں تو یہ بھی خوب دکھیں ہم  
 ہیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرنا عاشق میں  
 جفاے صبریہ دل پر ہو جوں ایوب دکھیں ہم  
 ہوئے ہیں غرق ہم جس طرح آب چشم میں اپنے  
 بھلا لے ابریوں دریا میں تو تو ڈوب دکھیں ہم



لکھی ہے شرح سوزِ دل بجز پر وانی لے ظالم  
 تجھے اب کون پہنچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم  
 ..... ننگہ کرتے ہو تم آئینے پر یک سر  
 مزاج آیا ہوا یہ دھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم  
 خدا وہ دن کرے ہو دے جو کوئی تند خو تجھ سا  
 ترا دل راغب اس پر وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم  
 ترے در سے تو اٹھ جا دیں یہ وہ آنکھیں کہاں جس سے  
 جفا کے سامنے اپنی دنا محبوب دیکھیں ہم  
 نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جس کو دل چاہے  
 جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم  
 خوشی ہو تو زکو کب حور کی نسبت سے لے واعظ  
 وہ دن ہو دختِ رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

پیتا ہوں یادِ دوست میں ہر صبح و شام جام  
 اٹھے شمع سرکشی نہ کر اتنی فروغ پر  
 بے یادِ دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام  
 کیوں شیخ اس کو منہ نہ لگاؤں میں کس لیے  
 رہتا مثالِ جامِ دہن و اتمامِ سہر  
 لانا ہے لبِ یار کے ہر دم پیام جام  
 دیتا نہ زخمِ دل کو اگر التیام جام  
 دیراں ہوئی تھی ملکیت جسم ہے ستم  
 کرتا نہ جلد آن کے گرا نظام جام  
 تھے وقتِ نزع منتظر کلہ سوز سے  
 جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتے تھے جام جام

لے یہ شرح میں نہیں ہے      لے یہ شرم میں نہیں ہے۔

ہٹا ہے دل پہ تو لے تجھ کو میرے جی کی قسم  
خدا کے واسطے اک جام اور دے ساقی  
میاں خفا نہ ہو مجھ سے تجھے نبی کی قسم  
چراغ آنکھ تجھے مرتضیٰ علی کی قسم  
دل اس قدر تو نہ ہو دیکھ چشم کو مدہوش  
فدا نبھل تو تجھے میری بے خودی کی قسم  
زمان یار رقیبوں کا تو کہسا ہرگز  
میں باد فدا ترا عاشق ہوں دوستی کی قسم

جواب کے سوز مرا جی بچے ترے ہاتھوں  
تو پھر کبھی نہ ہوں عاشق میں عاشقی کی قسم

دل میں کھٹکے ہے پڑا اے یار میرے خار غم  
آج سے دنیا میں کچھ ہے وہ ہمارا روشناس  
سینہ مجروح میں پھولا ہے اب گلزار غم  
چشم داغ و اب عدم سے کی سوے دیدار غم  
اس سوا مونس نہیں رکھتے ہم آپس میں کوئی  
غم مرا غمخوار عالم میں ہے میں غمخوار غم  
کہ ہر چہرہ میں دل کو نہ بانہد اس زلف سے  
پر یہ کافر سن کے پھوٹے تھا کوئی زنا غم  
پھر نہ کھینچے سوز کے دل کو سوے عیش و طرب  
گر تو سمجھے ناصحا ایک ذرہ بھی اسرار غم

خوش .... کی مجلس میں خصم جاں ہیں تمام  
جھٹوں کو بات نہ کہہ آئی ساری عمر کبھی  
مثال شمع جلانے کو یک زباں ہیں تمام  
ہمارے عیب کے چنے کو نکتہ داں ہیں تمام  
میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو چپ کر جاؤ  
نہیں ہے غیر کوئی میرے مہرباں ہیں تمام

خدا کے واسطے اے تند خون ہو بدنام  
جہاں میں ہوگی خبر میرے خون کی ناحق  
یہ خون بے گنہاں کر کے تو نہ ہو بدنام  
یہ حرف مان لے آ کو بہ کو نہ ہو بدنام

لے یہ غزل مایہ نہیں ہے



لگے ہیں کشتوں کے پستے ہر ایک جا اب بس ستم کی سیف کو کرشت مشورہ ہو بدنام  
 نہیں ہے خوبیاں قتل عاشق بیدل اٹھائے دل سے تو یہ آرزو نہ ہو بدنام  
 برا کہیں ہیں تجھے قتل میں وضع و شریف  
 قبول سوز کی کر گفتگو نہ ہو بدنام

ناصحو دل کس کئے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم  
 کیوں دولے ہو گئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم  
 مجھ سے کہتے ہو کہ میں ہرگز نہیں پیتا شراب  
 میں تمہارا دوست یا دشمن کہ شرماتے ہو تم  
 اور جو بیٹھے رہیں تو ان سے تم محظوظ ہو  
 جب ہمیں آتے ہیں تو گھبرا کے اٹھ جاتے ہو تم  
 زوجی اب آرام سے بیٹھے رہو جاتے ہیں ہم  
 پھر نہ آویں گے کبھی کاہے کو جھنجھلاتے ہو تم  
 رات کو تم جس جگہ تھے ہم کو سب معلوم ہے  
 بھوٹ کیوں بکتے ہو کاہے کو قسم کھاتے ہو تم  
 منہ بنا میری طرف آئنے کا بوسہ لیا  
 واہ واہ اچھی طرح سے روز ڈھکاتے ہو تم  
 ایک تو میں آپ ہوں بیزار اپنی جان سے  
 دوسرے بک بک کے میرے جی کو گھبراتے ہو تم

اے کبوتر اے صبا اے نال اے فریاد آج

کھیو دہر سے اگر کوچے تلک جاتے ہو تم  
توز کا دل خوش تو ہو جاتا ہے وعدوں سے میاں  
پر غضب یہ ہے کہ وقت ہی پر مکر جاتے ہو تم

آہ پلکیں تو خون سے گئیں جم وصل میں یہ مرا لگا ہے غم  
مت کرو بات بات پر تکرار اس کے غصے کا زور ہے عالم  
کس سے یاد ب کہوں حقیقت دل غیر نال نہیں کوئی ہمد  
بعد الحمد دیکھو قرآن ہے الف لام میم یعنی الم  
آخر اس کے ہے سوز خود سے پڑھ  
سورہ عم لکھی بصورت غم

واعظ نہ کر تو بے ادبی سے کلام جام دھوپیلے منہ گلاب سے تب لے تو نام جام  
انصاف کر کے دیکھ تو کس کس کے منہ لگا عزت ہی سے بسر ہوئی ہے صبح و شام جام  
ہر دم نکل کے شیشے سے آتی ہے پیشوا یاں تک کرے ہر دختر ز احترام جام  
بزم جہاں میں اس کی ہر تو قیر اس قدر اب ست گلر خاں پہ ہے ہر م خرام جام  
اس کا زیادہ کیا میں کہوں اس سے مرتبہ  
جس کو کہے ہے سوز کہ ہم ہیں غلام جام

نہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

نہ یہ غزل ع میں نہیں ہے۔



اے گل صبا کی طرح پھرے اس چمن میں ہم      پائی نہ بود ناکی ترے پیرہن میں ہم  
 شیشے کی طرح شام سے رو رو کے تاکر      خالی کریں ہیں دل کو تری انجمن میں ہم  
 فانوس ذیچ شمع جلے جس طرح سے سوز      جلتے ہیں تیرے ہجر سے ظالم کفن میں ہم  
 کرنے کو وصف طول تری زلفوں کا صنم      ... خدا ہی چاہے جو شکر سخن میں ہم  
 شعلہ اٹھانے تن سے ہمارے کبھو بھی سوز  
 بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من میں ہم

## ن

کیا کہوں کیسا حال ہے تجھ بن      زندگانی وبال ہے تجھ بن  
 وہ جو تھے روز شوق و ذوق کہاں      رنج و درد و دلال ہے تجھ بن  
 اس کے کوچے میں جا کے ذبح کر دو      یہی سب کے سوال ہے تجھ بن  
 اپنی ہستی کو اب دہو لالی (؟)      بس کہ تغیر حال ہے تجھ بن  
 قصہ کوتاہ سوز کو اب تو  
 زندگانی محال ہے تجھ بن

رہے جیسے جیسے ستم دیکھتے ہیں      دل ہی جانتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں  
 سنا تھا کہ بیت الحرم دل ہو لیکن      ہم اپنا تو بیت الصنم دیکھتے ہیں  
 نشا اور کچھ دل کو بھایا ہے شاید      کچھ آنکھوں میں اب کیف کم دیکھتے ہیں

کوئی کوچہ یار میں جا کے دیکھو سر ہی ہیں پڑے یک قلم دیکھتے ہیں  
 نجومی سے کیا پوچھنا آؤ پو پھو  
 دل سوز کو جام جسم دیکھتے ہیں

کبت ملک میں راہ اس بیرحم کی دکھا کروں      حال پر سے نہ آیا رحم اس کو کیا کروں  
 سوز دل تو جوش کھا کر غم سے .....      اب کہاں سے اور اک دل سوز میں پیدا کروں  
 تو ہی اس طرف اب اے کشتی نخت جگر      اس کی خاطر میں بھی سیر موجب دریا کروں  
 موج میں آوے تو شاید دیکھ لے میری طرف      کبت ملک میں دیکھنے کے واسطے ترسا کروں  
 آہ وہ دل سوز میرا یعنی پیارا میرا سوز  
 آج میرے ساتھ ہوتے پر کہاں ٹھونڈھا کروں

دل تو کہتا ہے کہ یارب مراد لدا رکھاں      میں نہ کہتا ہوں کہ میرا وہ دل انگار کہاں  
 اس خرابات میں مدہوش ہوئے سب کچھ      کس سے اس بھید کو پوچھوں کہ خبر دار کہاں  
 عشق کی لوگ تو کہتے ہیں دوا کوئی نہیں      یاں سچا ہے دے عشق کا بیمار کہاں  
 لاکھ جی سے تو کریں جان کو ہم اپنی نثار      دور سے کوئی دکھائے وہ طرح دار کہاں  
 صاحبواہل دلو بہر حند استلا دو  
 سوز پر سوز کا یار وہ دل زار کہاں

۱۔ یہ غزل م میں نہیں ہے ۔

۲۔ یہ غزل م میں نہیں ہے ۔



خوف ہوئے نہ قمیوں کا سودا دار کہاں  
 سچ ہے یہ بات جہاں میں گل بے خار کہاں  
 طور پر جا کے تجلی کو بھی دیکھے موسیٰ  
 میرے صاحب کے پر طالع بیدار کہاں  
 گو کہ سر سھوڑ کے جوخوں کی بہائے فراد  
 ایک جنوں سے ترے دیدہ خوں بار کہاں  
 پوچھے کس سے رہ درم عدم مے خوارو  
 لیے مے خانے میں سچ کہیے تو ہشیار کہاں  
 جو گنہ گار سے پوشیدہ رکھے اس کے گناہ  
 — تار کے بندوں میں گنہ گار کہاں

تہ سب ہیں کہ ہمیں سوز سے واقف ہیں  
 — سب ہیں ولے واقف اسرار کہاں

آہ میں بے قرار کس کا ہوں  
 کشتہ انتظار کس کا ہوں  
 تیرا دل میں کچھ کھٹکتا ہے  
 دیکھیو میں شکار کس کا ہوں  
 دل ہے یا میں ہوں میں یا دل  
 اور اب ہم کنار کس کا ہوں  
 چین آتا نہیں مجھے یا رُو  
 دل پر اضطراب کس کا ہوں  
 چاک ہے مثل گل تمام بدن  
 یارب اتنا فگار کس کا ہوں  
 سوز میں جو کہا کہاں تھا یار  
 بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

سنا ہے کوئی اب ہے طبع کا مرغوب ہم دیکھیں

مرے محبوب تیرا بھی بھلا محبوب ہم دیکھیں

۱۰ ع، راست کہتے ہیں

۱۱ ع، یہ شرم میں نہیں ہیں

۱۲ ع، یہ شرم میں نہیں ہے۔

۱۳ ع، میرے محبوب سے

۱۴ ع، یارب

۱۵ ع، تمہارا بھی کوئی سنتے ہیں ہے محبوب ہم دیکھیں

وہ تیری ہی طرح عاشق پہ اپنے ناز کرتا ہے  
 بھلا آہیں میں ملنے کا تو کچھ اسلوب ہم دیکھیں  
 تو اپنے منہ سے کب کہتا ہے اے محبوب بات اس کی  
 بھلا قاصد سے کہدے یک نظر مکتوب ہم دیکھیں  
 خدا کی باتیں ہیں خورشید تھا جاروب کش جس کا  
 سودہ پلکوں سے یوں دیتا پھرے جاروب ہم دیکھیں  
 جو ہم روتے تو آنکھوں پر ہماری برچھیاں چلتیں  
 تمھاری آنکھوں پر کیا ہوا آشوب ہم دیکھیں  
 یہی ہے تیرا آشنا تک اس طرف ہونا  
 بہت اچھا مبارک واہ واہ کیا خوب ہم دیکھیں

من مانتی کرتا ہے تو مجھ پر جفا میں کیا کہوں	مجھ کو تو کچھ آتا نہیں غیر از دعائیں کیا کہوں
کہنے سے بن آتی نہیں تعریف اس کے حسن کی	چھب بکھتے ہی مر گیا ہر لے ادا میں کیا کہوں
تھا جی میں آج اچھی طرح شکوہ کروں گا روبرو	منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں
اے صاحبو بونو ذرا ایسے کیا میں چل سکے	رکے ہی دبکے آن کر دل لے گیا میں کیا کہوں
ہمت ہر سب یہ تیرا پرتا ہر کب روں گا	جھکنا راتیرے روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

۱۔ یہ شعر، میں نہیں ہے۔

۲۔ م، منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں

۳۔ یہ شعر، میں نہیں ہے۔



دل کو مرے ہوا ہے چاہ نہیں  
 عرش تک بھی مجھے نگاہ نہیں  
 آپ سے آپ آئے تو ملے  
 اس کے ملنے کی کوئی راہ نہیں  
 کب کیا نالہ مت لگا تہمت  
 کیا کروں کوئی یاں گواہ نہیں  
 نالہ اور ناتواں سے سچے ہو  
 یاں تو میرے جگر میں آہ نہیں  
 جان کس شوق سے دیا ہم نے  
 واں تو عزت بقدر کاہ نہیں  
 جی کے بدلے تو کون جی دے گا  
 اٹھ تو اور منہ میں واہ نہیں

تو زکوٰۃ کیس جس طرح چلے  
 یاں کوئی اس کا داد خواہ نہیں

ایسے ستم شعار سے کہیے تو کیا وفا کروں  
 ڈوبوں کہیں کہ زہر کھاؤں یا مروں کہ کیا کروں  
 مرنے میں تو رضی تھا موت کو موت آگئی  
 زندگی اب گلے پڑی اسکی میں کیا دو اکروں  
 ایک تو ایسی ہی لگا جو نہ رہوں درد غ کو  
 کب تئیں درد دل سے جان آہ ہوا سوا کروں  
 صبر و قرار و عقل و ہوش سب یہ کنارہ کر گئے  
 غرق ہوں بحر فکر میں کس کو اب آشنا کروں  
 تب نہ مواہز ارحیف کہتے تھے جب کہ میر میر  
 اب جو کہو ہو سوز سوز یعنی سدا جلا کروں

کب تلک کوچہ و بازار میں رسوا ہوں میں  
 مار ڈالے گا بھلا آج تو ملتا ہوں میں  
 غم کے آتے ہی گیا دل نے کل صبر و مدار  
 کیا کروں بس نہیں چلتا ہوا کیلا ہوں میں  
 درہی بننے کو گیا نہ میں صدف کے قطرہ  
 اسی ہمت نہ ہوئی ایک ہو دریا ہوں میں

لے ع ۱ اب تو دل میں

لے ع ۱ اب تو دل میں

لے ع ۱ اب تو

کس کو ..... پیالا جوش کھا کھا کے ابھی صہبا ہوں میں (۹)

اتنی مدت میں لیا نام سوا اس عنوان سے  
آج یہ منہ سے کہا توڑ سے روٹھا ہوں میں

کون سادن ہو کہ میں وہ رُخ زیبا دیکھوں  
کوئی ایسی بھی گھڑی ہوگی کبھو یا سولا  
کیوں مری جان یونہیں دتی رہی ساری عمر  
دل مرا لے کے گئے لوگ بہ تقریبِ زوخت  
ناز کا اس کے بھلا میں تو تماشا دیکھوں  
وہ کرے چوچلے اور میں اسے بیٹھا دیکھوں  
کبھی دل میں نہ ہوا سہول کہ دریا دیکھوں (۹)  
یوں نہ پوچھا کہ بھلا لائے اچھا دیکھوں  
تیرے ہی غم میں سوز الی کیوں بیدار کذا  
یہ کبھی جی میں نہ آیا کہ اسے جا دیکھوں

تجھ بنا میں زندگانی کیا کروں  
برق کی مانند جاتا ہے نکل  
دل ملک پھائے کا کیا مذکور ہے  
ہے جگر میں زخم آکر دیکھ لے  
اب نہ دل ہے پاس نہ نختِ جگر  
توڑ اس کی یہ ہسانی کیا کروں

لہ یہ شعرا میں نہیں ہے  
لہ م کون سی وہ بھی گھڑی ہوگی خداوندِ کریم  
لہ ع ' یہ نہ بولا  
لہ ع ' یار بن  
لہ ع ' کھڑا رہ کے  
لہ ع ' شرم میں نہیں ہے  
لہ ع ' شرم میں نہیں ہے  
لہ ع ' برق سے بھی جلد



کب تک عشق کو چھپاؤں میں      آہ جیوڑا یو نہیں جلاؤں میں  
مار ڈالے تو غم سے چھپ جاؤں      آج کو چھپے تلک تو جاؤں میں

دل کو اس غم سے گھلاؤں کیا کروں      آنکھیں رو رو کر سجاؤں کیا کروں  
ہائے آنکھوں نے مجھے رسوا کیا      آنکھوں میں تکلی چھپاؤں کیا کروں  
حب تن نے جکوزنداں میں دیا      آگاس تن کو لگاؤں کیا کروں

وہ جری بن آہ یہ رہتا نہیں (۹)

سوز کا میں منہ جلاؤں کیا کروں

بس جی کھاؤ نہ قسم جانتے ہیں      جیسے تم ہو تمہیں ہم جانتے ہیں  
وہ بھی کیا لوگ ہیں اللہ اللہ      ناز کو تیرے ستم جانتے ہیں  
جو جفا کرتے ہو عشاق پہ تم      اس کو وہ لطف و کرم جانتے ہیں  
پوچھتا کیا ہے تو ہر دم ناصح      میرے آنسو کوئی تھم جانتے ہیں  
غیر کے سامنے گو سچے ہو      جھوٹے صاحب تمہیں ہم جانتے ہیں

کعبہ و دل کو وہی سمجھے سوز

دیر کو بھی جو حرم جانتے ہیں

۱۔ م، سبحان اللہ

۲۔ ع، اتم بندے پر

۳۔ ع، انا صحا آستیں کر اپنی دور

۴۔ یہ غزل م میں نہیں ہے

۵۔ م، ناز تیرا جو

۶۔ ع، اہم اے

۷۔ یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

کھب گیا حُسنِ یار آنکھوں میں  
تو نہ جا یار ورنہ آوے گا  
ایک دو ہو تو کوئی اس کو گئے  
کٹ گئیں انتظار کی راتیں  
کٹ گئیں راتیں .....  
بزمِ خواہاں میں سوزِ حبا نکلا  
کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں

کیا ہے پھولی بہار آنکھوں میں  
گر یہ بے اختیار آنکھوں میں  
کیا کروں میں شمار آنکھوں میں  
ایک دو تین چار آنکھوں میں  
رہ گیا انتظار آنکھوں میں  
یار سے ہو کے چار آنکھوں میں  
بول اٹھی چشمِ یار آنکھوں میں

جگر کے میں چیلوں کو تے کھلا دوں  
کسی طرح اس کو تسلی ہو یا رب  
یہی مجھ کو حیرت ہے اے ہم نشینوں  
وہی ایک دل تھا سوزِ لہروں میں اُلجھا  
جفا کے عوض ہے وفا اپنا شیوہ  
سوز کو اپنے در پر جو دیکھا  
کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کیوں بے

دیا دل کے پرے ہوا پر اڑا دوں  
گرا آگ اس بھونڈے دل کو لگا دوں  
میں کیوں کر اسے حالتِ دل دکھا دوں  
جو وہ بے مانگے تو میں اس کو کیا دوں  
جو وہ گالیاں دے میں اس کو دعا دوں  
اٹھا کہہ کے جاکے میں اس کو اٹھا دوں  
مزا تجھ کو اب عاشقی کا چکھا دوں

روبو رو جا کے یہ کہوں صاحب  
سن کے گر چپ رہے تو عرض کروں  
اور جوشن کے مار ہی ڈالے

کبھی اتنا تو بار پاؤں میں  
کہ قد بوس تک تو آؤں میں  
تو غذا بوں سے چھوٹ جاؤں میں



یا الہی کہیں سے سوز آجائے      تو یہ تدبیر اسے سناؤں میں  
یہ غزل اور کہہ کے لے جاؤں      رد و اس کے پڑھناؤں میں

حسن کی گر زکات پاؤں میں      تو بھکاری ترا کہاؤں میں  
ایک بوسہ دو دوسرا تو بہ      پھر جو مانگو تو مار کھاؤں میں  
اس طرح لوں کہ بھاپ بھی نہ لگے      ہونٹ سے مونہہ گر ملاؤں میں  
شہر کو چھوڑ کر نکل جاؤں      ہاں تجھے منہ نہ پھر دکھاؤں میں

مجھے چاہ کر تو نہیں رسوا کیا ہے      بھلا میر صاحب تمہیں کیا دعا دوں  
یہی جی میں رہ رہ کے آتا ہوں اب تو      کہ تیرے گلے پر چھری ہی چلا دوں

برقِ طہیدہ یا شررِ برہیدہ ہوں      جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض از خود رسیدہ ہوں  
عنقا ہوں درہما ہوں و گرو ہوں سیح و خضر      آبادی جہان سے عزت گزیدہ ہوں  
منت کش خزاں ہوں نہ حسرت کش بہار      جوں سرد باغِ دہریں دامن کشیدہ ہوں  
پہلو نشیں کے غم سے جگر میں ہے خار خار      مانند گل کے بسمل درخوںِ تپیدہ ہوں  
اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے      تصویر ہوں دلے لبِ حسرت گزیدہ ہوں  
اے اشکِ دواہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں      پچھڑا ہوں کارواں کے مسافرِ جریدہ ہوں

غم ہوں الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں  
میاں اہلِ دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

ہر پیالے پر دل مانگو ہو اور تو اب تیار نہیں

لا دیتا میں دل البتہ دل کا یہاں بازار نہیں

اب کیا جانے پاؤ گے تم آج اچھوتے جاؤ گے

ہاں صاحب فرمائیے اب کرتے تھے کیوں ہر بار نہیں

یوں تو روز میں جاتا ہوں اور وہ بھی منع نہیں کرتا

ظاہر میں تو ملنا ہے پر دل میں اب وہ پیار نہیں

سوزمیاں کچھ بات کہو کیوں ..... ہو تم آج

ایسے کیوں لاگے ہو چپکے منہ میں کیا گفتار نہیں

لیکن بے رنگ سبیل درخون طیبہ ہوں

کیا قافلہ یہ مفت .....

مینا نہیں ہوں میں تو گلے بریدہ ہوں

تم کچھ کہو عن لسان سکیدہ ہوں

آر میدہ ہوں .....

عفتا نہیں ہوں گوشہ عزلت گزیدہ ہوں

ہر چند میں جہاں میں گل .....

آہ و فغان و نالہ و حسرت و دریغ

اے مے کشو .... مجھے خوں میں غرق دیکھ

..... بست ہوں بے اختیار ہوں

تکلیف کوہ و دشت نہ کرے جنوں بھگے

— کام محکو .... آفاق سے رہا

پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں

پچھڑا ہوں دوستوں سے گم کردہ آشاں ہوں

تنہا نہیں ہوں بھائی بانالہ و فغان ہوں

سوجان سے ہوں فرما ہر چند نیم جاں ہوں اکلا

ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں

کیوں ساکنان دنیا آرام دو گے یک شب

ہاں اہل بزم میں بھی آؤں پر ایک سن لو

آتا ہر جان تازہ ہر زخم کے الم سے ہے



سزا نکلے قاتل قاصد شتاب لے جا      آنی بک سری پہ کاہے کو سرگراں ہوں  
 نام و نشان نے یارب رسوا کیا ہے مجھ کو      اب چاہتا ہوں حق سے بے ہم بے نشان ہوں  
 قاتل پکارتا ہے کوئی بھی کشتی ہے  
 چپکا ہر کیوں تولے سوز کچھ بول اٹھ کہ ہاں ہوں

کون سامنے لے کے دیکھے خاکسار آئینہ میں  
 خوف ہے بیٹھے نہ یہ مشت غبار آئینہ میں  
 کوئی کہتا ہے کہ موہے کوئی کہتا ہے کہاں  
 یوں نظر پڑتا ہے میرا جسم زار آئینہ میں  
 جس طرح کالا نظر پڑتا ہے دریا میں کبھو  
 دوہیں نظر آتی ہے زلف تاب دار آئینہ میں  
 دیکھ لیتا بیٹھ پر سے چھپکے اس کا منہ دے  
 عکس نے پایا نہ شوخی سے قرار آئینہ میں  
 ایک جا ٹھہرے تو کوئی اس کا نظارہ کرے  
 کہہ کے ناجا ماہر شوخی سے پکار آئینہ میں (کذا)  
 یوں تو مجھ جی سے آنکھیں سامنے کرتا نہیں  
 عکس کو عاشق کے کرتا ہے شکار آئینہ میں  
 آئینہ دکھلا کے مجھ کو زلف سے پنہاں کیا  
 ہو گیا تو رات کا قول و قرار آئینہ میں

آئینہ خانے کو کیا دیکھوں بہ چشمِ اشک بار  
 دیکھتا ہوں اپنے ساون کی بہار آئینہ میں  
 دیکھتے ہی گل کے آئینہ ہوا یک آبِ چشم  
 سوز نے دیکھا جو روے سوگوار آئینہ میں

ترجی بوسے لیے جوں گل تمام آغوش ہو جاؤ  
 کیلجے سے لگاؤں غنچہ ساں خاموش ہو جاؤ

جان قدموں تلے جب اہلِ وفا دیتے ہیں  
 لوگ کہتے ہیں کہ محبوب بھی کچھ دیتے ہیں  
 حشر میں دل کی سب اس وقت مٹا دیتے ہیں  
 گایاں دیتے ہیں اور دینے کو کیا دیتے ہیں  
 پور پوران کی میں اعجازِ مسیحائی ہے  
 چٹکیاں لے لے کے مردے کو جلا دیتے ہیں  
 سواداؤں سے لگالتے ہیں اپنے ساتھ  
 نہیں لگتا ہے تو پھر غم کو لگا دیتے ہیں  
 اور تو کس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا دے  
 سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

دلِ آشفہ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں  
 بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہے  
 سر کی دستار کہیں پانوں کی پا پوش کہیں  
 میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں  
 بے بہا سے بھی تجھے کانِ موتی روشن  
 ایسی دیکھیں ہے بھلا صبح بنا گوش کہیں

۱۰۰ م اہلِ صفا

۱۰۱ یہ شرم میں نہیں ہے

۱۰۲ اس مقطع سے پہلے م میں صرت ایک یہ مصرع لکھا ہوا ہے اور پہلے مصرع کی جگہ خالی چھوٹی  
 ہوئی ہے۔ ۱۰۳ بیٹھ جاتا ہوں تو مجلس سے اٹھا دیتے ہیں۔



تیرے ابرو سے مرے دل کو بھی دھڑکا ہے جی نکلتا ہے میاں کھول دے آغوش کہیں  
 آج میں توڑ کو دیکھا تو اچھٹے میں رہا  
 سر کہیں، پاؤ کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

سرخوش جوش بہار نرگس مستانہ ہوں آپ ہی مینائے مے ہوں آپ ہی پیمانہ ہوں  
 گاہ خارستان ہوں اور گاہ ہوں رشک چمن گاہ شمع بزم ہوں میں گاہ خود پردانہ ہوں  
 گاہ جوں شیر و شکر آئینہ ہوں خلق سے گاہ جوں جانِ رمیدہ سبک میں بیگانہ ہوں  
 گاہ ردم و ہند سے آباد تر ہوں خلق میں گاہ دشتِ کربلا سارِ رشکِ صدیرانہ ہوں  
 گاہ سوز عاشقاں ہوں ہر دلِ صد چاک میں  
 گاہ لینے کو بلا زلفِ بتاں کا شانہ ہوں

نام و نشان تھا جن کا بڑا آن شان میں نام و نشان ان کا نہیں اب جہان میں  
 اے سگِ ذرا سبھال کے منہ ڈالیو ادھر پکیاں بھرے ہیں میرے ہرک استخوان میں  
 بیل کدھر تو پھولتی پھرتی ہے شاخ شاخ گل نے لگائی آگ ترے آشیان میں  
 کچھ اعتبارِ تمبہ دنیا کا مت کرو کرتی ہے لاکھ نازیہ ہر ایک آن میں  
 آئینہ ساں غبار تھا مکھڑے کا جن کے رنگ وہ تہ بہ تہ دے ہیں اسی خاکدان میں  
 اپنی زباں کو بند کر لے تو زمت حبلا  
 کیسا شرارِ عشق ہے تیری زبان میں

۱۵ ع، فیض نگاہ

۱۶ م، دہریہ ویرانہ ہوں

۱۷ ع، بھر رہے ہیں

۱۸ ع، یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

۱۹ ع، میں نہیں ہے

۲۰ م، طیرِ مریدہ

۲۱ ع، نہیں ہے انھوں کا

۲۲ م، بیل کدھر تو پھرتی ہے غافلِ خبرے جلد

گرچہ میں سامے جہاں کی وضع سے بیگانہ ہوں  
 گرچہ کونے میں بٹھار کھا ہے ساقی نے مجھے  
 گرچہ جیتے جی ذباں زد خلق کا ایسا نہیں  
 شمع ساں گرچہ نہیں میں مجلس فردز جہاں  
 گرچہ کہتے ہیں بہت نامرد مجھ کو داہ داہ  
 گرچہ بکتا ہوں بہت سامغوبے ہوشی کی سچ  
 ..... پر دیتا ہوں اپنا جان کا ش  
 ..... بکیسی وضع کی ہے .... کی  
 ..... رفیق و دوست کچھ رکھتے نہیں  
 ..... دل پھٹا تو چشم دیکھو کچھ نہیں  
 ..... سوز ہوں ہم صحبت جانا ہوں

پر تھاری سچ کا لے بے الفت دیوانہ ہوں  
 پر میں اپنی چشم تر میں رشک صد پیمانہ ہوں  
 پر بکتا ہوں کہ بعد از مرگ میں فناء ہوں  
 اپنے دل میں تو کسی کے طور کا پردانہ ہوں  
 نیک جی دینے میں ان ساروں میں مردانہ ہوں  
 .... خرد منداں مجھے تم بخشوستانہ ہوں  
 ..... میں خشت در میخانہ ہوں  
 ..... اگر کہو تو بس ندانہ ہوں  
 ..... آئینہ باطن میں میں ہمخانہ ہوں

آنکھیں تو بیٹھیں تھک کے نہ آیا نظر کہیں

ہاں لے سر شک یچھو دل کی خبر کہیں  
 میں دانت ناپنے کو ملائے ہیں لب سے لب  
 پیار سے بھانے مانیں اس بات پر کہیں

کہیں ناگاہ ملتے ہیں جو دو جہد و آپس میں

تو منہ کو دیکھ کر بھرتے ہیں آہ سرد آپس میں  
 زمیں ہو کر بگھولا گراڑے سوئے فلک تو بھی  
 ملے ہرگز نہ رند و پار سا کی گرد آپس میں



جو دو شخص خداں بہم دیکھتے ہیں      فلک کی طرت رو کے ہم دیکھتے ہیں

شہد میں جیسے مگس ہم حوص کے پابند ہیں      دے غفلت اس یہ زنداں میں کیا خرسند ہیں  
 رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے      تس پر اپنی صورتوں سے روز حاتمہند ہیں  
 مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز      یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں  
 تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار      سو بھٹا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں  
 جب ملک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھ گایار       
 مند گئیں جب آنکھریاں تب سوز سب آنند ہیں

کہتے ہیں لوگ یار ہمارا .....  
 ہوتی ہے وقت ازم بھی .....  
 سینہ تو میں نے جان میں .....  
 گاہے یہاں ہے گاہہ وہاں .....  
 جاؤں میں اس کے کوچے میں جو جان آپے  
 پرواز مور پہ چلوں آہ مار کر  
 قاتل تو اس قدر ہے اگر گھر میں پوچھے  
 ناگاہ ایک روز ملا وہ ستم پناہ  
 میں بھی تو سامنے ہوا دیکھوں نصیب کوں  
 تب تو کہا ہے اس سے کہ اے دشمنی پسند  
 مینے سنا نہیں ہے کہ عاشق غریب سے

میں نے تو اس میاں کی نہ دیکھی مگر کہیں  
 چلتا ہے خود کہہ رہا .....  
 پھرتا ہوں .....  
 اس شوخ کا بتاؤے کوئی مج کو گھر کہیں  
 پاؤں جو اس کا کوئی ٹھکانا اگر کہیں  
 ایسا کہ کوئی پھر کے نہ پاوے اثر کہیں  
 کہتے ہیں سب گیا ہے مگر باندھ کر کہیں  
 دل میں کہا کہ جائے جینے سے مر کہیں  
 غصے میں آکے پھینک دی تیغ و سپر کہیں  
 خواہاں کریں ہیں جو ردے اس قدر کہیں  
 بروقت قتل کوئی کرے درگزر کہیں

الانہ ایک تو ہی نرالا نظر پڑا  
 مائے حسد کے خوں سے نہ کی تیغ تر کہیں  
 باغ جہاں کو دیکھ ..... بہار ہے  
 آیا نہ دوستی کے شجر میں شہر کہیں  
 بوسہ لیا ہے تو بھی

چلے اب کس طرف یکبارگی منہ موڑ کر جاناں  
 یہ کس مذہب میں ہے .... کو روتا چھوڑ کر جاناں  
 جو بیداری میں جاؤ گے تو بس میں جی چکا ہی ہے  
 اگر جانا بھی ہے مجھ کو تو سوتا چھوڑ کر جاناں  
 جو دل ہے سو تمہارے ساتھ جاوے گا یہی نکھیں  
 انھوں کی بھینک کا یہ بھی پیارے پھوڑ کر جاناں  
 تمنا آرزو امید حسرت پیش کش تیری  
 رہا اک رشتہ الفت اسے مت توڑ کر جاناں  
 بوقت نزع بولا سوز مر کر تجھ کو گھوٹے گا  
 اسی سے ہو سکے یہ مرتے مرتے ہو کر جاناں

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جاناں  
 کہ سوتوں کو ہے کیا حاصل جگناں  
 پڑا سونے لے تا روز قیامت  
 جو چونکا یہ جگائی سے دیوانا  
 تو اپنے سر کو ٹکرائے گا اٹھتے  
 نہ دیکھے گا یہ اپنا نہ بیگانا  
 کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے  
 کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا  
 کسی کے پانوں پر سر رکھ کہے گا  
 کہ مجھ کو ذبح کر کر یہاں سے جانا



تماشا یہ تجھے اچھا لگے گا بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا

بچارے سوز کے پیچھے نہ پڑ جان

کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

بھلا بے عشق تیری شوکت دشان  
ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے  
بس غم یار ایک دن دو دن  
نہ کہ بیٹھے ہیں پانو پھیلا کر  
عارضی حسن پر نہ ہو معذور  
یہی نہ زلف و خال زیر زلف  
اور تو اور کہ کے دو بیتی  
تو نہ کہلایا صاحب دیوان

مت جانو کہ میں بھی ہم عشق بلبلاں ہوں  
گلزار ڈھونڈھتا ہوں گم کردہ آشاں ہوں

دیکھا تو کچھ نہ آکے جہان خراب میں  
تر دامنی ہے باعث آرام عاصیاں  
کب تک درازی شب ہجراں کروں بیاں  
شرمندہ ہوں میں اپنے دل جو رکش سے آہ  
کیوں زندگی خلل ہی کیا تو نے خواب میں  
کیا پھیل پھیل سوئیں گے کل آفتاب میں  
جوں زلف یار عمر گئی پیچستاب میں  
دوں گا جواب کیا اسے یوم الحساب میں

محبوب تیری یاد سے رہتا ہوں روز و شب  
 کیونکر بے گی اس پر اضطراب میں اکتا  
 دزدک تو اپنے تیغ لے آیا ہے آج شوخ  
 دیکھیں تو کیا کرے گی قضا میرے باب میں  
 پیری میں غیر گر یہ بھلا اور کیا ہے ستور  
 دریا کی سیر ہے تو شب ماہتاب میں

اک عمر غم دوست سے ہم خانہ رہا میں  
 جب تک وہ رہا آپ سے بیگانہ رہا میں  
 ہمایہ میں رہتا تھا خبر مجھ کو نہ تھی ہائے  
 افسوس یہی ہے کہ ادھر جانا رہا میں  
 دنیا میں تو یوں آن کے محروم چلا حیف  
 مقصود جو دل کا تھا نہ پایا نہ رہا میں  
 پتہ کہتے ہیں دنیا کو مرض خانہ ہے واللہ  
 جب تک میں جیا ایک دن اچھا نہ رہا میں  
 عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں ہیں ہتے  
 اور مجھ سے جو پوچھو کبھو یک جانہ رہا میں

میسے کر پائے تو ہاتھ دل پہ نہ رکھ  
 کوئی چٹھہ جاوے گا ابھی پیکان  
 ناصحا مجھ کو مت لگا تہمت  
 میں کہاں وہ کہاں کہاں دامان  
 یہ قیامت کہ میں ہوں دامن گیر  
 تو بھی تو ہے بڑا کوئی شیطان  
 میر صاحب میں آپ ڈرتا ہوں  
 کچھ بھی اس بات کا ہے سان گمان  
 ہاں مگر ہو کہ خاک بعد از مرگ  
 میں اسی کے لگوں گا دامن آن  
 اے فلک بہر تار نیچوں  
 مجھ کو اتنا نہ کر تو سرگردان

۱۳۵۔ یہ دونوں شعراء میں نہیں ہیں ۱۳۵۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اسے نمکدہ سچ ہے۔

۱۳۶۔ عالم کے گمان یوں ہے کہ اس میں نہیں رہتا ۱۳۶۔ یہ غزل م میں نہیں ہے



کوئی ہمان کو ستاتا ہے      ایک دو دن کا میں بھی ہوں ہمان  
جان کی آشنائی بھوٹی ہے      کل کو سن لیجیو وہ نکل گئی جان  
اور تو اور کہہ کے دو باتیں      سوز کہلایا صاحب دیوان

ضعف سے مال بھی ابل سے نکل سکتا نہیں      اشک آنکھوں میں بھرا، ہنہ پہ ڈھل سکتا نہیں  
نا تو اس سے ناتوانی کا یہ پوچھو کچھ بیاں      دل میں حسرت تھی دے ہاتھوں کو مل سکتا نہیں  
واہ واہ جاتے رہے یاں ابل کے بھی حواس      دم تو میرا تابہ لب تن سے نکل سکتا نہیں  
نا تو انی سے مری بدنامی اس کی ٹل گئی      زخم تو کاری ہے لیکن خوں ابل سکتا نہیں  
یاں ملک تو ناتوانی ہے مرے گھر پر محیط      آگ میں اسپند ڈالو تو اچھل سکتا نہیں  
جس نے دیکھی ناتوانی آہ حیراں رہ گیا      شمع کا شعلہ بھی یاں حیرت سے مل سکتا نہیں  
میرے گھر کی آگ بھی یاں تک ہوئے یارو ضعف      تودہ باردت گر ڈالو تو جہل سکتا نہیں

سخت مشکل ہے کہ ظالم سانس سے جھجھکے ہر اور  
بن عصا آہ سوز اب جا سے مل سکتا نہیں

کچھ آہی آپ میرا آج دل ڈرتا ہے کیا جانیں  
دمی کی طرح رہ رہ کے یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں  
یہ دل کیا مانگتا ہے کوئی صاحب مجھ کو سمجھا دے  
بسان طفل ناگویا یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں  
اگر مطلوب کچھ معلوم ہو تو اس کو بتلا دوں  
اے یار دے کس محبوب پر مرتا ہے کیا جانیں

لے یہ شعر میں نہیں ہے      لے م 'ناتوانی کے سبب مستور شہرے سے رہا  
لے لے لے یہ شعر 'میں نہیں ہیں      لے یہ غزل 'م میں نہیں ہے۔

کبھی تو کہہا ہوتا ہے گا ہے زار روتا ہے  
 سبھوں کے پانوں پڑتا ہی یہ کیا کرتا ہے کیا جانیں  
 اچنبھا مجھ کو رہ رہ کے یہی آتا ہے سنتے ہو  
 کہ ناحق تو زیہ دکھ کس لیے بھرتا ہے کیا جانیں

عسزہ چشم شرمسار کہاں	سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں
زلف اور رو میں صرف کرشب دروز	پھر یہ لیل یہ نہار کہاں
گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب	پر گریبان تار تار کہاں
ہو غزالوں کو اس سے ہم چشمی	تیکھی چتون کہاں خمار کہاں
عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا	ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں
ایک دن ایک شخص نے پوچھا	میر صاحب تمہارا یار کہاں
میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی	اب مجھے اس ملک ہی بار کہاں
گاہ گاہ ہے سلام کرتا ہوں	پر وہ باتیں کہاں پیار کہاں
زندگی میں جفا، غنیمت جان	
توز پھر ظلم بار بار کہاں	

شعر کہنے کا اب فراغ کہاں	کیا کہوں دل کہاں دماغ کہاں
داغ دل سے ہے روشنی اس کی	درہ عاشق کے گھر چراغ کہاں

لے یہ شعر میں نہیں ہے	لے عا سن اے عزیز
لے عا جفا میں ہے تو	لے یہ غزل میں نہیں ہے۔



گزر گئے اس جہاں سے یارب فقیر و امرا و شاہ لاکھوں  
 طریق پر کوئی کوئی آیا و گرنہ بھٹکے کراہ لاکھوں  
 بلا تردد، بلا تامل، بلا تشنوع، بلا ستانی

امید بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں تیرے گناہ لاکھوں  
 قاتل مرگاہ کی گور پر کل نظر بڑا دور سے نیستیاں  
 جو پاس جا کر کیا تفحص نکلتے تھے نار آہ لاکھوں  
 یہ گیر واپوش کیوں پھریں ہیں کوئی تو ان پاس جا کے پیچھے  
 مگر کوئی دل پڑا ہے مارا کہ پھرتے ہیں داد خواہ لاکھوں  
 ادھر سے آتا ہو تیغ در دست ادھر سے جاتا ہوں میں بھی بدست

ادھر کرے قتل کا وہ ساماں ادھر سے ہوں داد خواہ لاکھوں  
 زبان اپنی بٹھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ہے  
 مجھے نہیں ایک کا تحمل سنا تو خواہ نخواہ لاکھوں  
 اسیر الفت، شہید ابرو، فگار مرگاہ، خراب گیسو

جو تو ہی آدے توجیت جادیں... ہیں تجھ پر نگاہ لاکھوں  
 کسی نے اس کو جگا کے پوچھا کہ دیکھو سوز کیا یہی ہے  
 مجھے جو دیکھا تو ہنس کے بولا پھر یہ ہیں ایسے تباہ لاکھوں

۱۔ م، ادھر ہوں غدر خواہ لاکھوں

۲۔ یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

۳۔ ج، تو کہنے لاگا

شہید عشق کے مسجود یا امام حسین  
 نہیں ہوا کوئی تم سا شہید تا شاہد  
 زبان سوز کہاں اور تمہاری طرح کہاں  
 گناہگار تمہارا بہت پریشاں ہے  
 ہے جہان میں جب تک تو با وقار ہے  
 ... کریم کے آگے کوئی ہے کیوں کر  
 دگر بلاؤ کبھی اس کو اپنی خدمت میں

امید دار کے مقصود یا امام حسین  
 تمہیں ہو شاہد و مشہود یا امام حسین  
 تمہیں ہو حامد و محمود یا امام حسین  
 اسے نوازی دو زود یا امام حسین  
 بحق غربت معبود یا امام حسین  
 محامد کرم وجود یا امام حسین  
 تو یہ کہے دیں موجود یا امام حسین

تو نہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں  
 دل تھا سو چھپین لے گیا تو  
 رہ رہ کر جی میں آئے ہے یہ  
 پر کیا کروں بات ہی کدھب ہے

صحتے تھے ہو کے میں مرجاؤں  
 تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں  
 چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں  
 ورنہ میں موت سے یوں ڈر جاؤں

گرد و اکرنی ہے کر لے یا ر دن دو چار میں  
 جسم کا معلوم رہنا گریہ ہے سیل اشک  
 اب تو گل کھانے لگے ہیں لوگ تیرے نام پر  
 جو چلن چلتے ہو تم کو ہے سب اس کی خبر  
 چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کو ہے کیج  
 پیچ پر گزرتے ہی چلے جاؤ گے شیخ

دہ نہ مرجائے گا یہ ہمار دن دو چار میں  
 بیٹھ ہی جائے گی یہ دیوار دن دو چار میں  
 دیکھو پھولے ہو یہ گلزار دن دو چار میں  
 اس چلن پر چلتی ہے تلوار دن دو چار میں  
 بوٹے دیکھے گا تو دو چار دن دو چار میں  
 ہو گی گنبد سے بڑی ستار دن دو چار میں



جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ وصل کا پورا کرو  
لیکن اس کے قول کو اے سوزیوں جانوں ہوں  
جو مرض ہلک ہوا بولے تشفی کو طیب  
ہے یہی اس شوخ کی گفتار دن دو چار میں  
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار میں  
دور ہو جائے گا یہ آزار دن دو چار میں

دل آشفٹ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں  
بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے با در ہوں  
ہے پہلے بھی نہٹ کان کا موتی روشن  
تیرا درد سے مری دل کو لگا ہے دھڑکا  
سر کی دستار کہیں پانوں کی پاپوش کہیں  
میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں  
ایسی لکھی دہریہ صبح بنا گوش کہیں  
جی نکلتا ہے اے کھول لے آغوش کہیں

آج میں سوز کو دیکھا تو اچھٹے میں رہا  
سر کہیں پانوں کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

کون کہتا ہے کہ میں ہشیار ہوں یا بیہوش ہوں  
ساقیا فردا کے وعدے پر متاع عقل رکھ  
ناصحانیزا میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر  
تو جو کہتا ہے کہ میری بات کا دے کچھ جواب  
انترائے خلق کے ہاتھوں میں خاموش ہوں  
جام بے ہوشی پلاتیرا میں دردی نوش ہوں  
چل بہت بک بک کر ادبے ادب خاموش ہوں  
اس تری افانہ گوی پر کرے پاپوش ہوں

جہ

تو نگلے پڑ کر کسی عنوان تو ہم آغوش ہوں

۱۔ ع، سوز ۲۔ ع، راز ۳۔ ع، یہ شرع میں نہیں ہیں۔

۴۔ ع، یہ غزل میں نہیں ہے ۵۔ ع، متاع دل کو رکھ

۶۔ ع، ناصحانیزا میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر۔ بس بہت بک بک نہ کر۔  
۷۔ ع، یہ شرم میں نہیں ہے۔

بستیاں بستی ہیں اور اجر طے نکر آباد ہیں  
اپنے اپنے عیش میں ہر ایک بدل مصروف ہیں  
نام کو محبوب صورت ہر دم سے بھی دو چند  
فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہاٹے میں غلام  
سوز تو باتیں بناتا ہے اے کیا شعر سے  
ایک دم چپکے رہو تک ..... میں اپنی ....  
کان بکھ کر سنو اسٹھ کی سخن کہتا ہے سوز  
کیا نیا عاشق ہوں جو سنس کر پھرا لیتے ہونہ

وہ نہیں جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں  
بول مت سالک یہ سب مجذوب ماوراء ہیں  
گر گل دکھو تو پھانسی گیسر یا جلا دیں  
آدمی تو انہیں سب ایک کی اولاد ہیں  
جو برائے بیت شاعر ہیں وہی استاد ہیں  
یوں تو کچھ کم یا کچھ سو بھولے بھلا یاد ہیں  
حالت غم میں بھی جس کو شوخیاں یہ یاد ہیں  
ہمنشیں یہ ہر گھڑی کیسی مبارک باد ہیں

کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں  
مجھے قربان ہونے دے ترے سرباں ہو جاؤں

ہوئے ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں  
حرم کے پسینے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں  
تو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے پھر ہم کو نہ پاوے گا  
سمجھ یا مت سمجھ ہم تو تجھے آگاہ کرتے ہیں

لہ م، وہ کہاں  
لہ م، غور کر دیکھو  
لہ م، یہ شرم، میں نہیں ہے۔  
لہ م، یہ شرم، میں نہیں ہیں۔  
لہ م، یہ شرم، میں نہیں ہے۔  
لہ م، یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



نہ ہوائے بے مروت مجھ سے ناخوشنوداٹھتا ہوں  
 دقے تکلیف اپنے خنجر و شمشیر کوں ظالم  
 عبت ہوتا ہی کیوں مجھ پر عتاب آلوداٹھتا ہوں  
 میں اپنے اشکِ غوں پالا غوں آلوداٹھتا ہوں  
 اگرچہ بزم سے تیری نہیں اٹھتا ہے دل لیکن  
 دہرا تا ہے مجھے کیوں عشق بیٹھا ہوں بھر دپر  
 رقیب بے حیا کے واسطے میں زوداٹھتا ہوں  
 میں تیرے سامنے ہونے کو ہوں موجوداٹھتا ہوں  
 مئے سب شاعر دں کے شعر سے خوش ہوا لیکن  
 سنوں ہوں سوز کے جب شعر تب یوں کوداٹھتا ہوں

کیا کروں دل کو اب قرار نہیں  
 میرے پہلو سے دور ہوائے دل  
 اس میں کچھ میرا اختیار نہیں  
 تجھ سے صحبت مری برآر نہیں  
 تشنگ لب کب سین میں ترستا ہوں  
 تو جو کہتا ہے آہ چوکا تیر  
 ہر گھڑی وعدے ہی پہ بہلانا  
 دولت حسن پر نہ ہو مغرور  
 کوئی اہدم نہیں غریبوں کا  
 بے قراری نہ کر خدا سے ڈر  
 سوز عاشق کا یہ شعار نہیں

لہ یہ غزل میں نہیں ہے۔

لہ م، تشنگ لب کب تلک پڑا نہ ہوں

لہ م، ہر گھڑی وعدہ کر کے بہلانا

لہ یہ غزل میں نہیں ہے۔

لہ م، تشنگ لب کب تلک پڑا نہ ہوں

لہ م، ہر گھڑی وعدہ کر کے بہلانا

چشم گریاں کہاں سحاب کہاں  
آہ وہ مالک رستاب کہاں  
آپ کے درد کی کتاب کہاں  
دل عاشق کہاں کباب کہاں  
لب مے گوں کہاں شراب کہاں  
سوز کے دل کو آہنی تاب کہاں

دیدہ خشک آفتاب کہاں  
گئی گردن کشتی بھی حسن کے ساتھ  
یشخ جی مے کشتوں میں آئے پر  
یہ جلے روزه شب وہ ایک گھڑی  
ایسی ہوئی ہے مے میں کیفیت  
تیری زلفوں نے دل کو بند کیا

آنکھیں جن نہ لگ جاتیں تو زار نہ ہوتا میں  
طفلی ہی عجب کچھ کھتی کیا کیسے جوانی کو  
داماں سے ترے پیارے .....!  
اک روز لگا کہنے سب کچھ میں سمجھتا ہوں  
گر تجھ کو خبر ہوتی بیداری میں آنت (ہے)  
پر سوز ترا جلنا کیا محسوس جلاتا ہے  
ہاں تو نہ اگر ہوتا بیزار نہ ہوتا میں

کون سا روز کہ میں دست بہ فریاد نہیں  
کون سا خار کہ یاں نشتر جلاؤ نہیں  
کون سا شیوہ بیداد اسے یاد نہیں  
کون سا ستم آباد نہیں

تھ یہ شرم میں نہیں ہیں۔

تھ یہ شرم میں نہیں ہے۔

تھ یہ غزل میں نہیں ہے

تھ یہ شرم میں نہیں ہے

تھ یہ غزل میں نہیں ہے۔



کچھ نہ تاثر کیا سنگ دلوں کو یارب کون سا نالہ جاں کاہ کہ برباد نہیں  
 دونوں عالم ہوں ترے حسن سے معمور تو کیا  
 سوز کا کلبہ احزان تو آباد نہیں

خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے سوز کا کوئی دل افکار نہیں

تو مجھ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں اتنی نصرت دے مجھ کو ظالم  
 صفتہ ترے ہو کے میں مرجاؤں (۹) جو اپنے جی سے میں گزر جاؤں  
 اک دل تھا سو چھین لے گیا تو تیرے ہاتھوں سے میں کہہ جاؤں  
 رہ رہ کے جی میں آتی ہے یہ چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں  
 پر کیا کروں بات ہی کدھب ہے ..... اور موت سے ڈر جاؤں

دل محزون عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں  
 شملگر جنگ جو ظالم و فادشمن بہت کتھے تفاعل کا غضب تو نے کیا ایجاد دنیا میں

بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد رہوں میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں

آہ میں بیقرار کس کا ہوں اس قدر خوار زار کس کا ہوں  
 سوز نے جوں کہا کہ میرے یار بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

چمن کب اس کو جو دیکھے دل کی یہ بے تابیاں  
 نیند بھی جاتی رہی سن سن مری بد خوابیاں  
 مرد مک یوں چشم تر میں سیر کرتے ہیں مدام  
 جس طرح پانی میں پھرتی ہیں پڑی مرغابیاں  
 شیر کی خوراک خوں ہو یا کوئی نختِ حبر  
 عشق نے تیرے تو میری ہڈیاں بھی چابیاں  
 دخترِ رز کا پیا تو نے لہو بچھپتا ہے کیا  
 آج تیری آنکھڑیاں تو زور ہیں عنابیاں  
 برہمن کیا شیخ جو دیکھے سو سجدے کو جھکے  
 قہر میں لے شوخ الٹی پتیاں مخرابیاں

بندگی سے تری کچھ عار نہیں  
 ایک ہیں عالم وحدت میں سب  
 کس کی آنکھوں سے تجھے دیکھوں میں  
 قتل کو میرے نہ کر اتنا فکر  
 تشنہ لب کب سے ترستا ہوں پڑا  
 خوب رویوں کو جہاں کے دیکھا  
 صفتِ مرثاں کو ابھی رو کہ یہاں (۹)  
 خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے  
 سوز سا کوئی دل افکار نہیں



جو ایک دم بھی میں اس شوخ سے کلام کروں  
خرد پہ اپنی بڑا ہے گھمنڈِ ناصح کو  
خواب کیوں ہر تولے سوزِ غم کے ہاتھوں سے  
علم فرازِ منکبر کی جب سواری ہو  
کہوں کہ عہدِ وفا دار بیچتا ہوں میں  
تو بے تکلف اسی آن جاں تمام کروں  
جو اس کے روبرو بولے تو میں سلام کروں  
کہا تو مان مرا آئیں ایک کام کروں  
تو نے کے ساتھ تجھے یہ بھی ایک نام کروں  
بڑا مزا ہو کہے لائے سلام کروں

دل کو میرے ہوائے باغ نہیں  
شبِ ہجراں کو تیرے عاشق کی  
کس طرح پوچھوں دل کی غربت کو  
تیری آنکھوں کی دیکھ کیفیت  
دور ہو بولے گلِ داغ نہیں  
غیر داغِ حشر چراغ نہیں  
ہائے اتنا مجھے سزاغ نہیں  
مست ہوں نشہِ ایاغ نہیں  
ایک بیٹھا نہیں ہے سوزِ جلا  
تیرے ہاتھوں سے کون داغ نہیں

کب تک قیدی رہوں مجھے کسم زندان میں  
کس طرح گھوڑا کدہ بیٹھو مرے چوگان باز  
کیا مزالیتا ہوں دل جب سے لگا ہے اس کو تیر  
لوگ جلتے ہیں تیسے شہرِ دل کو سن کر لے عزیز  
آنسو دریا کوئی تم سا نہیں ہے پر خروش  
اب نہیں باقی رہی اللہ میری جان میں  
سر ہے میرا دیکھو افتادہ اس میدان میں  
شہد کیا تو نے بھرے تیرے پیکانِ مین  
تو نے انگارے بھرے کیوں توڑ اس یوان میں  
یہ تلاطم کب ہوا تھا نوح کے طوفان میں

۱۲ ع، نصیحتوں پہ بہت ہے  
۱۳ ع، تو تیرا ہاتھ بکڑ  
۱۴ ع، غزلیں م میں نہیں ہیں

۱۵ ع، اسی وقت  
۱۶ م، آن  
۱۷ ع، جب مزا ہے

کوئی ہے جس پاس جا فریاد و داویلا کروں

ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا میں کیا کروں

میں ڈوب گیا کہ صر گیا دن      کیوں شام فراق مر گیا دن  
آنکھیں نہ ہوئیں اندھیر آیا      روتے ہی میں گزر گیا دن  
چپکا رہتا ہوں جب کبھی میں      کہتے ہیں کہ بے خبر گیا دن  
کیا روزِ ازل کیا تھا وعدہ      وہ بھول گیا بسر گیا دن

ردنا یا سر کے تیں پٹکنا  
یہ سوز تو یوں ہی بھر گیا دن

دشنام بھی لبوں سے تو ہم نے سنی نہیں      بولے گا جی کی بات ابھی جی میں جی نہیں  
مصحف کو روکے دیکھ کے چاہا کہ چوم لوں      کہنے لگا غلط ہے یہ حرکت سہی نہیں  
ناصح کے حق بطون ہر گر پند و وعظ بند      اس کی بھی جانے جوتی کہ و سکو لگی نہیں  
ساتی خدا واسطے اک جام اور دے      ایسی شراب ناب کہیں ہم نے پی نہیں  
لے سوز ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا      کیا یہ کبھی جہاں میں محبت رہی نہیں

نہ کچھ میں نے رو رو کے ترکی ہیں آنکھیں      یہ دھو دھاکے میں نے نذر کی ہیں آنکھیں  
ملے گا و لیکن رقیب اس کے ہمسرہ      کہ کیا رگی دونوں پھر کی ہیں آنکھیں  
ذرا دیکھو تم ڈھٹائی صنم کی      مجھے دیکھتے ہی کہ صر کی ہیں آنکھیں

لے لے لے یہ شر اور غزلیں م میں نہیں ہیں۔



مجھ کو کہتا ہے کہ تیری خوش بھاتی نہیں  
 اچھے فریب صید کو صیاد کرتا ہے شکار  
 ہر گھڑی کرتا ہے کیوں تو ناکسوں سے اختلاط  
 مجھ کو کہتا ہے نذل اور اس سے کہتا ہے چھوٹا  
 چھوڑ سچیا جا کہیں کیوں تجھ کو موت آتی نہیں  
 مجھ سے بھنگے کو بھلا کیوں موت جاتی نہیں  
 ایسے لوگوں سے طبیعت تیری گھبراتی نہیں  
 تو ہی کہنا صحیح بھلا تیری یہ بد ذاتی نہیں  
 تیرے جو دل میں ہو سوے میں نہیں کہنے کا کچھ  
 ایسی باتیں سوز کے کچھ دل میں رہ جاتی نہیں

کون سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں  
 کچھ نہ تاثیر ہوا سنگ دلوں کو یا رب  
 کیوں نہ ہو دشت جنوں خوں کے ہمارے گلگوں  
 مسکراتا ہے کبھی رو کے کڑھاتا ہے کبھی  
 کون سا شخص کہ وہ دست بفریاد نہیں  
 کون سا نالہ دجاں کاہ کہ برباد نہیں  
 کون سا خار کہ یاں نشتر فساد نہیں  
 کون سا غمزدہ بیچارہ اسے یاد نہیں  
 دونو عالم میں ترے حسن سے معمور تو ہوں  
 سوز کا کلبہ احزان تو آباد نہیں

دل مغموم عاشق کس طرح ہوشاد دنیا میں  
 صنم کے غم غریبوں کیسوں کے منوں ہدم  
 نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں  
 الہی تاقیامت تو ہے آباد دنیا میں  
 دلِ ناشاد ہو پھر کس طرح سے شاد دنیا میں  
 نہ الفت نے محبت نے تو وضع نہ مدار ہے

۱۷ ع 'ا' کہیں کرتا ہے تو اب ۱۷ ع 'ا' بچوں سے طبیعت تیری شرارتی نہیں۔

۱۷ ع 'ب' مجھ سے کہتا ہے نذل اور اس سے کہتا ہے کہ لے

۱۷ ع 'ج' چالاک ۱۷ ع 'م' دونو عالم ہے ترے حسن سے معمور بھلا

جسے دیکھا جہاں میں سو اسیر دام الفت ہے مگر یہ گھر بنا صبح رہا آزاد دنیا میں  
 ستم گر جنگ جو ظالم و فادشمن بہت سے تھے تغافل کا کیا تو نے غضب ایجاد دنیا میں  
 لمسار اور غریب اور بیزباں اور دوست کا منتوں  
 رہے گاسوز ہی یارو بہت سایا د دنیا میں

غبار خاکِ اہ دہر چالاک آنکھوں میں اگر سرے سے بہتر میں جانوں خاک آنکھوں میں  
 جابِ پیہر جب کے میں نے راست کہا ہوں جابِ سا نظر آتے ہیں یہ افلاک آنکھوں میں  
 بدل میں گھر کے لیجاوے تو ڈھربے کوئی کمرے چرایا کردہ عاشق کا دل بیاک آنکھوں میں  
 ادھر سے یا ادھر سے شاید آجائے مرا میکش سحر سے شام تک تب لگی ہے تاک آنکھوں میں  
 تیرا تیرا تلوار سے مائے کوئی دیکھو کرے قتل اک عالم کو وہ سفاک آنکھوں میں  
 نہ پھیرو اس گھڑی تم سوز کو ہرگز نہ بولے گا  
 نہیں آیا ہے اس کونشہ تریاک آنکھوں میں

کرے نہ باغ میں بلبل کبھی سخن تجھ بن کھلیں غنچوں کے اے گلبدن دہن تجھ بن  
 ترے فراق میں جلتا ہے جان و تن ایسا کہ روح خوش نہ کرے آشیان تن تجھ بن  
 تجھے مدام نشاط و سرور عیش و طرب مجھے یہ جامہ تن ہو گیا کفن تجھ بن  
 کہاں شراب کہاں جام اور کہاں ساتی  
 بسان مجلس ماتم ہے انجمن تجھ بن

لے د، تغافل کا کیا تو نے کیا ایجاد  
 لے د، کیوں صاحب  
 لے د، یہ شرم میں نہیں ہے  
 لے د، یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



عشرہ چشم شرمار کہاں      سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں  
گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب      ہر گریباں ساتا تار کہاں  
ہو غزالوں کو اس سے ہم چشی      تیکھی چتون کہاں خسار کہاں  
عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا      ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں  
ایک دن ایک شخص نے پوچھا      میر صاحب تمہارا یار کہاں  
میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی      اب مجھے اس ملک ہے بار کہاں  
گاہ گاہ ہے سلام کرتا ہے      پردہ باتیں کہاں پیار کہاں  
زندگی تک ستم تو سہ لے سوز  
پھر تو یہ ظلم بار بار کہاں

ان جھاؤں پر بھلا اب غم نہ کھاؤں کیا کروں  
کوہ و صحرائیں نہ میں گر بھاگ جاؤں کیا کروں  
آشنا نا آشنا سب ہو گئے اے دائے بخت  
دستیوں سے جا کے اب ..... کیا کروں  
نوک سوزن دار اب جاگ نہیں ہے دل میں دائے  
سوزن عیسیٰ سے چاک دل سلاؤں کیا کروں  
یوں تو میں مرنے نہیں اور جی نکلتا بھی نہیں  
روتے روتے تن بدن اپنا گھلاؤں کیا کروں  
دہ مرادل سوز بھی آتا نہیں اے یا نصیب  
حالت سوز دروں کس کو سناؤں کیا کروں

زلف و کاکل نے کیا میرا جگر خوں کیا کروں  
 مارا رستم کا نہیں آتا ہے افسوں کیا کروں  
 گو کہ رونے سے بھی .....  
 کس طرح دیکھوں گا پھر آنکھوں کو پر خوں کیا کروں

میں آیا جب سے دنیا میں کبھی خود کو نہ سمجھا میں  
 کہ میں کس واسطے آیا تھا یاں اور ہوں سوہوں کیا میں  
 کبھی تو جوں خس و خاشاک ہوں میں سوختن قابل  
 کبھی جوش دروں سے موجزن ہوں مثل دریا میں  
 کبھی نقش قدم سے پست تر ہوں راہ دنیا میں  
 کبھی تو عرش اعظم سے بھی ہوں میں جلع اعلا میں  
 کبھی کہتا ہوں میں کیا چیز ہوں حیران ہوں یارب  
 کبھی تو مرگ کے ہمزنگ ہو اٹھتا ہوں جیتا میں  
 غرض تو زردنی ہے مرا جان و جگر بھلا  
 کباب خام ہوں یا سوختہ بتلاؤ کیا ہوں میں

آدم سے لگا سوز جگر خوں ہوئے کتیں      اس لیلیٰ روشن کے بھی تو مجنوں ہوئے کتیں  
 یک طالعی اپنی کا نہ کیجے کبھی شکوہ      گن جاؤ بھلا بخت ہمایوں ہوئے کتیں  
 سب صورت محسوس کے مفتوں ہوئے اندر      بتلاؤ بھلا عاشق — ں ہوئے کتیں



وہ سرو ہے میرا چمن دہر میں مزدوں دکھلاؤ بھلا اور یہ مزدوں ہوئے کتنیں  
 مجنوں کو تمہیں دشت کشتی رہو مالک (کذا)  
 میاں سوز سے آوارہ ہا سوں ہوئے کتنیں

گو کہ اے دل تجھے سرور نہیں شاد ہونا بھی کچھ ضرور نہیں  
 گر ہوس تجھ کو داد خواہی کی کل قیامت بھی ایسی دور نہیں  
 شیخ جنت تجھے مبارک ہو مجھ کو کچھ اشتیاق حور نہیں  
 میں تجلی دکھاؤ تا موسیٰ حیف اس وقت کوہ طور نہیں  
 کو شاہوں میں میر کہ دل کو  
 مجھ کو اس نام کا غور نہیں

جس نے دیکھی ہوں تری مہر وفا کی آنکھیں اس کو دکھلائے یوں جو رجفا کی آنکھیں  
 دیکھ لے آنکھ اٹھا کر تو کبھی حال غریب یوں تو لاریب کہ تیری ہیں حیا کی آنکھیں  
 چشم ز گس کو تری چشم سے کیا ہم چہی ماہ و خورشید کی تجھ پر سے فدا کی آنکھیں  
 ہر گھڑی آنکھ نکالے ہے تو مجھ پر ناصح کبھی دکھلاؤں گا میں تجھ کو ادا کی آنکھیں  
 میں تو روتا نہیں کس واسطے ہوتا ہے خفا یوں ہیں پر خون ہیں میری تو سدا کی آنکھیں  
 دل چرا کر کے نکالے ہے تو آنکھیں الٹی ہاں جی پھپھتی تو ہیں یہ ہم سے دعا کی آنکھیں  
 نہیں تو سوز کو پہچاؤ گے سبحان اللہ  
 کبھی دیکھی بھی ہیں لے شاہ گدا کی آنکھیں

کب توقع تھی کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہیں  
 حال دل تم سے کہیں گے تو سنو گے تو بہ  
 آن بٹھیں گے جہنجاؤ گے اٹھاؤ گے ہیں  
 اور منہ پھیر کے صلوات سناؤ گے ہیں  
 تو یقین ہے وہیں پاپوش دکھاؤ گے ہیں  
 ہے یہ امید کہ آٹھ دنوں ہی جلاؤ گے ہیں  
 سوز کا نام جو مجلس میں تمہاری لیں گے  
 تو مقرر ہے کہ پھر منہ نہ دکھاؤ گے ہیں

یہ تو معلوم کہ تم ملنے کو آؤ گے ہیں  
 آنکھیں بند سے تو رہے فقط اتنی اب  
 پر یہ فراد کسی روز بلاؤ گے ہیں  
 پھر جو کھولیں گے تو تم شکل دکھاؤ گے ہیں  
 پھر تو بے دغدغہ پہلو میں بٹھاؤ گے ہیں  
 داں تو جی کھول کے آواز سناؤ گے ہیں  
 ہاں مگر خاک میں جب تک نہ ملاؤ گے ہیں  
 تاکجا چشم خلائی سے گراؤ گے ہیں  
 یہ توقع نہ تھی دلسوز کو نہدی صاحب  
 جد کی خدمت میں یہاں چھوڑ کے آؤ گے ہیں

یہ خامی ہے کہ سوز عشق سے فریاد کرتا ہوں  
 فلک نے لالچی جانا تھا مجھ کو تو ہی ڈبکایا  
 میں اس دولت کے محروم کو جل جل یا د کرتا ہوں  
 میں اس کے وعدہ اور پاب تکاں شاہ کرتا ہوں  
 گھڑی فریاد کرتا ہوں گھڑی بیدار کرتا ہوں  
 شب روز اس طرح کہتا ہے تیرے جور قاتل

۱۰ م اور نہ سوز کے  
 ۱۰ م غریب میں نہیں ہیں  
 ۱۰ م کہ گلا تو لگ جاؤ  
 ۱۰ م کہ طوفان لگاؤ گے ہیں



قبول ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم میں کس کس ڈول سیتی منت جہلا د کرتا ہوں  
یہ حسرت رہ گئی دل میں کبھی اس بے مروت نے  
نہ پوچھا سوز کون اتنا کہ میں بھی یاد کرتا ہوں

زخم جتنے چاہیں میرے بدن میں کم نہیں یہ بڑا دکھ ہے کہ دنیا میں کہیں مرہم نہیں  
ایک دم اپنا تھا وہ بھی آخرش دم کھا رہا درد دل کس سے کہیں یاں کوئی اب ہم نہیں

حضرت عشق سے پھر مجھ کو پہرہ دلیں سر کو جو رکی برق میں چھپا یا دلیں (کہا)  
شکوہ عشق وہ کرتا نہیں وہ صاحب ہو دلیں دلیں مجھے سر پا نو سے کھایا دلیں  
نہ شرارہ ہے نہ یہ برق نہ یہ انگارا جل گیا جل گیا لے داے جلا یا دلیں  
کس کی فریاد کروں اے نہیں کوئی غیر صاحبو داد کو پہنچو کہ ستایا دلیں  
کیا ہی دلسوز تھا میں اس کو نہ پوچھا صدف  
سوز کو پیار سے سینے میں چھپا یا دلیں

ہمیں کون پوچھے ہے صاحبو نہ سوال میں نہ جواب میں  
نہ تو کوئی آدمی جانے ہے نہ حساب میں نہ کتاب میں  
نہ تو علم پانے میں ہے یہاں کہ خدا نے بھیجا ہے کس لیے  
اسی کو جو کہتے ہیں زندگی سو تو جسم کے ہے عذاب میں  
یہی شکل ہے جسے دیکھو ہو یہی وضع ہے جسے گھورو ہو  
جسے جان کہتے ہیں آدمی اسے دیکھا عالم خواب میں

میں خلافت تم سے نہیں کہا اسے مانو یا کہ نہ مانو تم  
 مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا میں کہ ملاہوں اس کی جناب میں  
 نہ سنو گے سوز کی گفتگو جو پھر و گے ڈھونڈنے کو بہ کو  
 یہ نشا ہے اس کے بیان میں کہ نہیں نشا (ہر) شراب میں

کسے ڈھونڈتے ہو نعل میں میاں      گیا دل کبھی کا کہاں سے کہاں  
 اسے دل کہیں جو ہے عرشِ حندا      اسے دل کہیں جو ہے جنتِ مکاں  
 یہ دل جس کو ہے صاحبِ دل ہر دہ      یہ دل جس کا ہے سو ہے رنجِ رواں  
 یہی دل ہے گلزارِ فردوس کا      یہی دل ہے معمورہٗ عاشقِ ستاں  
 یہی دل ہے پر سوز پر درد و داغ  
 یہی دل ہے سلطانِ کون و مکاں

صنم کے ذکرِ سوا اور قیل و قال نہیں      جنابِ دل سے مراد کچھ سوال نہیں  
 تو سر سے کر کے تصدقِ مرا تو دل دے ڈال      کہ میرے پاس بجز اس کے اور مال نہیں  
 کہاں ملک میں تجھے حال زار دکھلاؤں      تو حال آکے مجھے دیکھ مجھ میں حال نہیں  
 میں ایک رات تجھے جانِ خواب میں دیکھا      سوائے خواب کے اب اند کچھ خیال نہیں  
 یہی ہے سوز جسے جانتے ہیں سب دلسوز  
 بڑا کمال ہے اس میں یہ کچھ کمال نہیں



کینے سے مہر بے افلاک ایک پل میں  
 نازاں نہ ہو تو ہوئے گرتھ کو شادمانی  
 اکیر سے نہیں کم کچھ منکسر کی صحبت  
 نالہ تو ہے آتش آفاق کو ہمارا  
 بچتا ہے مرغ دل اس صیاد سے کہ جن نے  
 دم اس کی ناز کی میں مت مارنا شتابی  
 دامن کشاں چمن سے گزرا ہے کون بلبل  
 کوچے میں یا تیرے ہاں دہم کے برابر  
 داغ نے مے یہ پی ہے چھپ چھپ کے سوز اس کی  
 مسواک گاڑ دیں تو ہوتا ک ایک پل میں

دل تراداغی ہے یا تو عشق کے قابل نہیں  
 دل دکھاؤں کس کو ہے کوئی صاحب نہیں  
 کس کو دکھاؤں کہ اس دم خنجر قاتل نہیں  
 میر منزل ہوں یہ دنیا کچھ منزل نہیں  
 بعد اس کے سوز کو تکلیف مت پہننے کی دو  
 کون سے دل سے رہوں وہ مرا بل نہیں

امید وصل جز طمع حرام کچھ نہیں  
 وضع بہار دیکھ کے مانند آبخار  
 ہر صبح ہے قسم پر قسم شام کچھ نہیں  
 جز گریہ اس چمن میں ہمیں کام کچھ نہیں

لے یہ غزل میں نہیں ہے۔

اس شوخ بیوفا و فراموش کار سے مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں  
 نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا وہ تو اسیر زلف سیہ قام کچھ نہیں  
 سمجھاؤں اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں  
 طاقت نہیں ہر آنی کہ بے طاقتی کروں موجب مے سکون کا آرام کچھ نہیں

دیکھانہ تو نے عشق کے کوپے میں حال سوز  
 لے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان یکساں نہیں ہے گا ترانہ مان مان مان  
 آئینہ ملک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو کیا کیا بنائی صورت انسان سان سان  
 گزرا ہے تو چمن سے کہ جائے ترانہ آج کھینچے ہے آہ مرغ گلستان تان تان  
 دشنام دے کے ہاے وہ جمدھر کا کھینچنا چھتی ہے میر دل میں ہی آن آن آن  
 پوچھا کسی نے سوز کو مارا تو کس لیے  
 بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

باندھ لیتا کیوں نہیں سر کو مرے نتر اک میں تجھ کو یہ غیرت نہیں جو ٹوٹتا ہوں خاک میں  
 جو پرانے دل کو آزدہ کرے بے بیخ آہ کب خدا سکون کرے ایسے دل بیاک میں  
 ایک جاگہ سے بھی جو ثابت نہ ہو کیوں کہ رہ سکتا ہر عشق ایسے دل صد چاک میں  
 آہ اس غم کو ہدایت دے خدا کیوں ہر گھڑی یاد دلو کر کے لایا جان میری ناک میں  
 سوز کی رندی تو دیکھو شیخ بن بیٹھے ہیں اب  
 ہر گھڑی الجھا ہے ہر شانہ و مساک میں



لے سوز تو کہاں وہ دل ناؤاں کہاں ہم ڈھونڈ بھلائیں اس کو بتا تو کہاں کہاں  
 نہ لہٹ میں نہ گوشہ ابرو سے یار میں ڈھونڈ بھلا ہے تیرے دل کو دوائے کہاں کہاں  
 خانہ بدوش روز ازل سے غریب تھا دل کا بتاؤں تم کو بھلا آشیاں کہاں  
 پڑھتا ہے شعر سوز کے یوں تو بکھی جہاں  
 اس کا سا ایک صاحبِ لطیف زباں کہاں

پھڑے تھی فوج بلبل جب چین میں تو کیا گل پھولتے تھے من ہی من میں  
 کہ صر جاتے رہے یہ یار یار ب کوئی باقی نہیں ہے اغبمن میں  
 سلام شوق پہنچا دے ہمارا کسی کا ہو گزارا اگر عدن میں  
 کہ لے بے دید بے پرداے یارا گئے تم کوچ کر جلدی وطن میں  
 دے جوں انگر افسردہ یہ سوز  
 پڑا دکھ ہے اب اپنے کفن میں

دل کے ملنے کا کچھ نہ چارہ کریں بس گریبان صبر پارہ کریں  
 غوطہ مارا ہے عشق میں اس کے کیا اسے چھوڑ کر کنارہ کریں  
 اس ضعیفی میں گر وہ بوسہ دیں پھر جوانی تو ہم دوبارہ کریں  
 کب تلک کونے میں چھپے رہیے آپ کو اب تو آشکارہ کریں  
 لوگ کہتے ہیں لڑتا ہے چلو  
 سوز کا دور سے نظارہ کریں

لہ ۱۰ ابرو میں کیا ہوا  
 لہ ۱۱ میں بھلا اب آشیاں  
 لہ ۱۲ وہ اس کا سا پہ صاحبِ لطیف بیان کہاں  
 لہ ۱۳ یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

گرچہ میرے مضطرب دل کو شکبائی نہیں  
پر ترا در چھوڑ کر جاؤں کہ ہر جانی نہیں  
دل پھنسا ہی تیری زلفوں میں نہ کچھ فکر دم  
یہ سگ کوئی ترا آہوے ہر جانی نہیں  
سکراتے ہیں ..... لیتے ہیں لوگ  
دل کے لینے کی طرح پیارے تجھے آئی نہیں  
مجھ سستی مت بول اعدا کی لگائی سے میاں  
میں نے تجھ سے روٹھ رہنے کی قسم کھائی نہیں  
تو زکو دیکھے ہے جو کوئی سو کہتا ہے یہی

.....  
زبان ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہناں

مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ واہ کہناں  
سنوے اشک و آہ و نالہ و فریاد و اویلا  
جو اس کے کو تملک پہنچو تو میری بھی دعا کہناں  
قیامت تک نہ بھولے گی میاں اس آن کی لذت  
ہمارا ہنس کے جی دینا وہ تیرا مرحبا کہناں  
سن اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہو  
جو تجھ سے سب حقیقت کہ نہ آئے کچھ تو جا کہناں  
سبھوں کے روبرو کہنا کہ میرا سوز عاشق ہے  
مناسب نہیں ہے پیارے ایسی باتیں بر ملا کہناں

حمد میں تیری اے خداے سخن  
اس زباں سے کہا نہ جائے سخن  
باتیں سارے بناتے ہیں لیکن  
کوئی پر لائے آشناے سخن  
کوئی صاحب سخن نہیں مرتا  
ہے قیامت تملک بقاے سخن



زیت انسان کی نہ پوچھو کچھ اکل دیا شرب ہر بجائے سخن  
 سوز خاموش رہ کے کیا لے گا  
 زندگانی تو ہے براے سخن

بہار اس کو نہیں لگتی ہے یک پائنگ آنکھوں میں  
 بتاں کی ہم نے دیکھی ہے مے گل رنگ آنکھوں میں  
 ہے جب تک اس کے تو حایل وہ باہر آ نہیں سکتا  
 نکل نحت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھوں میں  
 چن کی سیر کو جاتا تو ہے یہ مجھ کو خطرہ ہے  
 نہ ہو گلشن میں زکس سے کہیں ب جنگ آنکھوں میں  
 کہاں طاقت جو اٹھیے یاں سے چلنے کے تو کیا معنی  
 نظر آتا ہے مجھ کو یک قدم فرنگ آنکھوں میں  
 نہ دی فرصت کسی نے خون یک قطرہ کے بہنے کی  
 وگر نہ ہم تو رکھتے ہیں جہن اور گنگ آنکھوں میں  
 نہیں ہرگز تری چشم یہ محتاج سرے کی  
 لگے ہے شوخ تیرے دشمنوں کی سنگ آنکھوں میں  
 نشے سے جھک گیا لے سوز دیکھ اس خط سبزہ کو  
 رکھے ہے زور کیفیت یہ کا فرنگ آنکھوں میں

آنکھوں کو ٹپک بنھنا تو یہ مارتی ہیں راہیں  
کیا حسن و عشق میں اب بگڑوسی ہر بے طرح سے  
آوے جو سیر کرنے یکبار وہ جہن میں  
اس دل میں گو ہمارے الفت نہیں ہی با  
تک ہر دے خدایا کافر بتوں کے دل میں  
نریا دگر کسی سے چاہیں سو داد کی ذکر  
نہیں مسافروں کو دستی نہیں لگا ہیں  
تیرنگہ تو داں ہے یاں بر چھیاں مل ہیں  
گل آسماں پہ اپنی پھینکیں سدا کلا ہیں  
اپنی طرف سے لے دل ہم تو بھلا نہا ہیں  
یا عاشقوں کے جی دے، کھو دے انھوں کی چاہیں  
گردن ہی مالتے ہیں ذرہ جو ہم کراہیں  
لے سوز عاشقوں میں ثابت قدیم رہنا (کذا)  
فرقے میں عاشقوں کے تاسب کچھ سراہیں

عاشق تھے ہم نے کیے معلوم بہت ہیں  
گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئے ہزاروں  
موجود ہے اک آدھ ہی مجھ سا سو برے حال  
آئینہ جسے کہتے ہیں دیدار کا تیرے  
دل چاہے تھا بوسے کو جو تم سے یہ کہا میں  
مجھ جیسے جو خادم کی ہے خدمت تمہیں عار  
شہرت کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہو  
مضمون تراسا نہ کسی بیت میں لے سوز  
یوں شر تو سوز دونوں کے مظلوم بہت ہیں

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آند آتش میں

سمندر رات دن رہتا ہے جوں خور سند آتش میں



ہوا آئینہ حیراں دیکھ کر خال اس کے عارض پر

کہ یارب کس طرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش میں

نبھے سینے کی تفت میرے نہ ہرگز ایک دم یارو

کیا پی پی کے آنسو آب ہیں ہرچند آتش میں

برہ کی آگ سے کیونکر ..... ہوئے اے ناصح

ازل سے ہم ہیں شعلے کی طرح پابند آتش میں

تھے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہیں ہرگز

پتنگا بیٹھ کر کھاتا ہے یہ سوگند آتش میں

شر سے شعلہ، شعلے سے شر یک پل میں کرتی ہر

بھلا ٹاک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش میں

ملی جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خویاں سے

ہوا لے توڑ اس وصلت سے تب پیوند آتش میں

توڑ کو بجھے ہے تو ناداں کہ وہ دانا نہیں

حق بجانب ہے ترے جو اس کو پہچانا نہیں

گر کہوں میں حال اپنا سن کے عاقل ہو دو چند

درد دل میرا تو اس کو پیش از افسانا نہیں

عشق کے کوچے میں اپنا مت قدم رکھ بوالہوس

گر تجھے منظور داں سر سے گزر جانا نہیں

زلف میں شانے کو دی جاگہ تو اس کا کیا گناہ

یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہیں

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے  
 پھر پھر اس گلشن میں لے غافل تجھے آنا نہیں  
 سنگ سے بیت الحرم کے شیخ اٹھا .....  
 آئنے دل کا مجھے اس گھر میں ٹھکانا نہیں  
 ناصحا بالیں سے میری اٹھ خدا کے واسطے  
 جان کھانی اس کو کہتے ہیں یہ سمجھنا نہیں  
 وعدہ کوثر پہ واعظ کیجے ترک جام مے  
 نقد کو نسیہ پہ کھونا کارِ سر زانا نہیں  
 شیشہ دل سے کوئی دیتا خبر اس سوز کو  
 سوز تجھ سا بھی کوئی دنیا (میں) متا نا نہیں

قیس کی آوارگی ہے دل میں سمجھو تو کہوں  
 ورنہ لیلیٰ ہے ہر اک محل میں سمجھو تو کہوں  
 چشم کم سے خلق کو آپس میں رت دیکھا کرو  
 زور ہی جھمکا ہے مشت گل میں سمجھو تو کہوں  
 مے کدے اور کبے میں ہے کیا تفادیت شیخ جی  
 شیشہ ہے پتھر کی ہر ایک سل میں سمجھو تو کہوں  
 ناصحو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم  
 مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل میں سمجھو تو کہوں  
 جانتے ہو عیش تم دنیا میں جس کو سو نہیں  
 عیش ہے دنیا کی جو محفل میں سمجھو تو کہوں



کرتے ہو ہر دم جو وصفِ چشمہ آبِ حیات

آب ہے جو خجرتِ سائل میں سمجھو تو کہوں

تم جو پوچھو ہو بھرٹک میں دل کی کیا لذت ہے سوز

جوں تڑپ کا ہے مزہ بسمل میں سمجھو تو کہوں

اے خوشحال ہو جو کوئی رسوائے بتاں

خوار بازارِ ملامت ہے بسو دے بتاں

کفر سے اب تو مراد دل ہے نہایت بیزار

دو دیاں کیا کہوں اے شیخ کہ ہر پائے بتاں

الفت و ہر کی ذرہ جو کہیں ان میں ہو بو

کاش دیتا میں کسی سنگ کو دل جلے بتاں

دل سی تم جنس کی بے قدر کیے رکھتے ہو

کیا میں تم سے کہوں فسوس بتاں ملے بتاں

مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یوں ہی لیجے

تم دیے دام اور میں بھر پائے بتاں

اب خدا ہی نہیں سمجھائے مرے دل کا درد

تم سمجھتے ہو کوئی سوز کے سمجھائے بتاں

آنکھیں بھی اس کی آنکھوں گے گر ٹک ملا کریں

تو ہم کسی سے کا ہے کو اتنا گلا کریں

گر چو ش مارے خط کی تے چہرے پر بہار

خنجرے دوں گے گل کی طرح سے کھلا کریں

کیونکہ چشم و ابرو سے دل قتل ہو مرا

دو ترک مست لے کے جو تیغ بلا کریں

بار و گر بہار نے مارا ہے جوش اب

برپا جنون اپنے کا ہم سلسلا کریں

آئینے کا عجب ہے سکندر یہ تعبیر

بہتر ہے دور اس سے جو دل کو جلا کریں

ہے معتبر انھیں کی جہاں میں ہو سی

جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کریں

اے سوز میں بدوں نہ تھی ان کی قراول (کذا)

شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کریں

خون عشاق سے تو بھر لے پیالے دامن  
روزِ محشر ہے مرا ہاتھ تھارے دامن  
ناز کا اس کے ہو کشتہ جو کہے ذبح کے وقت  
داغ سے غوں کے مرا تو جو نہ بھارے دامن  
ہم تو مستغنی الاحوال ہیں عریانی سے  
جامہ رکھتا ہو جو کوئی تو پیارے دامن  
تشنہ لب اشک سے خاک مری روزِ سحاب (کذا)  
گاہ بے گاہ نہ چوٹے تو بے بارے دامن  
رنگ پیرا بن گل جسم ہے پیالے لیکن  
وہ بھی سچ دیکھ قبا کی تری والے دامن  
رنگ گل کیوں نہ صبا تجھ سے چمن میں دل کے  
آگ دیکھے ہے جو اس پر کوئی مالے دامن  
جامہ زیبوں کی خوشامد نہیں درکارے سوز  
کیا ہے حاجت کوئی گل کا جو سدا لے دامن

جب اپنی جاں کنی تک پہنچے یار و کام دنیا میں  
ملے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں  
جہاں میں کون سا گھر ہے جسے ہم نے نہیں دیکھا  
بجز خلوت سرے دل نہیں آرام دنیا میں  
جو پہنچے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے  
قبول خاطر اس کے پھر نہ ہو اسلام دنیا میں  
بغیر از مرنے جلنے کچھ نہ دیکھا بزم دنیا میں  
کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا میں  
لیا دل کو نہ تھا جب تک مری کیا کیا خوشامد کٹی  
نہ ہو گا کوئی تم سا بھی میاں خود کام دنیا میں  
دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے  
یہی ہوتا ہے ناداں عشق کا انجام دنیا میں  
نہ کرے سوز شکوہ ہم سے دل کی بے قراری کا  
محبت کس کو دیتی ہے بھلا آرام دنیا میں

امید ہو گئی کچھ گوشہ گیر سی دل میں  
رہا کرے ہے تنہا سیر سی دل میں  
خدا کے واسطے خاموش نا صبح بیدار  
لگی ہے بات تم سے دل کی تیر سی دل میں  
نہ جانے عشق ہے کس گلے عذار کا ہم کو  
بے نالہ مرغ چمن کے صفر سی دل میں



کیس کے ابرو و مژگانیں دی ہے دل شکست  
 کہ اشک پھرتے ہیں بوٹی بہیری دل میں  
 دُور یار کی یاں تک ہے سرد مہری کا  
 کہ آہ گرم بھی ہے زہری سی دل میں  
 کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ  
 لگے ہے مہر کی مجھ کو نظیر سی دل میں  
 اگرچہ دخترِ رز کو کہیں ہیں سوزِ جوان  
 لگے ہے پنبہ مینا میں پیری سی دل میں

مجھے معلوم یوں ہوتا ہے میری ہی تہسی آنکھیں  
 کسی کی دیکھ کر شاید جہاں میں تہسی آنکھیں کذا  
 خدا جانے کدھر کو دیکھ کر تجھ کو نکل جائیں  
 بزدور اپنی میاں ڈوروں سے ہم نے اب کسی آنکھیں  
 ہجوم از بس تماشا ٹی کا تیرے قدم پہ رہتا ہے  
 بیانِ دستہ ز گس ز سرتا پا بسی آنکھیں  
 نقاب اب دور کر چہرے سے کس منہ سے چھپایا ہے  
 قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم (کی) گھسی آنکھیں  
 ترا وہ حُسنِ دلکش ہے نکالے جس کو تو گھر سے  
 پلٹ کر پھر طرف گدی کے ہی اس کی دھنسی آنکھیں  
 مرے رونے کا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے  
 دکھاتی ہیں اسے اے سوز اپنی بے کسی آنکھیں

بلبل کہیں پتنگ کہیں اور ہم کہیں  
 کب تک یہ سرکشی مرے شمشاد کے حضور  
 اکٹھے یہ دل جلے نہ ہوئے ایک دم کہیں  
 اے سروِ ملک تو ہو تو خجارت سے خم کہیں

گردوں پھرے حباب کی صورت بہا بہا  
 آجائے موج پر جو مری چشمِ غم کہیں  
 لے کر چلے ہیں مہرِ تباہ ہم سے حرم  
 ہو جائے شیخِ کعبہ نہ بیتِ اہلِ غم کہیں  
 آہو کو شو کہ رام کیا ایک عمر میں  
 ہر آن ہے یہ خوف نہ ہو جائے دم کہیں  
 درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضرِ راہ  
 کوئی سنا نہ بھولتا راہِ عدم کہیں  
 گر آہ متصل یوں ہیں آتی ہے گی سوز  
 اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

مت پھر تو ساتھ غیر کے آمان ہر کہیں  
 ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہیں  
 جز سنگ کیا ہے دیرِ حرم میں جو سر جھکے  
 سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں  
 سچا تو ہو سو وعدے میں کس طرح ہم سے یار  
 وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہیں  
 ..... ہی دل ..... ترا  
 ہو جوسم ہیں ہم پر کیے اس کے برخلاف  
 معمرہ پھر قلم و امکاں میں رہ چکا  
 کبھی سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض  
 کرتے ہیں ہم بیاں ترا احسان ہر کہیں  
 یوں ہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہیں  
 کرتا ہے دیدِ سوز یہ اک آن ہر کہیں

یاد میاں اب دل میں تیرے وہ باتیں نہیں آتی ہیں  
 کس ہوش کی چاہ کرسی جو آنکھیں بھی شرماتی ہیں  
 گھڑی گھڑی کی وہ جو ادائیں جنہوں سے میں دکھ پاتا تھا  
 گلا اب اس کا مجھ سے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہیں  
 کیوں نہ مکافات اس کی پیائے ہم سے نہ تیری سوک ٹو (کذا)  
 لے کر پہلے دل عاشق کا جان پھر اس کی کھاتی ہیں



خون ہمارے دل کا پیوں جس صورت سے پاویں وہ  
 بس کب چل سکتا ہے ان سے جو آنکھیاں بہلاتی ہیں  
 پھنسواتی ہیں دل کو میرے زلفیں ہر اک مہر و کی  
 آنکھیں میری مجھ سے یار و ناحق روگ ساستی ہیں (کذا)  
 جب سے گیا ہے برے میرے تو آرام جان و تن  
 آنکھیں طفل اشک کو تب سے گودی میں پھسلاتی ہیں  
 گئے وہ دن جب تلخ تمھارے منہ سے میٹھا لگتا تھا  
 سنبھو پیارے اب وہ باتیں تم کو نہیں سہاتی ہیں  
 گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال  
 جانیں سب عشاق کی پیائے سینوں میں گھبراتی ہیں  
 رینختہ کہ کہ ستوز ہوا جو دیوانہ تو کیا ہے عجب  
 عشق کی باتیں افلاطون کی پل میں مت بوراتی ہیں

اس سرو قد کی دوستی میں کچھ مٹ نہیں  
 اس سنگدل کو حال پر آیا نہ میرے رحم  
 یا قوت لعل یار سے بہتر نہیں دیے  
 کیوں مجھ سے بے گناہ کو ناحق کرے قتل  
 قاصد کی کیا مجال کہ اس کو میں جا سکے  
 میری طرف سے دیو صبا گل کو یہ پیام  
 ہرگز نہ مان ستوز تو واعظ کی گفتگو  
 ذرہ بھی اس کو اصل سخن سے خبر نہیں

لڑیں کیوں ہیں ترے مرگان دابر و یار آپس میں  
 ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپس میں  
 لگا دل چھین لے تو جس گھڑی آئینہ رویوں کا  
 بے حیراں ترانہ دیکھ اے خونخوار آپس میں  
 دل و جاں دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہیں  
 رہے ہیں منتظر پیائے کئی بیمار آپس میں  
 ہمارے درد کی تدبیر ان سے ہو نہیں سکتی  
 تاسف ہی مرا کرتے ہیں یہ غمخوار آپس میں  
 چکے انصاف حسن و عشق کا تب جس گھڑی جھگڑا  
 اکیلے بیٹھ کر ہم تم کریں گفتار آپس میں  
 تری تسبیح کا دشمن نہیں ہے دیر میں اپنے  
 سنا ہے شیخ ہم کو اُلفت زنا ر آپس میں  
 دیں مارے ہے سنگ تفرقہ لے تو زیہ ظالم  
 اگر بیٹھے ہوئے دیکھے فلک دو چار آپس میں

جاتا ہوں ترے در سے بس لے یار رہا میں  
 میں جب ملاقات کی تب سے ترے نزدیک  
 آئے تھے سبھی ہم نفس اک بار ہر دام  
 پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے  
 تجھ حسن کی اس واسطے ہر گرمی بازار  
 اک دم نہ تھماؤں مری آنکھوں سے کبھو یار  
 نظروں میں رقیبوں کی بہت خوار رہا میں  
 ذلت کا ہی ہر وقت سزاوار رہا میں  
 آزاد ہوئے اور گرفتار رہا میں  
 آنکھوں کو تری دیکھ کے بیمار رہا میں  
 لے شوخ ترا بس کہ خریدار رہا میں  
 از بس ترے ہاتھوں سے دل افکار رہا میں



صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہوں اے تہو  
گر شیخ کے نزدیک گنہ گار رہا میں

دل کو یہ آرزو ہے کہ اے یار میں  
میں وہ درخت خشک ہوں اس باغ میں صبا  
ہمراہ تیرے پہنچے مل غبار میں (کذا)  
جس کو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار میں  
ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن یہ نو بہار  
خنجر پیکر کسو سے یہ مرگاہاں نہ پھیریں نہ  
دیتی ہے زہر مجھ کو سے خوشگوار میں  
تلواریں ماریں بیٹھ کے ابرو ہزار میں  
اے تہو درخت رز کو تو اتنا نہ منہ لگا  
تکلیف پائے گا بہت اس کے نثار میں

کہاں نصیب ہے اس شوخ سے کلام کروں  
نہ تجھ کو رحم مرے حال پر نہ مجھ کو صبر  
جو حال دل ہے اسے کہہ کے میں تمام کروں  
جیوں میں کیونکہ بسر اپنی صبح و شام کروں  
نہ رکھ نماز سے محروم اے مجھے ساقی  
شراب اتنی کہ میں سجدہ سے جام کروں  
ہمیشہ مل کے رقیبوں سے جب تو ہو بدنام  
میں کس طرح سے بھلا تجھ کو نیک نام کروں  
خدا خدا کی (کذا) اب اس کی ہوئی یہ امید  
کہ رام ہو وہ مرا اگر میں اس کو رام کروں  
کہے تھا شوخ تجھے بزم عیش میں اے تہو  
بغیر اس کے نہ میں ردبوسے جام کروں  
مرے سلام نہ لینے سے ہو گیا ناخوش  
اگر وہ پھر ادھر آئے تو میں سلام کروں

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گماں ترے ہیں  
اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم  
ڈوبے گرداب محبت کے کہاں ترے ہیں  
تہ کے بیٹھے ہوئے مر کر بھی میاں ترے ہیں

نخت دل یوں ہیں سرسیرِ حن میں تجھ بن  
 وصل کی رات بھی محروم ہیں اک بوسہ کے  
 یادِ کرمستی میں تجھ کو میں جہاں روتا تھا  
 منہ میں تیرے سے جو رکھتے ہیں سوا ہاتھ زبان  
 برگ گل جوں برے آب رواں ترتے ہیں  
 آب حیا میں ترے تشنہ دہاں ترتے ہیں  
 آج اک بار بطعے تری واں ترتے ہیں  
 بحرِ موجِ سخن میں وہ جواں ترتے ہیں  
 صاحبِ فہم اے کہتے ہیں جو ہر اے تیرے  
 دست و پا مار کے یہ نگ جہاں ترتے ہیں

کر لے جو چاہے سوا یہ حسنِ جوانی پھر کہاں  
 آج اگر چاہے تو سن لے مجھ سے میرا درد دل  
 جب تلک ہر حسنِ تجھ پر کرتے ہیں سب جی نثار  
 تارکِ دنیا ہو کر چاہے کہ خوش گزیرے تری  
 ملک میں خوبی کے پیارے حکمرانی پھر کہاں  
 کل سنا چاہے جو تو میری زبانی پھر کہاں  
 خط کو ٹکٹ ٹھننے لے اب کی جانفشانی پھر کہاں  
 جب پڑا دھند میں اس کے شادمانی پھر کہاں  
 سوز کا جینا غنیمت جان مت مل غم سے  
 جب ملا اس سے تو اس کی زندگانی پھر کہاں

اب تو ایسا میں ناتواں ہوں  
 اے صاحبِ جو تم تو راست بودو  
 ایسا تو سب ہوا ہوں ہے ہے  
 دشمن سے نہیں ہے مجھ کو رنجش  
 جو کہ نہیں سکتا منہ سے ہاں ہوں  
 مردہ ہوں میں یا کہ نیم جاں ہوں  
 جو سب کے دل پہ اب گراں ہوں  
 آزدوہ طعن دو سستاں ہوں  
 میں کشتہ رشک کشتگاں ہوں  
 یوں تو اک مشت استخاں ہوں  
 جو اس کا خاک آستاں ہوں  
 اب اتنی ہی آزدوہ ہے باقی



ظاہر بینوں نے پیر جانا  
میں تو وہی سوز نوجواں ہوں

کو چہ عشق میں جو اہل نظر جاتے ہیں      کاٹ کے سر کو کف دست پہ دھر جاتے ہیں  
تو لے کیا ہوں میاں تیغ ادھر دیکھ کے تم      ہم تو اہل جانے میں ابرو ہی کے مر جاتے ہیں  
اے سمندر جو نچوڑیں گے کبھی ہم دامن      دجلے تالاب کئی آن میں بھر جاتے ہیں  
جا کے ہم عشق کے کوپے سے پھریں کناصح      خوب جاتے ہیں جد ہر اہل بصر جاتے ہیں  
دل بھی کچھ چیز ہے روتا ہے جسے تو لے سوز  
عاشقی میں تو میاں جی سے گزر جاتے ہیں

سن کے بے تابی مری سیما ب ڈھل جاوے دیں  
برق دیکھے آگ گر دل کی تو جل جاوے دیں  
میرے بانکے کے مقابل کون ہو کس کی مجال  
رستم اس کے روبرو ہوسے تو ٹل جاوے دیں  
وہ مرا محبوب گر دیکھے فلک کو یک نظر  
ثابت و سیار آفسو ہو کے ڈھل جاوے دیں  
شعر ہی سن کر پڑے روتے ہیں روز و شب یہ لوگ  
کو دبھا گئیں تو انھوں کا جی نکل جاوے دیں  
وہ جو سکھڑے ہیں بلائیں لیتے ہیں ہر بات پر  
سن کے میرے شعر کو کواری ادھل جائے دیں (کذا)

اشک بھی آتے نہیں اب کیا کروں      آہ دل جلتا ہے یا رب کیا کروں  
 ہائے میری بات وہ سنتا نہیں      حال دل کہتا ہے مطلب کیا کروں  
 دل میں آتا ہے کہ مر رہے کہیں      پر نظر آتا نہیں ڈھب کیا کروں  
 شمع کی مانند اے اہل نظر      سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کروں  
 مت تو اب دکھلا مجھے اس شوخ کو  
 دل اٹک جا دے کہیں تب کیا کروں

دل کو دینا تو بہت سہل ہے دلدار کہاں      غم تو ہر آن میں موجود ہے غمخوار کہاں  
 دل صد چاک سے میرے نہیں گل کو نسبت      شائد زلف کجا اطرہ دستار کہاں  
 سرو کب قابل دستار .... ہوتے      آگے اس قامت رعنا کے اے بار کہاں  
 بلبلو مار لو اب چہچہ اس باغ میں تم      پھر کوئی روز کو ڈھونڈھو گی تو گلزار کہاں  
 تو زرد دوس کا ہونے نہ طلب گار کہ داں  
 تیرے گھر کا سا اے سائے دیوار کہاں

یہ میں بھی سمجھوں ہوں نا صح وہ یار یا نہیں      کروں میں کیا کہ مراد دل پہ اختیار نہیں  
 عبرت تو ہر گھڑی سر کی مرے قسم مت کھا      قسم خدا کی تھے دل میں اب وہ پیار نہیں  
 میں وہ ہوں نخل کہ جس نخل کو قیامت تک      بہا کیسی ہی آدے تو برگ و بار نہیں  
 جہاں کے بیچ غم دو دکھ سو میں کہوں کس سے      سوائے غم کے مرا اور غم گسار نہیں  
 ہزار قول کرے یہ نباہ کا اے سوز  
 مجھے بتاں کی محبت کا اعتبار نہیں



جن کے تئیں کہ عاشق محبوب جانتے ہیں  
 ذرہ نہیں ہیں واقف اطوار دلبری سے  
 ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا بتاں کا  
 سمجھو ہوشمع جس کو خلوت میں اپنی پیارے  
 پوچھو ہمارے دل سے ہم خوب جانتے ہیں  
 دل لے کے جو کرنا محبوب جانتے ہیں  
 غیرت جنھیں دی حق نے میوب جانتے ہیں  
 ہم دل جلوں کا اس کو مکتوب جانتے ہیں  
 آفاق میں جنھوں کو کہتے ہیں سوزِ زندے  
 تقوے کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہیں

نکڑے تو ابھی نعل کے دل بیچ دھرے ہیں  
 صد کر کرنے کا خلش اٹھ گیا دل سے  
 اس باغ میں ہم سے نہ ملے سود کسی کو  
 کاوش نہ مرے دل سے ہے مرزا گاہ میں ....  
 ہم نے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں  
 جب ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں  
 نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں  
 ابرو بھی کجی میں صفت مرزا گاہ پرے ہیں  
 کیسا ہی وہ کھوٹا ہو دے ہم تو کھرے ہیں  
 لے اگر یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ (کذا)

جو بزم بیچ تجھے دیکھ کر نہ پھٹ جاویں  
 تو اس چمن میں ہے گل پر نہیں ہیں ہم شبنم  
 ہزار طرح جو لیے بتاں سے ہو کر صاف  
 مراد دل اس صفت مرزا گاہ سے کب اٹکتا تھا  
 یہ شمع رو جو ہیں مانند شمع کٹ جاویں  
 دگر نہ رد و رد گلے سے تھے لپٹ جاویں  
 پران کے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ جاویں  
 ولے میں کیا کروں طالع ہی جب لٹ جاویں  
 ہوئے غبار نہ دامن تک اس کے پہنچے سوز  
 پر اب کے ہو کے حنا پانو سے لپٹ جاویں

چشم عشاق آبشارِ چمن      سینہ داغوں سے لالہ زارِ چمن

جب دیکھا میں تجھ کو اے گلرد  
 نہیں نظروں میں اعتبارِ چمن  
 رخ سے رخ مت ملا تو عاشق کے  
 نہ خزاں سے لٹا بہارِ چمن  
 مت ساعندلیب کو صیاد  
 ہے وہی ایک یادِ گارِ چمن  
 لیے ہیں ہم ہوں نے گل سے گل  
 سوت سوت اب کے شاخِ چمن  
 میری آنکھوں کی طرح سے نہ ہی  
 دیکھی مدت میں جو سُبَّارِ چمن  
 دیکھ تو ٹمک نسیم کو اے سوز  
 کوئی ایسا ہے بے قرارِ چمن

بھی ہیں دل کے لے جانے کی باتیں  
 سمجھتا ہوں یہ بہلانے کی باتیں  
 کبھو ہنسنا کبھو گھبرا کے رونا  
 کوئی دیکھو تو دیوانے کی باتیں  
 مجھے مت دیکھ کر تیوری چڑھا جان  
 ہمارے ہیں یہ مرجانے کی باتیں  
 ہم آہی دیر ہیں آہی برہمن  
 کہوت ہم سے بت خانے کی باتیں  
 تمھاری دسدم کھینچیں ہیں زلفیں  
 پیارے دیکھو شانے کی باتیں  
 کہا میں نے یہ اس سے تیری خاطر  
 سنوں ہوں اپنے بیگانے کی باتیں  
 لگا کہنے کہ مت کر چوہیلا سوز  
 یہ سب ہیں گالیاں کھانے کی باتیں

کہیں ہیں لالہ کو صاحبِ طبع ہے (وہ) چشمِ داغ گلشن  
 وہ فی الحقیقت خزاں کے غم سے جگر پر رکھتا ہے داغ گلشن  
 شتاب لے کر صراحی و جام مجھ تک آ پہنچ ساقیا میں  
 مثالِ غنچے کی تنگ میرے نہ کر تو دل پر مسراغ گلشن



خزاں نے اس سال آکے ساقی یہ باغ ایسا ہی کھو دیا ہے

بہار کیسا ہی ڈھونڈھے رکھیو نہ پاوے سراسر باغ گلشن (کذا)

بتا تو تیرے بغیر ظالم یہ باغ کس کا لہو پیے ہے

گلوں پہ ذرہ تو غور کر تو بھرے ہیں خوں سے (باغ گلشن

کیا ہے اے سوز جب اس نے خرام ناز آکے اس چمن میں

غور رگل سے یہی ہے پیدا فلک کو ..... دماغ گلشن

بھری تھی فوج بسبل جب چمن میں تو گل کیا پھولتے تھے من ہی من میں  
 کدھر جاتے رہے یہ یار یار ب کوئی بیٹھا نہیں اب انجمن میں  
 سلام شوق پہنچانا ہمارا کسی کا گر گزارا ہو عدن میں  
 کالے بے دید بے پرواہ یارو گئے تم کوچ کر اپنے وطن میں  
 دے چوں انگر افسردہ یہ سوز  
 پڑا دیکھے ہے اپنے من ہی من میں

دل کو میں غم میں جلا دوں کیا کروں آنکھیں رو رو کر سجا دوں کیا کروں  
 دل مجھے کہتا ہے و لبر کو دکھا کیوں جی سچ اس کو دکھا دوں کیا کروں  
 آہ آنکھوں نے اسے شیدا کیا آنکھوں میں نکلی (کذا) چھپا دوں کیا کروں  
 حب کی تن نے مجھ کو زنداں میں دیا آگ اس تن کو لگا دوں کیا کروں  
 اس کو چڑا یہ آہ بن رہتا نہیں  
 سوز کا منہ میں جلا دوں کیا کروں

اس پاس پھر گیا دل گمراہ کیا کروں دم مارنے کی تاب نہیں آہ کیا کروں  
 بستی (میں) ہے نہ چین نہ جنگل میں ہر قرار گھبرا گیا ہوں کیوں مے اند کیا کروں  
 آوے گا یا نہ آوے گا شب تو گزر ہی (گذا) دیکھوں نہ دیکھوں اس کی بھلا راہ کیا کروں

دل بے خبر پڑا ہے خدا جانے کیا ہوا  
 اس حال سے میں تو زکو آگاہ کیا کروں

یہی ہے دل میں کچھ اب زہر کھا کر آج مر جاؤں  
 کوئی اب زہر بھی دیتا نہیں یارب کدھر جاؤں  
 جلاتا ہے تو مجھ کو میں ترے ستر بان ہو جاؤں  
 میں پردانہ نہیں جو ایک پل میں جل کے مر جاؤں  
 عذو کے ہاتھ سے کونا نہیں ملتا ہے پھپھنے کو  
 زمیں پر تو نہ پھوڑیں گے مگر افلاک پر جاؤں

## و

طلب کرتا ہے مجھ سے ہر گھڑی پیاں گسل دل کو  
 کہاں دل کس طرح کا دل کسے کہتے ہیں دل دل کو  
 غم دلبر جو تجھ کو جان ہے مطلوب تو لے جا  
 نہ دوں گا دل نہ دوں گا دل کہ پالا ہو بدل دل کو  
 نہ کعبہ میں نہ بیتخانہ میں ملتا ہے خدا طالب  
 نہ پاوے گا نہ پاوے گا جو ہے جو یا تو مل دل کو



جو تو چاہے کہ میں آنسو کا یوں نالہ بہاؤں گا  
 نہ روؤں گا نہ روؤں گا کرے غم مضمحل دل کو  
 ہلاتے جس طرح تلقین کو ہیں گور میں مردہ  
 جھنجھوڑے ہے مڑوڑے ہے تراغم متصل دل کو  
 اسی منہ پر کیا تھا وعدہ بوسے کا تو پھر بیٹھے  
 نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا نہ کر ظالم نخل دل کو  
 دہی اس سوز کے معنی کو سمجھے جو جلا ہو دے  
 کہ صورت سے ہو صورت کو مزا اور ذوق دل کو

کس طرح روتے ہوئے دیدہ تر دکھیں تو کس طرح بہتے ہوئے نخت جگر دکھیں تو  
 خوش تو ہوتا ہے گلا دیکھ کے تنگی کی عالم ہوش اڑ جائے گلا تیری اگر دکھیں تو اک  
 نوک مرزا گان پہ تو آ جاؤ جھبک کر پیارے نخت دل آج تمہارا بھی ہنر دکھیں تو  
 خواب غفلت سے تونالے نے جگایا ہوا سے کیا اثر کرتی ہوا اب آہ حسرت دکھیں تو  
 قطرہ اشک سے موتی ہوئے پر سوز کے اشک  
 کس طرح ہوتے ہو تم سلک گہر دکھیں تو

نصیحت میری تم منظور رکھیو کہ میرے دل کو مت رنجور رکھیو  
 جلا کر مجھ کو وہ یاں سے گیا ہے اسے تم آپس بھی دور رکھیو  
 بہت ہیں اس کے بے جانے کے دیرے دلوں کی بھیر سے مستور رکھیو

چرا لے گا کوئی دیکھا جو ثابت اے تو غم سے چلنا بہ حور رکھو  
 دانا ہے جو کچھ بولا تو بولا  
 میاں اس سوز کو معذور رکھو

جس پر مرے صنم کو کرم کی نگاہ ہو      باشد عاشقوں کے وہی بادشاہ ہو  
 یہ عاشقی ہے خاندانِ خالا نہیں میاں      سرے تو پہلے راہ میں تب سربراہ ہو  
 آنکھوں میں نم نہیں ہر کہاں ہے سرشک      طاقت نہیں ہے کون سی قوت —  
 رکھتا ہوں عرض تم سے سنو مردمانِ راز      رنے کے میرے حشر تلک تم گواہ ہو  
 اے دل خدا کے واسطے ملک صبر کر ذرا      ہاتھوں سے تیرے کوئی کہاں داد خواہ ہو  
 تیرے بھی حق بطرف ہر میں کیا کروں بیاں      جانے وہی جسے کسی خطا لم کی چاہ ہو  
 امید دار رحمت حق سوز ہے دے  
 ملتی ہے اس کو جو کہ بہت پرگناہ ہو

مرا جان جاتا ہے یار و سبھا لو      کلجے میں کانٹا لگا ہے نکا لو  
 نہ بھائی مجھے زندگانی نہ بھائی      مجھے مار ڈالو مجھے مار ڈالو  
 خدا کے لیے اے مرے ہم نشینو      یہ بانکا جو جاتا ہے اس کو بلا لو  
 نہ آدے اگر وہ تھکے ہے سے      تو منت کر د گھیرے گھیرے بلا لو  
 اگر کچھ خفا ہو کے وہ گالیاں دے      تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو  
 کہو ایک بندہ تمہارا مرے ہے      اے جان کنڈن سے چل کر بچالو  
 جلوں کی بری آہ ہوتی ہے پیالے  
 تم اس سوز کی اپنے حق میں دعا لو

لے، تم اس میں      لے یہ غول میں نہیں ہے      لے ع صاحب



رہنے دو اے مجھیں یکدم خموش مجھ کو  
ایکی نگہ نے اس کی بے خود کیا ہر دل کو  
کرتا ہوں تم سے باتیں آنے دو ہوش مجھ کو  
لے جاؤ اے رفیقو گھر تک بدوش مجھ کو  
ڈھکائے ہر پیارے وہ بادہ نوش مجھ کو  
آیا ہے آج یار داب یہ سروش مجھ کو  
غلام اور ردا ملک جام پر دھروں گا  
پہنچا دے سوز ہا ہا تاسے فروش مجھ کو

دلبر و خط سے نہ کھڑے کو ہم آغوش کرو  
بات تم سن کے رقیبوں کی پشیاں ہو گے  
بھگ کو بھر کاؤ نہ شعلہ کو نہ خس پوش کرو  
حرف میرا یہ گہر ہے جو کبھی گوش کرو  
اہل مجلس نے کہا رات کو ساقی سے سوز  
ہنس کے بولا کہ تمہیں جام ملے گا اب کے  
اپنی کھونٹ سی تو لے شیخ جی وارھی کو منڈاؤ  
عشق منظور ہے بالشرع سبزی و خود کو  
آمد آمد ہے شہ عشق کی ملک دل میں

یہ وہی سوز تمہارا ہے جسے بھولے ہو  
حق دیرینہ عاشق نہ فراموش کرو

رم چلا ہے مجھ سے آہو دوڑیو  
نادک چشم خدنگ انداز ہائے  
جی چلا جاتا ہے آنسو دوڑیو  
ہو گیا دل میں ترازو دوڑیو

بیلوں کا غسل مچا ہے باغ میں      دیکھو اسے شرخ گلرود دوڑیو  
دیکھ کر میری نگاہ گیم .....      طفل بد خو دوڑیو

سوز نے افسوں بھرا ہے شعر میں  
ایک دم لے چشم جادو دوڑیو

بات کہتا ہوں تجھے مان لے بیزار نہ ہو      سر سے لے پانوں تلک درد ہو آزار نہ ہو  
دل خراشی سے کوئی جرم نہیں بالا تر      گو دل انگار ہو لیکن تو دل انگار نہ ہو  
ہو ریاضت سے ترا جسم بھی مانند لال      پر نموداری کی خاطر تو نمودار نہ ہو  
ہے گرفتاری تن گر چہ بحکم تقدیر      اد گرفتار بلا دیکھ گرفتار نہ ہو

نہ خبر ایسی رہتا ہی تری بخبر سہری دکڑا  
سوز کرتا ہوں خبر تجھ کو خبر دار نہ ہو

حیف دل تجھ میں گر مروت ہو      غیرت سے کیوں ہمیں شکایت ہو  
جیب تک بھی نہیں رسائی دست      یا رب اتنی تو دست قدرت ہو  
ہر گھڑی گھر سے مت نکل پایے      کوئی دیکھے تو کیا قیامت ہو  
گالیاں تو بہت سنیں صاحبے      کبھی بوسہ کی بھی رعایت ہو  
کچھ بڑی بات تو نہیں والہ      چوم کر لیں اگر عنایت ہو  
ایک پل میں بہادوں عالم کو      گرچہ رونے کو مجھ کو رخصت ہو

اشک اپنے میں سوز ڈوب گیا

یا الہی غریقِ رحمت ہو

لے لے یہ شعر میں نہیں ہیں      لے یہ غزل میں نہیں ہے      لے ع آء دل تجھ کو  
لے ع کیوں بتوں سے      لے ع لیکن      لے ع یہ شعر میں نہیں ہے۔



اب یہ دیوانہ مرے ہے کھول دوزنجیر کو  
 دیکھیے عشاق میں کس کس کے دھڑپڑ سر ہو  
 توڑ دو لے عاقلو سر رشتہ تدبیر کو  
 آج میں دیکھا چٹاتے رنگ لے شمشیر کو  
 ہم اگر برپا نہ کرتے حسانہ زنجیر کو  
 درد دل ہرگز نہیں ہے واعظ بے پیر کو  
 خشک ترکیاں ہر دیکھا سائے اسکے میں سوز  
 عشق آتش ہے خبر کردو جوان و پیر کو

میں تو اب مڑا ہوں کھولو پاؤں سے زنجیر کو  
 ہو چکا ہے گر چہ لے پیکل جل دم کا شمار  
 کم کرو لے عاقلو تدبیر کی تدبیر کو  
 اتنی ہے فرصت جواب لے لوں دشم شمشیر کو  
 کیا کروں اللہ میں دنیا کی دار و گیر کو  
 میں اگر برپا نہ کرتا حسانہ زنجیر کو  
 کون تھا پھر جو بسا تا کشور دیوانگی  
 مہ نہ موڑا تیغ سے جم جم اٹھاٹے زخم یار  
 آفریں ہے سوز صد رحمت ہے .....

سوز گردش سے خم گردوں کی مت دل تنگ ہو  
 یاں تو گوشے سے نگہ کے دل ہوا جا تا ہوا آب  
 جوں جوں مے جوش توں باوہ گل رنگ ہو  
 بھر نظر دیکھے اسے جس کا کلیجہ ننگ ہو  
 دل ہمارا ہونہ دوراں سے مکر کوئی طرح  
 یہ نہیں ممکن کہ اپنے آئینہ پر رنگ ہو  
 کیا کروں دیکھی نہیں لے یار راہ کوے دست  
 در نہ پہنچوں میں اگر وہ لاکھ ہی فرنگ ہو

تری آنکھوں نے لوٹا کارواں کو  
 سنبھال اپنی زباں ادبے ادب سوز  
 کوئی محبوب کو دیتا ہے طعنے  
 یہ وہ ہیں اپنی کرنی پر گر آ دیں  
 ذرا خاموش ہو اے بلبل ہند  
 وہ تیرے زمرے کیا ہو گئے آہ  
 نہ چھوڑا زندہ اک پیردجواں کو  
 تو کیا بولا کہ کاٹوں اس زباں کو  
 کرے گو قتل وہ سارے جہاں کو  
 اٹ ڈالیں زمین و آسماں کو  
 جلا دے گا وہ تیرے آشیاں کو  
 ہوا کیا اس تیرے لطف بیاں کو  
 کوئی ایسی غزل پڑھ اب تو پیارے  
 رلا دے دیکھتا ہے کیا جہاں کو

چرا کر دل چلا اب تو کہاں کو  
 یہ تھو تھا جسم لے کر کیا کرے گا  
 گرا ہے تو پڑا ہنسنے دے مت چھیر  
 خدا کے واسطے ہٹ مت کیا کر  
 ترے مرثگان دابر وہیں کفایت  
 اے میاں جانے والے میکدے کے  
 کہ ساقی سوز کی کم ہو گئی کیفیت  
 کوئی میری طرف سے آج جا کر  
 خدا کے واسطے نیچی نگہ کر  
 کھڑا رہ پھونکتا جا آشیاں کو  
 جہاں جاتا ہے لیتا جا دہاں کو  
 ارے کیوں بھیجتا ہے ناتواں کو  
 ستم پھلتا نہیں ہے نوجواں کو  
 کرے گالے کے کیا تیردکماں کو  
 ذرا کہہ دیجو پیر معناں کو  
 پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو  
 یہی کہ دے مرے نازک میاں کو  
 کوئی دن اور بیٹھنے دے جہاں کو

لہجہ سادہ      لہجہ یہ شعرع میں نہیں ہیں۔      لہجہ ع ، یار

لہجہ ع ، اٹھاتا کیوں ہے اب      لہجہ یہ شعرع میں نہیں ہیں۔



سن لے پیک اجل جلدی سے آجا  
نہ مرنے دے گا آمیرا کہا مان  
عزیز و سوز کو دیکھو کہیں تو  
بوقت نزع بولا سوز آخِر  
بہا کے صاحبِ سلامت  
یہ اپنا جھوٹا رکھ او پڑوسن  
ہمیشہ سوز کے عیبوں کو گن کر  
نہ جانی تم نے قدر سوزِ افسوس  
لے گا خاکسار ایسا نہ کوئی  
مجھے تو ننگ اپنے نام سے ہے

بھلا یہ سوز تو پر عیب ہے ہر  
تم اچھے ہو کسی کا عیب ڈھانکو

شامت لے نسیم صبح آکر بیقراروں کو  
جگر رکھتے ہیں ہم بھی سامنے ہو جائیں گے گلے  
دجا گلشن میں غل سے تو خفا ہوئے گا کہتا ہوں  
یہاں صید حرم گردن نکالے راہ تکتے ہیں  
نکل جاتا ہر جن کا جان دم میں بھانس کے لگتے  
یہ ملک دل یو نہی غارت ہوا ہر دل کے ہاتھوں

نہ چھیڑو سوز کو یہ تک نہی تم سے نکالی ہے

کوئی بھی دد کھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

مست تو پھر تار راتوں کو کہیں بہتاں شو  
 میں تمے قربان جاؤں یہ نئی تقریر ہے  
 آپ دل لیتے ہو پھر کہتے ہو کوئی لے گیا  
 کوئی بھانکا تھا ابھی دیوار کے رخنے سے  
 جو تو چاہے میں بھی تیرے ساتھ سرگرداں ہوں  
 آئینہ ساں دل بنے تب اس میں دیکھے روتے یار  
 سوز منزل دور ہے آگے ہی سے حیراں نہ ہو

میں جانتا ہوں جان تمہاری چھینند کو  
 بس اٹھ اٹھالے چھاتی سے اد جان کرین  
 لے آگ میں جلا نہ یہی چاہیے تو ہے  
 ہے سو بو خیال ترا میری جان میں  
 زلفیں لپیٹو کھو لو نہ اپنی کسند کو  
 لگتی ہے ٹھیس آہ دل درد مند کو  
 جلنے سے سر بلندی ملی ہے پند کو  
 مست کر جدا تو میرے ہر اک بند بند کو  
 یہ سوز خاک ہو ترے کوچے میں ہے پڑا  
 گاہے کد آنہ اس پہ تو اپنے سمند کو

سیم برو سیم گرد ہوش ربا کہاں کے ہو  
 نور ہو یا تجلی ہو برق ہو یا شرارہ ہو  
 تنگ قبا و آفت و فتنہ سرا کہاں کے ہو  
 سکر تو لے کے پانوں تک جان جلا کہاں کے ہو  
 پر یہ بتا دو میرے تئیں بہر خدا کہاں کے ہو  
 کون ہو کیا ہو سچ کہو حمد ہو یا کہ ہو پری  
 سوز تمہارے عشق میں مر تو گیا کہاں کے ہو



چھڑا کر مجھ سے سارے خانماں کو  
 بھلا اتنی تو رخصت دے ٹیلے  
 عزیز و خوش رہو اب تم کو سوچنا  
 خدا پھیرے گا تو تم سے ملیں گے  
 یہ کہہ دیجو اگر تم کو ملے ستور  
 چلے ہیں ساتھ اب تو صبر و طاقت  
 سدھارو بیوفاؤ کب رہو گے  
 میاں دل لے چلا تو اب کہاں کو  
 کہ رخصت کروں اپنے دوستاں کو  
 خداوندِ زمین و آسماں کو  
 چلے ہیں اب تو ٹسیدھے لامکاں کو  
 کہ بابا صاف رکھو آستاں کو  
 لگا جنجال کیسا میری جاں کو  
 کروں میں کیا فلاں بیہماں کو

میں صاحبِ دل نہ تھا تھا بندہ دل  
 چلا جاؤں گا لے جاوے جہاں کو

آہ اس دل کو کیا ہوا یارو  
 بولتا ہی نہیں ہے مجھ سے آج  
 جو مجھے اپنی جاں سمجھتا تھا  
 چپ لگی اس کو کیوں ہوا یہ کیا  
 میرے دل میری جان آنکھیں کھول  
 کچھ تو اس کا علاج بتلا دو  
 کچھ کسی نے اسے کہا یارو  
 وہی دل تم نے کچھ سنا یارو  
 کیوں یہ نا آشنا ہوا یارو  
 کچھ تو اس کی کرد دوا یارو  
 آنکھ بھی نہیں یہ کھولتا یارو  
 تم تو ششدر ہوئے بھلا یارو

ستور کو ڈھونڈھ لاؤ بس اٹھو

مانو اتنا مرا کہا یارو

دکھلا نہ غصے سے منم اس دئے آتش ناک کو  
حسن و جوانی و ادائق نے عطا تجھ کو کیا  
گر قتل کرنا ہے تجھے باہر نکل کو پچے میں چل  
زلفوں کو ابرو سے جدا اپنے گلے سے رکھ لگا  
ڈرتا ہوں میں بے سیم برتجھ کو نہ لگ جاوے نظر  
لیتے نہیں مرزا منش جس چیز میں کچھ خلش  
اب زہر کھلے ہی بنے اس زندگی کے کیف  
سو سوز لے لے رکھا ہے اپنے لیے تریاک کو (کذا)

میری طرف سے جا کہہ اس دلبر خود کام کو  
کس کے بدن میں ہے لہو و حر کوں ہی جاتا ہے جی  
اے آہ بس مت غل پچا اے نالامت فریاد کر  
شیخ و مشائخ سے کہو کچھ ٹوٹنا ہے ٹوٹ لیں  
جیتا تو رکھتا ہے بھلا کیوں سوز سے بدنام کو  
یار بکھو سیراب کر اس تیغ خوں آشام کو  
زلفوں میں دل جو جا پھنسا سمجھا ہے کچھ انجام کو  
دیتا ہوں اب تو آگ میں باز ازنگ نام کو  
اے سوز ابھی تو مت اٹھا اس آتش ہجر اس دل  
ناداں کوئی کیا لے دے گا ایسے کباب خام کو

جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں میں جس تس سے یاری کو  
محبت اڑ گئی یارب ہوا کیا دوستداری کو  
دل مجروح جاں کنڈن کو اب سونپا تجھے میں نے  
کہ کوئی دیکھ سکتا ہی نہیں اس زخم کاری کو

لہ م، یارب کبھی تسکین ہو اس شوخ خوں آشام کو۔



ذرا تو ہونٹ پر تو ہونٹ رکھ دے پھر اٹھالین  
 یہ یا قوتی کرے ہشیار شاید اس خماری کو  
 کہیں گالی کہیں گھونسا کہیں دھپا کہیں جمدھر  
 نہ کیجو بند تو زہار ایسی خیر جاری کو  
 دہل کر سوز مر جا دے گا ہا ہا کام آوے گا  
 تری صدقے گئیوں کھینچ ست ہر دم کٹاری کو

تو اپنی جان سے کیا سیر آیا ہے دل بد خو  
 چھپا کوئے میں بیٹھا تھا جھجھک کر کون ہر بلا  
 کہہ جا جا بیٹھا ہے ہر گھڑی اس شرف کے پہلو  
 کہا میں نے کہ میں ہوں تو کہا اس وقت میں در تو  
 بلا در بان کو بولا بے سنیو تو اندھا تھا  
 کھلایا ہے تجھے کیا تیری جو رونے مگر الو  
 تو اپنے باپ کو کیوں آنے دیتا ہر بیان  
 بچا میں ناک کاٹوں گا جو چھوٹے گا اسے اب تو  
 نہیں تو جانتا یہ سوز ہے آتش کا پر کالہ  
 وہ آتا ہے اسی خاطر کہ لگ جاوے کہیں قابو

ہاتھ میں لے رہا تو ہے نادک سینہ دوز کو  
 شمع کی طرز رات دن دل کو لگی ہر تیری بو  
 دیکھ کہاں کی چاشنی پہلے لگانہ سوز کو  
 لیتے ہو ایک بوسے پر گو ہر شب فروز کو  
 ایک تو پیالہ اور پی مکھڑے کو آفتاب کر  
 اور بھی آ پنچ چاہیے اس دل خام سوز کو  
 ایک پلک بھپکنے میں لاکھ اشارے کر گیا  
 بوجھے نہ بوجھے سوز ہی اسکے چھپے رموز کو

والشراب جی دل میں کچھ اور آرزو ہو  
 اے دیدہ کوہ و صحرا تم نے ڈبا لکین  
 میری یہی دعا ہے دنیا ہو اور تو ہو  
 یہ چاک جیب ہے کیا جو اس کو تو یہ گاہ  
 دو چار پیالیوں میں ہوتا نہیں نشا کچھ  
 شہرت سے دل میں جیکڑ چھنچھلا کے مجھ سے بولا  
 اس کی گلی میں آؤ اب تم کو آبرو ہو  
 ناصح جگر پھٹا ہے چل بھاگ بے رخو ہو  
 ہاں منہ تو جب جھٹالیں جب مے سوسو ہو  
 کیا غل مچا کھا ہے اور مجھ سے دو بدو ہو  
 بس مت جلا بھٹے سوز الشر کرے تو مر جائے  
 قصہ ہی بر طرف ہو جھگڑا ہی ایک سو ہو

گرچہ میں ہے تجھے مقدور —————  
 اب ہزاروں —————  
 ایسی گزری اگر جلدی ملی تو —————  
 ایک دم کے واسطے اے راہر دکلیں نہ ہو  
 اے ہما آرام کی خاطر پر بالیں نہ ہو  
 اپنے دامنوں کے لیے اے باغباں —————  
 مان لے جان اب خدا کے واسطے —————

ہمیں کہتے کیوں جان پجو رجا لو  
 بھلا کون بچا ہے انصاف کیجے  
 جو ہم پاس دیکھو تو اس کو چھنا لو  
 ادمی ہو زباں ٹک سمھا لو  
 ادمی دیکھو میاں بات کو تو نہ ٹالو  
 عدالت کا دن کل ہی معلوم ہو گا  
 تم آج ان غریبوں کو اچھا ستالو



کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو  
 سرق دلی میں ہے ان کی دے آنکھ کہاں  
 بال باندھے جھنیں کہتے ہیں سودہ عاشق ہیں  
 اب تو غم آکے مجھے پیار لگا ہے کرنے  
 جس طرح پایا اسی طرح لیا دل کو چھین  
 بالیں سے پھنسنے زلف کے بالوں میں ہوں (کذا)  
 سوز کا کوئی عمل عفو کے قابل تو نہیں  
 شاہ چھڑا دے گا کیا ایسے گرفتاروں کو  
 شاہ بخشا دیں مگر ایسے گنہگاروں کو  
 سوز کی جتنی سفارش کی نہ مانا اس نے  
 چھوڑتا ہی نہیں وہ اپنے گنہگاروں کو

سینہ چس کے عشق سے خواہاں کے داغ ہو  
 اے عزیز کب تری شریاد وہ مٹے  
 ہستی سے گل کی باغ میں جو بے دماغ ہو  
 کج نفس میں فکر چن ہے خیال حنام  
 ببل تو دل ہی دل میں پڑی بے دماغ ہو  
 قاصد نظر میں تیری گر اس کا سراغ ہو  
 لاکھوں ہی غنچے کھلتے ہیں یارب ہر ایک صبح  
 اس سوز کے بھی دل کو الہی سراغ ہو

قسم کھاتا ہوں شہر دم جو کردں ہرگز نہ یاری کو  
 دے رہتا نہیں دل کیا کردں بے اختیار سی کو

لے لے لے یہ شعر، میں نہیں ہیں  
 لے لے لے یہ شعر میں نہیں ہے۔  
 قسم کھاتا ہوں میں پھر جو کردں دور اس کی یاری کو  
 قسم کھاتا ہوں لیکن کیا کروں

بتوں کی اس میں کیا تقصیر ہے وہ کس سے ملتے ہیں

کسی کو دوست کیا دوں روؤں اپنی خامکاری کو  
اجل تو جان لیتی ہے ولے ترسا کے بندے کا

وہ لگ سکتی نہیں اس کی چھری کی آبداری کو  
بھٹا ہوں میں اے ناصح جو فرماتے ہو تم مجھ سے

سدھارو اپنے گھر پہ کیجیے اس دوستداری کو  
صنم آتا ہے تو زاب پاؤں اس کے تر نہ ہو جاویں  
ذرا تو بند کر بہر خدا اس چشم جاری کو

بس منہ کو مت کھلا ڈمیاں در گزر کر دو  
میں جانتا ہوں تم کو نہ آنکھوں میں گھر کر دو  
چاہو جو وصل دوست تو ادراک غلام جہی  
زور شب فراق کو یار و عسکر کر دو

کون ایسا ہے مجھ بن جو نفس میں شاد ہو  
کون ہے ایسا جو تیرے جور کو سمجھے نہ لطف  
کون ہے ایسا کہ ہے بوسہ تو جس کو دمدم  
کون ہے جو ہوئے تجھ نا آشنا سے آشنا  
کون ہے اب ہر باں سازندہ جو کمال خطاب  
کون ہے ایسا کہ جس کو خواہش بیداد ہو  
کون ہے وہ یار جس کا نوستم ایجاد ہو  
کون ہے جس پر کہ تیری اس قدر امداد ہو  
کون ایسا شخص جس کو یہ سلیقہ یاد ہو  
کون ہے ایسا کہ جس کا سوز سا استاد ہو

۱۰ کچھ تقصیر نہیں ۱۱ نہ کیجو ایسی دوستداری کو ۱۲ کون ایسا ہے جہاں میں  
۱۳ کون ایسا ہے کہ ۱۴ کون ایسا ہے کہ تیرے جور کو سمجھے نہ لطف - کون ہے جس پر  
تھارا اس قدر امداد ہو ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰



کون ایسا سوختہ ہے جس کو کہیے میر سوز  
کون ایسا ہو کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

گلچیں خدا کرے کہ تو اب خوار و خستہ ہو  
جائے ہیں تیرے ہاتھ سے گل دستہ ہو  
کیوں کرنے جائیں در سے تھے بھر کے آہ ہم  
جب رشتہ امید ہی اپنا گسستہ ہو  
وہ کیوں نہ پائے دہر میں میری طرح شکست  
جس کی کہ سر نوشت بہ خط شکستہ ہو  
کٹ پس کے پائے یار سے کیا جا لگی حنا  
صد آفریں ہے کام جو یوں دست بستہ ہو  
سرماتے پھر میں تو نہ ہو ہم سے ایک بیت  
سو شعر سوز تجھ سے تو یک جانشین ہو

گر رکھائیں نگہ نے دل نگار آئینہ کو  
تیر مرزگاں نے کیا غریب چار آئینہ کو  
تیرے مشاقوں کی حیرانی میں ہر ہم چشم یہ  
بس کہ رہتا ہے شب روز انتظار آئینہ کو  
مان لے مشاط وہ مغرور ہوئے گا دو چند  
وقت آرایش نہ کر اس سے دُچار آئینہ کو  
گردِ خط سے یار کے چہرے پہ بھونے دو جلا  
صاف تر رکھتا ہے صقیل سے غبار آئینہ کو  
یار کے جب منہ کو وہ بکتا ہے سوز اس رشک سے  
جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینہ کو

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے

۲۔ ہمارا

۳۔ وہ بھی نہ پائے دہر سے میری طرح شکست

دلا جوش اس قدر مار اپنے سینہ میں کہ صہبا ہو  
 نہ ہو ممنون ساغر کا نہ مست دار مینا ہو  
 فنا کر آپ کو تو جزو سے لے دل تو کل ہوئے  
 گنوائے جب حباب اپنے تئیں تب عین دیا ہو  
 ہمارا باغباں نے جرم نظارہ پہ جی مارا  
 جنھوں نے گل کو توڑا یا رب ان پر دیکھیے کیا ہو  
 دل و دیں لے کے پھر آیا ہے وہ غارت گرایا  
 سوا جی دینے کے مجھ سے میسر ادراب کیا ہو  
 فقط منظور تیرا دیکھنا ہے تیرے کو پیارے  
 تیرے سر کی قسم گر اور کچھ دل میں تمنا ہو

عاشق صادق جو اک دم  
 بے تکلف ملک دل کا  
 جان تو لے گا ابھی تو لے دے حسرت ہے یار  
 دقت مرنے کے صنم کے ہاتھ میں پیسا نہ ہو  
 خرد تجھ میں نہ ہوتی تو نہ ہو مادر رقیب  
 ناصحا ہم سے ملا چاہے تو جا دیو ا نہ ہو  
 شیخ کے گر گھر کو جاوے کس کے .....  
 دل وہاں کھلتا ہے جس جا مجلسِ ندانہ ہو  
 قتل پر عاشق کے تم  
 تموز کو کیوں بے طرح گھورو ہو

آیا ہے تموز پاس ترے دست بستہ ہو  
 اب رحم ہی کر دو کہ نہ خاطر شکستہ ہو  
 آخر گیا نہ کو سے ترے آہ مار کر  
 کیوں کر کوئی ہے جو تنہا گستہ ہو  
 احوال دل کا مجھ سے عبث پوچھتے ہو تم  
 کس دل سے یاد آئے جو خاطر سے خستہ ہو  
 زنگس کو ..... نظارہ کی تمام  
 وہ آنکھ اٹھانے دیکھے اگر دستہ دستہ ہو  
 دیکھا تھا کل کے روز

لہجہ، ڈباے  
 شہ م، نظام  
 شہ م، خدا کیوں  
 شہ م، غزلیں ورق ۷۶، الفت اور ۷۶ ب کے حاشیے پر درج ہیں۔ لیکن م میں نہیں ہیں۔



مرت نام وفا کالے تو اور وفا دور ہو  
جانا کہ ترے عاشق گل کھا کے دکھاتے ہیں  
سنا ہے بچا اب تو کہتا ہوں تجھے منس کر  
بلدی تو ذرا لے کر کھڑے کو رنگو جھوندر  
اسٹھ اٹھ مرے پہلو سے کافر ہو جادور ہو  
اس نام مقدس کو مت داغ لگا دور ہو  
پھر سانسے مٹ آنا دم داب کے جادور ہو  
گالوں کی تو سرخی کو ٹپک اپنی مٹا دور ہو  
آنسو تو نہیں بہتے ٹسوے تو بہا دور ہو  
رونا جو نہیں آتا تو تیل لگا کر دا

نہ بت خانے کو لے یا رونہ بیت اللہ کو پوچھو  
بتان سنگدل ہوتے ہیں جس سے رام لے یا رو  
پرستش کے وہ لائق ہر جو مجھ جیسے کا دشمن ہو  
پرستش کر کے تم غور شید کی ہوتے ہو کیوں کافر  
ہوا چاہا اگر کچھ تو دل آگاہ کو پوچھو  
بیت کو سدا مانو دلوں کی چاہ کو پوچھو  
قسم ہی دوستو تم کو مرے بدخواہ کو پوچھو  
ہندوؤں سے کہے کوئی کہ میرے ماہ کو پوچھو  
خلافت آن کرے سوز بولی چوتھے درجے میں  
جو چاہا آخرت اپنی تو حضرت شاہ کو پوچھو

کچھ اپنا حال تو لکھتا نہیں اودل کہاں ہی تو  
تجھے مینے کبھی غصہ کیا یا کچھ دیا طعنہ  
دہی میں بندہ مخلص ہوں تیرا دھڑکتا پیار  
ادھر ابھی نہیں پھرتا ہر کسین تجھ کو بہکا یا  
نشتابی مجھ سے آمل یا مجھے لے جا جہاں ہی تو  
بھلا مجھ سے تو کہہ کس واسطے ناہرباں ہی تو  
لیکن کیا کہوں ہے بڑا ہی بدگماں ہی تو  
کیس نے تجھ کو کھلایا ہر کس کا یہ سماں ہی تو  
ابھی تو نوجواں ہی تجھ کو طاقت عرش تک کی ہے  
نہیں کیا سوز سا جانی ضعیف ذماتواں ہی تو

۱۔ یہ شرع میں نہیں ہیں ۲۔ جو صاحب دل ہوا چاہا ہو ۳۔ م، عاشق  
۴۔ کوئی سب سے ہی کہو ۵۔ خلافت سچی آکر ۶۔ تم جو صدیق  
۷۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

۱۰  
بھلا دل تو یاد دل کی جگہ پہلو میں آ بیٹھو  
نہیں یہ وقت جانے کا کوئی دم کا ہوں میں ہما  
ترا ارمان اپنے دل میں لے جانے کا تا محشر  
چھری دیتے ہیں جلدی جانور کو جان کنڈ میں  
جو تم دامن کے بھرنے سے کرو ہو پچا تو سن لو

۳۲۳  
یہاں کوئی نہیں ہے غیر کیوں ہو کر جدا بیٹھو  
چلے تو جاؤ گے پر ایک ساعت جی لگا بیٹھو  
مرے بانکے مرے مرزا تھے صدقے کیا بیٹھو  
اے میں مفت مڑا ہوں اٹھو کاٹو گلا بیٹھو  
چلاؤ دور سے برگھی نہیں تینا لگا بیٹھو

چھری دیتے ہو غلام کے گلے پر روز و شب پیائے  
یہ لگتے ہاتھ کرو تو سوز کی گردن جدا بیٹھو

۲  
کیا ہے صرف تعب اپنی فوجوانی کو  
گلے لگا ذرا پھسلا کے دل کو چھین لیا  
دل نہ جا بیو الفت نہیں عداوت اور  
یہ ٹھگ تو دام محبت بچھا کے بیٹھے ہیں  
چلا ہوں تخت جگر چھوڑ لو لو اساد دل دکھا  
نبا دا چوٹ کرے چشم بد سے ڈرتے ہیں  
بندھے ہی رکھتے ہیں آہوئے آسانی کو

۳  
حضرت عشق بس نہ جی کھاؤ  
دین و ایماں تو لے چکے بس خیر  
ایک باری کہا سدا سدا و بس  
یہی نہ عنم سے مار ڈالو گے  
خیر صلا سے اپنے گھر جاؤ  
کچھ تمھارا کیا ہے نہ رماؤ  
کیا لگی آ بیٹھو ادھر جاؤ  
کچھ کرامات اور دکھلاؤ

۱۰  
لہ لہ سے بغیر میں م میں نہیں ہیں۔



کہیں سونے دو مجھ کو نیند آئی  
سوز آتا ہے اب سرک جاؤ

زباں بند کر سوز کیا بک رہا ہے یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

آگیا میں جہاں تہاں دل کو نہ لگا لے گیا جہاں دل کو  
دوستو تم اسے کہیں لے جاؤ بیچ لاؤ تم اس میاں دل کو  
پھر یہیں سے پکارتے جاؤ بیچتے ہیں یہ نیم جاں دل کو  
گر کوئی آکرے حسدِ یاری کہیو لایا ہوں ارمغاں دل کو  
نام اس کا ہے سوز غم اندوز کہتے ہیں آتشیں زباں دل کو

نہیں ہوتا ہے اب تو آہ کا ہی کچھ اثر دل کو  
بھلا کیوں کر جگا دے کوئی ایسے بے خبر دل کو  
نظر بھر کر کبھی میری طرف دیکھا نہ حیرت ہے  
مگر لے جاؤں اپنے ہاتھ پر رکھ کر نذر دل کو  
بڑی مشکل ہے جس میں کچھ ادا دیکھی وہیں ٹھہری  
جو باہر جاؤں تو اب پھوڑ جاؤں اپنے گھر دل کو  
نہیں ہے سوز کا دل بھر بھرا جو جلد للچا ہے  
مگر لے جاؤ کا کل سے تم اپنے باندھ کر دل کو

لگا تو جس طرح دل چاہے تیغاً ہاتھ میں تو ہے

کیا ہے میں نے جاں بازی سے اب سینہ سپر دل کو  
خدا جانے بنے کیا جاے پر بہت چھٹ ہو وہ بانکا  
چلا ہوں اب تو اس کے سامنے میں تھام کر دل کو

دلا اہل دنیا سے مت آشنا ہو  
بھلا فائدہ ایسی الفت کیے سے  
ستاتی ہے لمحہ بہ لمحہ یہ دل کو  
مرے آصف الدولہ اور ایک سے بھی  
دیا اشک خونی سے روتا ہو کوئی  
نہ بھائی برے لوگ ہیں ان سے ڈریے  
کسی نے بھی ماری چھری اپنے دل پر  
مگر ایک آقا محمد کہ جس نے  
سو اس کو ہے غم وہ جسے کیے غم ہے  
یہ فانی ہے سب کچھ جو ان میں وفا ہو  
الہی یہ اڑ جائے اس کا برا ہو  
جو مودی ہو اب ان میں پھر کیا مزا ہو  
کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو  
پھر ایسوں سے ملنے کا کیا فائدہ ہو  
وہ ملتا ہے ان سے جو خود بے وفا ہو  
کسی نے بھی غم کھا کے کاٹا گلا ہو  
کہ اخوت کا دنیا میں صیغہ پڑھا ہو  
کہ دق اس کی صورت نہ یوں بر ملا ہو  
نہیں تو دل سے کوئی بھی نہ رو دیا  
پھر ان سے امید وفا کیا سجا ہو

اگر چاہو کہ اس ظالم کی کچھ بیداو سے پوچھو  
کتا بوں میں نہ دیکھو قلیں اور فرہاد کا قصہ  
تعلق کس کی ہر بات کیوں پوچھو ہو تم یارو  
مرا افسانہ مجنوں سے سنو فرہاد سے پوچھو  
انہوں کا حال تم میرے دل نشاد سے پوچھو  
یہ بستر کا بکھیرا جا کسی آزاد سے پوچھو



اگر میں نے ٹوٹا تو کس کو اعتبار آیا (کذا) مرے دل کی حقیقت خانماں برباد سے پوچھو  
 جلا نا دل کا کیا آسان ہے جو مفت آئے گا  
 جلا چاہو تو جا کر سوز سے استاد سے پوچھو

بہت کچھ ان دنوں مفوم ہو غم خوار کس کے ہو  
 کسے تم پوچتے ہو کون سا بت تم سے بہتر ہو  
 وہ شوخی وہ شرارت وہ ہر اک کا منہ چڑا لینا  
 نہ وہ جامہ کی ٹھیک ہو گی نہ وہ دستار کی بند  
 جو تم ٹک سانس بھرتے تو کیلج پر دھمو کے تھے  
 یہ ٹھنڈی سانس ہر دم کس سے سکھی کیا ہو تم کو  
 خدا کو مان پیارے کسی کا آشنات ہو  
 ہمارا حال سنتے نیند آتی ہے تمہیں کیوں جی  
 کسے اب گھورتے ہو دیدہ خوں بار کس کے ہو  
 ہوسے ہو کس کے کا فرد گلو نہ نار کس کے ہو  
 کدھر جاتا رہا اب سچ کہو بیمار کس کے ہو  
 نہ وہ اٹھکھیل کا چلنا یہ اتنے خوار کس کے ہو  
 تم اب سر پیٹتے ہو آہ ماتم دار کس کے ہو  
 بھلا ہم سے تو بولو تم طالب دیدار کس کے ہو  
 نہ ہو گا وہ تمہارا جس طرح تم یا کس کے ہو  
 یہ راتوں کا ترپہنا طالع بیدار کس کے ہو

نہ جانی تو نے اپنی قدر تو خود جان عالم تھا  
 یہ مثل سوز اپنی جان سے بیزار کس کے ہو

خدا کے واسطے پہچان جانی دوست دشمن کو  
 چراغ کارواں مت کر تصور چشم رہزن کو  
 تماشا دہنی کا دیکھ آکر او متا شائی  
 لگا دی اب تو میں نے آگ اپنے کلبہ تن کو

تصور میں اگر تصویر کھینچی تیسرے وحشی کی

تو جھنجھلا کر چھڑاتے خواب میں ہوا اپنے دامن کو

اگر زہرہ مرے اس طاق مڑوں میں آ بیٹھے

بجائے دف زدن وہ سیکھ جائے وضع شیون کو

غلط فہمی سے تیری سوز کا بھی ناک میں دم ہے

صنم تو سادگی سے جانتا ہے درست دشمن کو

ہے عشق بلا کا تیسرے دیکھو سنتے ہو جوان ڈپیر دیکھو

تنہا مجھے چھوڑ کر تفس میں جاتے ہے ہم صغیر دیکھو

دی دل کو شکست فوج خط نے نشتی ہے پڑی بہیر دیکھو

اشکوں پہ ہماری چشم کے اب مرنگاں کی یہ دار و گیر دیکھو

حرف کہے تھا آپ کو سوز

زلفوں کا ہوا اسیر دیکھو

کوئی یہ جا کے اب کہے میرے حبیب کو تو کیوں عبث ستا ہے مجھ سے غریب کو

عاشق نہیں کہ جس پہ نہ معشوق کی ہو چاہ کیا شکوہ تم سے دیئے اپنے نصیب کو

کیا پرچھوؤں کو یاد نے تیری بھلا دیا گر بال میں غلیلہ لگا عند رب کو

یار و مریض عشق ترا اس سے کب بچے بدنام لا کے مت کرو مجھ تک طبعیہ کو

۱۔ ع ۱ دائروں

۱۔ یہ شعر ' میں نہیں ہے

۲۔ یہ شعر ' میں نہیں ہیں

۲۔ یہ شعر ' میں نہیں ہے

۳۔ یہ شعر ' میں نہیں ہے ۔

۳۔ ' آزدہ کیوں کیا دل حسرت نصیب کو



اے شیخ سوز کی تو نصیحت سے باز آ  
بے طرح ٹھوکتا ہی (وہ) اپنے ادیب کو  
نمبر یہ کیسے شور سے داغ لکھے ہے سچ  
دیکھیں گے اب ملے ہے گا خانہ خطیب کو

اے سوز تیری باتوں پہ ہنستا ہی سب جہاں

ظالم خدا کو مان سنبھال اپنی جیب کو

مشتوق ہو اور بادشاہ ہو  
حد رسی ہوں اور ہڑا مزا ہو (کذا)  
کیوں مشفق مہرباں کسی کے  
ہم سے بھی اگر ملو تو کیا ہو  
مانو گے نہیں غرض یہ باتیں  
تم اپنی ہی ہٹ کے بادشاہ ہو  
اے ماریاہ زلف پہ سج کہہ  
بتلا دے دل جہاں چھپا ہو  
دیکھوں کنڈلی تلے نہ ہوئے  
کاٹا ہے ات ترا برا ہو  
کیا جرم کیا ہے کچھ بتاؤ  
رد ٹھو جو میں نے کچھ کہا ہو

دل تھا سو سوز سے لیا چھین

نوجوان جو اس میں کچھ رہا ہو

وعدہ کیا جلد بھول جاتے ہو  
جھوٹ ہی روز مسکراتے ہو  
اتھ سینے سے بس اٹھایے لہجے  
درد مندوں کو کیوں دکھاتے ہو

کیا خفا کر دیا جوانی کو  
کوسوں کس منہ سے زندگانی کو  
کیوں جی ہم بد نظر بھلا صاحب  
آفریں تیری بدگمانی کو  
بس میاں غم سدھار اپنے گھر  
مت کر دتنگ زندگانی کو

اے یہ شرم میں نہیں ہیں۔

اے یہ شرم میں نہیں ہے  
اے کوسوں کیا آہ ناتوانی کو

دیکھو نہ روز آ کے دق کرنا نہ کرو ایسی ہر بانی کو  
 کوئی سنتا نہیں کہوں کس سے اپنے دل کے غم نہانی کو  
 سمجھ کو تو نیند آئی جاتی ہر کس کے آگے کہوں کہانی کو  
 سوز اب بھی رہا ہر کچھ باقی  
 پھوڑے بس سرے فانی کو

رُم چلا ہے مجھ سے آہو دوڑ تو دل چلا جاتا ہے آ تو دوڑ تو  
 ناک چشم خدنگ انداز آہ ہو گیا دل میں ترا زو دوڑ تو

مردم آزاری نہ سکھلا ز گس خو خوار کو کام فرماتا ہے کوئی بھی کسی بیمار کو  
 ہر گھڑی تلوار دکھلا کر ڈراتا ہے مجھے کیا کروں تیرے تئیں کھاؤں تری تلوار کو

سنوے طالبو محبوب کے میرے کئے آؤ مرا احوال آ کر دیکھ لو پھر دل کو سمجھاؤ  
 یہ حضرت عشق ہیں اس نے کر دینا پیش مارے میں انہوں کی داد نے فریاد تم اس راہ مت جاؤ  
 یہ ایسی راہ ہے جو سوراخ نامرد ہوتے ہیں تم ایسے کون سے سادنت ہو بس گھر کو پھر جاؤ  
 اے میاں مخلص جانی ترا اس حال کو پہنچا ابھی تو تم نے عاشق ہو اپنا حال فرماؤ  
 تمہیں باور نہیں تو سوز کے احوال کو دیکھو  
 میں جی بازی لگاتا ہوں جو چلتے والے سے پھر آؤ

۱۔ ع اس کو ۲۔ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۳۔ م ہے ۴۔ نہ اس کی داد

۵۔ ع مجھ سا مخلص جاں فدا



بہت چاہا کہ لپکوں سے چھپاؤں اشک کو اپنے  
خون خاشاک سے روکے کوئی کس طرح طوفان کو  
گرمیاں چاک کرنے دے ذرا انصاف کر غلام  
خیال آتا ہے دل پر کا ذرا غم دل سے باہر ہو  
شب ہجراں ہلے باد صبا پہنچا ستابی سے  
بہت اپنا سسر چکانا مانا قول ناصح کا

تری دیوانگی کا سوز جب سے شور ہر دل میں  
چمن میں ہنستے گل کرتا ہے چاک اپنے گرمیاں کو

مجھ سے ملے اگر صنم چشم بچشم رو بہ رو  
تیرے فراق میں صنم مثل صبا پڑا پھرا  
کس کو پھرے ہر ڈھونڈتا دشت بدشت میں کہو  
قطرہ ہے تو اسی کا ہر شمع ہے تو اسی کا ہر  
ایک ہی ایک بے خبر دیکھ تو ایک ایک کو  
حال کہوں میں دل کا آج نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو  
خانہ بہ خانہ در بہ در کو چہ بہ کو چہ کو بہ کو  
دیکھ تولے کے آئینہ اپنے تئیں تو ہو بہ ہو  
اس ہی محیط کا یہ سب کچھ ہے جو بہ جو  
میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بہ دو

سوز تجھی میں ہے صنم یار نہ کھا تو اتنا غم  
دیکھ نہ خود کو ایک دم کیوں تو پھرے ہی کو بہ کو

لباس دوستی میں پھر تو آیا ہے ستانے کو  
گدازا گاہ میرا ہو گیا مقتل طرف یاراں  
سکتا تھا اکیلا کوئے قاتل میں دل بسمل  
بے چل بھاگ سمجھا ہوں تری باتیں بنانے کو  
کہوں کیا تم سے ہر آگ لگ جائے زمانے کو  
نہ تھا جز دیدہ گرمیاں کوئی پانی چوانے کو

لے یہ غزل م میں نہیں ہے۔

لے م میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے دو بہ دو

ہوئی ہے لبیل اپنے چہچہ سے آپ شرمندہ ہوئے گل غنچہ چپ کر دیکھ تیرے مسکرانے کو  
 کہا جو سوز نے ٹپک زلف کو تو کھول دے بولا  
 میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہی مار کھانے کو

اے قیامت نگہو پھر نہ جہلاؤ مجھ کو میں رستا ہی ہوا آ کے اٹھاؤ مجھ کو  
 ہم نشینوں حق صحبت کا ادا واجب ہے بہ خدا اب سے حالت جو دکھاؤ مجھ کو (۹)  
 اپنے اس کنج قفس ہی میں ہی مجھ کو آرام نام گلزار کا گاہے نہ سناؤ مجھ کو  
 ساقیا نشہ دہی جس میں نہ ہو ہوش حیات ایک ساغر تو بھسلا اور پلاؤ مجھ کو  
 سوز میں اپنے شب روز جلوں ہوں جوں شمع  
 اے بتو رسم کرو تم نہ جہلاؤ مجھ کو

مجھ کو نہ گل نہ سیر گلستاں ہے آرزو ماند گل کے چاک گریباں ہے آرزو  
 مرجاؤں بس تو گور غریباں ہے آرزو اس غم سے مجھ کو دیدہ گریاں ہے آرزو  
 یہ ہے طلب فنا کدہ دہر سے مجھ کر خاک پا تو گوشہ داماں ہے آرزو  
 مطلب نہیں ہے حور و قصور بہشت سے جیتا رہوں تو کلبہ احزاں ہے آرزو  
 پاؤں پہ سر کے بال ہوں اور خار پا بس طالع سے اپنے یہ سرو ساماں ہے آرزو  
 نامریا مجھ سانہ آدے گا روز حشر اس غم سے مجھ کو دیدہ گریاں ہے آرزو  
 اے سوز زندگی کی نہیں اب مجھے ہوس  
 مرجاؤں بس تو گور غریباں ہے آرزو



۵۱  
 تاکہ کوئی تو دل آرام مجھے پہنچا دو (۹) یا میرے دل کو ابھی پاس اس کے لادو

نہیں رہنے کا میرے پاس لے جا دلربا دل کو  
 میں کھ کر کیا کروں سینے میں سننا آشنا دل کو  
 لیکن پاس داری کچھ وحشی بڑا ہے یہ  
 نہ ٹہرے گا یہ تیرے پاس بھی ہاں چھوڑ جا دل کو  
 مجھے ڈر ہے مبادا دشمنی سے دو بد ہو سکے  
 نظر... تم عیار کچھ دد کے سکھا دل کو  
 ازل سے میری چھاتی پر.....  
 یہ سب محبوب بیٹھے ہیں گئے ان میں کون ایسا ہے  
 بھلا لے کر کرے گا کیا تو ایسے بیوفا دل کو  
 خدا کے واسطے بتلاؤ کس نے لے لیا دل کو  
 ہوا ہے تو زجیب سے نام میرا تب سے جلتا ہوں  
 پڑا دکھوں ہوں اپنی آگ میں تو مت جلا دل کو

کہاں دل قطرہ خوں ہے نہ چھیر ڈھیر گھڑی دل کو  
 ستا تا ہے کوئی بھی دمدم نچھیر بسل کو  
 محیط عشق کا کس نے کنارہ آج تک پایا  
 غریقو موند لو آنکھیں نہیں پانے کے ساحل کو  
 جس بھی آ کے منزل پر..... کرتا ہے  
 یہ دل میرا دیں نالاں ہے گو پہنچا ہے منزل کو  
 خدا کے واسطے جا کر کہو اس بیروت سے  
 کومت کر قید تو زلفوں میں میرے لاڈلے دل کو  
 دلا حیراں نہ ہو میاں کون سی مشکل رہی مشکل  
 تو کر مشکل کشا کو یاد وہ کھولیں گے مشکل کو

عجب تم شیخ جی بحثو ہولا لا کر کتاب اپنی  
وہ کہہ بیٹھے گا کچھ منہ سے نہ چھیرد سوز جاہل کو

چٹکیاں لے لے کر ستاتے ہو      اپنی باری کو بھاگ جاتے ہو  
دبدم منہ چڑاتے ہو اچھا      واہ کیا خوب منہ بناتے ہو  
ہے بغل میں تمہاری میرا دل      ہاتھ کیا خالی اب دکھاتے ہو  
دل میں آوے سو منہ پہ کہہ دیجے      کیا غلاموں سے برابر اتے ہو  
تھوڑے شہدے مرے ہیں دنیا میں      کیوں غریبوں کی جان کھاتے ہو  
رات کی باتیں ہم کو ہیں معلوم      تم یہ باتیں عبث بناتے ہو  
مقروں سے تمہیں بھلا کیا کام      سوتے مردوں کو کیوں جگاتے ہو  
آپ جلتا ہے آتش غم سے  
سوز کی جان کیوں جلاتے ہو

غم نہیں دنیا کا مر کر صاحب تسلیم کو      آتش نمرود تھی گلزار ابراہیم کو  
آہ ان اندھوں کے ہاتھوں کس کے سر پیٹے      جانتے ہیں قول حق پر باطل تنجیم کو  
اب ملک اتق نہیں سراسر اس عشق کے      عاشقوے جاؤ دل کو عشق کی تسلیم کو  
میں تو کہتا ہوں کہ عشق اچھا یہ کہتے ہیں نہیں      فہم سے کس کے ملاؤں اپنی اس تفہیم کو  
وہ جو قسمت میں ہے تیری سوز سولتا ہے روز  
کون کہہ سکتا ہے سوز اس قاسم تقسیم کو



خاک ہونا ہی تو خاک کو چہ دلدار ہو  
 دین دایاں تو کیا کچھ اور اگر منظور ہے  
 ہو فنا پیش از فنا لیکن فناء سے یار ہو  
 جان بھی حاضر ہے تو صاحب اگر درکار ہو  
 قتل گر منظور ہے تو دیر کیا تیار ہو  
 یا الہی سایہ فردوس سے طالب کو تو  
 پر مرے سر کو مبارک سایہ دیوار ہو  
 صاحبی کرتے ہو تم کیوں سوز اب آتا نہیں  
 کیا کرے وہ آن کہ جو آپ ہی بیمار ہو

۲۵ — وہ خدا کرے کہ —  
 آنکھیں بھی یہ نہ ہوں کہ مردم کا نام ہے  
 گلشن ہو اور یار گل اندام اور میں  
 میں ہوں صنم ہو اور کوئی دریاں نہ ہو  
 دل بھی نہ ہو مے بلکہ یہ ابتر زباں نہ ہو  
 باد صبا بھی ہو مے وے باغبان نہ ہو  
 گل ہو شگفتہ خاطر و گلزار خندہ رو  
 .... ہو مے اور کسی کی دہان داستان نہ ہو  
 یاد اس کی محکوبس ہے اس در فیق سوز  
 وہ خواہ مہربان ہو یا نہرباں نہ ہو

۲۶ —  
 یا سر کوے دلارام مجھے پہنچا دو  
 رسم دآئین اسیری کے ہمیں یاد نہیں  
 یا مرے دل کو ابھی پاس سے اس کے لا دو  
 زنج تو کرتے ہو ٹانگ صبر کرد جلا دو  
 سانس لینے دو چھری نیچے شتابی کیا ہے  
 منہ بچو اور توقع تو نہیں کچھ تم سے  
 آتش عشق تو دامن سے ذرا بھڑکا دو  
 درد ہے سوز ہے سودا ہے غریبوں کے ساتھ  
 شاعری تم کو مبارک ہے اے استادو

یہ وہی سوز تھا راہے اسے مت بھولو  
حق دیرینہ عاشق نہ فراموشش کرد

کہو اس دشمن مردت کو  
تیری تقصیر بھی نہیں سچ ہے  
کیوں چھپایا ہے اپنی صورت کو  
مجلو غم نے کیا بہت حیراں  
کے جو کچھ سو اپنی قسمت کو  
سرد بھی گڑا گیا زمیں کے بیچ  
کیا ہوا جان تیری غیرت کو  
دیکھ کر تیری شان و شوکت کو  
اے غم یار سوز تجھ پہ نہ سنا  
آفریں ہے تری رفاقت کو

ہر کسی کو دیکھ مجبور نہ گردن حسم کرد  
دشت دیراں اور سگ زندہ اٹے چار سو  
شان کی شوکت کو سغلی چیز پر مت کم کرد  
اشک کے قطرے ہمیں ہیں قطرہ آب حیات  
اب بیابان حرم سے لے غزالو رم کرد  
میں تو مرجانے کے قابل تھا موا اچھا ہوا  
جی اٹھوں گا جان مت آنکھوں کو اپنی نم کرد  
تم خدا کے واسطے ہرگز نہ اس کا غم کرد  
سوز آنکھوں سے دکھائے جو خدا دیکھو میاں  
بات واضح کر کے نا محرم کو مت محرم کرد

کھول نہ دیکھو لڑے اس دل نا صبور کو  
کھڑے کو دیکھتے ہیں آنسو کو ٹپک دیا  
بھاپ لگے کی چل بلی جھانکے موت تنور کو  
سرمہ ہوا کہ خلق کی آنکھوں سے دید حق کیا  
دیکھ سکا نہ آپ سا سوچو اس غرور کو  
حور و تصور کے لیے کو چہ یار گم کیا  
دل ہو تو ہو پہاڑ سا عشق ہے کوہ طور کو  
شیخ سے کہیو قاصدا پچھے مہنہ اس شور کو (کنا)

لہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔  
تھ یہاں سے آخر دیف داؤ تک کی غزلیں ع میں نہیں ہیں۔



بزم میں رکھتے ہی قدم شام کی صبح ہو گئی شمع کا مان گھٹ گیا دیکھو منہ کے نور کو  
جلد اتار لے صنم، سر نہیں بار دوش ہو اور کے سر تو رکھ یہ بوجھ دور کر اس مزدور کو  
کن میں پھنسا ہے سوز تو اتنی بھی غیر حاضری  
مصلحت اور کچھ نہیں چلتے ہیں اب حضور کو

وما غ اصلاح دینے کا نہیں کہ دو ہلائی کو کہ فکر شعر ہے اس وقت میری طبع عالی کو  
بغیر از بادہ سمجھوں بزم کو میں حلفت ماتم تصور قلاب..... کروں مینائے خالی کو  
ترا خط دیکھ سب بھولیں ہیں یوں قرآن کا پڑھنا کہ جوں تہ کریں تقویم طے پار سالی کو اکڑا  
رکھے ہے سرنگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی شمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو  
نشست شیخ نے مجلس میں چھاتی تو پکا ڈالی  
لے آئے یاں کوئی اب جل کے سوز لا ابالی کو

حال دل پوچھے ہو کیا مجھ سے مرالے یار تو سن لے جا عالم سے ہر کوچے میں ہر بازار تو  
اب نکل سکتا نہیں ممکن تجھے یاں سے دلا زلف کے حلقے میں ہو جوں نقطہ پر کار تو  
ہو گیا آشفقتہ سر ہر ایک اس کو دیکھ کر باندھ کر نکلا نہ کر یہ لپٹی دستار تو  
کچھ تو یاں نسبت بردوں کو ہر بھلوں کے اے صنم گو کہ میں باغ جہاں میں خار ہم گلزار تو  
گرچہن تک رخصت لے صیاد تو دیتا نہیں جانے کی فرصت ہمیں دے تا سر دیوار تو  
گو نہیں اب کے میسر ساقی و ابر بہار جام دے لے دل برس لے دیدہ خونبار تو  
زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھ کو عسریز  
مت کیا کر سوز سے ہر وقت یہ گفزار تو

جو میرے دل پہ گزرے ہے سو یارب کہوں کس کو اکٹھا

مراد دل مانگتے ہیں زلف و کاکل ان میں دوں کس کو

یہی آتا ہے دل میں جو جلا دوں دل کو میں اپنے

دے اس میں خیال یا رہے اب آگ دوں کس کو

لوگ کہتے ہیں کرگلش میں بہار آئی چلو سیر کو گلر دھبی آئے گا چلو بھائی چلو

چاند کے ٹکڑے پہ ہلے، تمہیں سو بھائی خط دیکھ لی اندھو تھاری ہم نے بیانی چلو

دور کے بھی دیکھنے پر تیر کھایا یا نصیب ہمدرد اپنی تو ہم نے داد بھر پائی چلو

ہم نشینو دل نے اس قاتل کا ہر کلمہ پڑھا آہ میری جان اس دہشت سے گھرائی چلو

کیا کھڑے رہ کر تماشا دیکھتے ہو سوز کا

مار بیٹھے گا کہیں وحشی ہے سودائی چلو

تھارے فہم میں پیارے جو ہم میں غریبوں سمجھو اگر سمجھو ہو بیگانوں کو اپنا خیر یوں سمجھو

تو اینج جہاں سے شیخ جی ہم خوب آگے ہیں اسے کبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یوں سمجھو

کہا ان سے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب میں جو تم اس دوستی کرنے کو سمجھے سیر یوں سمجھو

بڑا کیا ماننا ہے سوز کی گفتار سے پیارے

کہ اس کی بات کچھ رکھتی نہیں سر پیریوں سمجھو

کون سا کھڑا ہے وہ جو خاک میں مدفون نہ ہو کون سادل ہے کہ جو غم میں انھوں کے خون نہ ہو

کون سی ہیں انکھڑیاں جن میں نہ ہوں گے کرم و دور کون سا عارض کہ وہ گر درہ ہاموں نہ ہو



چہ بے گنہ چہ گنہ گار یہ نہ ہو وہ ہو  
 بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو ماریں ہیں (کنزا)  
 میں اور غیر تمہیں کیوں نہ ایک سے ہوں کیا  
 نگہ نہ قہر و تبسم نہ لطف کچھ تو ہو  
 جفا و مہر جو خاطر میں ہو کہ سب ہم پر  
 ہمیں تو ایک سے ہیں حسن میں صبح و تلخ  
 ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلمان پر  
 مساوی آپ کو تجھ بن ہے دونخ و جنت  
 ترے فراق میں یکساں ہو زندگی و مرگ  
 نہیں ہے ہجر کی درخواست وصل میں مجھ کو

روح تنو سے ہے بندگی کو غیر کی فرق

تھالے جوڑ سے بیزاد یہ نہ ہو وہ ہو

یوں نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں ان کی زبان  
 تو ہو واجب پاس پھر دنیا و مافیہا کے بیچ  
 شکل آئینہ میں ردے دیکھ میرے دل کو یار  
 جب ہو آیا ہے تو گلشن میں تب سے عندلیب  
 دیکھ کر ہنستا ہے عالم آپ کا دامن و ریش  
 صاحب محل جس سمجھے ہے دل کو قفس کے  
 گھر مرے آئے جس دم نہ ہو ہمہ رقیب (کنزا)  
 اس کی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 بول کب سکتی ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 کب ہیں اس کی خبر پر داہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 منہ لگانے سے تم سے گمراہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 دیکھ کر کہتی ہے گل کو آہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 شیخ جی لازم ہے کیا کو تاہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 قدر اس کی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہ ہو  
 مجھ سے ملنے کی تمہاری راہ یہ ہو وہ نہ ہو

غیر کو گھر میں جگہ دی، سوز کو کرتے ہو منع  
ہوش دیکھا بس تمھارا واہ یہ ہو وہ نہ ہو

عیش تو میرا ہے ساماں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
تجھ سوا کچھ اور جاناں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
کوچہ تیرا بس ہے اب دیوانگی اپنی کو یار  
میری وحشت کو بیا باں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
بلبلو تم سن لو ہم ہیں عندلیب باغ عشق  
نالہ کرتے ہیں گلستاں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
بوسہ لب زندگی ہے عاشق غم کشتہ کی  
اپنی قسمت آب حیاں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
بلبل نالاں قیامت تک رہے گی مجھ اوپر  
بعد میرے مرثیہ خواں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
ایک ہی غمخیزے میں وہ کرتا ہے سب ترکی تمام  
یار میرا سارسی داں گو نہ ہو دے تو نہ ہو  
ضبط نے راز نہاں کے سوز دل ٹکڑے کیا  
چاک ظاہر میں گریباں گو نہ ہو دے تو نہ ہو

خدا ہی کی قسم ناصح نہ مانوں گا کہا اب تو  
نہ دیتا تھا تو اس کو رخ تو باہم نہ آتے تھے  
کئی دن لیے تلوار پھرتا ہے کہوں ظالم  
نہ چھوٹے کا تھے کہنے سے میرا دل لگا اب تو  
نہیں آئینہ میں درسم میں اے پیارے صفا اب تو  
نظر کھچھ اور ہی آتا ہے تیرا مدعا اب تو



چھپاؤں کس طرح میں راز دل اپنے ظالم سے (کذا) ہو ادیوانگی کا شہرہ اپنا جا بہ جا اب تو  
ہمارے روبرو ہنستا ہے تو غیروں سے ہر اک جا میاں کیا اڑ گئی ہر تیری آنکھوں کے جیا اب تو  
کہیں وہ گل کہ جن سے ربط تھا ہر غ میں اس کو پھرے ہو ڈالتی خاک اپنے سر اور جیا اب تو  
گیا تھک دست غم خواری کا شیوہ دستداروں سے  
بغیر از غم نہیں اے سوز کوئی آشنا اب تو

عشق بازی پر کمر تم نہ کسو جانے دو عشق بازی پر کمر تم نہ کسو جانے دو  
شاہ بازوں کا ہے یہ کام نہ ڈالو یاں ہاتھ دو شاہ بازوں کا ہے یہ کام نہ ڈالو یاں ہاتھ  
کردائے کی (دہ) آتش نفسوں کو تکلیف کردائے کی (دہ) آتش نفسوں کو تکلیف  
میں تو فریاد سے خوگر ہوں عبث پوچھو ہو میں تو فریاد سے خوگر ہوں عبث پوچھو ہو  
کوئی فریاد کو اس بادیہ میں پہنچا ہے کوئی فریاد کو اس بادیہ میں پہنچا ہے  
دو ہوں جا آنکھوں میں لگوں کو تو کہتے ہیں ہم دو ہوں جا آنکھوں میں لگوں کو تو کہتے ہیں ہم  
..... اے شیخ و برہمن در دل کے ہوتے ..... اے شیخ و برہمن در دل کے ہوتے  
تیری زلفوں سے میں کہتا ہوں کہ اے ناگینو تیری زلفوں سے میں کہتا ہوں کہ اے ناگینو

سوز کے دل کو بتاں دیر نہ سمجھو ز نہ ہار  
ہے (وہ) آتش کہہ اس میں نہ نفسو جانے دو

کہہ دیجو صبا گل کو جو گلشن میں گذر ہو کہہ دیجو صبا گل کو جو گلشن میں گذر ہو  
نالے کی دوبارہ تو نہ منت میں کروں گا نالے کی دوبارہ تو نہ منت میں کروں گا  
یک پل میں تماشا میں رقیبوں کو دکھاؤ یک پل میں تماشا میں رقیبوں کو دکھاؤ  
مت کہہ کہ نہیں طول کو مجھ زلف کے پایاں مت کہہ کہ نہیں طول کو مجھ زلف کے پایاں  
کافی ہے جو بلبل کی طرت ایک نظر ہو کافی ہے جو بلبل کی طرت ایک نظر ہو  
لے آہ مگر تجھ سے کچھ اس دل میں اثر ہو لے آہ مگر تجھ سے کچھ اس دل میں اثر ہو  
دل میں نہ اگر تجھ سے مرے خوف و خطر ہو دل میں نہ اگر تجھ سے مرے خوف و خطر ہو  
کیا میری شب ہجر ہے جس کو نہ سحر ہو کیا میری شب ہجر ہے جس کو نہ سحر ہو

پر زے ہی کیا دل کو تری تیغ نگہ نے  
ہر خنجر را داغ جگر سینہ سپر ہو  
مرا ہوں نہ جیتا ہوں عجب حال ہے میرا  
یارب یہ مری جان ادھر ہو کہ ادھر ہو  
خوناب محبت میں تری ہو کے نہ نکلے  
تیرا سا نگر یار جو میرا بھی جگر ہو  
صیاد مجھے اس لیے مانع ہے فغاں کا  
تا میرے نہ احوال سے اوروں کو خبر ہو  
کچھ ہم سے بھلائی تو نہ کی یار نے اے سوز  
جیتا رہے لیکن وہ ستم گار جدھر ہو

جسے ہونخت کا دعوا سے افسر مبارک ہو  
ہمارے سر کو مجنوں کی خاک در مبارک ہو  
دعا ہم نو گرفتاروں کے حق میں ہے مری یہ ہی  
ہمارے باندھنے صیاد بال و پر مبارک ہو  
نہ جانیں آپ کا ملنا مناسب ہم تو غیروں سے  
تہا ری خوش کیا عزت نے تو بہتر مبارک ہو (کذا)  
جہاں میں اس سے کیا بہتر کہ حق حقدار کو پہنچے  
ہمارے دل کو لے جانا تجھے بہتر مبارک ہو  
فلک شب کتھانی کی تری لے سوز یوں بولا  
تجھے یہ رات لے رشک مہ انور مبارک ہو

ہو اس چشم کا پونچھے سے ناصح بند کیونکر ہو  
جو دل ٹوٹے کسی کے ہاتھ سے پویند کیونکر ہو  
لے ہے خاک میں گل اس کی اک آن بسم سے  
کسو کا دل کہو اس باغ میں خورند کیونکر ہو  
مقابل ہو کے میرے مہر دیش کے ناخن پا سے  
جو چاہے ماہ تو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو  
حلاوت شہد سے زیادہ تر ہو جس کی باتوں میں (کذا)  
خیال زلف کو تیرے نکلنے دوں نہ میں لے سے  
برابر اس لب شیریں کے یار و قند کیونکر ہو  
یہ کالا ہے کہ جب انہی سے نکلے بند کیونکر ہو  
نہ ہو دل جب ملک میرا شبک شکل بجمر کی  
کسی کے روئے آتش ناک پر اسپند کیونکر ہو  
غزال دشت کی ہر خنجر ہیں ابلہ فریب نگھیں  
پرا نکھیوں کا تری لے یار ان میں چھند کیونکر ہو



برہمن وہ سخن کرتے ہیں تجھ داڑھی کے ہلنے پر  
موثر سوز کو ناصح تری یہ پسند کیونکر ہو

ہاتھ نہ پکڑو قاتل کا تم اس کو تیغ لگانے دو  
مجھ سا جی کر کیا لے گا ہاں مڑا ہے مرجانے دو  
کل جو گذرا اس کی گلی میں غرنہ میں سے لٹکا رہا  
ہے کوئی حاضر ڈیوڑھی پر مت اس کو جیتنا جانے دو  
مثل صبا میرا بھی تن من خون ہے غم کے ہاتھوں سے  
پانوں تک تو اس کے یارو مجھ کو ہاتھ لگانے دو  
بلبلو آتنا پھول موت تم اس گلشن کی بستی پر  
دیکھیں گے کب تک ٹھہر دگی تم دقت خزاں کے آنے دو  
سوز کا کل احوال کسی نے اس سے کہا میاں جلتا ہے  
آگ بجھولا ہو کر بولا جلتا ہے جل جانے دو

پوچھتے کیا ہو چشم پر غم کو  
صبر و آرام کیوں چلے بیٹھو  
چھانو میں ٹمک کھڑے رہو صاحب  
پانچ بوسے کو بیچتے ہیں دل  
کس کو سیکھتے ہو دل تو لے بھاگے  
نام الفت نہیں رہا باقی  
میں گیا رو برد وے نہ چھپا  
پوچھو تم اپنے لاڈلے غم کو  
ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم کو  
بات کہتا ہوں اتنے مت چسکو  
کیا یہ مہنگا ہے اس سے کچھ کم کو  
جان باقی ہے یہ بھی لے دھمکو  
چھان دیکھا ہے ایک عالم کو  
پونچھ پانچھ اپنے دیدہ غم کو

دیکھتے بول اٹھا کہ تو صاحب آنکھیں دکھلاتے ہیں یہ اب ہم کو  
 دل کے پھوڑے کی ہے کیا تدبیر پھال دکھلاؤ ذرا ہم کو  
 سوز کے داغ کو مٹا دے یہ  
 آگ لگ جا دے ایسے مرہم کو

نہ لگا لے گئے جہاں دل کو آہ پہنچائیے کہاں دل کو  
 بھر دبر دشت و باغ میں نہ رہا جا نہیں زیر آسماں دل کو  
 ہاں مگر عرش تک اگر جا دے یا ملے واں سے لامکاں دل کو  
 تنب اسے ہر دستار تو ہو دے تم ٹٹو تو دوستان دل کو  
 جس کی خاطر ہوا ہے یہ بے تاب لے چلوں آہ میں دہاں دل کو  
 سن کے یہ بات جس کی دھڑکے گا جانو لاگ ہے دہاں دل کو  
 کچھ ادھر یا ادھر کی بات کہو یوں کرو یا رد امتحاں دل کو  
 اس کی تدبیر ہو سکے گی کب جان آجا دے نیم جاں دل کو  
 سوز کو بھی تیجھی ملے گا چین  
 صبر آ دے گا جب بتاں دل کو

لے گیا تا بہ لامکاں دل کو چین آیا نہ واں میاں دل کو  
 اس کو مطلوب کیا ہے کچھ تو کہے پوچھو آسے دوستان دل کو  
 چین آتا نہیں کسی ہی طرح کیونکہ تسکین دوں تپاں دل کو



کیا لے گا کوئی ظالم اب تجھ سے ہو گرویدہ  
 لے آہ ابھی رہیو بے ہوش پڑا ہے دل  
 دور روز کا ہماں ہوں کیوں مجھ سے ابھٹا ہر  
 نالے سے تم سے سارے بے چین ہیں ہمسایے  
 ظلم دیکھو لے ساقی یہ سوز نہ ہو مے ہا  
 اک دل ہے سونا لاں ہر آنکھیں سو تم دیدہ  
 مشکل ہو اگر چونکے یہ فتنہ خواہیدہ  
 جاتا ہوں ترے کو سے رت مجھ سے ہو رنجیدہ  
 یہ آہ و فغاں کب تک بس لے دل شوریدہ  
 روئے ہر پڑا ایسا جوں شیشہ غلطیدہ

آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ  
 صورت گر قضا نے تجھ سا کوئی نہ پایا  
 لے نامہ پر خبر دار اس سے نہ بویو کچھ  
 روتا ہے سوز غم میں نہیں نہیں کے مت جلاتو  
 دامن بہ دست چیدہ ابرو بہم کشیدہ  
 اک حسن ماہ دیکھا سو بھی قلم کشیدہ  
 گر تجھ سے بات پوچھے کہنا تو دم کشیدہ  
 جلتا نہیں ہے ہرگز خاشاک نم کشیدہ  
 اے اہل درد تم کو اپنے ہی در کیوں  
 دیکھا کوئی جہاں میں مجھ سا ستم کشیدہ

سنے گا بعد میرے جو کوئی میرا یہ افسانہ  
 ہو اسے چور غم سے دل ہر اک ذرے میں کاہر  
 جو افلاطون بھی ہو گا تو ہو جاوے گا دیوانہ  
 نظر پڑتا ہے جلوہ میں نہیں اب ہے پری خانہ

لے ۱: ہو تجھ سیٹی گرویدہ  
 لے ۲: نالے سے ترے ظالم بے چین ہیں کر دہی  
 لے ۳: یہ شعرم میں نہیں ہے  
 لے ۴: یہ غزل م میں نہیں ہے۔  
 لے ۵: بھگڑا تا ہے  
 لے ۶: صورت گر جہاں میں تجھ سا نہ کوئی پایا  
 لے ۷: ارشہ نے سوز کو جان اب تو جلاتا نہیں نہیں

ہوا کا چاک ..... دیکھیے گا .....  
 کہاں سے میں کہاں کر بسا ہوں دیکھو قدرت  
 جہاں کچھ بات کرنے کو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ  
 دل سوا جاتا نہیں لے .....  
 دے تم سوز سے پوچھو کہ اس کا ہر وہ ہم خانہ

اے دل گم شدہ پیدا ہو نہ  
 حیرت آلودہ نہ رہ مثل حجاب  
 پھوڑ بس زلف مہرا ہو نہ  
 طلب ساغرے کب تک یا رہ  
 موند لے آنکھ کو دریا ہو نہ  
 وصل میں پھر وہی فرقت کا خم  
 جوش کھا آپ ہی صہبا ہو نہ  
 قیس فراد ہوے آگے کیا  
 بسل تیغ متنا ہو نہ  
 تیرے بیمار پڑے مرتے ہیں  
 لے تنک حوصلہ بھسا ہو نہ  
 آپ میں دیکھ لے آپہی کو سوز  
 بات کی بات سیما ہو نہ  
 مثل آئینہ مصفا ہو نہ

کیا لے گا کوئی ظالم ہو تجھ سے یوں گردیدہ  
 لے آہ ابھی تھم تو بے ہوش پڑا ہے دل  
 اک دل بے سوز لاں ہر آنکھیں سو تہم دیدہ  
 دو روز کا ہماں ہوں کیوں مجھ سے ابھٹا ہر  
 مشکل ہو اگر چو نکے یہ فستہ خوابیدہ  
 نائے سے تے ظالم بے چین ہیں کرو بی  
 جاتا ہوں تے کو سے مت مجھ مجھے ہو رنجیدہ  
 یہ آہ دفناں کب تک بس لے دل شوریدہ  
 ٹک دیکھ تو لے ساقی یہ سوز نہ ہو دے ہاے  
 روتا ہے پڑا ایسا جوں شیشہ غلطیدہ



۱۵۔ سوا ہے یاد دو عالم

یارب حضور یار کے جس کا عسلام ہوں  
تا چند بیقاری و تا چند اضطراب  
خسر دانہ رحمت شتاب ہو

بس سوز سے تغیر کرو قطعہ بدن  
اس سوز کو تو بندہ صادق ہی جانو  
او جانے والے اس سے تو کہو کہ واہ واہ

کل کس کے ہاں گئے تھے بھلا یہ بھی بھوٹ ہو  
تس پر یہ عذر ہے کہ مرا آشنا ہے وہ  
آہ منہ کو مت کھلا تو کہیں .... کچھ نہ ہو

باز آئے وضع نہیں خوب اسے عزیز اکبر  
خراب ہو گا مرے جی کو مت جلا

گر اور کچھ طلب ہو مجھے

ہر روز گو نصیب نہ ہوئے تو گاہ گاہ  
کافی تھی بیم یار کے مائے کو یک نگاہ  
اب آرزو ہے کون سے کافر کو عرو جاہ

یہ کارخانہ اس سے نہ ہوئے گا سربراہ  
گر اس میں بھوٹ ہوئے تو اس کا خدا گواہ  
کچھ بھی خبر ہے در پہ پکارے کہ داد خواہ

پھر تو کہے گا مجھے الجھتا ہے خوا مخواہ  
میاں جی تمھارا عذر تو ہے بدتر از گناہ  
اب تک نہیں ہے تیرے گز پر مجھے نگاہ

مان ترا ہوں میں خیر خواہ  
جو دل سے نکالو گی ایک آہ

الحمد للہ الحمد للہ  
کھا جا قسم تو میاں تجھ کو و الشہ  
یعنی بتاں سے چلتا ہے بد راہ

پس کہیو قاصد آتا ہے وہ ماہ  
ہے دل کو لگتی پر کیوں کے مانوں  
بعضوں کا مجھ پر یہ بھی گماں ہے

استغفر اللہ استغفر اللہ  
میں نے کہا کیوں آؤں میں ہمراہ  
تو کون میں کون اے واہ اے واہ  
لڑکوں میں مل کر ہے دوست یا شاہ  
بانکے بنے ہو اللہ اللہ  
سب جانتا ہوں من جانب اللہ  
اے اشک مت جل بس جسی اللہ  
کیا ذکر کیجیے اللہ اللہ  
الحکم للہ والملك اللہ  
کر سوز کو قتل بس قصہ کو تہا

جھوٹے کے منہ پر آگے کہوں کیا  
کل اس طرف سے گزرا ستم گر  
جھنجھلا کے آخر بولا ہے بانکا  
وہ دن گئے بھول جب کھیلتے تھے  
اب کھینچتے ہو تیغ کو ہر دم  
تیری جفا سے جو مجھ پہ گزرا  
اے آہ تو بھی مت دے رفاقت  
کل جس طرح سے دیکھا ہے اس کو  
تیرے سوا کون اب ہے جہاں میں  
کاہے کو اتنا ہوتا ہے ناخوش

جان لینے کو بھی اتنی دیر آہ  
مجھ کو دے یہ خانہ زنجیر آہ  
دل ہے میرا جان تیرا پرکاش  
حیف ..... شاہ  
حال اپنا کہ نہ اے دل گیر گاہ

قتل کو میرے نہ کر تاخیر آہ  
یار کے کوپے تلک جا تو اگر  
آسمان بہکے تو  
رُخ ادھر کرتا تو میں ہوتا ہی مات  
سوز کیوں چپکا ہی ہم کیا غیر ہیں

۱۔ م، بھ سے

۱۔ م، جھوٹے کا منہ میں آگے

۲۔ ع، اب اے کے گد کا بھ پر تے ہو

۲۔ ع، ہے چور

۳۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۳۔ ع، سب مینے جانا

۴۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



اد چلے جانے والے بے پرداہ      کچھ فقیروں کے حال پر بھی نگاہ  
 پیٹھ پھیرے چلے ہی جاؤ گے      بلے مزدور بلے عسالی جاہ  
 حال دل اب بہت پریشاں ہے      تیری زلفیں ہیں دونوں میری گواہ  
 میاں فقیروں کی بھی صدا سن لو      بات سنا تو کچھ نہیں ہے گناہ  
 تجھ سوا کون ہے مرا محبوب      بحق لا الہ الا اللہ  
 سوز کچھ مانگتا نہیں تجھ سے  
 ایک بوسہ دو فی سبیل اللہ

جو صاحب دل ہے دل سے آگاہ      کیا بات اس کی ہے واہ لے واہ  
 اے غافل و ٹمک تم چونک بیٹھو      پردے سے نکلا ہے وہ مرا شاہ  
 وہ شاہ جس کی عہد نبی سے      تکتے گئے ہیں تشریف کی راہ  
 میں جھوٹ ہرگز کہتا نہیں ہوں      اب کوئی دم کو نکلے ہے وہ ماہ  
 ظلم و ستم سب ہو جائے گا محو      باقی رہے گا اللہ ہی اللہ  
 ہادی وہی ہے مہدی وہی ہے      صاحب وہی ہے سب کا دل خواہ  
 اے سوز تو کیا کہتا ہے چپ رہ      تجھ کو ہے مطلوب شیخی کا کیا جاہ  
 سو لوگ تجھ کو ہی جھوٹا کہیں گے      کس واسطے ہیں سارے یہ گمراہ

بس چپ سے بہتر اب کچھ نہیں ہے

خاموش ہی رہ واللہ باللہ

تو لگ نہ چلا کر مرے خون خوار سے زیادہ  
گو ابر گھنڈ اپنے برسنے پہ رکھے ہے  
میں بس کہ ہوا داغ ترے ہجر سے گلرد  
بے چین رکھے ہے چمن دہر میں مجھ کو  
کلے کی بڑائی نہ کرو زلف کے آگے  
سینے کے نفس میں تری دوری سے دل لے سوز  
نالاں ہے سدا مرغ گرفتار سے زیادہ

ما تم کا میرے شور ہے کہتا ہو کیا ہے یہ  
آدیکھ میری لاش کو وہ شوخ تند خو  
کوئی مرے پر اس کی توجہ کی بھائیں نہیں  
کہتا ہوں درد دل کا تو کہتا ہے غم سے  
کہتا ہوں داد داد تو کہتا ہے پوچھو  
تلواریں مار مار کے کہتا ہے دم نہ مار  
اتنی جھائیں مجھ پہ کیاں تو بھی شوخ کے  
روتا ہوں بلبل کے تو ہنستا ہے کھلکھلا  
امیدیں دل کی ساری تو بھراپائیں ہم نے آہ  
دامن کشاں وہ نفس پہ میری آکھے دکھ

لہم دل      لہم یہ شرم میں نہیں ہے      لہم یہ شعرا میں نہیں ہے

لہم ع      چپ ہی رہ      لہم یہ شعرا میں نہیں ہیں



ناصح تو کسی شوخ سے دل جا کے لگا دیکھ  
کچھ اور سوال اس کے سوا تجھ سے نہیں ہے  
میرا بھی کہا مان محبت کا مزا دیکھ  
اے بادشاہِ حسن تو سوے فقرا دیکھ  
ہر چند میں لائق تو نہیں تیرے کرم کے  
لیکن نظرِ لطف سے ملک آنکھ اٹھا دیکھ  
پچھتائے گا آخر کو مجھے مار کے اے یار  
کہنے کو تو ہر ایک مخالف کے نہ جا دیکھ

اس بُت نے نظر بھر کے نہ دیکھا مجھے اے سوز  
ہر چند کہا میں نے کہ ملک بہرِ خدا دیکھ

خدا کو کفر اور اسلام میں دیکھ  
جو کیفیت ہے نرگس کی چمن میں  
عجب جلوہ ہے خاص و عام میں دیکھ  
وہ چشمِ ساقی گلشنِ عام میں دیکھ  
نظر کر زلف کے حلقے میں اے دل  
گل خورشید پھولا شام میں دیکھ  
خبر مجھ کو نہیں کچھ مرغِ دل کی  
تو اے صیاد اپنے دام میں دیکھ

پیالا ہاتھ سے ساقی کے اے سوز  
طلسمِ جم کو تو اس جام میں دیکھ

تیز دستی دیکھو قاتل کی میرے واہ واہ  
آہ گر سینے سے تو نکلی تو میں تنہا رہا  
ایک کو کرتا ہے ذبح اور دوسرے پر ہر نگاہ  
دل جو لے جاتا ہے جانے دے مت گھیر اس کی راہ

۱۷ ع 'انگہ مہر سے

۱۷ م 'بجھ چھوڑ کے

۱۷ ع 'ہر چند کہا میں نے کہ ملک بہرِ خدا دیکھ

۱۷ ع 'اپنے دل کی

۱۷ م 'ایک کی چھاتی چڑھا ہے 'دوسرے پر ہے نگاہ

ذبح کرتا ہے تو مجھ کو غیر کو کیا اس میں دخل  
یہ اجل کیوں بیچ میں آ کو د بیٹھی لا الہ  
چونک جادے گا تو پھر اس راہ چلنے کا نہیں  
ہر گھڑی ہر آن ہر ساعت دلا تو مت کراہ  
ایک گالی میں بھی مے ہوں .....  
پچیاں ہوں پچھا کر جو تو بولے واہ واہ  
تک قتل سوز پوچھے گا کوئی تو آن کر  
کیا خطا کیا جرم کیا تقصیر اس کا کیا گناہ

تنگ سے جو ر میں کہتا ہے —————  
ندہ دیدے بے سال میں جن کا آسماں کف ہر  
غبار خاطر عالم سے کیا ہوں گے بہم دیدہ  
پچا رادل تو کو نے میں پڑا ہے کو دماغ ہوں کو  
تسا ہے مجھے آنکھیں دکھا کر دم بہم دیدہ  
مخراہوں کی طرح جان کب جاتے ہیں دم دیدہ  
مجھے بھی ساتھ لے چل راہ بادل سوز ہوں تیرا  
کہ میں عبد الصنم ہوں اور تو بیت الصنم دیدہ

بہشت صاحب .....  
قبول کیجو نظر میں تری میاں اللہ  
نہیں بسا ہے مرے دل میں کوئی صاحب چاہ  
بنمیرا شہد ان لا الہ الا اللہ  
نہیں زباں میں لیا نام غیر حق ہے گواہ  
سولے نام محمد و یا علی اللہ  
نہ چاہیے ہے مجھے اہتمام خیل و سپاہ  
ہمارے سولے پریشاں ہیں تاج فرق کلاہ  
عجبت تو کیسے ہے تر واد

لے یہ شعرا میں نہیں ہے۔

لے یہ شعرا میں نہیں ہیں۔

لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔



نا صحا میرے سیم بر کو دیکھ  
 اور مری حسن میں نظر کو دیکھ  
 کیوں تو حیران ہو رہا ہے بے  
 اے اندھے ذرا ادھر کو دیکھ  
 کیا دہن اس کا ڈھونڈتا ہے  
 موشگافی سے اس کمر کو دیکھ  
 کیسے بانگے کو کر لیا تسخیر  
 تو مری آہ کے اثر کو دیکھ  
 نخت دل تیرے واسطے لایا  
 لال میسے تو اس گہر کو دیکھ  
 آہ کی... میں گوندھے نخت جگر  
 جان میسے تو اس ہنر کو دیکھ  
 شش جہت میں تو ڈھونڈنا کیا ہے  
 جس کو ڈھونڈھے ہر پہلے گھر کو دیکھ

سیر دریا سے کیا ہوا حاصل  
 سوز کی اپنی چشم تر کو دیکھ

گر تجھے قتل کی خواہش ہے تو آبسم اللہ  
 سر تو حاضر ہے ذرا رہ کے لگا بسم اللہ  
 ساغر چشم ہیں لبریز ہلاہل اس کے  
 درد مند و پیو از بہر شفا بسم اللہ  
 شیخ جی تم کو نہ کہتا تھا کہ رندوں میں نہ جاؤ  
 اب بھی..... بسم اللہ  
 بس دلا سینے میں میسے یونہی تھکے گا ۱۹  
 میں نے رخصت دی تجھے جان کے جا بسم اللہ  
 آج ہندی نہ لگی کیوں تم سے ہاتھوں میں جان  
 تیرے دامن سے پہنچے گی مری خاک سنا  
 کن ہندی نہ لگی کیوں تم سے ہاتھوں میں جان  
 تیرے دامن سے پہنچے گی مری خاک سنا  
 تیز کرتے ہو پھیری آپ ہی رہ جاتے ہو  
 میں یہ سمجھا تھا کبھی اس کو نہ جانے دوں گا  
 کس کا دسوا اس ہے کاٹو نہ کلا بسم اللہ  
 سوز نے مانگی جو رخصت تو کہا بسم اللہ

میں پھرتا ہوں ترسے کو میں .....  
 چومرغ آشیاں گم کردہ سرگردان آوارہ  
 دل نالاں اگر ہے تنگ تجھ پر دست سینہ  
 تو میں تجھ کو تباہ دیتا ہوں گھر اس کا دیں جا رہ  
 نہیں طاقت رہی جو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگوں  
 کروں کس ہاتھ سے یا رب گریبان جنوں پارہ  
 عجب بے خود ہوں حسرت سے سنی ہر بات ماننے کی  
 .... شبِ صلت کروں گا کیونکہ نظر سارہ  
 غبت کیوں کھینچتا ہے تیغِ ظالم سوز پر ہر دم  
 جفاکش ہے یہ بے چارہ .....

شرابِ خون دل کا پوچھے ہے مخمور ہے شیشہ

زباں سے منہ میں ہے یارو کہو معمور ہے شیشہ  
 مزہ ہے محسب اس وقت آجا دے جولے ساقی  
 کہ ہم تم کو طے ہیں نشے میں اور چور ہے شیشہ  
 سمجھ کر دل مرا اس کو چپک دیجو نہ پتھر پر  
 کہ یہ اس نام سے کچھ ہو گیا مشہور ہے شیشہ  
 بوں پر وقت نوش اب قطرہ نیش ہوتا ہے  
 پہنچ ساقی کہ تجھ بن حنا زنبور ہے شیشہ  
 شرابِ حسن کی کس کے مغاں اس میں تجلی ہے  
 کہ مستوں کی نگاہوں میں سراپا نور ہے شیشہ  
 نظر ہرست مجھ کو قابلِ زنجیر آتا ہے  
 نہ جانے بزم میں کس کا دل پر شور ہے شیشہ  
 نہ خوش ہو میرے استغفار سے داغِ کز زردوں کی  
 زباں نزدیک ہے تو بے جب تک دور ہے شیشہ

لہ یہاں سے آخرِ ردیف ہ تک کوئی غزل ج میں نہیں ہے۔



لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ  
 سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا  
 خورشید کی طرح تو نہیں ہرزہ گرد وہ  
 دیوار گھر کی یار کے مت ڈھاؤ سیل شک  
 جاوے وہ کب کسی کے مگر گھر قریب کے  
 طاقت ہمیں بھی مرغ چین کچھ ہوئی ہر اب  
 بھیجیں گے ہم بھی نامہ و سپینام گاہ گاہ  
 دیتے نہیں ہو بوسہ تو دست نام گاہ گاہ  
 نکلے ہے ماہتاب مرا شاد کام گاہ گاہ  
 کرتا ہوں اس کے سایہ میں آرام گاہ گاہ  
 لاتی ہے اس کو گردش ایام گاہ گاہ  
 ہونے لگا ہے نالہ سرا خبام گاہ گاہ  
 بوسہ بزورے کے کہا ہم سے سوز نے  
 نکلے ہے دن میں تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

اے دل نہ سنے گا یار چپ رہ  
 زیادہ تو کب تک آکرے گا  
 تو دور نہ سن سکے گا پیارے  
 نا صح کیا فائدہ بکے سے  
 کرنا نہ بار بار چپ رہ  
 بس اے دل بیقرار چپ رہ  
 مت پوچھ یہ حال زار چپ رہ  
 دل پر نہیں اختیار چپ رہ  
 کیوں سوز یہ آہ و نالہ کیا ہے  
 اے کشتہ انتظار چپ رہ

کہ ہر جاتا ہے تو اے شوخ دیدہ  
 سر دستار تا چاک گریباں  
 تو کس کو آج آیا قتل کر کر  
 ہے عارض پر خراش ناخن تیز  
 یہ چلتے کی تہیں کیوں کٹ رہی ہیں  
 بسان اشک مردم سے رمیدہ  
 گریباں تا سر دامن دیدہ  
 بے قبضے میں تیغ خوں چکیدہ  
 و گرب ہیں تو ہیں دندان گزیدہ  
 سپر کے کیوں کنا سے ہیں بریدہ

الہی خیر کس پر تھا غضب آج وہ ایسا کون تھا آفت رسیدہ  
 خدایا سوز کلول تلے آج (کذا)  
 کہ میرا ہے جگر اس دم طپیدہ

ہم رہیں مجبوس زنداں واہ واہ  
 ہم نفس میں تم چین میں یا نصیب  
 مجھ سے نالائقی کو دی پھولوں میں جا  
 مصر دل کے اب تھیں ہو بادشاہ  
 زلف میں پھنس کر ملا آرام دل  
 اشک کو بھی دی نہ اپنی کچھ خبر  
 آتے ہی مجلس کو روشن کر دیا  
 واہ وا اے سوز سوزاں واہ واہ

کر دیم کباب جگر خود نہ مکیدہ  
 غنچیدہ شدہ گلشن و سبزیدہ خیاباں  
 غلطیدہ و کفیدہ دل سوختہ ام را (کذا)  
 کوہیدہ سار و بر قاتل بد خو (کذا)  
 طرزے بنو این طرز سخن سوز نمودہ  
 در نہ سخن ہنچو ندیدہ نہ شنیدہ



# ی

جس کو نہ ہو شکیب نہ تاب فغاں رہے  
تیری گلی میں وہ نہ ہے تو کہاں رہے  
دونوں جہاں سے تو مجھے اب کام کچھ نہیں  
آنی عرض ہے یا کہ تو مہرباں رہے  
تاب و توان تو آگے ہی جاتی ہی آہ  
دل تو بھی اب چلا تو بھلا اب کہاں رہے  
آہستہ رو تو منزل مقصود کو گئے  
رفار گرم تھی کہ ہمیں درمیاں رہے  
لے ہر باغ غریب کے احوال پر نظر  
ہے جانے گریہ یہ کہ پس کارواں ہے  
لے اہل بنیم تم کو وصیت ہے بعد مرگ  
چند سے یہ تنویر در دے کے گھر یہاں ہے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنے  
کب کہا کس جا کہا کس وقت کس دم کس کنے  
زلف و کا کل چشم و ابرو سب کو دکھلایا دے  
دل نہ ابھان سے ابھایا مجھے کس کس کنے  
پہچ ہے جب جاتا ہے آرام و صبر و عقل و ہوش  
بیٹھے کس لہر کس غم خوار کس مونس کنے  
اب ہوا تو لالچی زر کا سودہ اللہ دے  
زر کہاں مجھ زندہ مجھ قلاش مجھ مفلس کنے  
جوں کہا چل تنویر سے مل طیش کھا کر بول اٹھا  
جاؤں کس بد ہوش کس خاموش کس بے حس کنے

کشتور دل میں نہیں کوئی کہ آباد رہے  
یوں اجاڑا ہے اسے تم نے بھلا یا د ہے  
دام زلفوں سے جدار دے ہے ابرو سے جدا  
ان بلاؤں سے کوئی کب تلک آزاد ہے  
بس دلا شکوہ نہ کر کلبہ تن میں میرے  
یا مرا جی ہی ہے یا تری فریاد رہے  
چھوڑ دو بلبلو گلزار اگر غنیت رہے  
یا صبا اس میں ہے یا کہ یہ صیاد رہے

لے یہ شمع میں نہیں ہے شمع، شور

نہ تبسم نہ تکلم نہ تر حسم نہ نگاہ کس طرح یہ دل ناشاد بھلا شاد رہے  
 ساقیا جام پلا سوز دعا دیتا ہے  
 یہ خرابات قیامت تلک آباد رہے

تری محفل میں جو گئے سوا پنا کام کر اٹھے مگر ہم تھے کہ ناحق آپ کو بدنام کر اٹھے  
 کدھر سے آئے یہ حسرت و اندوہ و غم دل میں کہ صبح انتظار مرگ کو بھی شام کر اٹھے  
 کہاں جاتے ہیں یہ نالہ و فریاد و ادیلا بہ مجھے غم میں پھنسا کر آپ کیسا کام کر اٹھے  
 خدا کے واسطے لے نالہ چپکے سے نکل جانا ابھی دل کی لگی ہو آنکھ تلک آرام کر اٹھے  
 جو بوسہ وہ نہیں دیتا نہ دے لے دل شابی آ مجھے ڈر ہے مبادا کچھ خیال خام کر اٹھے

وہی اس سوز کے پہلو میں بیٹھے شعر سننے کو  
 جو دونوں ہاتھ سے اپنا کلیجہ تنہا کر اٹھے

ادیاں او جانے والے کہیو اس میخوار سے سر ٹپکتا ہے کوئی باہر کھڑا دیوار سے  
 دام کی حاجت نہیں صیاد جلدی آپہنچ چھدر رہا ہے دل بھی بیل کا سان خار سے  
 بھینچتا ہے جس طرح چڑیا کو لڑکا ہاتھ میں چھوڑ میرے دل کو بابا بازیں اس بیار سے  
 آرزو بوسہ رہ جاتی دے قربان یار لے لیا یہ بھی مزا اس نے لب سو فار سے  
 شیخ اب یاں تک تو پہنچا ہو کہ کہتا ہو مجھے اک پیالے کی سفارش کر دو تم مے خوار سے  
 اور کچھ پایا نہیں ہم نے دل وحشی کا کھوج پر ہو سالگ ہاتھ انوک ہریک خار سے

سوز کا دل گر نہیں ہے کام کا تو پھیر دو

اس سے اچھا چاہیے تو مول لو بازار سے



ہوا ہے دل گم جہاں محبیاں وہاں کی کس شخص کو خبر ہے

نہ داں گناں کا گمان پہنچے نہ داں تو ہم کا کچھ گزر ہے

کیا تھا جب جان نے قصدِ رحلت نہ کوئی ہمرہ ہوا بجز اشک

یہ بات تحقیق ہے عزیزاں جگر جگر ہے دگر دگر ہے

شفیق وہ تھا رفیق وہ تھا عزیز وہ تھا انیس وہ تھا

خبر میں کس سے سنگاؤں دل کی نہ کوئی قاصد نہ نامہ بر ہے

مرض کا تیرے حال ہے یہ جو ان طبیبوں میں نے پوچھا

کہ آنکھیں اب چھت کو لگ رہی ہیں خدا پر ہلک کی نظر ہے

عجب تماشا ہے کیا کہوں میں جسے سناتے ہیں بوتا ہے

کہ ہائے کیا دل کو مفت مارا یہی فسانہ جدید تر ہے

عدم عدم سنتے ہی ہیں آئے کسی نے دیکھا ہو تو بتاؤ

دکھاؤں میں تم کو آؤ یا رومرے میاں جان کی کمر ہے

قدم قدم پر ہے دل تڑپتا جگر جدا خون سے پھر کتا

کوئی تو ان رہزنوں سے پوچھو یہ کس ستم گار کا نگر ہے

چلو تو سب آج مل کے پوچھیں کہ سوز کیوں نہ بنا رہا ہے

مدام جوں گل شگفتہ رو تھا سحر سے کیوں آج حشمت تر ہے

۱۵ ع 'جب میں نے

۱۶ ع 'مجاں

۱۷ ع 'اچنبھا

۱۸ ع 'عزیزاں

۱۹ ع 'ساتھی

۲۰ ع 'پرایک اشہ پر

ہزاروں ارڈالے اور ہزاروں کو حبلا یا ہے

تری ان آنکھڑیوں کو کس نے یہ جادو سکھایا ہے

مروں میں کس طرح مرنا کوئی مجھ کو سکھا دیوے

اجل شرما کے ٹل جاتی ہے جب سے وہ سہا یا ہے

کوئی اب غم نہ کھاؤ خلق میں بے عنسم رہو یا رو

کہ میں نے آپ اس سارے جہاں کے غم کو کھایا ہے

مجھے کیا عشق سے نسبت کہاں میں اور کہاں دہر

ان آنکھوں نے لگایا ہے مجھے دل نے بھجھایا ہے

سب اپنا جان تو لے غم دل دجاں، دین اور ایماں

دے دل سے پرے رہنا دوانے یہ پرایا ہے

دل گم گشتہ میرا ہونہ ہو تیرے کئے ہوگا

بھلا لے چور تو نے ہی کیا میں نے یہ پایا ہے

بہار آئی بہار آئی یہی اک آن کی خاطر

عبث آن عند لیبوں نے چین میں غل مچایا ہے

کسی کچے سے تو کہہ نا صحا جو عشق سے بھاگے

کہیں جا بھی پرے اک بک کلیجہ کیوں پکایا ہے

جو تیرے دام میں زلفوں کے تھے سہ تو نکل بھاگے

کہیں یہ سوز بن داسوں تے ہاتھوں بکایا ہے

۱۔ ع اکہ میں نے سر پہ سر

۲۔ ع اکہ میں نے سر پہ سر

۳۔ ع اکہ میں نے سر پہ سر

۴۔ ع اکہ میں نے سر پہ سر

۵۔ ع اکہ میں نے سر پہ سر

۶۔ ع اکہ میں نے سر پہ سر



راہِ نیخانہ کوئی آج بکھے بستلاے      خرد عقل و قرار و دل و دیں لے جائے  
 پائے خم میں ہوں میں اندادہ دینا در دست      کیا تماشا ہو جو وہ شوخ ادھر آجائے  
 وہ کہے آکے اسے کس نے یہاں آنے دیا      ٹھیکریں مار کے اس جا سے مجھے اٹھوائے  
 اٹھتے ہی گر پڑوں میں پانوپہ اس قاتل کے      اور وہ باندھ کچڑ مجھ کو کہیں لے جائے  
 پھر تو جو بات بنے اس کو خدا ہی جانے  
 ہاں مگر سوز اس انداز کو شاید پاٹے

نہ جانا اس طرف لے سوز وہ غنوار پھرتا ہے      تھے پئے اڑنے کو لیے تر وار پھرتا ہے  
 ہمیشہ دیکھتا ہوں صبح سے تا شام اس کو میں      چڑھائے آستیں کو چے میں سو سو بار پھرتا ہے  
 کوئی محفل میں جادے تو دل محزون ہے کہ دیکھو      کہ تیرے واسطے قاتل پس دیوار پھرتا ہے  
 کوئی اب اٹھ آتا ہے لیکن سوز روز و شب  
 دل اپنا ڈھونڈھتا ہر کوچہ و بازار پھرتا ہے

دل مرا مجھے جو ملا دیوے      اس کی سب آرزو خدا دیوے  
 میں تو قربان اس کے ہو جاؤں      صورت اس کی کوئی دکھا دیوے  
 پھر جو دل دوں تو مجھ سے لیجے قسم      پر کوئی دل کو اس سے لا دیوے  
 عشق نے جیسا غم لگایا ہے      عشق کو کوئی غم لگا دیوے  
 درونے جیسا دکھ دیا ہے مجھے      اس کی فریاد مر تھنی دیوے

سوز کیا بک رہا ہے بس چپ رہ  
 کوئی جو اس سے جا لگا دیوے

لہم! ہاں مگر سوز جو بتلائے تو کچھ بتلائے      لہم! ترے کڑے ہی کرنے کو تھ یہ شرم میں نہیں ہے۔  
 تھ! دکھ دیا اے سوز      لہم! جاسنا دیوے

دل بتوں سے کوئی لگا دیکھے      اس خدائی کاتب مزا دیکھے  
 کس طرح مارتے ہیں عاشق کو      ایک دن کوئی مار کھا دیکھے  
 راہ میں کل جو اس نے گھیر لیا      یعنی آنکھیں ذرا ملا دیکھے  
 مجھ سے شرا کے بولتے ہیں کیا      اور جو کوئی آشنا دیکھے  
 اپنی اس کو خبر نہیں والشد  
 سوز کو کوئی جا کے کیا دیکھے

تو دل مانگے ہر مجھ سے دل کہاں ہے      یہ اجڑا سا تو اس کا آثیاں ہے  
 بھلا آنکھوں میں آئے نیند کیوں کر      جہاں رقت سا پنہاں پاساں ہے  
 کہو کیا شاد ہوں دنیا میں آ کر      جہاں ..... فریاد و فغاں ہے  
 صدا گنبد کی بجھے شیخ صاحب  
 ارے میاں سوز کا بانگ فغاں ہے

آنکھ پھر کی ہے یار آتا ہے      جان کو بھی تیار آتا ہے  
 دل بھی پھر آج کچھ دھڑکنے لگا      کوئی تو دل نگار آتا ہے  
 مجھ سے کہتا ہے سنیو ادب نام      تو یہاں بار بار آتا ہے  
 تیرے جو دل میں ہر سو کہے صاف      مجھ پہ کیا کچھ ادھار آتا ہے  
 اب کے آیا تو سب کہہ دوں گا      لیجو میرا شکار آتا ہے  
 سوز کا منہ مگر نہیں دیکھا  
 روز سو تجھ سے مار آتا ہے

لہذا اپنی ہستی کا      لہذا اپنے تن کی اسے خبر ہی نہیں  
 لگے یہ شروع میں نہیں ہے      شہم تیرے دل میں ہو سو بجے کہہ صاف



گفتار میں اب ضعف سے آواز نہیں ہے      سمجھے یہ مری بات جو ہمارا نہیں ہے  
 کہتے ہیں چین اب کے بہت خوب کھلا ہے      کیا کیجیے ہم کو پر پرواز نہیں ہے  
 ٹھوکر سے جلاتا ہے تو مردوں کو زمیں کے      اعجاز مسیحائی یہ کچھ ناز نہیں ہے  
 سینے سے تو گھبرا کے نکل بھاگی مری آہ      اب دل کے سوا کوئی بھی دساز نہیں ہے  
 کہتے تو ہیں سب رہ نختہ اس دور میں لیکن  
 اس فن میں کوئی سوز سا ممتاز نہیں ہے

یار سے جا کہو کہ پھر آؤں      لے گیا دل تو جی بھی یہ لجاؤں  
 بند کرتا نہیں زباں ہرگز      کوئی ناصح کو آ کے سمجھاؤں  
 کنج یحسانہ جا بے داعظا      دختر رز کا گر مزا پاؤں  
 کو خپہ یار میں پڑا ہے دل      کوئی مجھ تک لے اٹھا لاؤں  
 کچھ تو بوبو میاں زباں کھولو  
 سوز بیٹھا رہے کہ اٹھ جاؤں

ترحم کی نظر تجھ سے نہ ہم نے آج تک دیکھی  
 بھی باتوں میں تیشہ کی کج روی ہی لے فلاں دیکھی  
 نہ دیکھا اٹھ کے ہم خواب عدم سے اس چمن میں کچھ  
 مگر نیرنگی افلاک کھلتے ہی بے لاک دیکھی

لے م ' سینے میں سے گھبرا کے مری آہ بھی بھاگی

لے م ' قبروں کے گڑوں کو

لے م ' زباں سے تم

لے م ' شوق

لے م ' تجھ سے

یہ نور آئینہ خورشید میں ہے اس کے منکھڑے کا

وگر نہ کس ستارے میں کس نے یہ چمک دیکھی

کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگڑائی میں جو اس کی

کسی نے شاخ گل میں اس نزاکت کی پک دیکھی

بھپٹ کر لے گیا دل شوخ سینے سے نہ تو نکلی

بھلائے بے مروت آہ تیری بھی کھٹک دیکھی

جگر تازہ ہر اک پیارے پہ کس کا چہر کر لاؤں

خدائی سے نرالی اپنے بانے کی گزک دیکھی

ہر صد الحاح میخانے میں کل ناسخ کو میں لا کر

سحرے شام تک اے سوز تیری راہ تک دیکھی

کہتے ہیں دل میں یار بستا ہے دیکھنے کو تو دل ترستا ہے

کوئی رہبر ہو مجھ کو بتلا دے کون سا اس نگر کا رستا ہے

عشق ہے تجھ کو شعلہ ہجراں اے میرا جگر بھلتا ہے

دل کا تو نے کباب مانگا تھا کل سے یونہیں پڑا ابستا ہے

ایک بوسے پہ نیچتے ہیں لو جانی اس مول کو تو رستا ہے

آستان پر تو پڑھ رہے ہیں نماز کون آ آ جین گھستا ہے

لہم کسی نے اس طرح کی شاخ گل میں کب پک دیکھی

لہم ع، بھٹا مار کے دل لے گیا باہر نہ نکلی تو

لہم جگر تازہ کہاں سے ہے خوری کے وقت لاؤں میں خدائی سے نرالی جان من تیری گزک دیکھی

لہم ع، راعظ لہم یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



پیائے آنکھیں تو پوچھ لوں بیٹھو  
ابھی مت جائو برستا ہے  
کیا یہاں خاکسار سب میں گرے  
ہر قدم میرا پاؤں دھنستا ہے  
منہ چڑاتا ہے آپہی آپ کھڑا  
ابھی کھلکھلا کے ہنستا ہے  
توڑ کا سر تو ہے ہتھیلی پر  
کس کی خاطر کمر تو کستا ہے

صبا یہ شور کیسا ہے بتا رہی  
چمن میں پھر بہار آئی ہے کیا رہی  
نیکیچے اپنے سر پر سے بھی ہٹے  
یہی تھی تم سے کیا امیدواری  
نہ پایا خاکسار اب توڑ سا کوئی  
جہاں کی چھانی ہم نے خاک ساری

یار گر دل کی طلب گاری کرے  
کون سا دل ہے کہ پاداری کرے  
لے گیا تو ہی دل وحشی کو شوخ  
اس سے کہہ دیجو خبرداری کرے  
جان تو بھلا کے لایا لب تلک  
مرگ سے کہہ دو کہ تیرا ہی کرے  
پھینکتا ہوں آسماں پر تیرا ہ  
کہہ دو خورشید اب سپرداری کرے  
شوخ مست ناز و مست شوخ توڑ  
کون اب دل کی خبرداری کرے

صورت ہمیں اس شوخ کی پہچان گرا آئی  
ہر ذلے میں کچھ اور ہی جھمکا نظر آئی  
آنکھوں سے مری اشک نہیں آنے کا نصیح  
آدے بھی اگر دل سے تو نخت جگر آئی  
پھرتا ہوں تم سے واسطے میں درد بردے یار  
تجھ سے نہ ہوا یہ کہ کبھو میرے گھر آئی  
میں منتظر اس دہم میں رہتا ہوں شب و روز  
گو شام نہ آیا تو وہ شاید سحر آئی

گو یا دل عاشق بھی ہے اک فیل یہ مست رکتا نہیں روکے سے کسی کے جدھر آئے  
 کہ کہ کے دکھ اپنا میں گرا آنکھ سے تیری اتنا نہ ہوا سن کے تری آنکھ بھر آئے  
 کوچے میں رقیب اس کے تھے ہاتھ سے لے توڑ  
 ایسا نہیں دیکھا ہے کہ بار درگزر آوے

جو کوئی عشق میں نباہ کرے جھوٹا ہے درد میں جو آہ کرے  
 سخت مشکل ہے عاشقی کا فن دہی جانے جو سربراہ کرے  
 سانس بھرے تو گرم ہوتا ہے کس کلبجے سے کوئی آہ کرے  
 اس طرح جی کہ بعد مرنے کے کوئی تو یاد گاہ گاہ کرے  
 یار بانکا ہے اس قدر اے سوز  
 کس کو طاقت ادھر نگاہ کرے

سنگ پر چینی کو شکو گر صدا منظور ہے دل کو عاشق کے نہ سمجھو کا سہ نفور ہے  
 لوگ کہتے ہیں پری کہتا ہوں میں یہ جو ہے فی الحقیقت دونوں جگہ صنم کا دور ہے  
 بے خیال یار اس سینہ میں اب مت رکھ قدم شیشہ دل سنگ سے بھراں کے چکنا چور ہے  
 کیوں دل نالے کی ہر تجھ کو ہوس اس کے حضور سانس لینے کا دو آنے والے سے تقدور ہے  
 دل نے تو میرے سزا پائی پر اب حیراں ہوں آئنے کو آئنا منہ چڑھنے سے کیا منظور ہے  
 کوئی تو سمجھے ہر اس چہرے کو نہ اور کوئی نہر ہم تو سمجھیں ہیں نقطہ اللہ کا یہ نور ہے

۱۔ م۔ جو کوئی بھر سے پناہ کرے ۲۔ دے کس طرح نباہ کرے ۳۔ م۔ سب سے مشکل ہے  
 ۴۔ ع۔ تو مارے جدھر ۵۔ ع۔ ایک ظالم ہے سوز تیرا یار  
 ۶۔ ع۔ غلظت کہتی ہے ۷۔ ع۔ رتبہ  
 ۸۔ م۔ دل تو نالہ کی ہوس رکھتا ہے اس کے سامنے ۹۔ ع۔ یہ شرع میں نہیں ہے۔



سوز بندہ ہے خدا کے واسطے آمت ستا  
میاں غریبوں کا ستانا صابوں سے دور ہے

یار کا جلوہ مرے کیا شہرہ آفاق ہے جس کو سنتا ہوں سودہ دیدار کا شاق ہے  
ذات پر اس شوخ کی بس ختم ہے مشوقیت جو بشر دنیا میں ہے من جملہ عشاق ہے  
ان لبوں سے قابل دشنام مجھ جیسا نہیں یہ لطف ہے کرم ہے ہر ہر اشفاق ہے  
صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا نو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے  
فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا اسے ناصحو  
زندگانی سوز کو بن دوست کرنا شاق ہے

ترا غم مرے دل میں معمور ہے چھپی کب ہے یہ بات مشہور ہے  
میاں تجھ سے کچھ زور چلتا نہیں زمیں سخت اور آسماں دور ہے  
خوشی سے نہ جینا ملے ہے نہ موت الہی ہمیں کچھ بھی مست دور ہے  
تری یاد میں ڈر کے مارے صنم کروں کس طرح گرچہ دستور ہے  
مبادا تصور کو پہنچے الم ترے غم سے میناے دل چور ہے  
تجھے آج البتہ اس شوخ سے  
تجھی دیکھو کیا سوز مسرور ہے

لہ م میں اس کے بجائے قطع ہے۔

آ خدا کے واسطے موت سوز کو ہر دم ستا عاشق رنجور ہے، مجبور ہے، ہجور ہے  
شہ م، مجبوریت لہ م، کھ سا اے عجب لہ م، تجھے ناصح بھلا  
شہ م، زندگ عاشق کے تئیں بے عشق کرنی شاق ہے  
لہ م، ملا آج شاید کہ اس شوخ سے تجھی منہ پہ اس شوخ کے نور ہے

زندگانی ہے دیا زندان ہے      جی نکلتا کیوں نہیں ارمان ہے  
 مجھ کو حیرت ہے حجابِ ابر میں      بدق ہے یا گوشہ دامن ہے  
 لے خیالِ یارِ طک رہنا پرے      میرے دل میں آمدِ پریشان ہے  
 جا کے دیکھے کوئی اس کے سامنے      جی بچا لادے یہ کیا امکان ہے  
 جانِ تازہ ہوئے سنتے شعر کے      سوزِ جی رہ تو کسی کا جان ہے

خوابِ دُخورد کیا اب تو دم لینا بھی یاں دشوار ہے  
 خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے  
 اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو  
 اور کچھ تو شہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

جو اذیت اس تنگدستی سے گزے      تو جو جان ہم ایسی ہستی سے گزے  
 خدا کی قسم پھر خدا ہی خدا ہے      اگر خود تو اس خود پرستی سے گزے  
 گدالی کے عاشقِ زہِ طالبِ شہی کے      ہم ایسی بلندیِ رستی سے گزے  
 چھری تو چلاتا ہے ٹک تھم کے پیارے      تمھاری ہم اس تیز دستی سے گزے

غم ہے یا انتظار ہے کیا ہے      دلِ جوابِ بیقرار ہے کیا ہے  
 دے غفلت نہ سمجھے دنیا کو      یہ خزاں یا بہار ہے کیا ہے



کچھ تو پہلو میں ہے خاش و بکھر      دل ہے یا نوکِ خلد ہے کیا ہے  
 تنفس تن تو جل کے راکھ ہوا      آہ ہے یا شرار ہے کیا ہے  
 کھینچ کر تیر مار بیٹھے بس  
 سوز ہے یا شکار ہے کیا ہے

ننگ اب سمجھے ملاقات مری      مفت ضائع ہوئی اوقات مری  
 گالیاں چاہیے جتنی دیکھے      کم نہ ہو جادے گی کچھ ذات مری  
 کل جو میں سوز کو روتے دیکھا      بن گئی دو سے کی نگہات مری  
 اس کی خدمت میں ادب سے میں نے      عرض کی دیکھی کرامات مری  
 ہم نہ کہتے تھے کہ دل آپ نہ دیں      بندگی قبلہ حاجات مری

نیلے ہم سے ولے جی سے مہرباں ایسے      خوشی سے ایسے مرے مہرباں ایسے  
 نہ شہر میں اسے آرام ہو نہ صحرا میں      دل حزن کے ہاتھوں بھلا کہاں ایسے  
 ستم پناہ یہ کیا ظلم ہے ادھر تو دیکھ      جو بادفا ہو اسی سے یوں بدگماں ایسے  
 خدا کے واسطے اک تیغ اور جڑ تال      کہاں ملک تھے دھڑکے نیم جاں ایسے

منا سوز زمانہ تو ناتواں میں ہے  
 جو ہونود کی خواہش تو ناتواں ایسے

لہ نہ یہ شرع میں نہیں ہیں۔

نہ نہ یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

خدا کے واسطے پھر پھر سلوک یا رست پوچھو

جو کچھ گزری سو گزری دل پر اب اظہار کیا کیجے

میاں یہ سوز تیری دید کا مشتاق ہے پیائے

نہ جی ایسے نفاقی کے تیئیں بیزار کیا کیجے (کنہ)

تو نے جو کچھ دل میں ٹھانا ہے (کنہ) سو تو ہم نے کبھی کا جانا ہے

پاس سے دل کے دور ہو اے غم اس کو مت چھیر پو لگنا نا ہے (کنہ)

روتے روتے ہی گزری ساری عمر کیوں میاں کیا پو نہیں گھلانا ہے

کیا نصیحت کسی کی مانے یہ ہاں جی ایسا ہی دل دوانا ہے

سوز کو پس جس طرح چاہے

اب تو تو نے غریب جانا ہے

گر گدائی کیجیے تو بوسہ محبوب کی در نہ مثل سوز ناحق جگ ہنسائی کیجیے

خیاں داغ جگر کا نہیں دماغ مجھے خوش آئے کون سی آنکھوں سے سیر باغ مجھے

دل اسیر کا احوال مجھ سے رست پوچھو بتاؤ کون کہاں اس قدر فراغ مجھے

یہ سچ کا فر کو خدا عاشق خواہاں نہ کرے جب نکران کو جفاؤں سے پشیمان کرے

دل بے رحم تجھے کچھ بھی مردست آئی پرورش تیری کوئی گبر و مسلمان نہ کرے

تہ یہ شعر میں نہیں ہے

تہ یہ غزلیں م میں نہیں ہیں

تہ یہ غزل م میں نہیں ہے



بھر بھرائے ہر ہر اک پل میں چشمِ خوں بار  
دل میں ڈرتا ہوں کہ کچھ اور یہ طوقاں نہ کرے  
تیرے ہاتھوں سے بہت سوز کا دل گھبرا یا  
کیا کرے کوئی اگر چاک گریباں نہ کرے

حلقہ زلف گرہ گیر مبارک ہوئے  
کچھ تو تاثر کرے دل میں صنم کے یارب  
آہ یہ نالہ شب گیر مبارک ہوئے  
ہر دم دل کو ترا تیر مبارک ہوئے  
اب تو دلبر سے ملا میر مبارک ہوئے  
میں تو پہلا ہی ہوں پنچیر مبارک ہوئے  
لے ہوں بے تھے اکسیر مبارک ہوئے  
سوز کو ماتم شبیر مبارک ہوئے  
اس کماں داہ کے ہاتھوں سے کوئی بچتا تھا  
سوز لاگتا نہ تجھے تیر مبارک ہوئے

جو کوئی آپ سے دشنا نہ کرے  
یوں سنا ہے کہ غیر ملتے ہیں  
دوستی اس سیتی بلا نہ کرے  
اے نہ یومت کہو خدا نہ کرے  
تو ہی انصاف کر تو اے ظالم  
بس جی بس بیٹھو ہم نے دیکھ لیا  
کیا ہی عشرت میں زندگانی کی  
سوز کو دل اگر خھشنا نہ کرے

لہے اے بے دل تجر کو شہ یہ شرم میں نہیں ہیں شہ  
شہ یہ شرم میں نہیں ہے شہ یہ غلام میں نہیں ہے

عاشق زیادہ اس سے کیا آرزو کرے تیری نگہ کی تیغ سے حق سرخرو کرے  
 ناصح نہ سی سکے گامے تخت دل کے تیں ٹھوڑے کوصل کے کوئی کیونکر رفو کرے  
 واعظ کی شخی دم میں نکل جائے گی ابھی قاتل کو میرے کوئی اگر رد بدو کرے  
 اتنا کہے کرم سے ابے آدھر تو آ  
 یہ آرزو ہے سوز خدا یہی کھنکھو کرے (کذا)

دختر رز کو جو کچھ میں نے کہا مان گئی جب میں چھپرہ تو کہا ادھی مری جان گئی

مثل نے ہر استخواں میں درد کی آواز ہے  
 ایک باری دھاکے ہو کر پھر نہ نکلی تھی سراس  
 سبزہ پامال بتاں زلف بتاں ہر فرش راہ  
 قتل کرنا مار ٹھوکر پھر جلانا آسریں  
 بات کرنا اور سے دل چھین لینا اور کا  
 میں کروں اظہار عشق اس سے بھل جائے زباں  
 قیس اور فریاد پر موقوف جانبازی نہیں  
 دل کر ہے یا کرے آہ و فغاں طاقت کسے  
 دل نہیں رہنے کا اب اس تن میں سن لیا شکوہ آہ  
 اس زشتہ شکل پر کتنا ہے کھونا مسیہ سوز  
 بے پردہ بانی میں جس کی عرش تک پرواز ہے

۱۔ یہ غزل میں نہیں ہے  
 ۲۔ م۔ دل سے پھر نکلی نہ سانس  
 ۳۔ یہ شعر میں نہیں ہے  
 ۴۔ یہ شعر میں نہیں ہیں۔



بیٹھے پائے نہ آتا ہوں ابھی کہہ کر چلے  
میں تمھاری زردگری سمجھا بلے آغا بلے  
تو چلا دامن چھٹا کر پر تصور میں ترے  
ہم بھی روویں گے کسی گلبن کے لگ لگ کر گلے  
کون سے دن خوش کیا مجھ کو بلائے جان ہے  
دل کو بے جانا ہوئے جاؤ کہیں آفت طے  
پاس بیٹھے دل کو تنے میں چرا کرے چلے  
دیکھنے میں ہو تو بھولے پر بڑے ہی من چلے

آواز تو دے لے دل مغفور کہاں ہے  
سینہ لو دل کا ہے بہت دور کہاں ہے (کھلا)  
خود شید کو گو چرخ چہارم پہ چڑھایا  
پر سے صنم کا سا بھلا نور کہاں ہے  
ہر قطرہ خوں بر سر مرثاں ہے جھلکتا  
یہ نختِ دل سوز ہے منصور کہاں ہے

سرخ لگتی ہے مجھے بات تری  
دیکھی بس شیخ کرامات تری  
مجھ کو کہتا ہے یار سے مت مل  
خاک کشتی ہے نہ اوقات تری  
کیا کریں داؤ نہیں لگتا ہے  
ورنہ کرنا ہے مدارات تری  
اب بھی چونکوں گا نہیں.....  
کبھی تو ہوگی ملاقات تری  
سوز دل میں جو..... ہے تو  
اس کو معلوم ہے حالات تری

ادھر لے جائیو تا بوت جس کو چے میں بانکا ہے  
کبھی پوچھے یہ مردہ کون ہے کشتہ کہاں کا ہے  
تھنا سے یہ مویا یا نوجواں بانکے نے مارا ہے  
یہ لڑکا یا جواں یا پیر ہے کس خانماں کا ہے

اے حمد صر سے مارا یا کہ تیغوں سے کیا ٹکڑے

ویا تیروں سے چھیدا یا کہ یہ بسمل سناں کا ہے

بلا سے پوچھنے سے اس کے میری روح خوش ہوگی

گھڑی رہ جا کے کہیہ کشتہ اپنے ہر باں کا ہے

یہی کہیہ نہیں ہم جانتے یہ کون ہے صاحب

ولیکن سوز رہتا تھا جہاں یہ اس مکاں کا ہے

گوئیہ ہولالہ دگل دیدہ خوں بار تو ہے کام گوئیہ ہوا شربت دیدار تو ہے

باغباں گو کہ ہمیں بار نہ دے گلشن میں بھانک لینے کو بھلا رخنہ دیدار تو ہے

گوئیہ غم داندہ نہیں ایسا کوئی کیوں تو کڑھتا ہے بھلا درد کا بازار تو ہے

لب سے لب گوئیہ ملا سوز خوشی رہ بھائی

تیرے سینے کے لیے وہ لب سو فار تو ہے

حضرت غم جان کے پیچھے نہ پڑیے جائے پاؤ پڑا ہوں تدم رنجہ نہ یاں فرمائیے

صبر طاقت دین ایماں بے چلے اب کیا رہا دل نہ دوں گا اور فرمائش ہو سو فرمائیے

گھولتے کیا ہو میری تقصیر خوب انصاف ہی دل بغل میں داب کے اٹھا ہیں دیکھائیے

لو سدھارو اب نہیں برداشت ہم کو جو رکی تم تمام موتے نہیں ہو کب تک غم کھائیے

بس چلے پھیلا نہ پھر کر دیکھئے چلیے شتاب پر ہمارے دل کو بائیں ہاتھ سے دے جائیے

آج کل کا قول کرتے ہو دے دیتے نہیں بھڑک کہہ کر فائدہ کیا جو ہمیں بہکائیے

سوز آدے گا تو وہ سر توڑ کرے گا دیں

دیکھو وہ آتا ہے اچھا آئیے جی آئیے

لہذا غزل میں نہیں ہے تمام بغل میں رکھ لے یہ شرم میں نہیں ہے



عشق تو کرتے کیا واقف نہ تھے اس چال کے  
 دیکھو طالع دم آخر ملی سو یہ مراد  
 آٹھ گئے ہوش دھواں آواز سے خلخال کے  
 ہاتھ نہ پر رکھ لیا بوسے سو اس حنجال کے  
 جاں بہ لب آیا نہ آیا صد تے اس سال کے دکھ  
 ایک ٹھوکر میں ہزاروں سر لڑے مانند گو  
 وقت آخر سوز کے پہلو سے کہ کر آٹھ گسیا  
 کس جگر سے پاس بیٹھے کوئی اس بد حال کے

کس گنہ پر قتل کر بیٹھو بتاؤ تو ہسی  
 دل میں رکھنا دشمنی ہر صاحبِ یاس کے دور  
 مار تو ڈالو گئے پر تک پاس آؤ تو ہسی  
 گر تھکے دل میں ہے ہم کو بتاؤ تو ہسی

کیا میرے لبوں پہ جان پہنچی  
 کیا جان چھپا رکھی تھی لیکن  
 آنسو کی ..... رکھی ہے  
 کیا سخت جگر ہیں اس میں گوندھے  
 پہنچا تو نکال بھی پنہا دوں  
 ہے پیش نگاہ آگے آگے  
 ہے ہے یوں موت آن پہنچی  
 یہ بھی اس تک ندان پہنچی  
 تو یہ بھی اس کے کان پہنچی  
 رکھو میرا نشان پہنچی  
 نہیں میں تو جو ان پہنچی (دکھ)  
 یہ سوز کی اب تو شان پہنچی  
 کل سوز سے اور اس سے جو ہوئی  
 تم تک بھی یہ داستان پہنچی

مرئی آہ سے آسماں سب بنائے  
 مرے غم نے یہ رات کانی نکالی  
 مرے اشک نے یہ سمندر بہائے  
 مرے درد دل نے یہ دن ہی دکھائے

کھلیں آنکھیں میری تو بھٹکے سے اس کے  
قضا نے دیں چاند سورج بنائے

مرگئی بلبل چمن میں سایہ گل کے تلے  
برگ گل بچھو ایو مرقد میں بلبل کے تلے  
میرے دل کی بیقراری کو وہی سمجھے گا ہاں  
ایک دم بیٹھا جو ہو تیغ تنافل کے تلے  
اثر ہے کا ایک من ہوتا ہے جانے ہے کہ جو  
لاکھ من میں دیکھ لو انعی کا کل کے تلے  
اب بچھا لو چاندنی قالین بند جو جی میں ہو  
خار ہی کا بستر ہے عاقبت گل کے تلے  
مے کدے کے مرغ بچوں کو یہ نصیحت ہے سنو  
گاڑ دیو نجوش کو میری خم مل کے تلے  
کوئی صاحب دل مویا سوز دنیا سے اٹھا  
شور محشر ہو گیا خاموش اس گل کے تلے

بھلا اب دل تھیں دہل پھر جو میں مانگوں تو لوں کس سے  
تھاری سب حمایت میں ہیں میں دعو اکروں کس سے  
بگاہ و غمزہ و آن دادا سب دشمن حباں ہیں  
مردت ایک بھی کرتا نہیں یہ دکھ کہوں کس سے  
سناں مرزاں دکھاوے اور ابرو تیغ بھٹکاوے  
یہاں سوزن اے دوستو بولو لڑوں کس سے  
جنھیں آنکھوں میں پالا وہ تو اب .....  
کوئی قطرہ نہیں میرا دھلاؤں اپنا خوں کس سے  
رفیقوں سے یہ دکھ کہنا سودہ بھی اب الگ بیٹھ  
رہا اک سوز دل وہ بھی جلاتا ہے کہوں اک سے



خون دل جوش کھا اگر نکلے تو مری جان کا خلل نکلے  
 دل سے کہہ دو کہ آہ سرد کے ساتھ ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو چل نکلے  
 پر یہ کہو کہ جان پیاری ہے غم کی آنکھیں بچا کے تل نکلے  
 یہی انصاف ہے تو سوز سمیت  
 تیری محفل سے آج کل نکلے

یوں تو سحر سے شام تک جا بجا پھرے لیکن خدا نخواستہ اس طرف آپھرے  
 برگ خزاں کی طرح پھرے دست دست ہم ہر کوچہ کوچہ ڈھونڈتے تیرے گدا پھرے  
 کہتے ہیں لے روپ ہی حق میں سوز کے یہ کون ہی کتنے چھپے کسی کے لگا پھرے  
 پھرنے کا دیکھے گا نہ مزا سوز دیکھیں  
 دو روز اور جی لے یہ اچھا بھلا پھرے

نہ آہ سرد پر بھو جگر میں میرے آتش ہے  
 کہ سینہ میں خیال دل رہاے شوخ ہوش ہے  
 مجھے یار و ضعیف و ناتواں ہرگز نہ سمجھو تم  
 مراد دل تو محبت کا بلا کش ہے جفا کش ہے  
 عزیز و تم زباں اپنی سمھا لو مت کرو غیبت  
 میں سب سنتا ہوں گرچہ میرے اوپر حالت غش ہے  
 سمھل کر جانیو کوچے میں اس کے سب کہتا ہوں  
 وہ غارت گر ہے ..... اور سرکش ہے  
 ہمیشہ سوز کو شادان و فرحاں ہم نے دیکھا تھا  
 خدا جانے کہ پیش آیا ہے کیا جواب مشوش ہے  
 لہ لہ لہ یہ غم میں ہم میں نہیں ہیں۔

کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے  
 اور تو اور کیا کہوں صاحب  
 اے بواب ہچکلی بھی لگی آنے  
 اے غم انتظار تو اور جاے  
 جان کا تو ہے میری عزرائیل  
 کبھی ڈھکانے کے لیے مسیّر  
 دیکھ رغبت کو پھر ادھر ہٹ کر  
 اے کیا اس کا چھپرنا بھی مجھے  
 آج دل بھولا بھولا جاتا ہے  
 پیٹ میں دم نہیں سماتا ہے  
 یاد اپنی بگھے دلاتا ہے  
 تو مرا مفت جان کھاتا ہے  
 سوز بس نہ کو کیوں کھلاتا ہے  
 ہونٹ کے پاس ہونٹ لاتا ہے  
 منہ بناتا ہے اور چٹاتا ہے  
 دل و جان و جگر سے بھاتا ہے  
 کوئی جاتا ہوں میں وے اس سے  
 پھر کہو آج سوز جاتا ہے

دل مجھے یاد غم دلاتا ہے  
 تیر مارے تو میں نہ کچھ بولا  
 یا الہی تو صبر ہی دیجو  
 مجھ سے دل مانگتے ہو اس منہ سے  
 اپنے ہاتھوں سے ذبح کر راضی  
 بات کرنے دے مجھ کو اس سے رقیب  
 مجھ کو خاطر ہے اس کی کیا بولیوں  
 سوتے دشمن کو پھر جگاتا ہے  
 اب تو شمشیر ڈراتا ہے  
 دیکھوں کب تک یہ آزماتا ہے  
 کیا تمھارا ادھار آتا ہے  
 پر رقیبوں سے کیوں مراتا ہے  
 تو گلا کیوں عبث دباتا ہے  
 ورنہ ایسا ہی جی میں آتا ہے

لے لے یہ شرع میں نہیں ہیں

لے لے تم سے

لے لے لے لے یہ شرع میں نہیں ہیں

لے لے لے لے یہ شرع میں نہیں ہیں۔



کہ ترا ٹیٹوا پکڑ کے دباؤں اور تو بولے جان جاتا ہے  
میں تو بیٹھا ہوں دیکھ اپنا مزہ  
اب کوئی دم کو ستوز آتا ہے

جس نے کچھ آپ کو پہچانا ہے اس نے اپنے خدا کو جانا ہے  
قیس و فراد و نیلی دشیریں سنتے آئے ہیں سب فسانا ہے  
تھے کبھی اب کہاں ہیں بستلاؤ میاں خدا ہی سے جی لگانا ہے  
جو ہمیشہ ہے قائم و دائم جس نے پیدا کیا زمانا ہے  
کیوں تو مجنوں کو نام رکھتا ہے  
ستوز تو بھی بڑا دوانا ہے

عاشقی کا گر یہی اسلوب ہے تو تو اس جینے سے مرنا خوب ہے  
کوئی کہتا ہے کہ عاشق ہے کہیں کوئی کہتا ہے نہیں مجذوب ہے  
کوئی کہتا ہے جفاکش ہے ترا ہاں جی اپنے وقت کا ایوب ہے  
کوئی کہتا ہے بہت روتا ہے یہ کیا بلا ہم طالع یعقوب ہے  
کوئی کہتا ہے نہیں آنکھیں تو دیکھ کس کا رونا ..... ہے  
الغرض ہے .....

دلہا جب سے گیا تو برسے پھر صورت نہ دکھلائی

جگر سے یوں جگر ملتے ہیں دنیا میں بھلا بھائی

ابھی نہ کور تھا کچھ بانگپن کا نو جوانوں کے

اکڑنے کی طرح انگڑائی لے کر کچھ تو دکھلائی  
نہ کچھ بخشا نہ کچھ چکھا ادھر پھینکا ادھر پھینکا

مراد دل تگے تگے کر طبیعت اپنی بہلائی  
ٹوٹے سے بھی اب چاک تفس سو جھانہیں جا

یہ کیسا شور ہے اے عندلیبو کیا بہار آئی

نہیں معلوم دیتا صاف کفر: اس پری رد کا

سرشک، خون جم جمے گئے آنکھوں کی بینائی  
اثر البستہ ہووے گر جگر سے تاب لب آوے

رہے اب آہ کرنے کی رہی کس میں تو انائی  
جلاتا تھا خدا کا نام لے کر مرنے کو جب عیسیٰ

صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی  
چلو اے عندلیبو اپنے اپنے اشیاء کو اب

چمن سے پھر صبا نے گل کی بو صحرا میں جھپکائی  
ادھر تو تیغ خوں آلودہ تھئی قاتل کے تپھے میں

ادھر تڑپھے تھا سوز اور ایک عالم تھا تماشائی

۱۰۰ ع: چہرہ

۱۰۰ م: نہ بھونا ہے نہ چکھا ہے

۱۰۰ ع: یہ شعرم میں نہیں ہیں

۱۰۰ م: یہاں

۱۰۰ ع: میں تینوں جگہ تھی کے بجائے ہے



گر نور دگر ہے نار تو ہے      گرسوز دگر شرار تو ہے  
 چھپتے ہو جی چھپو گئے ایسے      پنہاں ہو کہ آشکار تو ہے  
 آپہی معشوق، آپہی عاشق      گر بوس دگر کنار تو ہے  
 روٹھے آپہی منے ہے آپہی      گر طیش دگر ہی پیار تو ہے  
 ہے تری کیف دو جہاں کو کد      گر نشہ دگر خسار تو ہے  
 مگر وہ نہیں اگر کہوں میں      گر نقش دگر نگار تو ہے  
 گو حکم ترے سے ہو خزاں پر      اس میں کی چھپی بہار تو ہے

لا احصى شان ہے تری یار  
 گر ایک دگر ہزار تو ہے

عجب بے فائدہ کیا کام کیوں نا صح ستاتا ہے  
 نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کر ٹھاتا ہے  
 اگر تو پار سا ہے آپ کو ہے، مجھ کو کیا حاصل  
 اسی تقریب میں اپنے پرائے تو جتاتا ہے  
 میں عاشق ہوں تو اپنے آپ کو ہوں تجھ کو کیا بابا  
 بسلا تو دل مرا کس واسطے تو دل بسلاتا ہے  
 میں جانوں اور میرا عشق تجھ کو کیا پرے دور ہو  
 وہ مجھ کو بھونکتا ہے خواہ وہ تنکے لگاتا ہے  
 تو قدرِ ستور کیا جانے کسی کا جا کے عاشق ہو  
 پھر اس کے بعد دیکھوں کس طرح باتیں سناتا ہے

منہ لگانے سے مرے کیوں تو خفا ہوتا ہے

جان من بوسہ کے لینے سے تو کیا ہوتا ہے  
ایک چٹکی ہی کے لینے میں کھلی دل کی گرہ

ناخن شوخ عجب عتدہ کشا ہوتا ہے

دل سے مطلب تھا لیا پھر تو نہ آدے گا یہاں

جان باقی ہے ابھی دیکھے کیا ہوتا ہے

وصل کی شب میں کوئی خوش ہو مجھے یہ غم ہے

کہ ترا احسب مرے دل سے جدا ہوتا ہے

شیشہ دل جو ہوا چور تو مت غم کھسا یار

عالم کیف میں سو بار کہا ہوتا ہے

زلف ہے یا جان کا جنجال ہے      جنبش ابرو ہے یا بھونچال ہے

ایک دن اس شوخ سوس لگ چلا      کہنے لگا ہیں بے یہ کیا چال ہے

بس دانا مت ہو اپنے تئیں بھال      ان دنوں کچھ زور تیری چال ہے

میں تجھ سے کہہ نہیں سکتا سخن لے یار نازک ہے

نہ باندھ اس دل کو تارِ زلف سے وہ تارِ نازک ہے

انار دل کے لینے پر مٹی ہیں یار کی آنکھیں

کہو کیوں کر نہ دوں میں حنا طریمارِ نازک ہے

ادا کر اس چمن میں نالہ ٹک آہستہ اے بلبل

نہایت پردہ گوشت گل گلزارِ نازک ہے



کہوں کیا موجب غم تجھ سے اپنا پوچھ مت محرم  
 مجھے جس بات کا غم ہے سولے غنوار نازک ہے  
 کہ دل میں حال دل کس طور ظاہر سخت مشکل ہے  
 کہ دل سے بھی زیادہ حنا طر و لہار نازک ہے  
 مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت ہر  
 سمجھ ناداں کہ تار دوستی بسیار نازک ہے  
 بتوں کی بات پر کیوں پھوڑتا ہر اب تو کعبہ کو  
 نہ ہو اے سوز کا فرشتہ زنا نازک ہے

جزیرے کوئی اور مرایا نہیں ہے  
 ہر مو سے سر نکلے ہے آواز انا الحق  
 سینہ کو مرے تختہ گلشن نہ سمجھنا  
 عاشق کی ترے جان کو آرام ہو کس طرح  
 مائے ہے تو گوسائے آسکے دم عشق  
 خواباں میں کسی ساتھ مجھے پیار نہیں ہے  
 پر دل کے سوا کوئی خبر دار نہیں ہے  
 یہ داغ ترے غم کے ہیں گلزار نہیں ہے  
 دل میں خلش عشق کم از خار نہیں ہے  
 اے سوزہ اس طرح کا خونخوار نہیں ہے

نہ نکلے چرخ پر خورشید گر وہ خود نہ نکلے  
 تجھے کہتا ہوں اے جراح سیج ہاتھ رکھ کر تو  
 ستم بینا کیا ہے سنگدل نے کیا کہوں تجھ سے  
 غریبوں پر نہ کیجے جو کچھ خوف خدا بھی ہے  
 نہ بیٹھے شیخ کے ہمسایہ کتابھی اگر اس کے  
 کہاں منہ اس نے پایا جو مقابل اس کے نکلے  
 مباد از خم کاری ہیں کہیں ان سے ہوا نکلے  
 کیا ہی قتل جن جن کو وہ سائے آشنا نکلے  
 مجھے ڈر ہے کسی دل سے مباد ابد و عا نکلے  
 پر سر خاب کی جگہ کہیں بال ہما نکلے  
 نہ اس کے ہاتھ تھے نہ پاؤں تھے نہ تھکائے یار  
 پڑا تھا سوز کا لاشہ ادھر کو ہم جو جان نکلے

جان آساں نہیں نکلتا ہے      آہ ارماں نہیں نکلتا ہے  
 جاں بکف تو کھڑے ہیں در پہاں      آفت جاں نہیں نکلتا ہے  
 لاکھ سوخا دل میں کر دیکھے      تیرا پریکاں نہیں نکلتا ہے  
 خرمِ عمر تو حبا دوں پر      برق داماں نہیں نکلتا ہے  
 یادیں کس کی ہو گیا جاں ساز  
 سوز کا جاں نہیں نکلتا ہے

میرے سینہ کا داغ جلتا ہے      لوگ جانے چہ راغ جلتا ہے  
 بلبلو تم بھلیں کہ پروانہ      دیکھو کیا باغ باغ جلتا ہے  
 اس زمانے میں کون ہے یارب      جس کے گھر کا اجاغ جلتا ہے  
 ایسی کرتا ہے بات تو نا صحیح      جس سے دل اور دماغ جلتا ہے  
 کہیں دیکھ آیا ہے سستی ہونے  
 سوز کیا با فراغ جلتا ہے

روز ازل سے سوز تمھارا غلام ہے      مشرب میں اس کے غیر کا ملنا حرام ہے  
 کہتے ہیں لوگ سوز بڑا پارسا ہے ہاں      رمضان کے دنوں میں بھی شربِ ملام ہے  
 مقصود اس کو بھوننا یاں تک کہ راکھ ہو      اچھے دل بڑشتہ کو کہتا ہے حسام ہے  
 ٹھوکر میں جس کی زیر زمیں والے جی اٹھے      نامِ سچ آج ترے پاس نام ہے  
 مارا پڑا ہے سوز کہ جاتے ہیں دوڑے لوگ  
 کوچہ میں اس کے آج بڑی دھیم دھام ہے



کس دل جلے کی تیرے میں بد دعا لگی  
پھر پھر کے شعلہ رونے جلا یا جہان کو  
بندے کی بندگی کا کسی کو یقین نہیں  
میں جانتا تھا آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا  
اے شمع آہ اب تو ترے سر پہ آ لگی  
یہ آگ رفتہ رفتہ بہت دور جا لگی  
یا رو خدا کے واسطے بولو خدا لگی  
یہ آنکھ کیا لگی مرے جی کو بلا لگی  
بس اے طبیبو ہاتھ تم اب سوز سے اٹھاؤ  
لے دنوں میں کون سی اس کو دوا لگی

ہر بات میں جو ہم سے صنم تو خفا رہے  
واعظ بھی و غلط بھول کے پینے لگے شراب  
معنوم ہوئے اس کو دو عالم کی کائنات  
لے دل تو راہ میرے مسافر کی بس روک  
کس واسطے تو مجھ سے الجھتا ہو ہر گھڑی  
پاؤں تلک اگر وہ تم سے پائے دست رس  
تو عاشقوں کے بیچ مری بات کیا رہے  
ساتی جو ایک روز بھی ایسی ہوا رہے  
کچھ کو چھوڑ کر جو کوئی دل میں آ رہے  
طفل اشک تیرے میں کب تک چھپا ہے  
جاتا ہوں تیرے کوچے سے میری بلا ہے  
خوں میں تمام عمر ہی ڈوبی حنا ہے  
نیل و نہار آرزو ہے یہی  
اس کا ہو رد سیاہ جو تجھ سے جدا ہے

تری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے  
دکھاؤں داغ بولالہ کو اپنے سینہ کے  
سرشک آنکھوں سے نکلے وئے ہوئے پامال  
جدا دھ ہو مہر تو کوئی ادھر نہ دیکھ سکے  
قسم خدا کی وہ میرا حشر نہ دیکھ سکے  
طفل حیف کہ رنج سفر نہ دیکھ سکے

لہ ع آج تھے

لہ ع آج تھے

لہ ع آج تھے

لہ ع آج تھے

ابھی تو گل سے ہم آغوش ہیں ہزاروں خار  
 وہ کس طرح مجھے بے بال و پر نہ دیکھ سکے  
 یہ سنگدل ہے تو ہی جو خوشی سے ہنستا ہے  
 دگر نہ سوز کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

کہہ دینی کہ دو مرے میاں سے  
 کچھ اور گزک پہ کمر نہ رغبت  
 اے بلبل گل پہ ناز مست کر  
 سایہ کی طرح خزاں لگی ہے  
 ایسے بیری کے ہاتھ سے ہے  
 عاشق ہوں ہزار جاں سے  
 ہر ایک کا چکھ مزا زباں سے  
 مت دل کو لگا تو گلستاں سے  
 ہر آن بہار گلستاں سے  
 رہنے پائے گی تو کہاں سے  
 میں تو اتنی کہی ہے تجھ سے  
 پر سنیو تو سوز کی زباں سے

بکتا ہوں میں اگر وہ قدر دان مول لے  
 بازار عشق کا ہے مرے ہاتھ اے جنوں  
 حسرت ہر غم ہے سوز ہے آہ و فغان ہے  
 میں کیا ہوں ایک سوختہ مجھ سے تو سو ہزار  
 یوسف سے ہیں کڑوا میرا اس کے عشق میں  
 کیا مفت جنس ہے یہ مری جان مول لے  
 میں سچا ہوں تو یہ گریبان مول لے  
 کچھ تو بھی اپنے عشق کا سامان مول لے  
 چاہے تو ایک آن میں سلطان مول لے  
 اے شام تو یہ زلف پریشان مول لے

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے'

۲۔ م، یہ تو ہے جو اسے دیکھے ہے (وہ) عزیزاں

۳۔ م، مہرباں

۴۔ یہ غزل میں نہیں ہے

۵۔ ع، آج



آئی جو ہے چمن میں تو غل کر نسیم سے لے عند لب غنچہ خندان مول لے  
 اُسے بادشاہ حسن بہت کام آئے گا  
 دل دے کے تو یہ ستوز سا انسان مول لے

اس تنگ وقت میں تو نہ تاخیر شرط ہے ہے صید نیم جاں اسے تکبیر شرط ہے  
 ہر چند بے تلاش نہیں کار و بار دہر کرنا اسے حوالہ وقت یہ شرط ہے  
 جس گلشن جہاں میں کہ صیاد کا ہو خوف رہنا بزرگ بلبل تصویر یہ شرط ہے  
 ہاں مثل گل شکستہ نہ ہو غنچہ ساں خموش ماتم سرا میں صورت دیگر شرط ہے  
 اتنا کہا تھا ستوز نے ابرو ہے یا کہ تیغ  
 کہنے لگا لگاؤں میں شمشیر شرط ہے

نہ عاشق ہے کسی کا تو نہ بیتابی سے محرم ہے  
 میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا ستوز کا غم ہے  
 چلوے اشک آگے ساعت اچھی ہے ہماری بھی  
 جگر دل جان کے ہمراہ چلنا بھی مصمم ہے  
 خدا ہی جانے یا دل جو گزرتی ہے مرے جی پر  
 بے درد درونی سے کسی کے کون محرم ہے

لہ م، تو اب غل کر نسیم سے

لہ م، لے شہ رخ بے خبر ہو اتنا تو عشق میں

دل دے کے تو بھی ستوز سا انسان مول لے

دل دوں جان وایاں صبر طاق کھو چکے کب کے

یہ مشت استخاں باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے

اگرچہ اختلاط بزم میں اس سا نہیں کوئی

وے غصہ میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے

کسی نے اس سے پوچھا تو زسے بھی آشنا ہو تم

لگا کہنے کہ وہ ایک فتیعی میرا خادم ہے دکھا

۱۴ اے طبیبو یہ تو تیرا دو کر کیسا درد ہے      دل پڑا بھٹکتا ہے اس پر آہ میری سڑ ہے

۱۵ مگر جانے کا قاتل نے ترا لا ڈھب نکالا ہے      بھڑکی سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے  
بنائی دست قدرت سے خدا نے صورت انسان      وے سیرا بھیللا دیکھو سانپے میں ڈھالا ہے  
سخن داں سر و قامت او بھی محبوب ہیں ہاں میں      وے میرے ہی بالا کا سب میں لال بالا ہے  
تم اس سبزے کو تیرے ہو خط ہی خط نہیں ہو چو      یہ خط ہی احمق یا چاند کے مکھڑے پہ ڈالا ہے  
اٹھا اس ہاتھ دل سے کیا کسی کی جان لے لے گا      ابھی لگ جائے گی ٹھیس آہ ظالم زخم آلا ہے  
بھجوں کو قتل کر کے میری باری منہ چھپاتا ہے      بنے کیا اب کی باری دیکھی باری تو آلا ہے

اٹھا کر تو زکو محفل سے میرا نوجواں بولا  
کہ پیروں کو منا کر میں نے اس بڑھے کو ڈالا ہے

۱۶ یہ شعر میں نہیں ہیں۔

۱۷ یہ شعر میں نہیں ہے

۱۸ قاتل نے مرے کیا

۱۹ یہ شعر میں نہیں ہیں۔



بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے  
 پینمبر حسن آکے تجھے بولیں گے عشاق  
 اس رات خدائی ہو تو ظالم یہ سحر لے  
 قرآن کی صورت جو خط اس منہ پہ اتر لے  
 ہے تنگ زمانے میں بہت عمر کا عرصہ  
 دکھ دے نہ کسی دل کے تئیں باغ جہاں میں  
 اس میں عمل نیک کیا چاہے تو کر لے  
 مگر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ نثر لے  
 خاک اس کی پر کچھ پر جو کوئی جو ہری لے شوخ  
 آگے لب دندان کے تھے لعل و گہر لے  
 جوں خضر ہوں عمر ابد کی نہیں مجھ کو  
 اس دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گزر لے  
 دیکھ اس کو اکیلا جو کیا عرض تمنا  
 بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے  
 پوچھا جو یہ میں سوز سے ہاتھ اسکے بکے گا  
 اتنا ہی کہا بھر کے دم سرد اگر لے

چین نے دن جوان آنکھوں کو نہ شب آرام ہے  
 شام سے تا صبح رونا صبح سے تا شام ہے  
 لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں  
 عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے  
 آج تو تنہا ہو قسمت سے ہماری کچھ تو دو  
 بوسہ کی ہمت نہیں تو مار ہے دشنام ہے  
 جوں جگر حکاک کھو دے ہے نگیں کا لے رقیب  
 سالنے والا تری چھاتی کا میرا نام ہے  
 حسن خط آنے سے گو دونا ہوا مت کر عذر دے  
 یار اس آغاز کا دیکھے گا کیا انجبا ہے

دل کے ساتھ الفت کا توڑا ہوا بھی ہوئے تار (کذا)

کب رہائی اس کی زیرِ چرخِ نیلی فام ہے  
سوز یہ مشہور ہے مصرع کسی استاد کا  
رشتہ برپا مرغ کو ہر شاخِ گل کی دام ہے

کوئی میری طرف سے جا کے اس بے مرد سے  
فرشتہ کا گزر جس کی گلی میں ہو نہیں سکتا  
ہمیشہ ہر دم ہلے کر عصائے نور ہاتھوں میں  
کوئی کہتا ہے جنوں اور کوئی کہتا ہے متوالا  
کہوں احوال میں کیا سوز کا تیرے کنے پیائے  
نہ تو نے گوشت اس کو کھڑے رکھ کر کے گڑوا یا  
کتیرا غم ستاتا ہے مجھے تیری حمایت سے  
قدمِ محفل میں اس کی کون کھسکا ہر جرات سے  
جہاں در پر پکائے ہیں ادب اور تفاد سے  
یہاں تکمال تو پہنچا ہے میرا تیری دولت سے  
بہت اچھا کیا پر دور تھا تیری حمیت سے  
بہت اچھا کیا پر دور تھا تیری حمیت سے

چمن میں کھول کر بند قبا گر گلبدن نکلتے  
اگر اس حور کی صورت نظر آجائے عاشق کو  
ملایک شوق میں جل جائیں آکر مثلِ پردانہ  
اگر گل گشت کو وہ خسر و شیریں ادا آوے  
نہ ہوئے خاک جب تک جسمِ عاشق اس کے کوچے میں  
تو کیوں کر دل سے اس بیمار کے حبِ وطن نکلتے  
بجائے اشک پھر آنکھوں سے ہو درِ عدن نکلتے  
اگر مجلس میں یک ساعت وہ شمعِ انجمن نکلتے  
بجائے ہر نہال اس سرزمین سے کوہ کن نکلتے  
تو کیوں کر دل سے اس بیمار کے حبِ وطن نکلتے

پھنسا ہی سوز کی زلفوں میں شاید اب کے شیدا ہو  
بلا سے اب تو ان بانگوں کا یارب بانگین نکلتے

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے ۲۔ م، مضمون ۳۔ یہ شعر میں نہیں ہے۔  
۴۔ نہ تو نے سوز کو ظالم ۵۔ ع، مردت ۶۔ یہ شعر میں نہیں ہے۔



الہی خیر کجیو آج کیوں باز دھڑکتا ہے  
خدا جانے کہ صورت عشق کی ہے تیر کی مانا  
خدا کے واسطے تک بے نیازی دیکھو اس کی  
بھلا خیر کجیو کو گلا کاٹا گیا میرا  
لے گا تیغ زن شاید کلیجہ بھی دھڑکتا ہے  
نظر آیا نہیں پر دل میں پکیاں کھڑکتا ہے  
خاک کے عاشق کی دامن کیوں بھڑکتا ہے (کذا)  
یا صبح مثل مرغ غنیم بسمل کیوں پھڑکتا ہے  
بوقت ذبح ہاں لے سوز تو سرگز تر پھنامت  
کہ قاتل مثل وحشی سانس لینے میں بھڑکتا ہے

نہ یہ کند نہ ناگن نہ رات ہی کالی ہے زلف سایہ فلک مدظلہ العالی

عرق آلودہ رخساروں پہ یہ کسا زلف چھائی ہے  
سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے

دل ہے یا منزل کہ غم ہے کہ حسرت خانہ ہے  
کاسہ سر کو تراشیں خون دل سے پڑ کریں  
قیس اور فرہاد کو کیا یاد کرتے ہو سدا  
قیس یا فرہاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز  
بارگاہ درد ہے یا ستوز کا کاشانہ ہے  
مجلس عشاق میں یہ مے ہے یہ پیمانہ ہے  
دم غنیمت ہے کوئی دم کو یہ سب فسانہ ہے  
ایک میں آپس میں ن میں ن سا بیگانہ ہے  
دل میں مست رکھیں طلب دنیا کی کیا قہمہ ہے یہ  
توڑا اتنا تو سمجھ دل ہے کہ مکتب خانہ ہے

بجھ کو کیا کام جو آتش سے نگر جلتا ہے  
 دل ہے کچھ اور نہیں جس کی نہ کیجے پرواہ  
 نامہ براڑ کے اگر تہنچے تو پہنچے در نہ  
 میرے خورشید کے خورشید مقابل کیا ہو  
 اثر ناکہ نہ ہوئے تو اچنبھا کیا ہے  
 میرے دل کو نہ کوئی دیکھو نسبت بہ کباب  
 اول عشق میں انگشت نما مجھ کو کیا  
 یہ کہا تھا کہ صبا اس سے تو کہو یہ پیام  
 اس سے کم بخت بی خون حاکی کہا بول ٹھاڈا  
 آتش بچرے میرا ہی جگر جلتا ہے  
 آتشی سے مری جان کہ گھر جلتا ہے  
 اس کے کوچہ میں فرشتہ کا بھی چلتا ہے  
 اس کے دیکھے سے سنو نور نظر جلتا ہے  
 گرمی آہ سے نالے کا اثر جلتا ہے  
 یہ جگر سوختہ ہر شام دسھر جلتا ہے  
 آہ بجھے نہ کہ نو خیز شجر جلتا ہے  
 سوز ہر روز بہ انداز دگر جلتا ہے  
 میری پاپوش سے جلنے دے اگر جلتا ہے

کیا کیا تھے چاؤ دل میں کئے تھے جب ہم سے  
 محفل تری مبارک ہو تیرے دوستوں کو  
 لے چرخ سفلہ پر ورے آسمان بے ہر  
 الحق میں وہ جو بھولے ہیں تیری کج روی پر  
 کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے  
 تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے  
 وارڈن ہر عقل تیری اوندھا ہی نو جہم سے  
 ٹکڑاں س طرف نظر کر یہ بات اور ہم سے  
 مینا و ساغر دے ساقی و مطرب دے  
 یہ ساری خوبیاں ہیں یاں سوز کے قدم سے

ہر چند میری آہ سے ظالم کو ننگ ہے  
 میں کیا کروں کہ عرصہ دل اس پہ تنگ ہی

لہ یہ شعر، میں نہیں ہے۔

لہ یہ شعر، میں نہیں ہیں۔

لہ م، عشق

لہ ع، آہ



یہ بت نہ چین کا ہے نہ یہ ہند کا صنم  
کیوں مرگ میری جان کو معشوق تو بھی ہے  
ہر بار میرے منہ پہ تو آتا ہے جوش سے  
اشرہی جانے اہل صفا کون لوگ ہیں  
پتھر ہے تار تار یہ دل راہ ڈھونڈھتا  
بیٹھا ہے زور پیار سے سر گرم اتحاد  
لے تو زیہ جو مرگ ہے مشہور خاص دعاء  
ہستی سے تافنا تو یہ ایک ہی خلنگ ہے

### قطعہ

اک روز کہا صنم سے میں نے  
میں تجھ سے چاہتا نہیں کچھ  
یا گاہ نگاہ مشقتا نہ  
سُن سُن کے بصد ہزار نوحہ  
تو دیکھ کے گامیری صورت  
کالے مایہ عیش و کامرانی  
غیر از الطاف مہربانی  
یا پریش حال کرد زبانی  
یہ کہنے لگا سُن لے فلا نی  
اشرے تیری لن ترانی

کرے مجھ پر جفا جو کیا رستم کا یار ہے  
لو پاؤں تلے یا اس کو اپنے ہاتھ میں رکھے  
ابھی تو اس کو تم آزدہ مت ہو میں تو ہنستا تھا  
وے سمجھا میں لے عیار تیرا ہی اشار ہے  
جو چاہو تم کرد و مختار ہو یہ دل تمہارا ہے  
یہ دل صد کیا کیا تم نے زیادہ مجھ کو پیارا ہے

لے ع آتش

لے یہ قطعہ میں نہیں ہے۔

جواب نامہ تھنے جان کر کھویا نہ لے قاصد  
تری تصویر کیا لے یا رہ یہ لکھا ہمارا ہے  
خیال جو روغماں شیخ کے گردل میں ہو تو ہو  
ترے غم کے سوا کب سوز کے دل میں گذار ہے

کہہ لے قاصد کہ نامہ کا ہوا کیا ماجرا اس سے  
زبانی لطف تو معلوم لا کھوں گایاں دیں ہو  
سنو قاصد کا کہنا آپ ان کو جانتے تو ہیں  
سنو اگل لیاں تو گائیوں پر نیچا لے کر  
میں تیر منہ کے صد کیا کہا اور کیا سنا اس سے  
نہیں وہ آشنا اگر مجھ سے میں سنا اس سے  
کہوں کیا تم سے جتنا میں نے جو کچھ سنا اس سے  
لگا کہنے کہ سن اد ایلچی یہ کہو جا اس سے  
درانتی لے کے گھسیا لے کی کاٹوں گا گلا اس سے  
کہ تھ پر سوز اپنا نیچا گذار کر دں میں کیا

آنے بکھت گل جاؤ محفل میں کسی کے  
ہرگز یہ نہ پھنے کا نہیں پاس ادب سے  
نہ لعل نہ یاقوت نہ گلبرگ نہ اسگر  
اوراق .... اڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا  
نکٹل کو مئے دیکھو تو دل میں کسی کے  
ارمان بھرے ہیں دل سہل میں کسی کے  
ہیں سخت جگر دامن قاتل میں کسی کے  
دیکھو تو اڑتا ہوں یونہیں تل میں کسی کے  
جو نزع میں اس سوز کے جاتا یہی کہتا  
نکٹل کو مئے دیکھو تو دل میں کسی کے

جو غم ہم ہو تو شادی کہاں کی  
گئے جو دل سے اپنے صبر و طاقت  
پھنسا جو دل تو آزادی کہاں کی  
تو یہ اس دل میں آبادی کہاں کی



جودل پہ ہے گزرتی اس کو خدا ہی جانے  
کس سے بیاں کروں میں اور سچ ہو کون مانے  
بس دل بہت سامت جاتا ہے تو نکل جا  
سینہ تو پک گیا اب بکرا نہ اب دیوانے  
صبر و شکیب طاقست کب کے تو چھوڑ بھاگے  
اب آپ ہو جے چنپت کرتے ہو کیوں بہانے  
صاحب تمھاری خو کو میں خوب جانتا ہوں  
اس کو نہ چھوڑ جانا ہاں ساتھ اپنے لے جا  
اس عصر میں ہوئے ہم یہ بھی خدا کی قدرت  
جس عصر میں سراسر اپنے ہوئے بگکانے  
نکلو، سدھارو بھاگو ہم صبر کر رہیں گے  
پھر اس طرٹ نہ آنا تم سوز کو ستانے

نہ دھوپ الم ہے نہ راحت ہی چھپانو کی  
مجھ کو خبر نہ سر کی ہے اپنے نہ پانو کی  
اے خضر پہ خجستہ بتانا ذرا مجھے  
ہے راہ کون سی مے مے کے گانہ کی (؟)

بس میاں عشق مجھے خوب جلایا تو نے  
اپنے کرتب سے نہ پر ہاتھ اٹھایا تو نے

یارو پوچھو تو کس کا گھیرا ہے  
جس نے دم کو مرے اکھیرا ہے  
ہاے خوف خدا نہیں ظالم  
دل مجروح تو نے پھیرا ہے  
اوچیل میں نے اپنے گھر میں کہا  
تو نے سب اس کے منہ پہ پھیرا ہے  
ہے یہی خو تو او بچا سن لے  
تیرا دنیا میں تھل نہ بیڑا ہے

رات مجلس میں اس کی میرا پاؤں دکلا، میں نے کس زور سے گھسیڑا ہے  
 یہ جو محبوب ہیں انھوں کے ناز لات کئے ہی اور تھپیڑا ہے  
 ایک ہیں سب لئے یہ شاہ دگدا زندگانی کا سب بکھیرا ہے  
 سوز کے پاس اور گلہری یار دیکھ متھرا کا کیا ہی پیرا ہے  
 اور کھانسی اگر تجھے آدے پاس میرے یہ ہر بہیرا ہے

یہی ہر عشق کا آغاز تو انجام کے صدقے لگائے دل کو سو سو نام اس بدنام کے صدقے  
 رہا دنیا میں جب تک کام ناکامی ہی کو جانا نکما ہی یہ نکلا اس دل بدنام کے صدقے  
 کبھی کہتا ہے آغا شق کبھی کہتا ہے چل دو رہو تری تعریف کے قرباں تری دشنام کے صدقے  
 گریباں تک بھی کروں گا ..... کمال جذب ہر اس تیغ خوں آشام کے صدقے  
 کوئی بندہ کوئی خادم کوئی فدوی کوئی مخلص  
 بکا ہے سوز تیرے نام پر اس نام کے صدقے

کچھ نہیں منظور پیارے کو ہماری بندگی حیف برباد ہی گئی میری یہ ساری زندگی  
 اند تو کچھ بھی نہ پایا اپنی ہستی سے بجز عاجزی بے اختیاری خاکساری بندگی  
 مجھ سے ہو سکتا ہی کیا خدمت میں تیری لے لیا اس سوا جو کبھی ہر دم تمھاری بندگی

۱۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

۲۔ ع، لگیں بدنامیاں دل کو دل بدنام کے صدقے

۳۔ ع، سمجھا

۴۔ ع، یہ شعر م، میں نہیں ہیں۔

۵۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔



تیرے ہی آگے نہیں ہر قدر کوئی کچھ کرے      حق تعالیٰ کو بھی در نہ ہے گی پیاری بندگی  
 سوز کے دل میں نہیں کچھ اور جس سے تم جیو  
 ہاں مگر سب کو کرے اگر تمھاری بندگی

عند لیو تمھیں گلزار مبارک ہوئے      ہم کو بھی سایہ دیوار مبارک ہوئے  
 ہر گھڑی جس کی تنہا تھی تمھیں ہو دیکھو  
 ہر قدم پر تن بے سر ہے، سر بے تن ہے  
 موتی ملا کی طلب یار کو ہے آج سنا  
 یخ ابرو کے تلے تم ہی چھپو لے مردم  
 تیرے عاشق کو کپڑا لایا ہوں دروازہ تک  
 آہ کے ساتھ چلا جاتا ہوں عرشِ بریں  
 تار تار آگے گریباں تو کیا تھا لیکن  
 مجھ کو طاقت دے خداوند تحمل کی مدام  
 بوسہ لب ہو رقیبوں کو مبارک پیارے  
 قیس فراد ہوئے جس سے سنا تو ہو گا

ایک ایسی ہی غزل قافیہ تبدیل سے کہہ  
 اب کے شاید کہ بہ تکرار مبارک ہوئے

لہ ع : روز و شب جس کی تنہا تھی ہو دیکھو      لہ ع : یہ شعر میں نہیں ہیں

لہ م : میں یہ مقلع ہے ۔ سوز کو گھیر تو لایا ہوں الخ

لہ ع : یہ شعر میں نہیں ہیں ۔

لہ ع : یہ شعر میں نہیں ہیں ۔

بلبلو تم کو گلستان مبارک ہوئے  
 اب تو بوسہ کے نہ لینے کو بٹھایا دریاں  
 باغے معشوق سے عاشق تو کہاے دانش  
 موتے سرتاب قدم خار قدم تاتارک  
 لے مری خاک کہاں تک تو ہے گی پامال  
 کیوں سے دل تو بھی چلا اب سفر دور دراز  
 مجھ کو یہ گوشہ زندان مبارک ہوئے  
 سبزہ پشت لبے جان مبارک ہوئے  
 گل کو یہ چاک گریبان مبارک ہوئے  
 عاشقویہ سرو سامان مبارک ہوئے  
 تجھ کو وہ گوشہ دامان مبارک ہوئے  
 تیرا لشکر نگہبان مبارک ہوئے  
 آرزو تھی کہ کبھی اپنے گلے مجھ کو لگائے  
 سوز نکلا نہ یہ ارمان مبارک ہوئے

رشتے ہی آئے تھے روتے ہی چلے  
 تم کو کیا غم ہے کوئی جاوے کہیں  
 وقت رخصت تو بھلا لگے لگے  
 میں سمجھتا ہوں تمہیں صاحب بے  
 دہ سرخ پوش پیارا کیا جانے کہ ہر ہے  
 آنکھیں ترس گئیں ہیں آنسو کے دیکھنے کو  
 خون جگر سے جس بن دن رات جھٹم تر ہے  
 خالی کیا ہے میں نے سب حسرتوں کو  
 مرگاں پہ نخت دل ہر یا پارہ جگر ہے  
 کھوتے ہیں نیند سب کی راتوں کو نالے بھر بھر  
 ہاں اشتیاق اس کا اس میں بھر اکر ہے  
 اب بھی نہیں نکلتا ترے غبار دل سے  
 ماتم سرا سے بدتر ان روزوں اپنا گھر ہے  
 خاک اپنی اڑتی پھرتی گلیوں میں در بدر ہے

۱۵ م، ہم کو بھی ۱۵ یہ شرم، میں نہیں ہے

۱۶ م، میں یہ قطع ہے۔ دوسرے مصرعے میں اس ترمیم کے ساتھ ۱۶ سوز تجھ کو بھی یہ سامان الخ

۱۷ م، کیوں مری خاک ۱۷ یہ شرم، میں نہیں ہیں

۱۸ م، یہ غزلیں م، میں نہیں ہیں۔



قدموں سے چھوٹتے ہی اپنی بنی یہ حالت جو سرکہ عرش پہ تھا سواب وہ خاک پر ہے  
 اے سوز آئے چل مت کانپیں ہیں پاؤں اپنے  
 کیا جانے کہ کیسے ظالم کا یاں نگر ہے

شہینہ میں تو آہ یا فغاں ہے  
 ..... حسن تو اور کیا کہاں کا  
 مت کہیو اس کو چشم بد دور  
 کرتا ہے جدا جدا سب اعضا  
 مت پوچھیے یارو مجھ سے گھر کو  
 جس باغ میں گل کو دی ہے آتش  
 اے بوا لہو سانِ عشق بازی  
 کوچہ میں اس کے جا کے دیکھو  
 ہم سائے میں کس کے جا کے بیٹھیں  
 رستم اس سا کہاں نہ ہو گا  
 جانا ہے تو جا بے دل کہیں زور  
 آنا ہے تو آشتاب اے جاں

تو اے دل گم شدہ کہاں ہے  
 یہ خط نہیں گرہ کا رواں ہے  
 آج ہی تو مجھ پہ مہرباں ہے  
 کہتا ہے کبہر امتحان ہے  
 کیا بتلاؤں کہ گھر کہاں ہے  
 اس باغ میں میرا آشیان ہے  
 کیوں تم کو عشق مہ و شاں ہے  
 کوئی کشتہ ہے کوئی نیم جاں - ہے  
 خورشید کا سر پہ سائبان ہے  
 کہنے سننے کی داستاں ہے  
 یاں تیرا کون پاساں ہے  
 اک آن کا سوز یہاں ہے

وہ جو ہر دم ہمارے گھر آتے  
 دہیر تک بھی نہ لے گئی قسمت (کذا)  
 عرش سے بھی پرے کی شاید

خواب میں اب نہیں نظر آتے  
 کچھ تو ہم بھی سر ہانے دھر آتے  
 داں تلک ہو کے ہوا دھر آتے

اپنا دل جس کو چاہتا ہے  
بوسہ جو لیا تو مسکرا کر  
جب کہتا ہوں پاکباز ہوں میں  
کہتا ہے کہ کیوں نہ جانتا ہوں  
اس کو بھی بنانا آپ سا ہے  
کہنے لگا چھی یہ کیا مزا ہے  
مجھ پاس جو سوئے تو تو کیا ہے  
ایسا ہی تو نیک پار سا ہے

اسی امید پر جیتا ہوں پیارے  
مرے پہلو سے تو مت جا کہا نہ  
بھٹتا ہی نہیں کہتا ہے کیا تو  
مجھے کالے نے کاٹا ہے خبر تو  
مکان خاص دل میرا ہے لیکن  
کوئی زلفوں کے ماروں کو پکارے  
کہاں بیٹھوں کہ دل ٹوٹے میں سارے  
غریق بحر رحمت ہو گیا سوز  
عزیز و جاؤ بیٹھو اب کنائے

آج کیوں اشک مرا گرم چلا آتا ہے  
جب نہ تب ذکر جدائی ہی کالے بیٹھے گا  
بوسہ لیتے ہوئے کل اس سے جو پوچھا میں نے  
غصہ ہو کر یہ لگا کہنے کہ میں حیراں ہوں  
ایک دریا ہی کہ آنکھوں سے بہا آتا ہے  
کیا لا تھکوی ہی کب سخت کر رہا آتا ہے (کنا)  
سچ کہو تجھ کو بھی کچھ اس میں مزا آتا ہے  
تجھ کو کچھ اور بھی ان باتوں سوا آتا ہے

مجھے دل کی کہاں سے اب خبر ہے  
جلائے مجھ کو میں اس میں خوشی ہوں  
خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے  
دھڑاں ہونے کا ملک مجھ کو خطر ہے

لے لے لے یہ غریب میں نہیں ہیں ۔  
لے لے لے دھواں گر ہو تو اس کا ہی خطر ہے ۔



قدم آگے نہیں پڑتا ہے یارو کوئی پوچھو تو یہ کس کا نگر ہے  
 تمہیں ٹہر دیا ہاں لے صبر و طاقت کہ یاں رہنا تھا راہی جگر ہے  
 غم اس کا آتے ہی دل میں پکارا کہ یاں تو تیر کا اس کے گزر ہے  
 بہت دن سے نظر آتا نہیں سوز  
 عزیز دیکھ تھیں اس کی خبر ہے

دل میں اب غم نہیں سماتا ہے کیا کروں دم نہیں سماتا ہے  
 جب سے دل میں خیال ہو اس کا نام محرم نہیں سماتا ہے  
 سوز باقیں کروں میں تجھ سے پر  
 دم میں اب دم نہیں سماتا ہے

ستم کو اس کے مجھو ستم نہ کیسے کبھی بغیر شفقت و لطف و کرم نہ کیسے کبھی  
 ہر سر میں سر خدا تو نہیں ہے محرم ہاں بیچوٹ مت تے سر کی قسم نہ کیسے کبھی  
 عدم تو وہ ہی جہاں جز فنا نہ ہو کچھ بات دہن کو میرے صنم کے عدم نہ کیسے کبھی  
 فقیر وہ ہی جو ہو مفلسی میں رشک غنی نہ ہوے پاس جو دام و درم نہ کیسے کبھی

شمعِ منط جل ہی کے مرجائیں گے ساتھ لیے داغِ جگر جائیں گے  
 اپنی نہ بانی سے نہ گزے گا تو جان سے ہم اپنی گزر جائیں گے  
 بھائیو کہتا ہے تمہیں مس سوز جائیں گے پردے کے خبر جائیں گے

اے خیال یار ملک رہنا پرے      میرے دل میں آمد پیکان ہے  
 جاتا دیکھے کوئی اس کے سامنے      جی بچا لادے یہ کیا امکان ہے  
 طفل کیسے کس طرح سے اشک کو      یہ تو گھر کھویا بڑا طوفان ہے  
 ناصحا قاتل کو میرے ردک مت      چھوڑ دے میں جانو میری جان ہے  
 سیر کو دامن پکڑنا ہے چہ خوش      چھوڑ دے یہ بھی کوئی عنوان ہے  
 جان تازہ ہوئی سنتے شر کے  
 سوز جی اے تو کسی کا جان ہے

ہم جس کی طرف نظر کریں گے      وہ خاک بھی ہو تو زہ کریں گے  
 دل دینے میں غیر تجھ کو ظالم      میرا سا کہاں جگر کریں گے  
 وہ کب کسے کشت عشق پر ابر      جو کام یہ چشم تر کریں گے  
 ہم غیر از مرغ روح اپنے      کس کے تئیں نامہ بر کریں گے  
 جب جائیں گے یاں سے اُس جہاں کو      پھر کپے کو منہ ادھسہ کریں گے  
 مسجد کے نہ ہوں گے ساکن لے شیخ      ہاں گھر میں خدا کے گھر کریں گے  
 تیغ آکے جو یار کھینچے لے سوز  
 سینے کو ہم سپر کریں گے

ہم آئے کہ تم بہنہ پچھا کر چلے      نریدے کو چٹیک لگا کر چلے  
 بغل گیر ہوتے ہی دل کے گئے      میاں جان ابھی دغا کر چلے  
 کف پاتلے تم نے دل کو ملا      کہ تلودوں سے آتش لگا کر چلے



کسی کے نہ لینے نہ دینے میں تھ  
غریبوں کو ناحق ستا کر چلے  
زبردستیاں اک طرف اور بو  
مرا نہ بھی آخر چڑا کر چلے  
چلو جاؤ گر گھورتے ہو عبث  
نئے سرے قند جگا کر چلے  
سدھارو ادھر پر ادھر دیکھو  
کہ ہستی کو ہم بھی دعا کر چلے  
بھلا اور سب باتیں جو لٹے ہیں چائیں  
تم اس سوز سے کیا دفا کر چلے

نا صبح کو میرے روتی میں جو ارشاد ہی سو ہے  
اتنی کو ایک بات دی یاد ہی سو ہے  
خداں میں گل چمن میں غزنچواں ہی عندلیب  
یہ دل فراق میں ترے ناشاد ہی سو ہے  
غیروں پر روز تازہ غنایا ست ہے تری  
مجھ پر ہمیشہ جو رجو اسجاد ہی سو ہے  
اچڑی تمام خلق نہ پایا کسی کا کھوج  
پر دل تے خیال سے آباد ہی سو ہے  
یہ سوز دل ازل سے جو استاد ہی سو ہے  
دلی سے لے کے تاپہ صفا ہاں اُجڑ گیا  
پر دل صنم کی یاد سے آباد ہی سو ہے  
یہ سوز خوشہ چین ہے سبوں کا یہ سچ کہوں  
جو رستم ہمیشہ جو اسجاد ہی سو ہے  
دلی سے لے کے تاپہ صفا ہاں اُجڑ گیا  
ہم خاک بھی ہوئے نہ گئی اس کی سرکشی  
— یاد میں دلشاد ہی سو ہے  
— ہی جو اس نے ہے آہ بھی نہ کی

کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے  
آج دل بھولا بھولا جاتا ہے  
تیرے تران میں گیا رمال  
دیکھو کوئی آج آتا ہے  
یہ تو امید کب ہے پر ناچار  
پوچھتا ہوں کہ دل تاتا ہے

لہ یہ شروع میں نہیں ہے۔ لہ لہ لہ لہ یہ شروع میں نہیں ہیں۔

لہ لہ لہ یہ شروع میں نہیں ہیں۔ لہ یہ غزل میں نہیں ہے

ہائے کیا تم سے اپنا حال کہوں  
 وہ تو ہوتا ہے ہر باں لیکن  
 تجھ سے میں پوچھتا ہوں لے ناصح  
 جھوٹ کہتا ہے یہ نہیں ہے عشق  
 عشق کی وہ جو کرتے ہیں نالش  
 مصطفیٰ عشق مرتضیٰ ہے عشق  
 گو کہ عاشق نہیں دے تحقیق  
 بیقراری تم آئیں شکر خدا  
 صبر و طاقت ذرا تو پاس نہ ہو  
 تو تو رہ میرے پاس بھائی سوز  
 کھیر میں ہاں جمال کوٹے دوں  
 تم تو ہنستے ہو یاد سوز سے اب  
 لبے ابھی کہیں شتابی سے  
 پیٹ میں دم نہیں سماتا ہے  
 اس کو کچھ غیر جا بھر آتا ہے  
 ہے یہی عشق جو جلاتا ہے  
 عشق مردوں کو مکا ہاں جلاتا ہے (کذا)  
 عشق کب ان کے پاس جاتا ہے  
 عشق ہے جو خدا کہتا ہے  
 سوز کو عشق ساتھ لاتا ہے  
 چین کب میرے پاس آتا ہے  
 عشق دل آج لینے آتا ہے  
 تجھ بنا کون جی جلاتا ہے  
 یہی اب میرے جی میں آتا ہے  
 پوچھ دیکھو وہ کیا بتاتا ہے  
 ہچکیاں کیوں مجھے لگاتا ہے

چٹکت اس کو اے ظالم نہ یہ پتھر نہ یہ دل ہے  
 ارے ادبے مروت یہ اسی کبخت کا دل ہے  
 طریق عشق میں سمجھا تھا سارا طے کیا میں نے  
 جنازہ دیکھ کر بوجھا بنوز اول ہی منزل ہے  
 غبار جسم سے ہے اس طرف محبوب کا ڈیرا  
 اڑا دے آہ سے اس کو کہ یہ پتلا ہی حائل ہے



بھلا عشق بتاں سے سوز کچھ بھی تجھ کو حاصل ہے

ارے بندے خدا کو مان تیرے پاس بھی دل ہے

پتہ آ جا کر مقابل سوز اس دستاں کے کچھ دیکھا

نہ بابا دیکھنے میں معنی لیکن بڑا دل ہے

بہ خدا جتنے کہ دنیا میں یہ گھر دیں گے  
سامنے ہوتے ہی لیتے ہیں دل دجان کو لوٹ  
شوخی کی تو یہ بوسہ نگہ کے کرتے ہیں دم (کذا)  
سوز پٹنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھے  
یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کافر ہیں آہ  
دیکھنے کے تو بہت خوب یہ بد خو ہیں گے  
اب میں سمجھا ہوں کہ یہ مہیجے جادو ہیں گے  
فی الحقیقت میں یہ انساں نہیں آہو ہیں گے  
یاں کے جتنے بھلے مانس ہیں جھاجو ہیں گے  
ان کو پوچھو تو یہودی ہیں کہ ہندو ہیں گے

نہیں ہے میاں دل اپنے گھر نہیں ہے  
یہ دیکھو آبِ ردپ آتے ہیں یارب  
تجھے تو اس حالت پہ جاے عرش تک بھی  
اسے پوچھو تو پھرتا ہے کہاں تو  
یہ سن سن کر لگا کہنے کہ چپ سوز  
چکھا دیتا تجھے اس کا مزا بھی  
مجھے سینہ میں تو چاہے کہ موندے  
مرا گھر عرش سے بھی کچھ پرے ہے  
میں کہتا ہوں تجھے باور نہیں ہے  
جسے دستار بھی سر پر نہیں ہے  
مرے دل تجھ کو بال دہر نہیں ہے  
مگر تیرے کہیں گھر در نہیں ہے  
کردن کیا پاس یاں جدھر نہیں ہے  
تو کہتا ہے کہ خوش جو ہر نہیں ہے  
غلط سمجھا ہے میرا گھر نہیں ہے  
دکھا دوں گے تجھے باور نہیں ہے

تلف یہ شروع میں نہیں ہے۔

تلف یہ شروع میں نہیں ہیں۔

تلف یہ شرم میں نہیں ہے۔

وگر نہ ایک آفت ہے پُرانی یہاں تیرا کوئی ہمسرا نہیں ہے  
 وہی تھا ایک تیرے ہاتھ بیچا  
 دلوں کا سوز سوداگر نہیں ہے

مرے دل کے داغوں سے گلشن کیا ہے ترے غم نے آس میں مسکن کیا ہے  
 صنم پوچھنے والے اب مجھ کو پوچھو مجھے بت نے اپنا برہن کیا ہے  
 ترا شکوہ جو منہ سے نکلے ہے میرے مجھے دل نے ہاں تجھ سے دشمن کیا ہے  
 اسے پاس اپنے نہ رکھ پھیرے بس کہ ان نے ترا از روشن کیا ہے  
 نہ یہ ہے فرنگی نہ رومی نہ ہندی یہ بہر روپ نے اور ابرن کیا ہے  
 لگا ہی لیا ایسے وحشی کو آحشر  
 میاں سوز تم نے بڑا فن کیا ہے

صنم سے کوئی کہہ دے میری زبانی کہ دل تو لیا کیجیو پاسبانی  
 یہ وحشی برا ہے اسے جانتا ہوں مجھے خوب معلوم ہے اس کی بانی  
 یہ جب چاہتا ہے کہ بھاگے کہیں سے سنا ہے سب کو یہ تب تا توانی  
 بچی آنکھ ٹک برق ساں پھر تو چنیت یہ تو اس کی مجھ بن کسی نے نہ جانی  
 گیا سوز کو چھوڑ کر اور تو کیا  
 اٹیلے نے منت نہ مانی نہ مانی

جس روز سے تو جدا ہوا ہے کیا جانے دل کو کیا ہوا ہے  
 ہے نزع میں دیکھنے کی حسرت کیا کیا دل میں بھرا ہوا ہے  
 جتنا سمجھا یا میں نے دل کو ظالم تجھے کیا بلا ہوا ہے



کیوں اتنا تو ہوا ہے ابترؑ زلفوں سے کیوں لگا ہوا ہے  
 احمق اتنا تو سوچ کوئیؑ ایسے کا آشنا ہوا ہے  
 کہتا ہے کہ تجھ کو کیا پڑا دورؑ میرا تو دل لگا ہوا ہے  
 بدنام ہے سوز کیوں جہاں میں  
 کیا تیرا آشنا ہوا ہے

ان بتوں کی یہی جو الفت ہے قہر ہے ظلم ہے قیامت ہے  
 روبرو تیرے آدے آئینہ جان والہ تجھ کو حیرت ہے  
 ہر گھڑی تجھ کو مت سائے عشق تیری کیا یہ زیبوں عادت ہے  
 اور کیا اڑ گئے ہیں دنیا سے جو مجھی سے کچھ عداوت ہے  
 آہ تیرے قدم کی برکت سے کیا کہوں دل کی کیا حقیقت ہے  
 نیند اور بھوک تو گئی ساری ایک دم ہے سو بے علاوت ہے  
 چین دے چین دے ذرا ظالم عشق ہے تو کہ یا ملامت ہے  
 تیرے در سے ندان اکتا کر  
 سوز جاتا ہی کیوں جی رخصت ہے

ہاں میاں جان کیا کہوں تجھ سے دل کا ارمان کیا کہوں تجھ سے  
 مثل پیکان رہ گیا دل میں تیرا ارمان کیا کہوں تجھ سے  
 تجھ سے کہتے ہو کس کا عاشق ہے ننھے نادان کیا کہوں تجھ سے  
 خاک کا سا جو ڈھیر در پر ہے تو ہی پہچان کیا کہوں تجھ سے

۱۵ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

۱۶ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

۱۷ م، نادان

۱۸ ع، 'تو جو کہتا ہے

سوز ہے سوز بے خبر تکد بحیثیت  
اب اسے تو غلام کر لے اور  
ہائے لے جان کیا کہوں تجھ سے  
میرے سلطان کیا کہوں تجھ سے

پاس سے میرے اٹھ کے مت جائے  
میاں بے لوگ ہیں خدا کی قسم  
ہم نہ کہتے تھے عاشقی مت کر  
میٹھی باتوں میں کرتے ہیں افسوں  
وعدہ کرتا ہے تو دوسرا بھی کر  
سوز کے پاس بیٹھنے سے آج  
شکر دشمن تو سب جلے جائے

یہ صنم خوش ادا کہاں کا ہے  
مجھ کو بتلا دو او ادا مارو  
گل سے نازک بدن ہے یہ گلرو  
کیسی صورت ہے کون ہی اچھا  
میں نہ بیٹھوں گا اس کئے واللہ  
سوز مر رہا ہے تجھ پہ میں نے کہا  
ہک نہ دھک بول اٹھا کہاں کا ہے



ہاں طیبو مجکو سودا اند ہے      تم جو کرتے ہو مراد اور ہے  
 خشک ہونے کا یہاں کیا ہو گماں      میری ان آنکھوں کا دریا اور ہے  
 سرد قد لاکھوں پھریں ہیں، مجھ کو کیا      واہ میرا سرد با لا اور ہے  
 یہ نہیں جوں کے پیتے ہیں شراب      آہ میرا بادہ پیمیا اور ہے  
 گوا سے کہتا ہے عالم میر ستوز  
 وہ مرا د سوز پیارا اور ہے

اد رات کو چھپنے کے جانے والے      مکھڑا اپنا مجھے دکھالے  
 کیا قد کا رہا ہے چشم بد دور      آ قد سے قد تو نک نپالے  
 میاں پاس کھڑا ہو خون مت کر      مونڈھا مونڈھا ذرا بھڑالے  
 قد میں تو ہمیں بلند نکلے      سینہ سینہ بھی لے لگالے  
 چوڑائی ہماری ہی رہی ہاں      لے جیب سے جیب تو لڑالے  
 دیکھی نہ زباں درازی میری      جل کھا گیا تو نہ بھولے بھالے  
 مت مایو پھر کہسا کسی کا      گھر جا اللہ کے حوالے

ہر ایک شیشہ دل نیچ جلوہ گر ہے پری      دے نظر نہیں آتی ہے دل سے بے بصری  
 رفیق کوئی برے وقت کا نہیں آلا      فغان نیم شبی یا کہ نالہ سحری  
 خبر کسی کو نہ تھی میرے حال کی یارب      کہاں سے سن کے مرا حال کی بے خبری  
 اے نہ ہر زلفت نہ پیار ہے نہ تپاک      مجھے نہ صبر نہ طاقت نہ نیند نہ مری

بھلا جی شیخ کو کچھ کچھ تو ہو چلا ہے مباح سرور خانہ ہمسایہ ، حسن رہ گزری  
 جگر میں میرے تو پھر آگ لگ گئی ہے ہے  
 خبر لوسوز کی جلدی یہ کس نے آگ بھری

ہم دور سے اے یار دکل اس کو جتا دیں گے  
 جس چیز کا مالک ہوں سب تم پر کروں صدقے  
 قربان ترے ہدم صدقے تم سے کھڑے کے  
 گرد و ز کے ملنے کے مانع ہو تو یہ سُن لو  
 سب شہر کے مل ساکن سمجھا دیں اے درندہ  
 گو قتل کیا تم نے کل سوز کو کیا عزم ہے  
 گر ہم سے ملا دو گے ہم تم کو دعا دیں گے  
 گر جان بھی مانگو گے ہم جان لا دیں گے  
 تو اپنی زباں سے اے ہاں سچ کو دکھا دیں گے  
 سجدوں سے تم سے در کی ہم خاک اڑا دیں گے  
 اک آہ کے شعلے سے ہم آگ لگا دیں گے  
 قبضہ کو تم سے پایے دمکا کے دما دیں گے

چشم کا کام اشکباری ہے چشمہ فیض ہے کہ جاری ہے  
 نیم بسمل پڑے تڑپتے ہیں کس ستم گر کی یہ سواری ہے

اشتیاق ہی میں ترے مر گئے کڑھتے کڑھتے  
 طاؤر شوق کے پر جھڑ گئے اڑتے اڑتے  
 دست و پا گم شدہ دل طعنہ عالم زدہ دل  
 تیرے کوپے کو چلا آئے ہے بڑھتے بڑھتے  
 باز گشت ننگہ یار کرے گی کیا تہسّر  
 قتل عالم تو ہوا باگ کے مر تے مر تے

لے یہ شعر میں نہیں ہے ۔  
 لے م ، جگر میں مرے تو کچھ آگ پھٹک گئی یارو  
 لے لے یہ غزلیں م ، میں نہیں ہیں ۔  
 خبر لوسوز کی جلدی یہ کس سے آہ بھری



جو شخص تری تیغ سے انگار نہ ہووے      دانش کبھی لائق دیدار نہ ہووے  
 ہر آن گرفتار رہے دام بلا کا      جو کوئی ترے غم کا گرفتار نہ ہووے  
 آرام ہمیں سایہ طوبیٰ میں کہاں ہو      جب تک کہ ترا سایہ دیوار نہ ہووے  
 مجلس میں کھونا مچھو لیتا ہے تو اس طور      دیکھو کوئی بیٹھا پس دیوار نہ ہووے  
 آرام نہ ہووے دل مجروح کو ایک آن      تازہ خم کے لب پر لب سو فار نہ ہووے  
 لے تو ز ترے دل کی جو بیتابی یہی ہے  
 اس دل کا تو کافر بھی خریدار نہ ہووے

چکوری چاند کے ادھر بلبلیں گلزار کے صدقے      کوئی صدقے کسی کے ہو میں اپنے یار کے صدقے  
 ہزاروں صورتوں کے دہر کے آئینہ خانے میں      دکھائی اپنی صورت لے تے دیدار کے صدقے  
 لیکن سب کو دھوکا بے نیکی کا دیا ایسا      کہ تا محشر رہے جو یا میں اس اطوار کے صدقے  
 کرو روں نیم سبیل اہیں اس کی تڑپتے ہیں      وہ جس جس راہ چلتا ہے میں اس فوار کے صدقے  
 ملایا سوز کو بھی وقت جی دینے کے قائل ہے  
 ملیاں داد اس کی اپنے خاطر بار کے صدقے

کوئی صحرا کے صدقے ہو کوئی کہار کے صدقے  
 گدا تیرا ہو تیرے سایہ دیوار کے صدقے  
 ہزاروں دل ترے پانوں تلے بہتے ہیں کیوں پیار  
 کوئی ٹھوکر ادھر بھی لے تری رفتار کے صدقے

بہت اکتار ہا تھا سر کو ٹکراتا تھا اکتا کر

پھٹایا ..... سے لے تری تلوار کے صدقے

کبھی ایسے مزے کا حلق سے قطرہ نہ اترتا تھا

گلو ہے تشنہ تیری تیغ لنگردار کے صدقے

زباں سے وعدہ کرنا دل میں کہنا کون آئے گا

ترے پیالے کے ترباں ترے اترار کے صدقے

کوئی بت کے کوئی کہنے کے کوئی حُسنِ خواہاں کے

کوئی یاروں کے سوا اس حیدر کرار کے صدقے

اجاڑنے کو وہ صبرِ دقار آتا ہے

وہ ساتھ اپنے لیے پا پنچ چار آتا ہے

کہ روز پتھرے مجھے مار مار آتا ہے

ذرا سنبھیلو دل زار یار آتا ہے

اکیلا آئے تو کچھ کہیے ہونا ہوے سو ہو

میاں جی اپنے نواشا گرد کو ذرا سمجھاؤ

جاں بلب ہوں پر مجھے اس یار سے پیغام ہے

پر مجھے گرزنج کیجے تو بڑا ہی نام ہے

ہاتھ میں خونخوار کے شمشیرِ خوں آشام ہے

پر کہیں دل کے تڑپنے پر نہیں آرام ہے

اے صبا میری طرف سے جائیو کچھ کام ہے

کہیو اے والا گہر جیتے رہو تم حشر تک

اودل خافل کھل کر جائیو کہتا ہوں میں

کیا کہوں جو جو کدر بیٹھی یہ میری جان پر

تیرا کہ تم نام سنتے ہی رہو بس چپ کر دو

نام گو پکا ہے لیکن عاشقی میں خام ہے



نہ رہے گا کوئی جہاں میں جو اسی طرح کا ستم رہے  
 ترے خون سے مرے طفلِ اشک جو نکلے تھے دیں جم رہے  
 رہا کو کہن تو پہاڑ میں ، بسا قیس دشت ہزار میں  
 ترے در سے میں نہ ٹنوں کبھی جو یہ نہیں خدا کا کرم رہے  
 چلو جاؤ صبر و شکیب اب نہ رہے نہ رہے کرب  
 اگر آوے اپنی یہ جاں بلب ہی جان لیجو کہ ہم رہے (کذا)  
 برس ایک اور بھی کر ستم جو ہے حسن کا ترے دم قدم  
 ذرا منہ پہ خط کو تو آنے دے نہ جفا ہے نہ یہ غم رہے  
 یہی اس سے کہیو تو قاصدا دل بے خبر تجھے کیا ہوا  
 تو کبھی نہ پہلو سے نکلا تھا کسی ایسی جو وہیں جم رہے (کذا)

زلف میں ابجھا ہوں جس پر قتل کی تدبیر ہے	اب کدھر بھاگوں الہی پانوں میں زنجیر ہے
حضرت دہلی کی کس منہ سے کروں تعریف میں	ایک ایک اس اجر طے گھر میں عالم تصویر ہے
کثرت عشاق ہر یاں تک کہ تم سے کیا کہوں	جو رنجو ہاں سے ہر یک غنچہ دلگیر ہے
پر عظیم آباد کے جتنے ملے صاحب سخن	جو ملا صیاد تھا جو ہے سو آہو گیر ہے
اختلاج اس جا نہیں ہے قتل کو انسان کے	طعن نا انصافوں کا دل دوزخ ترازیر ہے

تہذ (کا) احوال تم سے کیا کہوں اے منصف  
 دن کو ہر دم آہ شب کو نالہ شہگیر ہے

کہاں دل ہے کہاں ایساں کجاوہ صبر و طاقت ہے  
اجل کی یاد ہے ہمدرد یا اندوہ فرقت ہے  
وہاں لا کر قضا نے مجھ کو پھینکا ہے کہ مت پوچھو  
فراق دوستان ہے یا جدائی کی مصیبت ہے  
نہ ہو گر دولت دنیا تو کب پرداہ ہے دانش  
تمہاری یاد صاحب دو جہاں کی ہم کو دولت ہے  
بیاں ہرگز کیا جاتا نہیں جو دل پہ گزرا ہے  
تمہاری نہ شفقت ہے نہ یاروں کی بھی صحت ہے (کذا)  
جہاں وہاں بیٹھا سرکس کس کو کہتے ہیں (کذا)  
سو یہ بھی نا تو انی حضرت .... کی دولت ہے  
میں تم سے پوچھتا ہوں سوز کیا ترے نصیبوں میں  
یہی ہر آن کا جلنا یہی ہر دم کی رقت ہے

مشفق کبھی تو غدر دل زار کیجیے  
مت میرے ریا نوچوم تولے خاک کھجیے  
داجب ہے گر عیادت بیمار کیجیے  
بس بس فقیر کو نہ گنہ گار کیجیے  
لے دل جلو نہ سو میں اس آستان پر  
خوابیدہ اپنے بختوں کو بیدار کیجیے  
سوز اپنی عرض حال جو کرنا تھا کر چکا  
اب آپ بھی دہن کو گہر بار کیجیے



اچکالے گیا کس کس سماجت اور منت سے

وہ میرا میرزا دل جو پلا تھا ناز و نعمت سے

یہاں اب عاشق و معشوق کہلاتے ہیں اس ڈھب کے

نہ یہ واقف محبت سے نہ وہ آگاہ الفت سے

بھجے محفل سے اپنی تو نے اٹھوایا مٹے سن لے

مروت دستگاہ درد تھا تیری مروت سے

تری قدرت کے میں قربان ہوں کیسا تو قادر ہے

کہ غم کو مار ڈالا سوز نے تیری حمایت سے

خبر تو میکہ میں کون سا شانہ رد تھا ہے  
کوشش تہمتہ مائے ہر اور پیمانہ رد تھا ہے

غلط ہی یہ کہ غم کھلتے نہیں معشوق عاشق کا  
بھلا دیکھو تو یا روشع یا پردانہ رد تھا ہے

گلی میں یار کی رونے کی سب آواز آتی تھی  
جو جا دیکھا تو اپنا ہی دلی دیوانہ رد تھا ہے

کہاں ہر وہ شرابی جو کہ نچھانے .....  
کہ اس کی یاد میں لے دو ستونِ خانہ رد تھا ہے

عجب احوال ہے گا ان دنوں میں سوز کا ہر

کہ اس کو دیکھ کر اپنا تو کیا بے گانہ رد تھا ہے

تنہا نہ مجھے درد نہاں تجھ سے گلا ہے  
نالہ سے بھی شکوہ ہی نغان تجھ سے گلا ہے

کیوں رد برد اس کے نہ کیا جان بیاں کچھ  
سننا ہی وہ کچھ درد زباں تجھ سے گلا ہے

ہر چند کہ چاہا یہ کھلے پر نہ کھلا جیفت  
کہتا ہی کچھ احوال دہاں تجھ سے گلا ہے

کیا جلد گئی ہاتھ میں دامن بھی نہ آیا  
تا حشر یہ عمر گزراں تجھ سے گلا ہے

کیوں شوخ نہ آیا تو مرے دقت سفر بھی      میں دیکھ لیتا تجھے ہاں تجھ سے گلا ہے  
 کیوں لوح بنای تھی کہ وہ دیکھ کے بھاگا (کنا)      گننام کو لے نام و نشاں تجھ سے گلا ہے  
 کیوں سوز دروں ..... تو نے  
 لے سوز مرے سوخہ جاں تجھ سے گلا ہے

اٹھ گیا آخر جہاں سے قیس اور نرہادی بھی      ان دوانوں کی نہیں کریا ہر کوئی یاد بھی  
 اس ستم کرنے نہ اپنا بات اٹھایا جو رے سے      کر چکا سو سو طرح میں داد بھی نہ سہرا بھی  
 کوئی بوسہ کوئی مکی کوئی گالی کوئی لات      ظلم تو کرتے ہیں پر کرتے ہیں کچھ امداد بھی  
 بے گنہ بے جرم بے تفسیر لاکھوں ہیں موی      بھل گئے ہیں تجھ سے کالے کو سراپ جلا د بھی  
 جو ڈرتا تھا کسی سے گو کہ ہو جلا دقت  
 بھاگتا ہے اب تو تجھ سے سونہ سا استاد بھی

یارب مرا اس دقت تلک جان نہ نکلی      جس دقت تلک ملنے کا ارمان نہ نکلی  
 مر مر کے مرے ہاتھ میں آتا ہی یہ دامن      گو جان نکل جائے پہ دامان نہ نکلی  
 مسکین اسے کہتے ہیں کے مثلاً ہی یقینی      جس شخص کو تابوت کا سامان نہ نکلی  
 سب دل سے نکل جائے مر دوزخ و جنت      اللہ کرے دل سے ترا دھیان نہ نکلی  
 تسکین ہے گی مجھے تا حشر مر جاں      دل میں سے تم سے تیر کا پیکان نہ نکلی  
 میاں تو زب مجھے تم سے یہ شکوہ ہر صدافوں  
 شہروں میں پھرے گاہ ادھر آن نہ نکلی

بے چین خواب تو دل کو صبر و تسکین الی      لٹا ہی یہ ملک دل کیا عشت کی فوج آئی



یاروں سے وہ سرگرمی دن رات بہر صورت  
ہم کو تو کبھی اپنی صورت بھی نہ دکھلائی  
جاتے ہیں ترے کو سے کپے کو تو چیتا ہے  
جو بوجھ کے بیٹھے تھے سوبات نہ بن آئی  
جانے کو ابھی جائیں پر ایک ہے یہ خطرہ  
کوئی نہ کہنے پہنچے سفلہ تھا یہ ہر جانی  
اے سوز ترے اشعار ہیں ابد فریب اودس  
ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز قافیہ پیمانی

جب گلو واٹھ گیا پہلو سے یہ دل خار ہر  
ناتوانی بھکو لے جاتی نہیں تم لے چلو  
خواب دغور کیا اب تو دم لینا بھی ل پر باز  
محبو اب رشکِ جنم یہ گل دگلزار ہے  
اے محبو اس کنے عاشق سے جو بزار ہے  
خاک اس کی زندگی جو جان سے بزار ہے  
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھو  
اور کچھ توشہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

دیتا ہیں ہے چین یہ دل ایک دم بھ  
گھر کے حریف نے یہ لگایا ہے غم بھ  
برباد ہے جو اپنے تئیں اس کو کون ہے  
دیتے نہیں کچھ اس لیے اہل کرم بھ

کوئی کم نجات ہو جو دل لگا دے زندگانی سے  
بہت اب یاد آتے ہیں تپاک اس حضرت دل کے  
گئے ہیں جتنے اپنے دوست ہم کو چھوڑ کر آگے  
جو یار آیا تو استقبال بھی ہم سے نہ ہو آیا  
جو پیش آئے اسے تقدیر ربِ عالیں جانے  
برا بھی تو نہ تھا دلسوز تھا سب شناؤں کا  
کسی نے نفع بھی پایا ہر اس دنیائے فانی سے  
عجائب حظ اٹھائے تم نے اس جنتِ مکانی سے  
کوئی دن کو ملیں گے ان سے کیا کیا شامانی سے  
ہے اب اے ہم شرمندہ اپنی ناتوانی سے  
راہِ یاد ہم کو سوزِ فردوسِ آشیانی سے  
لیکن پھونک سب کا جی گیا آتشِ بیانی سے

لے لے لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

اے موجد طرح بے وفائی کیوں کٹ کی تو نے آشنائی  
 یارب سرتن جدا ہو اس کا جس نے سکھائی ہے جدائی  
 دل لے لے کر اچار ڈالا سیکھنی ہے یہ کس سے دل ربائی  
 وہ چال چلو کہ بس مردن رہ جائے جہان میں بھلائی

اے سوز وفا بہت کی تو نے

پر تیرے کام کچھ نہ آئی

سنو میاں آہ میں عاشق کی البتہ اثر ہووے دعا مانگو شب ہجراں کسی عنوان سحر ہووے  
 جمال یار ہر شے میں نظر آوے نہ کیا معنی نظر میں ہم عسلی کی جو وہ نور نظر ہووے  
 نہ آئے دلربا اپنی غل میں جھوٹ کہتے ہیں الہی غلسوں کے ہاتھ میں تھوڑا تو زبرد ہووے  
 صنم کے کان تک پہنچے ہی پہنچے لاکھ صورتیں دیکھن قطرہ لمبے اشک عاشق جب گہر ہووے

ندنگ غمزہ دلدار ہر یک پر نہیں چلتا

بکھے جب سوز سے عشاق کا سینہ سپر ہووے

درد غم ایک طرت داغ ہیں پنہاں کتنے حضرت عشق کے ہیں مجھ پہ تو احساں کتنے  
 گردِ مردم نہ سمجھو مرثیہ خوں آلود اشک کے ساتھ نکل آتے ہیں پریاں کتنے  
 کیا دکھائے ہے تو لالہ یہ داغوں کی بہار ایسے پھولے ہیں سر دل میں گلستاں کتنے  
 ایسی ہی حضرت آصف کو جو کہتے ہیں وزیر اس بھل کے ہوئے خلق میں سلطاں کتنے  
 اس طرح سوز کو بھی لوگ کہیں ہیں شاعر ایسے گلیوں میں کھا دوں میں غزنواں کتنے

لہ یہ غزل میں نہیں ہے لہ ع اسنا ہے لہ ع مانگوں لہ م ۱۰ لیکن

لہ یہ شعر میں نہیں ہیں۔



جو دیکھے قد کو تیرے شمع پانی ہو پگھل جاوے  
 مجھے دیکھے اگر پردانہ اپنے جی میں جل جاوے  
 ہوا تو رو برو لیکن رہا محسوس نہ نظارہ  
 نہ دی حسرت نے فرصت اشک اپنے کہ ڈھل جاوے  
 سنو تو کیا یہی انصاف ہے خواباں کے مشرب میں  
 مجھے کہتے ہو کو پچے سے مرے جلدی نکل جاوے  
 نصیب اپنے میاں صاحب خدا کی بات ہاں سچ ہے  
 میں ایسا ہوں تو لے مرجاؤں پس تیرا خلل جاوے  
 میاں یہ سوز تھا جس نے کیا پاس ادب اتنا  
 وگرنہ کس کی قدرت آہ رد کے جی نکل جاوے

کس کا یہ نوجوان آتا ہے جس کے دیکھے سے جان جاتا ہے  
 میں تو کہتا ہوں آنکھیں ہیں مٹی ہو اس کو دل کا مکان بھاتا ہے  
 ایک عالم کا خون پیتا ہے لوگ کہتے ہیں پان کھاتا ہے  
 کوئی اس سے کہے کہ عاشق ہوں اس کو یہ کب گمان آتا ہے

ایک تو بات اس میں ہے اچھی  
 سوز کی بات مان جاتا ہے

دل تیرا کب کا آشنا ہے کیا جانے اس کو کیا ہوا ہے  
 میں نے تو تجھے کبھی نہ دیکھا بن دیکھے دل کا جی لیا ہے

واللہ بہت یہ کام کا ہے  
تیرا بھی جی کہیں لگا ہے  
بتلا تو اس میں کیا مزا ہے  
مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے  
واقف دل کا وہی حنا ہے  
بندہ یہ ترا ہی خاک پا ہے  
ظاہر میں بہ شکل پارسا ہے  
نونا سو روز ناشتا ہے  
کیا ہے ترے دل میں آج کیا ہے  
کس نے یہ بانگین بد اسے  
غصہ تو ناک پر دھرا ہے  
پیارے جی ابھی تو دن بڑا ہے  
پھر دیکھو تم کہ کیا مزا ہے

رہنے دیگو لے مری جاں  
اک بات کہوں اگر سنے تو  
شرامت مجھ سے راست کہ جان  
ہے ہے تو قدر دان ہو کر  
جو تو بوجھا ہے سو نہیں میں  
اس وضع پر مت ذلیل کر یو  
تو سوز سا اس کو جانو مت  
ہر شب رکھتا ہے چار عورت  
بمدرمت کچینو جان صاحب  
وہ وہ کہنے پہ اور دے نے  
تیرا تو ان دنوں میں یہ تو  
جمدھر کو میان کر کے بیٹھو  
ہلکے رات تو آنے دد مری جان

چمن میں یار نے پردے جب آن کھول دیے گلوں نے دیکھ کے اپنے دہان کھول دیے

لب خشک ہوئے منہ کا یہ احوال ہوا کذا تو بھلا عشق ہوا جی کا کہ خنجر لہوا

لہ ع دل لہ م تجھ کو واللہ لہ یہ شرم میں نہیں ہے۔

لہ م مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے لہ ع مجھ کو

لہ یہ شرم میں نہیں ہیں

لہ یہ شرم میں نہیں ہیں۔



کیا پوچھتے ہو تقدیر اپنی      تم سے کہوں کیا تقصیر اپنی  
 زلفوں میں آخر جا ہی پھنسا دل      کھوٹی نہ ناداں توقیر اپنی  
 ہاں شیر میرے کیا دیکھتا ہے      جلدی تڑا ڈال زنجیر اپنی  
 لے سوز شاہاں و اللہ باللہ      یاں بھی نہ چوکا تہہ ہیر اپنی

روز شہادت اللہ اکبر

آج ہی پڑھی نہ تکبیر اپنی

نہیں عاشق کسی کا تو فدائری کو کیا جانے      ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے سچ یاری کو کیا جانے  
 لگی بھی ہیں کسی سے اب ملک آنکھیں تری پیار      تڑپنا نوٹا راتوں کی بیداری کو کیا جانے  
 ابھی تو آئینہ میں تو نے اپنا منہ نہیں دیکھا      گرفتاری کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے  
 ابھی تو مشق خونخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے      یہ ننھا سا کیلجہ سیرا غم خواری کو کیا جانے

عزیز و سوز کو چونکا ڈمت سوتا ہے سونے دو

ازل کے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

پرکار کی روش نہرے ہم جتنی چل سکے (کذا)      اس گردش فلک سے نہ باہر نکل سکے  
 ایک نگاہ گرم میں پانی ہو بہ گیا      دل سنگ تو نہ تھا کہ بن آتش نہ گل سکے  
 ردیے نہ کیا کرے لے مری جان وہ غریب      جس کا تھا رے سامنے کچھ بس نہ چل سکے  
 دنا بھی تھم گیا ترے غصے کے خوف سے      تھی چشم ڈبڈبائی پر آنسو نہ ڈھل سکے  
 وہ گلزار عازم سیر چمن ہو گر      شمشاد اس کے سامنے دیکھوں تو چل سکے  
 دل میں ہے سوز اس کو غزل در غزل کہوں      تبدیل قافیہ سے اگر خوب ڈھل سکے

ملی یہاں سے آخر روین ہی تک کوئی غزل رع میں نہیں ہے۔

منہ دیکھو آئنے کا تری تاب لا سکے      غور شد پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے  
تصویر تیری کھینچے مصور تو کیا مجال      دست قضا جو پھر کوئی ایسا بنا سکے  
عارف خدا شناس ہوا ہو تو ہو دے      میں جانوں تیرے رمز کو ذرہ جو پا سکے  
یہ ہو سکے کہ اپنے تئیں سوز بھول جائے  
پر میری جان کہہ تجھے کیونکر بھلا سکے

عناں جس طرت دلربا موڑتا ہے      صفوں کی صفیں آن میں توڑتا ہے  
ادھسہ دل ہے یارو ادھر عشق اس کا      نہ یہ چھوڑتا ہے نہ وہ چھوڑتا ہے  
سلامت رہ اے خار دادی غربت      کہ دل کے پھپھو لے تو ہی پھوڑتا ہے

بھلا اب کیا کروں کب تک قضا سے انتخاب کیجے  
اجل کو ننگ آتا ہے، نہیں آتی ہے کیا کیجے  
رقیب اس کو اگر چھوڑیں تو کیسے حال اس کو (کذا)  
یہی بہتر ہے اخگر کی طرح دل میں جلا کیجے  
نصیبوں میں جو لکھا ہے وہی ملتا ہے دنیا میں  
یہ طالع حق کی بخشش انھو کا کلا کیجے (کذا)  
اگر ہوز ختم تن پر، اس کی مرہم ہو سکے لیکن  
جو ہوز ختم درونی اس کی کس دھب سے دوا کیجے

کیا کیسے جو اس شوخ کی اوقات ہوتی ہے      انساں کا اسے قتل تو اک بات ہوتی ہے  
نوروز کو چہرے نے ترے یار ہرایا      زلفوں سے شب قدر بھی اب بات ہوتی ہے



زلفوں کے خیالات میں ابنہند جو اچھی  
 معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے  
 کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے  
 میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے  
 اے شیخ نہیں تم میں تو یک پشم کرشمہ  
 واڑھی (کی) بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے  
 دعوائے غلامی تو ہے یک خلق کو تم سے  
 کچھ بندگی سوز بھی اثبات ہوئی ہے

دل مرا عشق کا دوانا ہے  
 ناصحا چپ تو گو سیانا ہے  
 گو کہ مجلس سے تو نے اٹھوایا  
 مجھ کو کب تم سے دل اٹھانا ہے  
 دوست ہی ہو گئے مرے دشمن  
 ہاے اللہ کیا ٹھکانا ہے  
 کب دیا دل میں تیری زلفوں کو  
 یہ بھی توگوں کا شاخسانا ہے  
 آپ سے آپ جا کے پہنچے گا  
 جس جگہ جی کا آب دوانا ہے  
 اے فلک شاد ہم کو رخصت کر  
 پھر ترے گھر میں کس کو آنا ہے  
 غیر کی یاد تم کرو پیارے  
 سوز کو دل سے گر بھلانا ہے

دل تری چاہ کی ایسی تیسی  
 عشق کی راہ کی ایسی تیسی  
 اب تلک دل میں نہیں اس کے اثر  
 نالہ و آہ کی ایسی تیسی  
 رد برد ہوئے گا اس ہر کے تو  
 لے ترے ماہ کی ایسی تیسی  
 کون قصے میں پڑے دنیا کے  
 حسرت و جاہ کی ایسی تیسی  
 سوز کو قتل کیا بوسہ سے  
 تیری تنخواہ کی ایسی تیسی

توبہ نشے میں دیکھ مجھے مار کر چلے  
 پوجے صنم کو کیونکے تجھے دیکھ برہمن  
 تم نے اگر ہمیں نہ خریدا تو کیا ہوا  
 بسل ہوئے تھے تڑپے جو ذرہ تو کیا ہوا  
 لے اب تو خوش ہوا کہ سراپا کٹاکے ہم  
 نظروں میں تیری ہم کھٹکتے تھے باغباں (کذا)  
 بت ہو گیا ہے دیکھ کے جلوہ ہر ایک شیخ  
 صبر و قرار و دین و دل و نقد و جنس اب  
 مستی سے میری آپ کو ہشیار کر چلے  
 مومن خدا پرستی سے انکار کر چلے  
 ہم آپ کو تو گرمی بازار کر چلے  
 کوچے کو تیرے دیکھ تو گلزار کر چلے  
 سب قاتلوں میں تجھ کو نمودار کر چلے  
 خوش ہو کہ تیرے باغ کو بے خار کر چلے  
 مسجد کو دیر آ کے تم اسے یار کر چلے  
 برباد تیرے کوچے میں یک بار کر چلے  
 مشہور عاشقی میں تو ہم تھے بڑے ہی سوز  
 پر ہر طرح سے آپ کو یاں خوار کر چلے

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئیں نکلیں ہے  
 قطرات عرق کاتے عارض پہ یہ ہر لطف  
 کب یہ گل اور نگ گلشن میں مزا ہے  
 یحسں کبھو شمع کے شعلے میں نہ دیکھا  
 سر تا بقدم کافر بیدیں نکلیں ہے  
 جوں پہلو سے مہ خوشہ پردیں نکلیں ہے  
 فندق سے جو وہ دست نگاریں نکلیں ہے  
 جو سر پہ ترے طرہ زریں نکلیں ہے  
 ہو ترش تو حرف لب شیریں نکلیں ہے  
 لے سوز مرے شوخ کی کیا چاہیے زینت  
 جوں مہربن آرایش و تزیین نکلیں ہے

وہ غل ہے جس کا موجب توبہ ہے ورنہ شور بہتر ہے  
 قیامت خیز تیرا دوس ہے ورنہ شور بہتر ہے



ہے نت اٹھ کے کشت و خون جس غوغا سے عالم میں  
 وہ شور انگیز تیری خو ہے ورنہ شور بہتر ہے  
 کیا شوریدہ سر عالم کو اس زلف پریشاں نے  
 یہ شور افزا اسی کی بو ہے ورنہ شور بہتر ہے  
 کرے جومات اے خونخوار عالم شور محشر کو  
 پر اس غوغا سے تیری کو ہے ورنہ شور بہتر ہے  
 سمجھتا کوئی ہے وہ ذکر و اذکار لب شیریں  
 کہ جس میں تیری گفتگو ہے ورنہ شور بہتر ہے (کذا)  
 وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے  
 تری ہی پھر یہ جستجو ہے ورنہ شور بہتر ہے (کذا)  
 جسے اے سوز صوفی سن کے پل میں مست ہو جاوے  
 وہ مے خانے کی ہاد ہو ہے ورنہ شور بہتر ہے

شراب تازہ سے داغ کہن میں آگ لگی  
 چراغ لے کے چراغاں کریں ہیں جوش و خروش  
 بسان انکرافسردہ اے مرے قاتل  
 سلگ اٹھی ہیں دلائع و عضو کی رگ و پے  
 افسوس چھپکے مت اس کی تو سیر کر ظالم (کذا)  
 ہمارے اشک سے کر رشخا در پر لے شمع  
 لے عندلیب نفاں پھر چمن میں آگ لگی  
 ہمارے داغ سے یوں جو کدن میں آگ لگی  
 شہید عشق کے تیسے کفن میں آگ لگی  
 خبر لے اپنی ددانے کہ بن میں آگ لگی  
 کسی کی آہ سحر سے لگن میں آگ لگی  
 تو اہل بزم پکاریں لگن میں آگ لگی  
 نہیں ہے شمع کی گردن میں سوز پر دانہ  
 تو سوز اس کے یہ کیوں تن بدن میں آگ لگی

دائق نہیں کوئی داغ گل سے      روشن ہے چمن چراغ گل سے  
 زہار نہ ہو سکے گی بلسل      تو عہدہ برآ دماغ گل سے  
 ساغر سے ان آنکھڑیوں کے ہمست      مدہوش صبا ایاغ گل سے  
 جوں غنچہ گرفتہ دل ہوں لے توڑ  
 کیا کام مجھے فراغ گل سے

ہمارے قتل کا مرثدہ صبا اغیار کو پہنچے      مبارکباد خونریزی کی تیغ یار کو پہنچے  
 ہوا ہوئے گا کیا کیا مرثدہ پر مورد و ملطف کا      قیامت ہو جو عمر اس طفل کی گفتار کو پہنچے  
 حقیقت دل کی میں اپنے کہوں کیا تم سے اے یار      نہیں لازم کہ غم اپنا کسی غم خوار کو پہنچے  
 جگر سب آب ہو کر بہ گیا اب کچھ نہیں باقی      سلام اوداع لے اشک چشم زار کو پہنچے  
 نہ ہوئے سوز دل جس کو تو کب مقدر ہر اس کا  
 کہ وہ اے سوز تیرے معنی اشعار کو پہنچے

مستعد ہرگز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے      گر مرید اس دور میں ہم ہیں تو پیر جام کے  
 ہم سے دیوانوں کے عاقل دہیے تدبیر ہیں      بندے ہیں ن پختہ مغزوں کے خیال خام کے  
 عشق کا آغاز تو جوں توں گزر جائے لیک      کہ نہیں سکتا دلائل حالات میں انجہام کے  
 نے تلاش دین ہی ہم سے نہ دنیا کی ہے فکر      اس کی رزاقی ہر دے ہر در نہ ہیں کس کام کے  
 گزے تھی آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا      اس کے لگ جاتے ہی نہ جاتے یہے آرام کے  
 ساغر دل خوں سے مالا مال رہتا ہے مرا      اہل دل گزست بہتے ہیں تو ایسے جام کے  
 چار فصل لے سوز نظر دل میں انھوں کی ہے بہار  
 مست جو ہیں گئے نگاہ ساقی گل منام کے



کیا کیسے حال اپنا جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 دل میں مرے خیال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہم نے زیرِ چرخ  
 لٹک رہا سوال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 کیا گفتگوئے برہمن دیکھا کلامِ شیخ  
 ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست  
 اس کام کا مال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 کس خبر دے یاد کو تشبیہ دیجیے  
 وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 کوئی تو مثل مہر ہے کوئی مثلِ ماہ  
 اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے  
 شعرِ سخن پہ سوز کے موقوف کچھ نہیں  
 اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے

اے تڑپھ چلین تو بسمل کو مرے پل بھر دے  
 یہ نہ ہو خوں سے کہیں دامنِ قاتل بھر دے  
 بادہ پینے سے تو خوگر میں نہیں ہوں اے تیغ  
 ہو کسی شیشے میں ہو تو مرا دل بھر دے  
 لے زمیں تا بغاکِ خون سے تجھ بن یہ چشم  
 ٹکڑے دل کے اگر ہو جائیں تو لائل بھر دے  
 اسے امید ہے مانکوں کی ترے زخمی کو  
 ٹوٹے شمشیر تو قیمت کبھی گھائل بھر دے  
 ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی  
 اس میں نک چھکنی چھپا کر تجھے غافل بھر دے  
 سیرِ حرام میں جوں نور بھرے فی خورشید  
 ساتیا جام مجھے مقابل بھر دے (کذا)

دیکھ کہتا ہوں تو اس ضد سے مزاجی مت کھو  
 توڑ دوں ہوں سر کے تیس لے کے ابھی سل بھرے  
 دام کچھ سوز کے ہیں پر گنہ زلف کے بیچ  
 ساتی کے پاس اجارے کہو حاصل بھرے  
 ورنہ وہ باندھ کے لے گا کر یہی ہے معمول  
 یکسر مو بھی ہو نقصان تو عامل بھرے

نہ دے عاشق نہ دے معشوق جن میں ہو یہ کچھ خامی  
 عبت لی ہم نے اب دنیا میں سر اپنے یہ بد نامی  
 اثر نے اشک میں پاتا ہوں، نے تاثیر نامے میں  
 ارادہ عشق کا تجھ سے ہے باایں بے سرائجامی  
 تجھے کچھ کہیے ظالم اس کی بو پھر ضد ہی کرتا ہے (کذا)  
 خدا جانے بلا کیا لائے گی یہ تیری خود کامی  
 فلک نے فتنے تو کیا کیا بہم پہنچائے نام آور  
 جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب میں بڑا نامی  
 میں اس کو شرح سوز دل کہو کس طرح لکھ بھیجوں  
 زبان شمع تک کٹتی ہے داں، ہو کون پیغامی  
 اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہیں سکتی  
 نہ دیکھا باز دست شاہ پردہ جو نہ ہو دامی  
 ہوئی ہے مے خوری یہ دور میں ساتی ترے رائج  
 بجا ہے اب جو ہر تالا کو کہیے مولوی جامی



فقیر اب سوز کیا جانے ہوا ہے کس کی آنکھوں پر  
سنا ہے آج یوں کپڑے رنگے ہیں ان نے بادامی

مت محبت کر کسو سے آہ مشکل ہوئے گی کوئی دن کو دیکھ تو یہ چاہ مشکل ہوئے گی  
لے دل اس چاہ زخماں سے ہو تو آشنا ڈوب جائے گا تو پانی تھا مشکل ہوئے گی  
کا زینک لے یا رتوشہ ہو فراہم کر لے ورنہ کتنی آخرت کی راہ مشکل ہوئے گی  
رات تو پھر تاپے راتوں کو چکوروں کی ... صحبت ان کی ایک دن لے ماہ مشکل ہوئے گی  
یک قلم کرمات فوج خط جو چاہے بعد سن ورنہ پھر دینی اسے تنخواہ مشکل ہوئے گی  
میں نباہوں گا محبت اس کی ناصح تجھ کو کیا خواہ آساں ہوئے گی وہ خواہ مشکل ہوئے گی  
رہ نور دوں کا وہ مردم اب تو دل چھینے ہے سوز  
اس طرح تو ایسی نبھنی راہ مشکل ہوئے گی

مبارک سیر باغ اس کو جو بلبل ہوئے بستانی

بہار آئے تو کیا ہم کو کہ ہم ہیں ان کے زندانی  
کوئی دلبر سے کہہ دے دل سے میرے بیخبر مت رہ  
کہ وحشی دام میں آئے تو لازم ہے نگہبانی  
بھری ہے چشم و دل میں بس کہ اس محبوب کی صورت  
مرے ہر اشک کا قطرہ گویا ہے یوسف ثانی  
نہ سمجھو آشنا خواہاں سے ہرگز مجھ دو لانے کو  
مجھے نسبت انھوں سے کیا وہ شہری میں بیابانی  
باس اطلس و دیبا پہ کیا مغرور ہے منعم  
ہم سے دل سے پوچھو تو یہ سب ہے ننگ عریانی

گریں ہیں طفل اشک آنکھوں سے میرے خاک کے اوپر  
 الہی دیکھو ان کی یتیمی اور نادانی  
 خبر کر دیجو اہل شہر کو پیک صبا جلد ہی  
 جنوں میں آج آتا ہے چلا سوز بیابانی

لاکھ طوفاں بہ جہاں ہم کو فلک دکھلائے  
 شعلہ طور ہو موسیٰ کو چہرا رخ مضطر  
 کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلائے  
 کیا جانکشی کو اس لیے بھٹا ہے شیخ  
 عشق زرہ گرے اپنی جھلک دکھلائے  
 چھوڑ انیوں کو اگر بنگ پیے تو داعظ  
 کہ خدا تا مجھے سونے کی ڈاک دکھلائے  
 تیرے شوریدہ کو جس دن کہ زمیں کو سونپا  
 وہیں لے جلے تجھے عرشِ تملک دکھلائے  
 زلزلے کو بھی خدا وہ نہ ٹھلک دکھلائے  
 آب ہو جائے دیں زہرہ فولاد اے سوز  
 یار خنجر کو جو ہلک اپنی پلک دکھلائے

بے دفائی کیا کہوں ساتھ اپنے اس محبوب کی  
 مجھ کو ان آنکھوں نے محبوب اس سمر نے کیا اکذا  
 تیری نسبت تو میاں بلبل نے گل سے خوب کی  
 شمع کو آنے نہ دے یاد اپنی خلوت میں کھجور  
 شرح سوز اک بار اگر دیکھے کے مکتوب کی  
 مختص بہم نے تو دی تھی دختر ز کو طلاق  
 پر تری ضد سے اسے ساتھ اپنے پھر محبوب کی  
 کب تملک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں  
 جیب میں اپنے شکیبائی نہیں ایوب کی  
 چشم ہمت میں ہماری قدر کیا دنیا رکھے  
 ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت محبوب کی  
 جو جفا میں تو نے معشوق کی اپنے سر سہیں  
 عاشقی کرتا کہیں ہے سوز اس سلوب کی



پوچھو مت کیونکہ تجھے رات میاں کٹتی ہے  
 حال دل کیونکہ کہوں اس کے جس کے آگے  
 دیکھ کر مجھ کو تو پروانہ حبلا مڑتا ہے  
 غیر خوار تھے گھر میں ہوا درہوں ہم بھی  
 ہو دو کج طبع کی ہرگز نہ موافق صحبت  
 یک دم اس باغ میں آرام نہ پایا ہم نے  
 وصل کا یار کے کب ہم کو یقین ہے اے سوز  
 لیکن اب زینت ہماری بہ گماں کٹتی ہے

طاقت کہاں کہ کیجے پرواز اقبس سے  
 دے داد کون یا رب اس نالہ حزیں کی  
 سنتے ہیں عشق نے دل گھبرا دیا ہے تجھ کو  
 جس سے کہ باس اے تقیّد کے لہو کی  
 گلزار تک پہنچنا معلوم یاں سے چھٹ کر  
 اے سوز گو رہائی صیاد سے ہوئی پر  
 طاقت کہاں کہ کیجے پرواز اقبس سے

جرم کر عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے  
 مجھ کو سونپا ہے زمانے کے تئیں قسمت نے  
 بے گنہ رہنے سے تفصیر بہت اچھی ہے  
 لے کے کعبے کیا سیر میں بت خانے کی  
 دست نامرد میں شمشیر بہت اچھی ہے  
 ذکر کو عیش کے کہتے ہیں کہ ہر نصف اعیش  
 خانہ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے  
 ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے

زلف میں تیری میں اس واسطے دل سونیا ہے  
 اس دو آنے کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے  
 کیوں ہے خاموش مری طرح چین میں لبیل  
 تیرے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے  
 کام دیکھا میں بہت مانی وہ ہزار کا ہاے  
 آنکھوں میں تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے  
 جتنے ہیں کام تے سونپ خدا کو اے سوز  
 تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

جب اس چین سے چھوڑ کے ہم آشیاں چلے  
 اک ہم صیغہ نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے  
 منہ کیا ہے باغباں کا جو ہم سے وہ کچھ کہے  
 جوں گل ہم اس کے باغ میں منشاں چلے  
 فافل ہمارے آہ سے رہتا نہیں ہے خوں (۵)  
 کر خوں ایسے تیرے جو بے کماں چلے  
 جانے کو اپنے گھر تو کہے تھا تو اور ہم  
 دنیا سے تیرے جو کے ہاتھ لے میاں چلے  
 سینہ موافقت نہ ہو رفتگاں کی داغ (کذا)  
 آتش نشاں ہے کہ جب کارواں چلے  
 راہ عدم بھی زد ہے اے سوز جس کے یزج  
 جس طرح پیر جاوے ہے وہیں جواں چلے

جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش دس چلے  
 دنیا عجب سرا ہے جہاں آکے بس چلے  
 کہیو صبا سلام ہمارا بہار کو  
 ہم تو چین کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے  
 لے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چین کو دیکھ  
 جمیست دلی پہ تری پھول ہنس چلے  
 تیرے سخن کو میں بسر چشم ناصحا  
 مانوں ہزار بار اگر دل پہ بس چلے  
 نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دوڑا شک  
 سن مردان قافلہ بانگ جو رس چلے  
 صیا دیجے اب تو قفس سے ہمیں رہا  
 خالم پھڑک پھڑک کے پرد بال گھس چلے  
 کام اس گلی میں سر سے گزنا ہے سوز کا  
 کیا کتاب یک قدم جو ادھر ہوا لہو رس چلے



محیط دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے  
 ہوئی تاثیر اس کے دل میں مالوں کے قیوبوں کے  
 یہ دل میں آئے ہو کانوں میں مست نارسا اپنا (۹)  
 بنے جو تجھ کو رکھ حجام سے اب صلح کر داعظ  
 چلیں کہنے کو ہم بھی شیخاگر تو قسم کھا کر  
 خدا کے واسطے باز آستانے سے مر دل کے  
 سدا یہ برق ظالم کر دشت گاہ پھرتی ہے (کذا)  
 اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے  
 تری زلفوں میں کنگھی جس طرح اے ماہ پھرتی ہے  
 کہ قینچی ریش کی تیری بہت بدخواہ پھرتی ہے  
 کہ یہ بات داں سے میکہ کے کوراہ پھرتی ہے  
 کہ اب تاثیر اس کی آہ کے ہمراہ پھرتی ہے  
 کہوں اے سوز کیا تجھ سے خرام ناز میں اس کا  
 دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناکاہ پھرتی ہے

عاشق تھا کبھی تجھ پہ یہ بھرتل تو وہی ہے  
 خورشید کو کیا رد جو ترا چہرہ وہ ہووے  
 کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام  
 ہو دیں گے تے کو چے میں یوں ل تو ہزاروں  
 خواہی کو تبہ مل کر آگے تھی جو تجھ میں  
 کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال  
 کیا جانے جو تجھ میں ہے الجھے ہیں یہ کس سے  
 خواری کا نہ کر اپنی دل یار سے شکوہ  
 گو عشق نہیں اس میں دے دل تو وہی ہے  
 عکس آنے میں دیکھے مقابل تو وہی ہے  
 گو زخم نہ معلوم ہو فتائل تو وہی ہے  
 میرا چو دل اک ان میں ہے سہل تو وہی ہے  
 اب میری ملاقات کی حائل تو وہی ہے  
 جو چاہیے آگاہ سو غافل تو وہی ہے  
 جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے  
 رسوا جو ہوا عشق میں کامل تو وہی ہے  
 دینے سے اذیت تمہیں کیا سوز کے حاصل  
 جو چاہو سودل پر کرو مائل تو وہی ہے

ہم کو خنا جو قتل کر اور آپ بچ رہی  
 باعث ہر یہ کہ یار کے جا ہاتھ رچ رہی

یوسف سے کب تھی گرمی بازار اس قدر  
جوں بیل عشق پیچھے کی لپٹی ہے شلخ پر  
جو دھوم تیری کو چٹہ و بازار بچ رہی  
اس طرح زلف یار کے قد سے تلخ رہی  
ہم چشم میری چشم سے ہونے کی بار بار  
چھڑیاں لگا لگا کے تو برسات سچ رہی  
واعظ نے اپنے جیبہ کو ہونے دیا نہ ہضم  
دستار شیخ جی کی تو اسے سوز پنج رہی

مسجد سے دیر کو شب لائی سیاہ مستی  
دیکھا مگر چین کو تو نے نگاہ بھر کر  
پانی ندان اپنی ہم رو براہ مستی  
ٹکے ہے کیوں زمیں پر گل کی کلاہ مستی  
آنکھوں پہ تیری ظالم ہے داد خواہ مستی  
کرتی ہے نالہ تیرا یاں سربراہ مستی  
ہم سے فسرزگاں سے کیا ہو چین میں لبیل  
عالم شباب کا جب آتا ہے یاد مجھ کو  
تیری نگہ سے ظالم جب بس چلا نہ اس کا  
دامن کو بے خودوں کے مت چھوڑ ہرگز دکڑا  
تو جس طرح جانے اب تو نباہ مستی (کذا)

جو زمیں زیر فلک داخل آبادی ہے  
غم سے اپنے ہے مجھے اس لیے اُفت پیار  
کہ وہ اس پہ تیسے ہاتھ سے فریادی ہے  
کوئی تڑپھے ہے، کوئی سسکے ہے کوئی بیدم  
کہ مرا غم تری خاطر کے لیے شادی ہے  
بال دیر توڑ کے صیاد کر۔۔۔ ہے آزاد  
آج کو بچے میں ستم گر کے یہ جلا دی ہے  
وعدے کو مال کے کہنا کہ مجھے بھول گیا  
آہ بے رحم یہ کس کام کی آزادی ہے  
چھلے داڑھی میں نہیں، شملہ نہیں گڑھی میں  
یہ تغافل تو مرے شوخ کا ایجادی ہے  
اس کے توجہ ہر رنگاں سے نہیں اُفت سوز  
شینخا آج تری وضع بہت سادی ہے  
ہر ملک دل کے لیے خنجر فولادی ہے



دل جس فرد شندہ بازار ہنر ہے      دیکھیں تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے  
 نا قدر شناسی ہے خلایق کی جہاں میں      جس کو ہنر آیا اسے انکار ہنر ہے  
 آیا نہ ہنر وہ کہ بھریں جس کے کئی سخت      اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے  
 عاشق جو ہنر پر ہے ہنر اس کا ہو عاشق      دلبر ہے ہنر جس کا وہ دلدار ہنر ہے  
 بکے کو نہ پوچوں میں ہنر مند کے ہوتے      اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے  
 اظہار ہنر وہاں نہ کروں ہو نہ جہاں قدر      دل اہل ہنر کا ہے سو غم خوار ہنر ہے  
 رد کا ہے تغافل نے تم سے مجھ کو تہ دام      صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے  
 دیکھی نہ ہنر مند کی میں قدر جہاں میں      لے لے برآں دل جو طلبگار ہنر ہے  
 رنگیں سخن اس کے نے دل خلق کو موہا  
 یہ سوز مگر طوطی گلزار ہنر ہے

قفص میں دکھ مجھے کچھ ہی تو ہی اسیری سے      ہر ایک مرغ کی نالاں ہوں ہم صغیری سے  
 بزرگ نقش قدم روشناس تجھ در کا      قنادگی کی ہوا ہوں میں دستگیری سے  
 بسان روز کہ ہوئے ہے صبح سے روشن      حصول جوش جوانی ہمیں ہے پیری سے  
 وہی ہے مرتبہ انکسار سے آگاہ      کہیں ہیں شاہ جسے نسبت فقیری سے  
 ہوس لے آئی ہے مجھ تک تو صید انگن کو      نظر میں اس کی نہ آیا میں بزر فقیری سے  
 ہے مستحق اذیت کہ دل نے پہلے سے      نہ کی تھی جو تری نثر گاں نے سخت گیری سے  
 نہ میں ہی اپنی اسیری سے تنگ ہوں لے توڑ  
 قفص بھی تنگ ہوا ہے مری اسیری سے

کہو دل کو کہ دنیا کی تلاش خام سے گزرے  
 نفیست ہے یہی جو ایک دم آرام سے گزرے

مجھے جوں شمع تیرے عشق میں یہ کچھ ہوا حاصل

جسے تا صبح دم روتے ہی روتے شام سے گزے

اٹھائے کون ہر دم مخ بچوں کی ناز برداری

مر یہ چشمِ خواباں ہو کے سر جام سے گزے (کذا)

بلا کیسی ہی تیری زلف سے آئے مرے دل پر

نہیں ہے صید وہ ایسا جو عشق و کرم سے گزے (کذا)

گلہ خواباں کی بیروٹی سے گر کیجے تو بے جا ہے

جو گزرے ہم پر دل سو اس دل ناکام سے گزے

ہمیں ہے ضبط اس نامے کا تیری خوشے لے ظالم

کہ جس کو دیکھے تو چرخ نیلی فام سے گزے

چلی ناموس داری سوز راہ عشق سے پنج کر

قدم پہلے ہے یہ اس میں کہ ننگ و نام سے گزے

مانند جس پھٹ گئی چھاتی تو نفاں سے

دل توڑ کے مانگے ہو دل اس شمع سے کہیو

بوسہ نہیں دیتا ہے تو دل گالی ہی دے جا

ہوئے دل حیرت زدہ سوز نہ بلا کا

یا مہر دے یا رب دل ناہرستاں کو

سرگشتہ ترے عشق کا محتاج خضر نہیں

..... کاٹنے ہے سخن سوز

سرگشتہ بیعت ہے اسے پیر مغاں سے



نزدی ظالم نے کچھ فرصت جو درد دل سے کچھ کہتے

اجل ٹمک دیر کر آتی تو ہم قاتل سے کچھ کہتے

نہ بچھے حال دل آسودہ خاطر بے قراروں کا

بچھتا وہ جو ہم جا کر کسی بسمل سے کچھ کہتے

جرس کا سنتے ہی نالہ نہ مر جاتے تو دادی میں

زبانی قیس کی ہم صاحب محمل سے کچھ کہتے

عجب کیا تھا کہ دکھ سن کر ہمارا آب ہو جاتے

غرض تیرے جو ہم پتھر کے ظالم سے کچھ کہتے (کذا)

ہوا کیا عالموں سے شیخ جی نے پوچھ گویا کی

وہ دھولانا انھوں کو گر کسی جاہل سے کچھ کہتے

نہ کہتے بلبس ناقص سے راز عشق ہم اپنا

جو کہتے بھی تو اس فن کے کسی کامل سے کچھ کہتے

نہ تھی گو راز داری سوز تیری ہم جو سنتا وہ (کذا)

ترے حق میں بنا کر بات اپنے دل سے کچھ کہتے

مائی ہزار رنگ کی اس خاک سے بنی

آتش کو آگے یاں خس نناک سے بنی

صحبت تری نہ اس بت بے باک سے بنی

لیکن یہ میں سنا ہے کہ وہ خاک سے بنی

میری بنی سو اس دل غم ناک سے بنی

لے سوز جسم زار کو کیا خاک سے بنی

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی

سخت جگر مرثہ سے کرے کیا یہ دیکھیے

ممکن نہیں برآر ہو خاشاک شعلے میں

مسواک تو کرے ہے وہ بن میں تو واعظا

صحبت میں اپنی بنتی نہ دیکھی کسو کے ساتھ

ایسی بھی کیا کہ ہو گئی یکساں زمیں کے بیچ

تب دوری سے دایم دِلِ ہجو رہتا ہے      برنگِ اخگرِ افسردہ نت مسطور جلتا ہے  
 تو اس نہرو کے ہوگا ردِ بردے مہر نہ دیکھو      جنم کے سوختے تیرے تو منہ کا نور جلتا ہے  
 ہر اک قطرہ سرمہ زنگاں پہ ہر جوں پارہ آتش      تماشا دیکھ پایے دار پر منصور جلتا ہے  
 لگی ہر شمع کے سر سے تو میرے دل کے تلوؤں کے      بھلا دیکھو ان میں کون بادِ ستور جلتا ہے  
 جلے بغیر تیرے رشک سے پایے تو جلنے دے      بلا سے میری اور تیری جبرہ مقہور جلتا ہے  
 مجھے آرام دانا دے سے ہر ناصح نہ ہو مانع      اگر رہ جائے بہنے سے تو پھر ناسور جلتا ہے  
 الہی خیر کچھ سوز کی یہ روشنی کیا ہے  
 وہ شمع طود سا کچھ دیکھو تو دور جلتا ہے

دل اس کے اٹھ سے تنہا نہ ہو کر تنگ جلتا ہے  
 جگر بھی سینے میں دل کے ہی کچھ نیرنگ جلتا ہے  
 یہ باعثِ ہر میں اے شوخ ہے اتنی حرارت کا  
 کہ تیرے سامنے چہرے کا اس کے رنگ جلتا ہے  
 نہ تنہا داغِ لالہ کو کیا ہے رشکِ عارض نے  
 تھاری دیکھ کر فندقِ گل اور رنگ جلتا ہے  
 کیا اے شمعِ رو یہ فرق پر دلانے میں اور مجھ میں  
 کہ میں کس رنگ جلتا ہوں وہ کیسے ڈھنگ جلتا ہے  
 بیاں دیوانگی کا سوز کی میں کیا کروں یا رو  
 کہ اس کا دیکھ کر احوال ہر یک سنگ جلتا ہے

مرے گھر میں الہی ایک شب وہ ماہتاب آئے      کہ اس دل کو ہو آرام ہمایوں کو خواب آئے



جلا ہوں اس قدر تجھ سے کہ میرے بعد مرنے کے  
 اگلے گل خاک سے میری تو پھر مجھے کباب آئے  
 جو مجھ تک بعد مرنے کے مے آیا تو کیا حاصل  
 کہے جایا رہے کوئی جو آئے تو شتاب آئے  
 نصیحت را یگانہ مت کر بغیر از وصل لے واضح  
 دل بیتاب کو میرے ہیں ممکن کہ تاب آئے  
 بہار ایسی ہے اب کے سال لے ساتی عجب کیا ہے  
 کہ جا کر میکدے سے محتسب مست شراب آئے  
 فرشتہ بھی ہو تو اجڑ لے دل درہم ہوں ملا کے  
 جو کتب میں سبق لینے کو وہ لے کر کتاب آئے

غزل کہنے میں اب یہ مرتبہ ہے سوز کا پارو  
 کہ صائب اس سے جا بچے، تو ہو کر لا جواب آئے

میں وہ رسوا ہوں جس کو دیکھ خاص و عام روتا ہے

مری وضع حسد اباتی پہ ہر ایک جام روتا ہے

مری حالت ہے یہ درد جدائی سے کہ اب یارب

مرا پیغام بردے کر اسے پیغام روتا ہے

ہنسنے ہے ایک تو ہی سن کے میرے حال کو درد نہ

زباں پر جس کی آجاتا ہے میرا نام روتا ہے

لسان ابر جو واقف ہے اس دل کی حقیقت سے

تو دامن ڈھانپ کر منہ کو وہ صبح و شام روتا ہے

کہوں کیا سوز کے رونے کا تیرے غم سے لے ظالم

لہو کے آنسوؤں جوں تیغ خوں آشام روتا ہے (کذا)

اس سوا گھر عاشقوں کے اور کیا اسباب ہے

دل نہیں پہلو میں گویا نظر سیماب ہے

سینہ پر سوز ہے اور دیدہ پر آب ہے

کیا کروں میں اپنے دل کی بے قراری کا بیاں

پیرنا تو ہے دلا دریاے حسنِ یار کو      نات سے پنج کر کلنا ملک کہ یہ گروا ہے  
 صحبت یکدگر لے یار و غنیمت جان تو      آج جو موجود ہے سو کل خیال و خواب ہے  
 اشک کو لے سوزِ منتِ ناقدر دانی سے بہا  
 قطرہ جو گرتا ہے اس کا گوہرِ نایاب ہے

جسے دل دیجے سو دلبر کہاں ہے      جو ہے بھی تو ہمیں باور کہاں ہے  
 بھلکتا ہے ہر اک ذرے میں خورشید      شناسائی کسی کو پر کہاں ہے  
 مرا ہر چند طفلِ اشک ہے شوخ      تری زلفوں سا پر ابتر کہاں ہے  
 دلا یہ گلِ رفاں میں طالبِ زہر      ہمارے پاس لیکن زہر کہاں ہے  
 ترے کوچے میں ہے مدت سے ساکن      مرے پہلو میں دل کا گھر کہاں ہے  
 نہ برداس سے گاہے قطرہِ خون      مری مژگاں سا ابر تر کہاں ہے  
 تسلی سوز کی کب ہوں مٹاں سے  
 بتا دو ساقی کو تر کہاں ہے

مرے دل کی کسے یار و خبر ہے      خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے  
 نہیں پرداہِ قاصد کی مجھے اب      کہ میرا دل ہی میرا نامہ بر ہے  
 بتا مجھ کو کسے تو نے کیا قتل      ترا دامن یہ کس کے خوں سے تر ہے  
 یہ نت کے کون نکتورے اٹھائے      ترا غصہ تو ہر دم ناک پر ہے  
 یہ مردم کس طرح ڈوبیں نہ یار ب      مری آنکھوں کا اب پانی میں گھر ہے  
 نہ کی تاثیر اس کے دل میں یار ب      ہماری آہ بھی کیا بے اثر ہے  
 تری ہے گی یہی کیا مہربانی      سناں ہے تیرے تیغ و تبر ہے



کوئی دل سوز اس کا ہو تو جانے  
تجھے کیا سوز کے دل کی خبر ہے

مری آنکھوں میں یاد و اشک ایسا موج مارے ہے  
کہ جیسے ساغر یس میں صہبیا موج مارے ہے  
روا ہے ابر دریا دل یہ کس کے حال پر یاد  
کہ یوں سرسبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے  
پھنسنے میں بس کہ دل دریا دلوں کے اس میں اے پیارے  
ترے مکھڑے پہ کیا زلف چلیپا موج مارے ہے  
ترمی دریا دلی کا شور ہے اے بہر باں جب سے  
ہمارے دل میں دریاے تمنا موج مارے ہے  
عبث تو سیر میں دنیا کی اب اوقات کھوتا ہے  
سرشک سوز کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

یاد جس سے خوش ہے مجھ کو وہ آئیں چاہیے  
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہوں نے دیں چاہیے  
مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے پرے  
چہرہ خورشید کو دستارِ زریں چاہیے  
ہے جبیں پر چین تو لب پر تبسم کی گرہ  
بادہ کش ہیں گزک کے ترش و شیریں چاہیے (کڑا)  
ہم دعا مانگیں تو اپنے حق میں پر ساماں کہاں  
لاکھ اہل دل ہمیں کہنے کو آئیں چاہیے

ہاتھ پر اپنے خواہر گز نہ باندھے آفتاب

حسن دیوے حق جسے کیا اس کو ترنم چاہیے

توز کی ہرگز سبک وضعی پہ اے ناصح نہ جا

جو کوئی ہوشیخ و ناصح اس کو تمکیں چاہیے

مچھ کو صدقے تو یار ہونے دے	آپ پر سے نشان ہونے دے
میری چھاتی پہ رکھ کے برچھی کو	مت اٹھا دل سے پار ہونے دے
ہم بھی نار کریں گے لے بلسل	ٹمک چمن میں بہار ہونے دے
کیا تجھے کام جیب سے میری	ناصر تار تار ہونے دے
اب تو سب کے گلے تو ملتا ہے	ہم کو بھی ہم کنار ہونے دے
بیتے پر ناے ہم دکھا دیں گے	ٹمک مرزہ اشکبار ہونے دے
رنگ میں ہوں تو بحث لے واعظ	ٹمک نشے کا آثار ہونے دے
تجھ سے سمجھوں گا میں بھلا لے دل	ٹمک مرا اختیار ہونے دے

ہے تری جان کا یہی دشمن

توز اس دل کو خوار ہونے دے

حذر نہیں انھیں عالم کی خوں نشانی سے	رکھ ابرو اداں کو تو اب یار تیغ رانی سے
بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش	لگانہ دل کو تو اس بوستان فانی سے
میں وہ اسیر ہوں جس کا کہ پاساں ہر آن	اجل کو چاہے ہے تنگ آ کے پاسانی سے
ہوئی ہے دوستوں کی جب سے دوستی معلوم	نہیں ہے خوف مجھ دشمنان جانی سے
تو اس کی آنکھ سے ٹمک پنج کے جائے تولد	حذر ضرور ہے آہو سے آشیانی سے



ہم کو نہ کچھ مال نہ زر چاہیے      لطف کی اک تیری نظر چاہیے  
 کس لیے تلوارِ حسریٰ میاں      باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے  
 فرض کیا میں کہ ہے وہ سنگدل      آہ میں اپنی بھی اثر چاہیے  
 کھینچ کے شمشیر جو آجائے یار      سینہ ہمارا بھی سپر چاہیے  
 راہ عدم کی بھی عجب راہ ہے      کچھ نہ جسے راہ سفر چاہیے  
 کتنے مروت سے یہ رہتی ہیں دور      یار ان آنکھوں سے حذر چاہیے  
 سوز تو ہرگز نہیں مانع میاں  
 اٹھ کے چلے جاؤ جدھر چاہیے

ترے عارض پہ خط کی ہر کوئی تحریر کیا سمجھے  
 بجز عالمِ کلامِ اللہ کی تفسیر کیا سمجھے  
 سرسوز لعل اس ظالم کی دکھ .... اس دل کو  
 جو گزرے حالِ دیوانے پہ سوزِ نجیر کیا سمجھے  
 نہیں کچھ سوزِ دل سہنا اس آہن کی خاطر میں  
 زبانِ شمع کی تقریر کو گلگیر کیا سمجھے  
 بہت سمجھا رہا دل کو میں پیش از اس کے ملنے پر  
 لیکن یہ بلا کافر ہے یہ بے پیر کیا سمجھے  
 تجھے اے سوزِ دکھ اس شوخ سے کہنا ہے لا حاصل  
 کہ دردِ زخم کو دل کے دم شمشیر کیا سمجھے

دل چاہتا ہے تیری ملاقات کے لیے      زلفوں سے پوچھ آئیں ہم اک رات کے لیے

مکن نہیں کہ حکم ترا ہم کریں عس و دل  
 آتا ہے اب یہ دل میں ہمارے کہ اردغاں  
 لاکھوں میں ہیں غلام تیرے بات کے لیے  
 آنکھوں کو اپنی بکھیجے برسات کے لیے  
 مانند چاک جیب کے اس کایسے وہ ہونٹھ  
 ایسا کوئی ہونا صح بد ذات کے لیے  
 گونا گوتا ہے تجھ سے وہ بوسہ تو کیا ہوا  
 مت قتل کبھو سوز کو اس بات کے لیے

سنے نہ یار تو دل کا بیان کیا کبھے  
 ہمیں یقین ہے کہ محبوب بے وفا ہیں سب  
 سخن کو اپنے عبث رایگان کیا کبھے  
 وفا کو اپنی مرے مہربان کیا کبھے  
 کروں میں نالہ و فریاد دور سے لیکن  
 جہاں کہ دشمن جاں باغباں ہوئے بلبل  
 تو اس چین میں بھلا آشیان کیا کبھے  
 نہیں سنے ہے مری داستان کیا کبھے  
 بجز فسانہ فریاد و قصہ مجنوں  
 کہوں میں بزم میں جا اس کی حال دل لیکن  
 کٹے ہے شمع کی واں تو زبان کیا کبھے  
 کہے ہے یار کی تو بندگی میں ہے راسخ  
 کھڑے کھڑے تجھے سوز امتحان کیا کبھے

ستم پر دردوں کو ہر دم ستم ایجاد یاد آوے  
 چمن بھی گور ہوا اپنا ہمیں صیاد یاد آوے  
 بہت پچھٹائے گامت کھو ہمیں تو ہاتھ ہے اپنے  
 مبادا پھر تجھے دنیا مزہ برباد یاد آوے  
 یہ دل اب مائل بیداد ہے اتنا کہ اس جاگہ  
 جہاں دم لے نہ سکے واں لے فریاد یاد آوے



دل و قایل، جان و مال اپنا سبھی کچھ اس کو بھولے ہر  
جسے ہر لحظہ تو اسے خانماں برباد یاد آوے  
چھوٹا فریاد نے اے سوز تیشہ نام سے تیرا  
پڑے جب سر پہ شاگردوں کے تب استاد یاد آئے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کئے  
اب ہوا تو لاپچی زہر کا سیرہ المیہ دے  
کب کیا کس جا کیا کس وقت کس دم کس کئے  
زہر کہاں مجھ زندہ مجھ قلاش مجھ مغلس کئے  
دل نہ ابھرا ان سے ابھایا مجھے کس کس کئے  
زلف دکا کل، چشم داہرہ سب کو دکھلایا دے  
پتھر جب جلتے ہے آرام و صبر و عقل و ہوش  
بیٹھے کس دلدار کس غم خوار کس منوس کئے  
جوں کہا چل سوز سے مل، طیش کھا کر بول اٹھا  
جاؤں کس خاموش کس مدہوش کس بے حس کئے

آدم سے لگا سوز، جگر خوں ہوئے کتنے  
کم طالعی اپنی کانہ کیجے کبھو شکوہ  
اس یلی روپوش کے مجنوں ہوئے کتنے  
کس جاؤ بھلا تخت ہمایوں ہوئے کتنے دکھ  
سب صورت محسوس کے مفتوں ہوئے دالہ  
بتلاؤ بھلا عاشق بے چوں ہوئے کتنے  
وہ سرد ہے میرا چمن دہریں موزوں  
بولو نہ بھلا اور یہ موزوں ہوئے کتنے  
مجنوں کو تمھیں دشت کا گنتے رہو سردار  
میاں سوز سے آوارہ ہاموں ہوئے کتنے

خبر لو دل کمال آج جاں فرسودہ کیسا ہے  
الہی خیر کیجو اشک خوں آلود کیسا ہے  
است می کی صدا سے اب تک ل مجھ پر یار کتب  
بلا جانے ہمارا نغمہ داؤد کیسا ہے

یہ گرد کاروانِ حسن ہے یا خط کی آمد ہے      صنم سچ کہ ترا پہرہ غبارِ آلود کیسا ہے  
 کہا ہر چندِ ناصح کو کہ مجھ کو مت ستا ہر دم      نہ مانا پر نہ مانا ہاے یہ مردود کیسا ہے  
 میں اس سرکش کے ہاتھوں آپ کو جب گم میں ڈالا  
 کہا اے سوز تو ملک دیکھو یہ درد کیسا ہے

یارب کہیں سے گرمی بازار بھیج دے      دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیج دے  
 اپنی بساط میں تو یہی دل ہے میری جان      لیتا نہیں تو کیا کروں لاچار بھیج دے  
 دعویٰ جو برشکال سے آنکھوں کو ہری مری      ایسا تو کوئی ابر گہر بار بھیج دے  
 دیتے ہیں عقد جنس میں عاشق عروس جاں      آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے  
 غم خوار سوز کا یہی دل تھا سو میں لیا  
 اس کے سوا بھلا کوئی غم خوار بھیج دے

نہ گھر سے تم سے ہم سفر کر چلے      میاں جان لے ہم تو مر کر چلے  
 تمنا سے خالی دل کو کیا اکڑا      ترے در سے ہم آہ بھر کر چلے  
 ملے گا نہ ہم سا کوئی پھر تجھے      خبردار ہو ہم خبر کر چلے  
 جگر میں لگی آگ میرے دو چند      یہ نالے تو الٹا اثر کر چلے  
 نہ آؤ گے دیکھیں بھلا کب تلک      مری آنکھوں میں اب تو گھر کر چلے  
 چلے تم تو اب بہ کے اے چشم تر      مرے اشک کو در بدر کر چلے  
 درمیکدہ سے سنا تو نے سوز  
 نہ لب اپنے ہم آ کے تر کر چلے



ترے کھڑے کے جلوے گو کہ آنکھوں سے نہاں ہیں گے

نہ پیش چشم دل ہر ایک دم عیاں ہیں گے (کذا)  
یہی (ہوئی) ہے خاک سے خلقت تری اے ہر دیش جبے

زمین کے گرد روز و شب تصدق آسماں ہیں گے  
ہوئی مدت کہ گذرا مرتبہ شکوے سے رونے کا

یہ چشم اب صبح سے تا صبح ظالم خوفشاں ہیں گے  
سمجھ مت ..... ہرگز ہمارے آہ و نالے کو

نپٹ بے طرح اے غافل یہ تیرے کہاں ہیں گے  
بظاہر داغ سینے پر ترے ہاتھوں سے چھوٹے ہیں

دو چند ان سے وہ ہوں گے دل پہ جو میرے نہاں ہیں گے  
کریں کس طرح ہم باور تمہارے جھوٹے وعدوں کو

کہ اک مدت سے ہم دل کے تمہارے راز داں ہیں گے  
غنیمت بوجھ تو اب سوز کے ملنے کو اے ناداں

یقیناً یہ جاں لے اس طرح کے بند کہاں ہیں گے

آنکھوں کی راہ میری یہ دل نکل نہ جاوے  
ڈرتا ہوں آنسوؤں کے ہمراہ جل نہ جاوے  
ہرگز اٹھائیو مت منہ سے نقاب اپنے  
تابش سے اس کی ظالم خورشید جل نہ جاوے  
آہ اس لٹک سے کیا جانے کیا کریگا  
یہ شوخ دل کسی کا تلوں سے مل نہ جاوے  
مت جام پے پے (مے) زہا را اب تو ساقی  
ڈرتا ہوں دختر رز مجلس کو چھپل نہ جاوے

تیری صف مرثہ سے منہ پھیر جائے رستم

پروردہ سے اس کے یہ سوز ٹل نہ جاوے

دل پہ چھاتی میں داغ روشن ہے      اپنے گھر کا چراغ روشن ہے  
 ساقی آیا ہے مے کدے کے بیچ      آج چشمِ ایاغ روشن ہے  
 جلوہ گر ہیں چراغِ لالے کے      کیا ہے اب صحنِ باغ روشن ہے  
 کس سے ظالم چھپا ہے میرا حال      ظلم کا تو سراغ روشن ہے  
 آتشِ تر سے سوز کا ساقی  
 شمع آسا داغ روشن ہے

جام دیتا ہے وہ لیے ہی بنے      سم ہو یا امرت اب پیے ہی بنے  
 لے فلکِ زندگی سے خوش ناخوش      جوں جلاوے تو دوں بیے ہی بنے  
 اب تو بیٹھا ہوں بوسہ یا گالی      کچھ نہ کچھ اس گھڑی دیے ہی بنے  
 پھاڑ کر جوے شیر شیریں نے      کہا فریاد سے 'یہ ہی بنے  
 حسن کیسا ہی کام فرمائے  
 سوز اب عشق کو کیے ہی بنے

ایک دن چھوٹے نہ ہم ظالم کے بس میں مر گئے      ہم صغیر بن تیر میں ادہم نفس میں مر گئے (کذا)  
 کیا قیامت ہوگی جب آدیں گے وہ غصے کے بیچ      جو ترے دیدار کی پیاسے ہوس میں مر گئے  
 کون سا دل ہو کہ آہ آرزوہ دل کی سن سکے      ہم تو یارِ ب ایک فریادِ جرس میں مر گئے  
 کچھ نہ دیکھا آن کرہ جہاں میں جوں حباب      چشمِ واکرتے ہی ہم تو یک نفس میں مر گئے  
 باغباں کب باندھنے دے گا چین میں آشیان      ہم تو ناحق فکرِ جمع خار و خس میں مر گئے  
 جو یار لے سوز کوئی دن رہا اگر اس طرح  
 تو یہ سن لیجو کہ ہم دن آٹھ دس میں مر گئے



خالی نیاں سے لے تم ایجاد جائیں گے  
 تقصیر ہے وفا کی، جفا کا نہیں گناہ  
 گر ہم نے آکے تخت سلیمان کیا حصول  
 اسباب تو شباب جوانی کا لہ گیا  
 کر بھل سے زندگی کے تعلق کو دل کے قطع  
 کھینچا ورق پہ دل کے تراصن ہم نے یار  
 شاداں رہیں گے اور تمھارے تو ہم نشین  
 ہم بے اثر نفس میں جو فریاد ہم صغیر  
 ہم نالے کرتے خانہٴ صیاد جائیں گے (کنڈا)  
 تلقین نہ کر سکا ہیں ایمان شیخ شہر  
 اب سیکھنے کو سوز سے اسجاد جائیں گے

بتاں کی دیکھ گرمی چشم، دل سایا رہے ڈوبی  
 نہ اندیشہ کیا اپنا نہ کچھ فکر اس دوانے کا  
 گہر روتا ہے اک قطرے کو اپنے ابرو دریا پر  
 ڈبایا گھر نہ کچھ اس چشم نے اپنا ہی رو رو کر  
 رقیبوں سے لڑوں میں گر یہ سمجھوں ٹوٹ جاؤ گی  
 زبیں تھا تشنہ تیرا تیر خون بے گناہوں کا  
 وضو کرتے ہوئے پانی میں سر سے گر پڑی دعا  
 نہ کرتے عرض حال اسے تو کیونکر دن سے کہتے  
 یہ کشتی بحر آتش میں مرا غم خوار لے ڈوبی  
 بہ گرداب بلا ناداں کیا کیا بار لے ڈوبی  
 مرا تو یہ صدف یار و در شہوار لے ڈوبی  
 یہ کافر ایک عالم کا درو دیوار لے ڈوبی  
 مجھے دریا میں بوہر کے مری تلوار لے ڈوبی  
 کہ پیکار اس کی میر سینے میں سوار لے ڈوبی  
 بزدلی تھی جو کچھ تجھ میں تری سار لے ڈوبی  
 زباں جوں شمع میری مجھ کو آخر کار لے ڈوبی

تلاش اس دہر میں جن نے کیا ہے سوز تیرا سا  
 طبع کو حرص کی اس خواص کو اے یار لے ڈوبی (کنڈا)

حال دل کس سے اب بیاں کیجے  
 کس کو پہلا کے ہسبیاں کیجے  
 سانس لینے سے وہ جھجھکتا ہے  
 کس طرح نالا و فغاں کیجے  
 باغ دنیا کی ہے حریف خزاں  
 کس بھروسے پہ آشیاں کیجے  
 غنم تادمے تجھے لے خانہ خراب  
 تیری فریاد اب کہاں کیجے  
 کچھ لگائی سے کیوں غرض کو کی (کذا)  
 اپنی خاطر کے تیں گراں کیجے  
 میں ترا ہوں گا بندہ دل سوز  
 میرے حق میں نہ یہ گماں کیجے  
 توڑ کو کا اسے مرے قاتل (کذا)  
 کہنے سننے کو امتحاں کیجے

نہ تیرا پاٹ دامن کا نہ تیری آستیں ڈوبی  
 روا یہ خوں میں شنباصح کہ ہر چین جبیں ڈوبی  
 کرے گا غرق عالم کو غرور حسن کا ہے (۹)  
 اگر آئینہ میں اس کی نگاہ شرمیگیں ڈوبی  
 سخن اب لعل لب پر اس کے اس خوبی سے آیا  
 کہ تیری قدر و قیمت یہ لے حرف نگیں ڈوبی (کذا)  
 ملا جنت میں یار ب تو اس رشک جنت کو (کذا)  
 جہاں میں اک بت چیرکائیں اب شہرہ نہیں بنتا  
 نہ وہی یہ اشک نے فرصت کہ مشقت خاک سر پہ ہو  
 نہ گراے یار میرے اشک کے پانی میں جبیں ڈوبی  
 بہا دریا میری آنکھوں سے اور اس کو نہ رحم آیا  
 جو ہیں گذرا یہ خاطر میں کچھ سب بے زمیں ڈوبی  
 بسان شمع جن کا عکس آب طشت میں ہوئے  
 مگر تاشیر کی کشتی خبر ہو تو کہیں ڈوبی  
 لے آیا گوہر نایاب ہے دریاے مٹنی سے  
 ہمارے اشک میں اس طرح آہ آتشیں ڈوبی  
 کہ جب غواص ہو کر سوز کی فکر متیں ڈوبی

تجھے اسے مہرباں یہ سوز عاشق کیا دعا دیوے  
 جو تیرے دل میں ہوئے مدعا جلدی حشر ا دیوے



کوئی کہتا ہے زلفوں میں کوئی کہتا ہے کاکل میں

پھنسا ہے دل جہاں یارب کوئی مجھ کو دکھا دیوے

سیجائی ہے میرے یار کی رفتار میں دانش

ہزاروں گور کے سوتوں کو ٹھوکر سے جلا دیوے

بھرا ہے شیشہ دل خون سے بدست آتا ہے

دھڑکتا ہے کلیجہ خوف سے شاید بہا دیوے

ترا احسان مجھ پر حشر تک ہوگا خدا کی سوں

صبا یہ مشت پر جو تو قفس سے لے اڑا دیوے

مجھے اے سوز، سن، بھاتی نہیں ہے صورت و غلط

کوئی اس وقت اس بد بخت کو یاں سے اٹھا دیوے

جو غم دل میں بے آکر اے اب دور کیا کیجے

عطا ہے یار ہر اس چیز کا نہ کور کیا کیجے

مے بدست تیرے دل میں اتنا بھی نہ آیا ڈر

کہ دل ہٹائے مے ہر اس کو غم سے چور کیا کیجے

مری آنکھوں کے تھمتا نہیں ہر شک یک پل بھی

یہ زخم آہستہ آہستہ ہوا اب حور کیا کیجے

طفیل شک کو غم سے دیا سولی پر مرگیاں نے

چڑھائے دار پر دیکھو مرا منصور کیا کیجے

کہا مت مانیو تم سے جو یار و سوز کہتا ہے

عزیز و بات دیوانے کی اب منظور کیا کیجے

کسے طاقت جو اس قاتل کے آگے زم زباں ہو

جو اس اپنے کرے گم گو کہ رستم داستاں ہو

لگی ہے آگ یگشن میں میرا جی دھڑکتا ہے

مبادا بلبل بے کس کا اس میں آشیاں ہو

نہ سینے میں کچھ اس کا کھوج پایا نے بیا بیاں

بتاؤ کوئی میرے دل کو لے یار و جہاں ہو

نہ قطبیت مجھے درکار ہے نے جاہ اسکندر  
ابھی میرے اوپر وہ ستم گر مہرباں ہووے  
جھجھک مت ذوق سے کر قتل، سر بند کا حاضر ہے  
یہی تھی آرزو جو تجھ کو شوق استحاں ہووے  
ہو امیں خاک لیکن راہبر پایا نہ واحد است  
اڑا لے جا صبا یہ خاک جس کا کاڑاں ہووے  
خدا کے واسطے غصے نہ ہونا مہرباں میرے  
قسم ہے سوز کے قالب میں گرد ہشتک جاں ہووے

میری نظروں میں تو ہر ذرہ شہ خاوار ہے  
شاید اس خاک کے پرے میں کوئی دلبر ہے  
چار دن قائم و سنبال بچھایا تو کیا  
آخر ش جان مری تو دہ خاکستر ہے  
جو جو دل میں ہے مرے وضع جہاں سے نفرت  
آہ میں کس سے کہوں اور کسے باد ہے  
جان من تیغ لگا تا ہے تو ٹاک ہٹ کے لگا  
کہیں دامن نہ بھرے یہ مکے دل میں ڈر ہے  
دوست کو قتل کرے حامی دشمن ہووے  
اے مرے یاد تری تیغ کا یہ جو ہر ہے  
چاہے اک آن میں قیدی کو کرے تخت نشین  
کچھ اچنبھا نہیں اے سوز خدا قادر ہے

عزیز دیکھ لو کیا مہرباں پر رب کی رحمت ہے (کذا)  
اگر یہ زہر کھاتا ہے تو اس کے حق میں رحمت ہے  
یہ خورشید فلک جس کے مقابل ہو نہیں سکتا  
مقابل اس کے ہوئے آئینہ یہ مجھ کو حیرت ہے  
نہ اس کو شہر میں آرام، نے صحرا میں خوش وقتی  
نہ سینے میں اے ہے چین، دہر کیا عداوت ہے  
صنم آئین دل داری سکھاؤں کا سکھ کر سن (کذا)  
کرم ہے مہربانی ہے، مدارا ہے، محبت ہے



جہاں میں تجھ سوا ہے کون جس سے میں کروں الفت  
 مجھے تیری ہی الفت کی قسم تیری ہی الفت ہے  
 گیا ہے ایک تو دل چھوڑ کر مجھ کو ملاست میں  
 تس اوپر نا صحوں کا دو کھنا دو فی مصیبت ہے  
 کہاں مجنوں، کدھر یلی، یہ افسانہ ہے اے یارو  
 جہاں میں ان دنوں میں تیرا اور مہدی کی شہرت ہے

ہم کیا کریں صبا جو چمن میں بہا رہے      قربان اشک یاں بھی نفس لالہ زار ہے  
 کوئی جان بوجھ کر بھی جلاتا ہے اپنی جاں      اے دوائے عاشقی میں کسے اختیار ہے  
 راتوں کی سیر ہم سے چھپائی تو کیا ہوا      آنکھوں میں اب تلک بھی تمہاری خمار ہے  
 ملنے کو تیرے ہم کو بہانا ہی چاہیے      روٹھے تو روٹھے دل تو ہمارا ادھار ہے  
 جب دیکھتا ہے تیرا کو کہتا ہے دوڑیو  
 جانے نہ پاوے لیجیو میرا شکار ہے

غنجہ دل نے کبھو تیرے نہ ہو کی ہوگی      کدھر آئی ہے صبا راہ تو بھولی ہوگی  
 اشک تو منہ پہ مرے گرم نہ ہو کر یوں آ      گل کے گہوا لے میں شبنم بھی تو بھولی ہوگی  
 بواہوس آہ نہ کر رشک سے میرے تو جل      تیرے حق میں یہ تری آہ ہی سولی ہوگی  
 دل دھڑکتا ہی نہ جا باغ میں نرگس کے حضور      سیم وزرہ تو نظر تیری قبولی ہوگی  
 گوہر اشک کے شعر کو سن کیجو نشا  
 تیرا کچھ اور جو بولا تو فصولی ہوگی

دل تلخ ہو رہا ہے اب تیری گالیوں سے  
 کیا کیجیے تصدق اب اشک بھی نہیں ہے  
 بوسہ کبھی تو دے جا ان شکریں لبوں سے  
 دل سا ہر برباد ہانا زنگہ سے تو نے  
 کیا زور چل سکے ہے اٹھان ہوں سے  
 پس مہربان میرے باہر نکل سشتالی  
 جاتا ہے جان میرا دانشدہ حسرتوں سے  
 یاد آتے ہیں گئے وہ دن جب نسیم نہ تھا کسی کا  
 اے سوز اب خجل ہیں دل کی مصیبتوں سے

کیا کرے گی نہیں معلوم جدائی تیری  
 اشک مت رہ مری آنکھوں میں تو میں کہتا ہوں  
 ہم تو مرتے ہیں صنم ہاے خدائی تیری  
 اس قدر تجھ سے توقع نہ تھی اے دل افسوس  
 تنگ گھڑیاں نہیں ہونے کی سمانی تیری  
 منع کرتا تھا میں اے دل تجھے الفت مت کہ  
 قید ہوتے ہی خبر ہم نے نہ پائی تیری  
 جی دھڑکتا ہے مگر موت ہی آئی تیری  
 گو کہ سر کاٹ کے لے جائے گا غواں کے حضور  
 سوز ہرگز وہ نہ مانے گا بھلائی تیری

تو مرے دل کا درد کیا جانے  
 وہ کہاں میں کہاں کہوں کس سے  
 اس بلا کو تری بلا جانے  
 دل ہی جانے ہے یا خدا جانے  
 دین و ایمان میں کروں قرباں  
 دل نہ ہو زلفِ یار کا قیدی  
 درد اپنا جو وہ سنا جانے  
 سوز عاشق کہوں میں سن دکھوں  
 اپنے غم کو جو اسب کہا جانے



اشارت ابروؤں کی قتل کو میرے بلاتی ہے      میاں بانگے انھیں ہڑکوں سے میری جان جاتی ہے  
 طفل اشک کو آنکھوں میں پالا نہیں تھمتا دکذا      جگر میں آہ کو روکے کیس کافر کی چھاتی ہے  
 اگر دل باد ہوتا تو کیوں رہتا نہ پہلو میں دکذا      یہ جان ناتواں کیوں اس کے غم میں لبلاتی ہے  
 اگر جھکا دکھاؤں شوخ کو تو دنگ رہ جائے      یہ تقلیدی جھمک سے برق مجھ کو کیوں چڑاتی ہے  
 الہی سوز ہی کو قید میں رکھتا ہے ظالم دکذا  
 چمن میں فصل گل یوں آن کر دھو میں مچاتی ہے

سوز کو پوچھ کہ یہ سوختہ جاں اور ہی ہے      حیف صد حیف ترے دل میں گماں دور ہی ہے  
 تیرے نالے سے کوئی اب یہ قفس جلتا ہے      بلبل زار وہ اندازِ فغاں اور ہی ہے  
 میرے پہلو میں دل زار کو مت ڈھونڈھ لے غم      اس کے رہنے کا تو مدت سے مکان دور ہی ہے  
 ندوی رنگ دیا خشک لب پر کیا ہے      عاشقی کا تو میاں جان نشان دور ہی ہے  
 کوئی کعبہ کہے اور کوئی کہے بست خانہ  
 سوز بات ایک ہے ہر منہ میں زباں اور ہی ہے

تجھے تو مجھ سے ہزاروں ہیں پر مجھے تو ہے  
 تری نگاہ نہیں جان کوئی حباد ہے  
 کدھر کو بھاگوں مری جان اب تو گھبرایا  
 اُدھر تو زلف ہے ایدھر کو دام گیسو ہے  
 عبت تو قتل کو شمشیر ڈھونڈھے ہے ظالم  
 مرے تو واسطے کافی یہ تیغ ابرو ہے  
 نگہ کو جس کی ہے پرواز فرش سے تاعرش  
 پھنسنے ہے ناف یہ ناف یا جکا لو ہے دکذا

ہوا ہے تو زکا دل گم ولے ملا ہے سراغ  
کہے تو کہہ دوں ابھی گھور مت، ابے تو ہے

دکھ تو تو دیتا ہے پر تجھ کو کر دکھاؤں تو سہی  
بیٹھے اٹھتے تجھے لے دل جلاؤں تو سہی  
پھیرتا کیوں ہے مجھے لے ابر ہر دم گھیر گھیر  
دیکھ تو اپنی طرح تجھ کو رلاؤں تو سہی  
مرت نصیحت کر مجھے ناصح نہیں تو اب کے سال  
آپ سا تجھ کو دوانہ کر دکھاؤں تو سہی  
زندگی میں گو نہیں ہے دسترس پاؤں تلمک  
خاک ہو آنکھوں سے دامن کو لگاؤں تو سہی  
یوں سنا ہے لاش سے میری تو لے دیگی قصور  
اے زمیں جیتا ہی میں تجھ میں سماؤں تو سہی  
عشق کے کوچے میں تو نے خوب سرگرداں کیا  
اے فلک تاحشر میں تجھ کو رلاؤں تو سہی  
دغظ کیوں کرتا ہے اپنے جی میں کیا سمجھا ہر تو  
خاک میں تیری میں سب شینی ملاؤں تو سہی  
داڑھی منڈوانے پہ اب زندوں کو جو ہنستا ہے شیخ  
دیکھو تیری بھی میں داڑھی منڈاؤں تو سہی

عشق کے ہاتھوں سے لے یارو ہوا سودا مجھے  
خوش نہیں لگتی ہے اب آنکھوں میں یہ دنیا مجھے



صبر کی گرتجھ میں طاقت ہے تو رہ سینے میں دل

درد لے لے بے صبر سر ٹکرا کے مت گھبرا بھے  
میں نہیں آرزو لے دل تجھ سے کیوں آتا نہیں

تیری کیا تقصیر آنکھوں نے کیا رسوا بھے  
گاہ اپنا درد دل کہتا ہوں میں موزوں کے ساتھ

شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعوای بھے  
تو اس جینے سے مجھ کو موت آوے تو بھلا  
ہر گھڑی کا خوش نہیں آتا ہے نکمورا بھے

بکے چھیرے آہے کہ تو پارسا ہے  
سنا بس کہ عاشق ہوا ہے کہیں تو  
نڈر عشق سے لے دل بے تامل  
دل بے وفا بے مروت ہوا کیا  
تجھے نعمتیں ہیں تو میری بلا سے  
میاں جان تو بھی بڑا ادبیا ہے  
دل اب چین سے بیٹھ اتنا بھی کیا ہے  
اگر کھانا ہی جادے گا یہ بھی مزا ہے  
جو تیرا صنم لطف سے آشنا ہے  
مراد روز خون جگر ناشتا ہے

ہر اک اپنی اپنی بجاتا ہے نوبت

بجا سوز کا کوس شہرت بجا ہے

گھڑی ناہربانی ہے گھڑی دو ہی مدارا ہے

کوئی پوچھے تو نا انصاف ہوو یہ طرح کیا ہے

میاں سخت جگر ہے داغ دل ہے اشک خونی ہے

ہمارے پاس بھی سامان ہجراں کا ہیسا ہے

دل روشن مثال شمع رکھتا ہوں اگر خواباں

جلا دیں تو عجب کیا اور سرکامیں تو برجا ہے اکڑا  
قیامت تک نہ بھولیں گے تمھارے یہ سلوک اب تو

رقیبوں کی تواضع سرزد ہے ہم کو بالائے  
کردن کیا ایشک اب مجھ سے تو یکدم تھم نہیں سکتا  
مری آنکھوں میں پوچھو سوز سے یہ کون دریا ہے

گر قید کیا چاہے تو تیرا یہ ہے زلفوں کو نہ کھولو مری زنجیر یہی ہے  
یک شب ترے پاؤں کو لگے تھے یہ مے باقہ کچھ اور تو معلوم پہ تقصیر یہی ہے  
ہو دشمن جاں بات میں جو دوست ہوا اپنا کیا کیجے میاں خواہش تقدیر یہی ہے  
گلزار جہاں سب تر و تازہ ہے ولیکن تاک دیکھ دل غنچہ دلگیر یہی ہے  
گوش اس کے میں پہنچی تو کہا کینچ کے شمشیر  
لے سوز تری آہ کی تا شیر یہی ہے

دل کو ترے خیال سے مقصود ہے سو ہے اس آئینے میں شخص جو موجود ہے سو ہے  
شیرینی زبان میں ہے حال مختص ورنہ جگو میں زخم نک سو ہے سو ہے  
کس سے کہوں کہ کس نے اٹھایا صدم کو ہے تم جانتے تو ہو وہی مرد وہ سو ہے  
آنکھوں سے اپنی دیکھی نہیں صورت پری ان تپلیوں میں اشک خور سو ہے سو ہے  
دام ستم میں جیسے دل سوز حساب پھنسا  
نامہ پیام تب ہی سے مفقود ہے سو ہے



سنو لے بلبلو جس جاوہ شمع انجمن ہوئے      پر پروانہ سے وہ بزم بھی رشک چمن ہوئے  
 دہن تیرا خدائے تنگ اس خاطر کیا پیدا      سبادا غیر سن لے بات تو جلے سخن ہوئے  
 بھلا لے صبح صادق تو ہی آئی وقت مرنے کے      دگر نہ کون تھا جس کو مران کر کفن ہوئے  
 دلا پروانہ تیرا بھ سے بہتر کون ہوئے گا      بھگت بھولیو جس وقت ذوق سوختن ہوئے  
 کہاں شام غریبی سوز کیسی ہر ساز کو  
 شکست رنگ و رو جس شخص کو صبح وطن ہوئے

اے پیک صبا حال دل زار سنا بھی      چل جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی  
 لڑکے تو مرے دل کو ذرا رکھ سکے گا (کذا)      جاتا ہے کہ ہر تجھ کو نہ پھوڑوں گائیں آ بھی  
 کرتا ہوں تو کرتا ہوں بتوں کی میں پرستش      لاجول دلا شیخ مرے پاس سے جا بھی  
 سچ حق بطرف تیرے ہی تو کیوں نہ کہئے تند      برود ترا دل نہ کسی بت سے لگا بھی (۹)  
 اب پاس ادب ختم ہے اس سوز کے اذہر  
 کیا خاک ہوا جل کے کہیں دود اٹھا بھی

اگر صندل لگاؤں سر کو دونا درد سر ہووے  
 خیال گل جو لاؤں دل میں تو داغ جگر ہووے  
 تجھے توفیق ساغر تو کہاں لے شو مرے ساقی (کذا)  
 بھلا اتنا بھی قطرہ دے جو کام تشنہ تر ہووے  
 میں وہ غم خوار ہوں جو خاک میری سو برس پیچھے  
 اڑے گم آسماں پر دیدہ خورشید تر ہووے  
 مثال شمع سر سے پانہ تک اب سوز جلتا ہے  
 کبھی تو یہ شب ہجراں بھی یا مولا سحر ہووے

کس طرح چاک کروں ہائے گریبانِ تبا  
 زخمِ پہانِ جگر سب میں نمایاں ہوں گے  
 تجھ کو معلوم نہیں داغِ مرے دل کے میاں  
 تب ہی جانے لگا کہ یہ رشکِ چراغاں ہوں گے  
 مت رلا مجھ کو تو کہتا ہوں میں ہو گا طوفاں  
 ملک ابھی یارِ مرے چشمِ جو گریاں ہوں گے  
 عمرِ گزری نہ ہوا ہم کو بتوں سے حاصل  
 سوزِ ہم جا کے کہیں اب تو مسلمان ہوں گے

تجھ بن ہے عذابِ زندگانی  
 ہے میری خوابِ زندگانی  
 مست کر یہ خیالِ کل ملوں گا  
 ہے پل ہی میں خوابِ زندگانی  
 ناصح مست کر کبابِ دل کو  
 ہے میری شرابِ زندگانی  
 ہلک آکھ کہ مٹ گیا آہِ دکھا  
 تھی مشلِ حبابِ زندگانی  
 مست کیجیو اعتمادِ اس کا  
 ہے نقشِ بر آبِ زندگانی  
 آمیرے مہربانِ درنہ  
 جاتی ہے شتابِ زندگانی  
 ایسے جینے سے سوزِ والشہ  
 دے کاش جوابِ زندگانی

جاتا ہے کہ بھر جانِ تو اب تیغِ دہرے  
 دل تجھ کو ہے درکار تو لایا ہوں ادھرے  
 لے مرگ کئے سر تو چلوں ساتھ میں تیرے  
 ہلکے تو کہ یہ بوجھِ مرے سر سے اُترے  
 یہ دل دیدار کو آیا نہ مری جان (کلا)  
 اتنا تو کھڑا رہ کہ تھے ردِ بدِ مرے  
 عاشق کو فراموش نہ کر اتنا لے ظالم  
 مرتے ہیں تغافل سے تھے اب تو خبرے  
 اس گلشنِ دنیا میں شمر ہے ہی لے سوز  
 جاتا ہے تو سخت جگر اب گودی میں بھرے



قاتل ہمارے ڈھیر سے جانا پرے ہوے      ٹھوکر سے جی اٹھیں گے یہ عاشق مرے ہوے  
 کیا تاب خاک ہے کہ یہ زخم کھاسکے (کذا)      تا حشر یہ رہیں گے امانت دھرے ہوے  
 بازار دوستی کا یہ کاسد پسند ہے      تو ان تیزوں کے آگے یہ کھوٹے کھرے ہوے  
 ظاہر ہے عزم کعبہ کا اور دل میں قصد دیر      اے شیخ اب تو زور ہی تم مسخرے ہوے  
 اے سوز تو بھی چل نہ جدھر دوستی چلے  
 جاتا ہے کاروان محبت بھرے ہوے

اس دل کی ترے دل کو خبر ہوئے تو جانے      عاشق کو تو عاشق تو اگر ہوئے تو جانے  
 ہر شخص بنی نوع سے رکھتا ہے محبت      یہ حور اگر جنس پر سی ہوئے تو جانے  
 ہر صورت انسان میں ہے جلوہ یوسف      اے شیخ تجھے حسن نظر ہوئے تو جانے  
 بس بھوٹے مرے دل کی نہ کھا ہر گھڑی گوند      پر مر کے مری متدر اگر ہوئے تو جانے  
 شکوہ نہ کر اے سوز عبت بے خبری کا  
 نالوں کا ترے اس کو خبر ہوئے تو جانے

مید میں رکھتا ہوں صنم ترے کرم کی      اس واسطے برداشت ہے یہ جور و ستم کی  
 اب کھول دہن نطف کی اک بات سنانے      جب صیغے ہی جی دیکھ لوں میں راہ عدم کی  
 اب روز تو آ کلبلہ احزان میں میرے      غم دور ہو میرا تیسے برکت سے قدم کی  
 بدم میں کرے قلع نشاط دل عاشق      تعریف کروں کیا میں تیسے ابرو کے خم کی  
 ہر چند کہ سیراب ہیں آنسو سے یہ آنکھیں  
 یہ سوز ترے دیدہ کو ماسی ہیں خم کی (کذا)

عشاق کی لاشوں سے بھری تیری گلی ہے      اب تک بھی نہیں رحم عجوب سنگدلی ہے  
 اے اشک تو میرے دل بقیاب کو مت ڈھونڈ      جانے سے مے سر کی بلا اب تو ٹہلی ہے  
 دیوان مہربان جو دیکھے تو کہوں کیا      جو بیت ہے اس کی گویا سانچے میں ڈھلی ہے  
 اے غم تھے قربان کروں عیش کو سو بار      وہ یار گھڑی کا تو رنیتق ازل ہے  
 لاکھوں ہی برس پیچھے نظر آیا ہریاں توند      اللہ ادھر کی یہ کہاں باز چسلی ہے  
 کیوں گل کے فبط چاک گریبان ہے تیرا  
 کیا جانے کس رند نے چھاتی یہ ملی ہے

صنم کے ملنے کی اے مجاہد خدا کرے کوئی راہ نکلتے  
 نہیں تو پہلو سے میرے یار دیہ دل تم کش بھی داد خواہ نکلتے  
 نہ کرو تو زیاد اس کے کوچے میں مان میرا کہا بھی اے دل  
 ابھی خرابی تری کے سائے اگر وہ آفت پناہ نکلتے  
 میاں محبت کا نام مت لے تجھے محبت سے کیا ہے نانا  
 بھلا دکھا دیوں گے کبھی ہم اگر ہیں کوئی چپاہ نکلتے  
 سنا تھا یار کہ دل ہے مخزن ہزاروں جوہر ہیں اس کے اندر  
 جو اس کو پھری سے چیرا تو اس میں لاکھوں گستاہ نکلتے  
 فط چراغاں کے سوز کو یار جلنے سے اب تری گلی میں  
 یہی غرض تھی کہ تیرے منہ سے کسی طرح واہ واہ نکلتے

جنن وہ صید انگن بہر شکار نکلتے      ہر صید اپنے دل کو لے کر نثار نکلتے  
 ہم میں تو وہ وفا ہے جو ذرہ ذرہ ہو میں      تو بھی نہ دل سے ہرگز اخلاص و پیار نکلتے



دل ہر کہ آفت جاں آرام و صبر کھویا پہلو سے میرے یار بے بے قرار نکلی  
 غصہ نہ کھاؤ ہر دم تم مجھ پر شیخ صاحب کھو لو کہ تا تمھارے دل کا سخن رانکلی  
 بولے تو یہ کہ اس کے کوچے میں تو نہ جانا شابش میاں جی اچھے تم دوست دار نکلی  
 تیری نگاہ پیارے مانا تو ہے ولیکن (کذا) ایسا لگاؤ جو چھاتی کے پار نکلی  
 روؤں نہ کس طرح سے اے سوز خونِ دل میں  
 آنکھوں سے اشک کب تک یوں راز رانکلی

آہ جی اس طرح نکلتا ہے جس نے دیکھا سو ہاتھ ملتا ہے  
 آگ لگ جاوے اے پتنگ بچے تیرے جلنے سے جان جلتا ہے  
 تک ادھر دیکھو موتیوں کی طرح اشک آنکھوں سے منہ پر ڈھلتا ہے  
 جس نے سر ہی دیا براے جیت کب کسی کے کہے سے ٹلتا ہے  
 غیر کو کیا کہوں مرے پیارے تو ہی چھاتی پر مونگ دلتا ہے  
 داہ دا تیری گرمی آتش پانی ہو ہو کے دل اُلتا ہے  
 دل کو دریائے غم میں مت ڈھونڈو کوئی ڈوبا بھی پھر اچھلتا ہے  
 آہ میں جانتا نہ تھا دل کو دشمن جاں بسل میں پلتا ہے  
 سوز شعروں کو تیرے سن کر آج  
 کوئی بھنتا ہے کوئی جلتا ہے

مدام ہے دل کی آرزوی کہ اس گلی کا غبار ہو بے  
 کرہ وڑوں زرے کے زرے ہو کر قدم پر نثار ہو بے (کذا)  
 سنا ہے میں نے کہ بے تال کرے ہے وہ قتل اپنے عاشق  
 تو اب تلک کیا کرے ہے اے دل چلو نہ اس سے دو جا رہو بے

ہوا ہے اب رام ہوئے اے دل کرے ہے کوچے میں تیرے منزل  
 شکار کا شوق گرے تجھ کو تو دقت ہے اب سوار ہو جے  
 نہ ایک دم کی چمن میں فرصت، نہ ہم صغیر دس ہم کو الفت  
 صنم لگا دے جو زخم تن پر شگفتہ ہو کر بہار ہو جے  
 بری بلا ہے یہ مرگ جینا کوئی اور نہ کوئی جیسے گا (کذا)  
 جو عشق کی راہ میں مرے تو زمانے کا یادگار ہو جے  
 گئے جو کبے تو کب ملا دل، ہوے برہمن تو کیا محاصل  
 جو دار اپنے صنم کے ہو جے تو دونوں عالم سے یار ہو جے  
 پھرے ہے گلگشت کو چمن کے کہے ہر دل سرد اور ہمن سے  
 جو شوق ایسا ہے تو ز تجھ کو تو داغ کھا لالہ زار ہو جے

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسو کی  
 دل آپ ہے پر کالا آتش میں کہوں کیا  
 پاؤں میں پڑی زلف کی زنجیر کسو کی  
 اس امر میں ہرگز نہیں تقدیر کسو کی  
 ان سنگدلوں کو نہیں تاثیر کسو کی  
 کھلتی ہے مگر زلف گرہ گیر کسو کی  
 کچھ سازش دوراں نہیں جاگیر کسو کی  
 ہے دوستی کا یار کی اب شکوہ بے جا  
 خاموش ہے غنچے کی طرح سوز سدا کیوں  
 دیکھی ہے مگر صورت دگر کسو کی

یہ زلف ہے یا کوئی بلا ہے  
 جینے کی نہیں اُمید ہم کو  
 دل قید میں جس نے کر لیا ہے  
 کالے کا ڈسا کہیں جیسا ہے



کرتے ہو عبت علاج یارو کیوں روٹھ لے ہے ہو آج کیا ہے

بولادہ جسے تیری تصویر نظر آئی      یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی  
وہ نالے جو موم اکثر کرتے ہیں پہاڑوں      ان کی نہ ترے دل میں تاثیر نظر آئی  
میں رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا      گردہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی  
حلقے جو پڑے باہم بے جاے گرفتاری      آنکھوں میں کی لڑتی ہیں زنجیر نظر آئی (دکنا)  
دل دینے پر جو چاہو تعذیر کر دہم کو      اس امر میں اپنی ہی تقصیر نظر آئی  
کچھ اس کی نگہ کا اک میں ہی نہ مسخر ہوں      مجھ کو دو جہاں واں کے تسخیر نظر آئی  
مستوں کے سخن ہم کو لے سوز بہت بھائے  
داغظ کی تو باتوں میں تذویر نظر آئی

دختر زاب تو نڈر ہو گئی      سوز سے مل شیرد شکر ہو گئی  
عشق تباں کا میں چھپاؤں کہاں      اب تو یہ عالم میں خبر ہو گئی  
کھول دیا زلف کو جب شوخ نے      ایک جگہ شام و سحر ہو گئی  
خادر ہیں یار ہیں تجھ بنیر      ہر طرح لے یار بسر ہو گئی  
اُلٹ ہی مارے گا صفوں کی صفیں  
سامنے گر اس کی نظر ہو گئی

پڑا رہنے دے ہم کو کنج میں لے باغباں سن لے  
مسافر ہیں نہیں کچھ یاں ہمارا آشاں سن لے  
رسائی تجھ ملک تو ہو نہیں سکتی ہے کیا کیجے  
کبھو انسا نہ خوانوں سے ہماری داستاں سن لے

یہ جتنے دوست کہلاتے ہیں سارے تیرے دشمن ہیں

میں دوست کہلاتا ہوں میری مہرباں سن لے (کذا)

یہ آنکھیں جس میں تیری بتلی رات دن رہتی (کذا)

سو تیرے غم سے رہتی ہیں یہ دائم خوں چکاں سن لے

بہت کچھ گالیوں میں کر چھٹی ہے گی زباں تیری (کذا)

ترے استاد سے کہ دوں گا سب اے بد زباں سن لے

بھلا لے دل یہ شوخی تو مچپانی ہے بہت تو نے

مجھے ڈر ہے تری زندگی مبادا یہ بیاں سن لے

گلوں نے بلبل لاں پہ کیسے کان کھولے ہیں

کبھی تو بھی تو اپنے سوز کی آہ دفناں سن لے

آمل ہم سے یار دل سے بس دور کر اب غبار دل سے

محشر تک یہی رہے گی اُمید جاوے گا نہ انتظار دل سے

بلبل کی طرح رہوں گا نا لاں عاشق ہوں ترا ہزار دل سے

دونوں کے کہے سے بولے ہے کھویا آخر کو پیار دل سے

گو خلق نے آنکھ سے گرایا لیکن نہ تو اُتار دل سے

آخر میں وہی ہوں تیرا بندہ جانا تھا تیرے دار دل سے

کل سوز کی کہوں کیا حقیقت پڑھتا تھا یہ بار بار دل سے

تجھ پر اے عشق صبر میرا

کھویا تو نے قرار دل سے



کیا فائدہ یعقوب سے ہم ہو دیں زید سے  
عاشق ہو زلیخا سا تو یوسف کو خریدے  
جی لینے سے تجھے حاصل ہے بھلا کچھ (کذا)  
میاں واسطے مولا کے مری جان ابھی دے  
میں حشر ملک تجھ سے نہ توڑوں کبھی الفت  
ساتی جو مجھے ابر میں تولال پری دے  
دس بیس کے قتل تو دم لے کے یہ بولا  
اے تھے مے سامنے کیوں مرگ رسیدے

فریاد رس لے سوز جہاں میں نہیں کوئی

یہ داد مرے دل کی نبی دے کہ علی دے

دوستی کا نباہ مشکل ہے  
نہیں بھتی ہے آہ مشکل ہے  
کیوں بھٹکتا ہے دل بتا دے گا  
اس کے ملنے کی راہ مشکل ہے  
سانس لینے سے جی نکلتا ہے  
کیا کروں ناہ آہ مشکل ہے  
ایسے قاتل کے رد بردے دل  
ہو نہ اب داد خواہ مشکل ہے  
جان و ایمان لے کے پھر جاویں  
بے وفاؤں کی چاہ مشکل ہے  
دیکھنا تیری طرف بھر کے نگاہ  
اے مرے بادشاہ مشکل ہے  
پہلے سر دے، تو نام عشق کا لے  
عشق کا سربراہ مشکل ہے

اب تو لے سوز کیا کہوں تجھ سے

بات کہنا ہی آہ مشکل ہے

شیخ کس واسطے دل اپنا حبلا کہتی ہے  
پوچھو تو اب کوئی پروانے سے کیا کہتی ہے  
ایک کو جیتا نہ چھوڑوں گا تو ستا تو سہی  
غمزہ شوخ سے ہر دم یہ ادا کہتی ہے  
جان و ایمان دے اور بات نہ کچھ مہنہ بول  
ہر گھڑی مجھ سے محبت یہی آ کہتی ہے  
دسترس پاؤں ملک جبکہ ہوئی ہے اس کو  
میں ترانے ہو پیوں گی یہ حسا کہتی ہے

دخترِ رز سے تو ہرگز نہ ملوں گا ساقی  
کیونکہ وہ فاحشہ ہر ایک سے جا کہتی ہے  
کس کی حسرت سے کیا چاک گریباں گل نے  
بلبلو کچھ بھی تمھیں باد صبا کہتی ہے  
مجھ کو درکار نہیں عشق میں جینا اتنا  
کیا کروں مرگ بھی اب مجھ کو برا کہتی ہے  
ایسے قاتل سے خبردار نہ کیجو کچھ بات  
توڑ جانے بھی دے اب تیری بلا کہتی ہے

محبت نہیں چھوڑتی آہ دل سے  
بھلا کیا کروں میرے اللہ دل سے  
اگر جسم سب ہم کے ہو جائے دریا  
نہ جائے گی تو بھی تری چاہ دل سے  
ذرا چوہا اپنی تو کر بند ناصح  
تجھے جانتا ہوں میں بدخواہ دل سے  
نہ لیوے کبھو نام دیر و حرم کا  
اگر ہوئے یہ طالب آہ دل سے  
نہ کعبہ کو دیکھا نہ بت خانہ ہم نے  
بھلا میں کدھر جاؤں گمراہ دل سے  
تجھے مجھ سے ہرگز نہ ہوئے گی الفت  
میں چاہوں تجھے جان سے خواہ دل سے  
نہ کر اس قدر ظلم اے سوز، مجھ پر  
میں عاشق ہوں تیرا میاں واہ دل سے

نہ عندلیب گرفتار کو نفس چھوڑے  
نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے  
چمن میں کیسی مچا دیں گے دھوم جاتے ہی  
نفس سے ہم کو جو صیاد اس برس چھوڑے  
عجب لپٹ سے لپٹا ہے دل کو مارسیاہ  
صنم کی زلف مرے دل کو کاشٹس چھوڑے  
میل ایک آن میں دکھلا دوں طلسم جہاں  
جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوڑے  
یہ کیا بہار ہے مت دیکھ سوز، میں جانوں  
صبا چمن میں اگر کوئی خار و خس چھوڑے



بس تو اب دل کی ہوس جانے دے  
 چھوڑ مت مجھ کو تفس جانے دے  
 کارواں دور گیا اب تو نکل  
 شور مت کرے جس جانے دے  
 ماہ و خورشید کھڑے ہیں دربار  
 ان کو پیشانی بھی گھس جانے دے  
 شیخ مت لڑا تو مسلمانی پر  
 ہم ہیں کافر بھی، بس جانے دے  
 ہر گھڑی باغ میں مت آکلیجیں  
 ایک دم فتنوں کو نہس جانے دے  
 تیج کھا جائے گی زلفوں کی طرح  
 تو کمر اپنی نہ کس، جانے دے  
 سخت دل اتنی شتابی کیا ہے  
 اشک کو ٹمک تو برس جانے دے

توڑ کیا شمع ہے، کیا پردانہ  
 آگ میں دل کو جھلس جانے دے

اگر خضر ایک باری آن کر تیری گلی دیکھے  
 میں جی بازی لگا تا ہوں وہ اک آن ہی دیکھے  
 جگر سے آہ کو کس واسطے باہر نہیں کرنا  
 مبادا تیری صورت نقش باز ہے اور کوئی دیکھے  
 قیامت تک میں سے گل نہ نکلیں خندہ رو باہر  
 اگر باد صبا تیرا بسم یا ہنسی دیکھے  
 شرا میں تو بہت پیارا ہے شیرازی تاناہری  
 کوئی کہو میاں سے خون لیرا بھی پی دیکھے  
 خدا کے واسطے دیکھو مجھے آنکھیں دکھا تاہری  
 تلے کر دیدے اپنے ناصح مردود... دیکھے  
 خدا ہی کی قسم ہے دھجیاں کر کر اڑا دوں گا  
 بھلا ناصح سے یہ کہے گریباں پناہی دیکھے

یقین تو جانو عاشق کا چہرہ زرد ہوتا ہے  
 صبا تو توڑ سے کہو کہ پیارے اُسی دیکھے

تری گلی میں تو یہ خاکسار رہتا ہے  
 جو دل میں تیرے ہمیشہ غبار رہتا ہے  
 کسی کے دل کو پھنسا اور کسی کے دل کو رلا  
 صبا کا روز یہی کار و بار رہتا ہے

گلوں کو دیکھ کے اتنا سمجھے ہوا معلوم      تلے زمیں کے کوئی دلفگار رہتا ہے  
خدا کرے کوئی مرشدہ دے قتل کا آکر      مجھے ہمیشہ یہی انتظار رہتا ہے  
کہاں سے صورت سوزا ب تجھے نظر آئے  
تری تو آنکھوں میں ہر دم خمار رہتا ہے

ناصح بھائے عشق اگر میں سہی سہی      تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی  
دریائے عشق کیا تباؤں کہ جس کے بیچ اکڑا      کشتی پھرے ہے عقل کی تیری سہی سہی  
یہ دل نہ کھول زلفت کو پیائے خدا کو مان      لاکھوں گرہ جہاں میں تو یہ بھی رہی رہی  
پکڑے ہر تیری بانہہ کو ہر ایک دم رقیب      ہم نے بھی گو کمر تری ذرہ کہی کہی  
چہرے کو تیرے سوز تو سمجھے ہے آفتاب  
کہتے ہیں اس کو گو کہ مغل سب ہی ہی

نہ میں جہاں میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے      نباہ مجھ سے وفا کا ہے درد نہ تو یہ ہے  
رفو ہوا جو گریباں مرا تو کیا حاصل      جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے  
طلب کر دو دل اس منہ پہ گالیاں شے نے      وفا کی طرح سودہ اور گفتگو یہ ہے  
چشم کم تو دم سرد کو مرے مت دیکھ      سموم تہرے ہر آن دو بدو یہ ہے  
میں کہ رہا کہ تو اس شوخ سے نہ ملے دل      شریہ ہے، اشریہ ہے، جنگ جو یہ ہے  
غرض نہ ہم سے ہے اس کو نہ غیر سے مطلب      ملے ہے گرم جو ہر اک سے اس کی فویہ ہے  
عجب نصیب لے اتر ہے آٹن لے یار      کہ اس کو جب کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے  
ڈرانہ ہم کو تو قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھ کر      قسم ہے تیری اپنی تو آرزو یہ ہے اکڑا  
ہمیشہ یار کے پیچھے لگا پھرے ہے سوز      جو وہ ہے خانہ بخانہ تو کو بکو یہ ہے



دل کے لینے سے خوشی ہے لیجیے یوں بھی سہی  
 بس تو کچھ چلتا نہیں کیا کیجیے یوں بھی سہی  
 مار بیٹھے جب سے تو میں نے تمہارا کیا کیا  
 جی میں آوے کوئی گناہی دیجیے یوں بھی سہی  
 نے سے تم تاؤب تو ہو لیکن خدا کے واسطے  
 ایک پیالا میری خاطر پیجیے یوں بھی سہی  
 گالیاں دینے کو اچھے ہو بچارے سوز کو  
 یہ نہ آیا ایک بوسہ دیجیے یوں بھی سہی

بھوٹے دہ آنکھ جس میں نہ ذرہ بھی نرم ہے  
 ٹلک ہمراہ قافار سے کہ دے اے صبا  
 قسمت حرم کو لے چلی ابیاں سے باندھ پر  
 غم سے ہوئی ہے کارروائی یہ دل کی بند  
 مفلس ہیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں کچھ  
 خالی ہمیشہ کیسہ اہل حرم ہے  
 اے سوز کیا طلسم زمانہ کا اعتبار  
 نے جام ہی ہے نہ جہاں میں نہ جم ہے (کذا)

پاس رہ کر دیکھنا تیرا بڑا ارمان ہے  
 مجھ کو سب مشکل ہے پیارے تجھ کو سب آسان ہے  
 اے مرے بدست مت کر تو غزاؤں کا شکار  
 لے نہ میرے دل کو چکھ یہ زور ہی بریاں ہے

کیا دعا دیتے ہو میاں جیتے رہو جیتے رہو  
 زندگانی تو نہیں انگریز کا زندان ہے  
 ایک بوسہ پچ مچا کر بیچ سے ہونٹوں کے دے  
 پھر اگر دل تجھ سے مانگوں جان بھی نادان ہے  
 جس کی نیت میں دغا ہے آپ ہوتا ہے خراب  
 خوشہ گندم کو دیکھو کب سے دانا دان ہے  
 آہ کچھ چھتا ہے اٹھتے بیٹھتے سینے کے بیچ  
 چیر کے دیکھو تو یہ الماس کا پریشان ہے  
 میرے سمجھانے کو آیا ہے بغل میں لے کتاب  
 ناک میں لایا ہے دم ناصح کوئی شیطان ہے  
 سوز کا رتبہ کہاں پہنچا ہے جو تیری رصنا  
 لوگ یہ کہتے ہیں اب تو صاحبِ یوان ہے

یوں پوچھنا کہ سچ ہے فلا نے کو عشق ہے  
 رد دینا جو ہیں دیکھنا عاشق کو بے قرار  
 صدقے میں جان بوجھ بھلا نے کو عشق ہے  
 لے آفریں ہر تیرے بہانے کو عشق ہے  
 کہنا بھی تو یہ کہنا کہ چل بے وفا ہے تو  
 غیار تیرے بات بنانے کو عشق ہے  
 گاہے دو چار ہونا تو جمدھر ہی انچینا  
 کہنا کہ یوں ہی میرے سنانے کو عشق ہے  
 اب آ تو دیکھ سانسے تلواریں کے بھلا  
 میں بھی تو جانوں ہاں کہ فلا نے کو عشق ہے

دل خانہ خدا ہے خدا لا شریک ہے  
 پر اس میں تیرے سوز سمانے کو عشق ہے



بھلی اک بار ساقی نے مے وحدت پلائی ہے  
ہر اک بندے کے دل میں تیرے عوالمے خدائی ہے  
کوئی کہتا ہے یہ ارض سما میں نے کیا پیدا  
کوئی کہتا ہے ساری خلق میں نے ہی بنائی ہے  
کوئی کہتا ہے یہ قصر فلک میں نے کیا پیدا  
کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ میں ہے موت عالم کی  
کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ میں دیتا ہوں جو رزق سمائی ہے

حقیقت کو بکھو ہے سوز پایے بوجھ کر چپ رہ  
جدھر دیکھا خدا ہے اور جہاں دیکھا خدا ہی ہے

مقابل مت کرو شوخی بٹے آہو کی آہ سے  
نہم کرتا ہے اپنے پیرہن میں عشق کی بو سے  
میں تیری بے قراری سے بہت بے چین ہوں دل  
گلی میں اس کی کفریاد دودھو میرے پہلو سے  
دل گم گشتہ تجھ کو کس طرف ڈھونڈوں کدھر جاؤں  
نہ ظالم میرے پاؤں (میں) نہ قاصد ہی رہ جاؤں  
بھلا صاحب کبھی تو پھر بھی تم آؤ گے اکتا کر  
جو کچھ ہونا ہی سو ہو گا نکل جا اب تو قابو سے

کبھی تو بات کوئی بولو اس دلسوز سے اپنے  
یونہیں جائے مگر اپنا سامنے کر کے کو سے

خدا نے لڑکپن کا بھی عجب عالم بنایا ہے  
کہ اس صورت کو اپنی ساری پھل بل میں چھپایا ہے  
یہاں ایک (ایک) لوٹا افتنہ عالم بٹھایا ہے  
کس اپنی اچھی کچھی شکل کو کیسا بنایا ہے (کذا)  
بڑے کوئی بڑا شیطان تجھ میں آسایا ہے  
بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو آیا ہے  
بے جا بھی کہیں جاخیر سلا سے کہا دور ہو  
میں کہہ دیتا ہوں تو کم سی میانجی بہر نیکیوں (کذا)  
میانجی تم جہاں مجھ سے لو اور اسکو بھٹی دو

یہاں ایک (ایک) لوٹا افتنہ عالم بٹھایا ہے  
کس اپنی اچھی کچھی شکل کو کیسا بنایا ہے (کذا)  
بڑے کوئی بڑا شیطان تجھ میں آسایا ہے  
بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو آیا ہے  
بے جا بھی کہیں جاخیر سلا سے کہا دور ہو  
میں کہہ دیتا ہوں تو کم سی میانجی بہر نیکیوں (کذا)  
میانجی تم جہاں مجھ سے لو اور اسکو بھٹی دو

چڑا تو منہ چڑا، پر سوز کے قابو میں جب آیا  
تجھے معلوم ہوگا کسی کا سنہ چڑایا ہے (کذا)

وہ شوخ جو ہم سے یار ہو دے      تب دیکھئے کیا بہار ہو دے  
مے پی کے اس کی دوستی کی      کس کا قدم استوار ہو دے  
ساقی دے بھر کے جام دل کو      ایسا نہ کہ ہوشیار ہو دے  
پورا تو کھینچ کر لگا تیسرے      جو دل سے وار پار ہو دے  
..... نے لگا دی آگ گل کو      عاشق ہے نہ گو ہزار ہو دے  
میرے گل رد کو اس نے دیکھا      اب کا ہے کو گل کی یار ہو دے  
آتی ہے ہوا اڑی چمن سے  
تا سوز کے وار پار ہو دے

شوخ نا مہربان کے صدقے      صدقے اس نوجوان کے صدقے  
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے      اے میں اس کی ہر آن کے صدقے  
مجھ کو کیسے خدا کرے مرجائے      تیری میٹھی زبان کے صدقے  
لے ہوا لا لا لا لا لا      ہو کے میں تیری جان کے صدقے  
بات ہے یا کہ پھول جھڑتے ہیں      یار غنچہ دہان کے صدقے  
سوز تو جی ہزار برس تک (کذا)  
تیرے لطف بیان کے صدقے

دل تو کیوں اس سے اب چھپاتا ہے      پر تقاضا ہی اس کا بھاتا ہے



میں نے اس کو کہا سنا یارو      بات کرتا ہوں منہ چڑاتا ہے  
ایک دن مار ڈال جھگڑا کیا      روز کیا مجھ کو آزماتا ہے  
واہ واہ واہ الہی خیر      کیوں چھری کھینچ کھینچ آتا ہے  
اپنے تم سر پہ کھینچو تو جانو  
توز پر تم کو طیش آتا ہے

الہی خیر کیجو عشق پھر آنکھیں دکھاتا ہے      چلو بھاگو شکیب و صبر... کو آتا ہے  
نہ بھائی عشق تم ایسا قدم رنجہ نہ فرماؤ      تمہاری کیا گرہ سے جائے گا یا جان جاتا ہے  
ابھی تشریف لائے ہی نہیں غم آگے بھجوا یا      یہ غم جاسوس یا جارد کش ہر کیا کہتا ہے  
میاں غم، میرزا غم، میر صاحب غم ادھر دیکھو      محبت تو محبت تو ہی میری جان کھاتا ہے  
میں برقی غمزہ قاتل سے ابر تر ڈرا کس دن      تو اپنی اور حسنی بھمکا کے کیوں مجھ کو ڈراتا ہے  
غزل اس بحر میں اک اور بھی کہ ڈال سکتا ہے  
تو آخر بیٹھے بیٹھے تو ز اپنے دن گناتا ہے

اسی کو عشق کہتے ہیں جو یوں ہر دم ستاتا ہے      تصدق عشق کے کس کس منے سے جان کھاتا ہے  
اسی کو کیا یہ بے چون و چلوں کہتا ہوں سب عالم      بھلا سچ بھی تو ہے یہ صورت اپنی دکھاتا ہے (کذا)  
یہی بے چین دل پہنے لگا خواب و خوش بھاگی      رد امیٹھا جلا بھلا سودہ عاشق کہتا ہے  
الہی خیر ناصح پیٹ پکڑے آگے ہی دوڑا      کوئی دل دے نہ دے اس کا کلیجہ منہ کو آتا ہے  
عبث بے فائدہ کیا کام بابا گھر کو اپنے جا      نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کڑھاتا ہے  
سدھار و خیر سلا سے کہیں دم داب کر بھاگو      دگر نہ کوئی دم کو توڑ سوتا لے کے آتا ہے  
جو تو ہے پار سا تو آپ کو ہی ہم کو کیا حاصل      اسی پردے میں اپنی پار سائی تو جتا ہے

اے میاں جانے والے تاک خدا لگتی تو کہ دنیا  
کہ غافل سوز تیرے در سے بستر اٹھاتا ہے (کذا)

تری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے  
دکھا دوں داغ جو لالہ کو اپنے سینے کے  
سرسک آنکھ سے نکلے ولے ہوے پامال  
یہ تو ہے جو اسے دیکھے ہر در نہ عزرائیل  
کبھی بھی سوز کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی  
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو  
تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان  
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے  
تم نے ٹوکا میں دیا اس کا جواب  
ایک بو سے کی گدائی تم سے کی  
کیوں قسم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو  
سوز کو پھیر دے تم تم آہ جی

جو یہی غم ہے کہ سن لیجو کہ ہم مرجائیں گے  
طفل اشکوں سے بہت کھتا تھا میں شیم امید  
پر میاں غم دیکھیے اس خو سے کس گھر جائیں گے  
یہ نہ جانا تھا کہ یہ مجھ کو رلا کر جائیں گے  
یہ نہ تھی امید جو دامن چھڑا کر جائیں گے



دل جگر تو میں کیلجے سے بھی رکھتا تھا عزیز  
 یہ نہ تھا خاطر میں جو مجھ کو خفا کر جائیں گے  
 یہ خواہنِ خمسہ جن کے زور سے انسان میں  
 کب یہ خطرہ تھا کہ پنجہ آزا کر جائیں گے  
 میں یہ کہتا تھا کہ ہیں دل کے رفیق اب درد و سوز  
 کب توقع تھی کہ کونے میں بٹھا کر جائیں گے

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے  
 گالیاں دیتے تھے ہم کو آپ بھی کھانے لگے  
 مجھ کو کہتے تھے کہ دور ہو بے وفا چسل بھاگ جا  
 بے وفا اپنے تئیں سُن سُن پھر تک جانے لگے  
 بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر  
 اپنی باتوں پر بھلا کیوں بھڑکیاں کھانے لگے  
 یا ہمارے کہنے پر اٹھاتے تھے جریب (کذا)  
 یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکر میں کھانے لگے  
 میرے غش کو دیکھ کر کہتے ہیں سارے مکر ہیں  
 کیوں کسی کے تیر مرزا گاں آپ تم کھانے لگے  
 یا تو لے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر  
 یا کسی کے تیر مرزا گاں آپ تم کھانے لگے  
 جس طرح دیوار و در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر  
 آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرا نے لگے  
 یا نہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے  
 یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے

یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت پھسلائے

یا تو سو سو مکر سے اب آپ پھسلانے لگے  
اپنے ہاتھوں سوز نے جیسا کیا پایا میاں  
سوز سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

مری صحرا نوردی پوچھ تو ٹک جا کے ہاموں سے

کہ میں سودشت آگے پھر چکا ہوں دشت مجنوں سے  
کسی پر گیر و امیر نے نہیں خرقہ کیا اپنا

اسے رنگاہے میں نے پونچھ کر اباشک گلگوں سے  
جو دیکھے نوح کا طوفاں اسے شرما کے پھر جانا

مقابلہ مت کرو دریا کو میری چشم پڑ خوں سے  
نہ شاگردی کسی کی نہ فن شعر کو سمجھا  
یہ سیدھی باتیں سکھا سوز بھی اس قد موزوں سے

انے کہت گُل جاؤ محفل میں کسی کے	ٹکٹل کو مرے ڈھونڈھو تو دل میں کسی کے
نے لعل نہ یا قوت نہ یہ گل نہ یہ احسگر	ہیں سخت جگر دامن قاتل میں کسی کے
بالند تر پھنے کا نہیں پاس ادب سے	اور مان بھرے ہیں دل بسل میں کسی کے
اور اُن گل اُڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا	دیکھو تو اڑا آما ہوں یوں ہی مل میں کسی کے (کنڈا)

دم تن سے نکلتے ہی یہی سوز سے بولا  
ٹکٹل کو مرے ڈھونڈھو تو دل میں کسی کے



غدرِ حسن ہے تجھ کو تو مجھ کو تمکیس ہے  
 اگر رحیم ہے تو میں بھی ایک ماصی ہوں  
 تو سنگدل ہے تو میری (بھی) آہ سنگس ہے  
 جو تیغِ زن ہے تو میری طرف سے تھیں ہے  
 تو کوہِ کن ہے تو مجھ پاس جانِ شیریں ہے  
 تو عشق ہے تو میں لہو تو دردِ ہر (میں) دوا

بے پوچھو حال دل ہا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے  
 گھڑی بے ریز ہے گل سے گھڑی ہر خارِ خوش سے پر  
 بسانِ وسعتِ دریا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے  
 گھڑی ہاتھی پہ بٹھلا دیں گھڑی کوچوں میں پھواریں  
 بہارِ گلشنِ دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے  
 گھڑی آکر گلے لگنا، گھڑی تلوار دکھلانا  
 بے دنیا بلے دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے  
 بتوں کی دوستی با کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

گھڑی ہے سیرِ دنیا سے گھڑی تو لہ گھڑی ماشہ  
 میاں اس سوڑ کا سودا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

خواب و خود کیا اب تو دم لینا بھی دل پر بار ہے  
 خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے  
 اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو  
 اور تو توشتہ نہیں پر حسرتِ دیدار ہے

کہوں کس سے حکایتِ آشنا کی  
 دعا دی تو لگا کہنے کہ دور ہو  
 سنی میں نے دعائیں یہ دعا کی  
 ادا کی آرزو کی تو یہ بولا  
 سہو صاحب یہ باتیں ہیں خدا کی  
 کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا  
 سنی میں نے دعائیں یہ دعا کی  
 گریباں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ  
 سہو صاحب یہ باتیں ہیں خدا کی  
 کہ تو نے اس دفا پر مجھ سے کیا کی

لگا کہنے کہ بس بس چوہنچ کر بند  
 عدم سے زندگی لائی تھی پٹھلا  
 جنازہ دیکھ کر سن ہو گیا دل  
 تجھے لے سوز کیا مشکل پڑی ہے  
 ونا لایا ہے دُت تیری ونا کی  
 کہ دنیا جائے ہے اچھی نفا کی  
 کہ ہے ظالم ونا کی بے دغا کی  
 جو ڈھونڈھے ہے سفارش اغنیا کی  
 کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل  
 محبت ہے اگر مشکل کشا کی

کہاں ہے تو مرے پیارے کہاں ہے  
 میں تھلپنی لے کے چھانا سب جہاں کو  
 خدا کے واسطے بتلا جہاں ہے  
 ترا دنیا سے کیا باہر مکاں ہے  
 اے میاں ایک باری منہ تو دکھلا  
 فلک پر ہے کہ زیر آسماں ہے  
 نہ بولو اس سے یہ آتش زباں ہے  
 (یہ) کیا مجلس میں تو یاروں سے بولا

گوش ہوش جو پھانے کو گہر چیریں گے  
 ماہر دیوں کے مقابل تو نہ ہو لے خوردشید  
 اے صدف پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے  
 جو کوئی عاشق مولا ہے اسے یہ نا چیز  
 ورنہ تجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چیریں گے  
 دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں انا چار  
 زکریا کی طرح تا بہ کمر چیریں گے  
 اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تبر چیریں گے  
 ارہ شانے سے جو زلفوں کے اگر چیریں گے  
 اس بھجے ڈنڈ پہ کہتے ہیں سپر چیریں گے  
 گو تھ کر زور کیا تو بھی نہ ٹوٹا پا پڑ

کیا ہی بے دید میں محبوب جہاں کے سارے  
 ابد مجھ ہی سے ہر بار نظر چیریں گے



محبت منہ پہ کرنا اور دل میں بے وفائی ہے  
 بھلا بوسہ ہم اس سے آج مانگیں گے کسٹی صعب  
 مجھوں کو کریں ہیں قتل دشمن کو جلاتے ہیں  
 عجائب رسم ہر ان دلبران دہر کی یارب  
 یہ عاشق اپنے اپنے اشک کو طوفان کہتے ہیں  
 الہی کیا بنے گی ساتھ میرے شیخ و داعی کو  
 یہ آئینہ یہاں کہتا ہے کیسی آشنائی ہے  
 توقع تو نہیں لیکن یہ طالع آزمائی ہے  
 بتوں کی بھی میاں صاحب الی ہی خدائی ہے  
 کسی کے ساتھ جاسو نا کہیں سائی بدھائی ہے  
 جو سچ پوچھو تو یہ گنگا ہمارے ہی کھدائی ہے  
 ادھر رندی شرابی ہے ادھر کو پار سائی ہے  
 نہیں یہ ابر و باران سوز کے احوال کو سن کر  
 فلک کی بھی محبت سے یہ اب چھاتی بھرائی ہے

اشک و خوں آنکھوں میں اگر جسم گئے  
 تو نہ آیا پر نہ آیا ایک بار  
 کو چہ قاتل میں لے دل جان بوجھ  
 شبنم آسا گلشن دنیا سے سوز  
 اشک و آہ و نالہ و بے طاقتی  
 ددر کے بھی دیکھنے سے ہم گئے  
 اشک ساں ہر چند ہم پیسہ ہم گئے  
 تجھ کو رہنا ہے تو رہ پر ہم گئے  
 کچھ نہ تھا لے کے ترا ہم غم گئے  
 لے کے اپنے ساتھ اک عالم گئے

مسی پر سرخی پاں دیکھ میری عقل بھولی ہے  
 صنم کی رونمائی کے لیے ترکس کا منہ دیکھو (کذا)  
 تفس میں ہم کو دیجے ایک نظارہ کے جرم اپڑ  
 تجھے لے بوا ہوں معلوم کیا ہے عشق کا رتبہ  
 کہ ہر خورشید تاباں تپس پر ایسی شام بھولی ہے  
 تسمی سیم و زر کٹھی کا آنکھوں سے قبولی ہے  
 انھوں پر کیا تم ہو گا جنھوں نے ..... ہے  
 یہ آہ عشق اس منصور سے عاشق کی سولی ہے  
 عزیز و سوز کو نسبت نہیں کچھ شعر کہنے سے  
 پھر ایسے کو برا کہیے حماقت ہے فضولی ہے

کہوں کیا بات اس بے پیر دل کی  
ہوا کس پر یہ دیوانہ الہی  
ہم از آئینہ خانے سے ہے منعم  
جو بچتا ہے تو بیچ اس کی آئی سے  
پر پرداز کاغذ ہو مستلم شمع  
پٹک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو  
جفا سے تیری اٹھ جاؤں میں لیکن  
طلا کر ڈے سخن مس کو زباں سے  
نہایت چیز بد ہے دل کہ ہے لگی

جہاں تک کہیے ہے تقصیر دل کی  
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی  
جو تجھ سے ہو سکے تعمیر دل کی  
ہے برہمی نالہ شبگیر دل کی  
اگر حالت کروں تحسیر دل کی  
کروں اس سے جو میں تقریر دل کی  
وفا ہوتی ہے دامنگیر دل کی  
نہ پاوے گر کوئی اکسیر دل کی  
شکایت میں جو ان و پیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے لے سوز

یہی ہستی کیا مگر تفتیر دل کی

مسی پہ سرخی پاں جب جھمک کھاتی ہے  
خدا ہی جانے کہ دیکھی ہیں آنکھوں کی  
ہزاروں مجھ پہ تصدق کیسے یہ پروانے  
جو کھا دے داغ پہ داغ الم سن لے لالہ  
نسیم زلف بھی کرتی ہے عفتدہ دل وا  
نہیں ہے داغ و قفس سے محبت گل کم

حیا سے برق بھی منہ ابر میں چھپاتی ہے  
یہ زنگس آج تو پھولی نہیں سماتی ہے  
بس اپنی جان کو لے شمع کیوں جلاتی ہے  
سودہ مرا ہے جگر اور کس کی چھاتی ہے  
چمن میں جیسے سبا غنچے کو کھلاتی ہے  
یہ عندلیب عبث جان کو پھنساتی ہے

ہو جب ملک ترے دل میں دوانہ پن کر لے

وگر نہ سوز یہ فصل بہار جباتی ہے



گدشتہ حسن کا اب تک نشان باقی ہے      نہ ہوں فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے  
 اُمید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو      چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے  
 یہی قدی کا نہ ہو کام قمارت خم سے      گیا ہے تیر نکل اب کسان باقی ہے  
 مری تو سینے کہ مانند شمع بزمِ اخیر      گچھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے  
 نہ ہوئیں ہم سے جہاں میں تو گونہ ہوں یار      تورہ جہاں میں کہ تجھ سے جہان باقی ہے  
 خطا آچکا تھے اپنی گئی نہ سادہ دلی      کہ بھوٹے وعدوں پر اب تک گمان باقی ہے  
 اسی ہی منجھلے میں روز و شب ہوں گاتوزد      بدن میں جب تئیں میرے کہ آن باقی ہے  
 نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت      نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے

یا تو جاتے رہے لے یا رہیں دنیا سے      یا سروکار محبت ہے کہیں دنیا سے  
 دم نہ مارا میں کسی کام میں مانند حباب      اٹھ گیا یا دم باز پس دنیا سے  
 مرکز اٹھے نہ کوئے یار سے جوں نقش قدم      تا فنا ہونہ سکیں خاک نشیں دنیا سے  
 یاد میں یا رکی جب آپ کو سمجھیں ہیں فنا      نے غرض دین سے نہ ان کے تئیں دنیا سے  
 گھر خراب اور کاگو کر کے بنائی مسجد      دین ان باتوں میں ملتا ہر کہیں دنیا سے  
 صحبت شعر و کجف جام و صحرائی دردست  
 اس سوا سوز کو کچھ کام نہیں دنیا سے

جب سے کہ چشمِ خلق صنمِ تجھ سے جا لگی      کہتا نہیں ہے بات کوئی یاں خدا لگی  
 پامالِ غم ہوا ہے مراد ل نہ جانے      ہاتھوں سے کس کے پانوں میں تیرے حنا لگی  
 بھر کی ہر آگ لالہ سے گلشن میں باغباں      کس دل جلے کی باغ میں یہ بد دعا لگی

فریاد بے ستوں میں جو باندھے تھا نقش کو  
پرتب بندہ ہادہ نقش کہ جب سر پہ آنگلی  
کافر ہوں گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا  
کی یک نگہ کہاں میں کہ گو یا بلا لگی  
لگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر ایک پیش ازیں  
تم کو بھی اب زمانے کی پیالے ہوا لگی  
پھاٹے نہ کیونکہ سوز گریباں کو یار آہ  
چسپاں ترے گلے سے جو ہو کر قربا لگی

عزیز دیکھو میرا دل اس پر قرض آتا ہے  
پھر اٹے ہاتھ منہ پر پھیر کر مجھ کو دھرتا ہے  
جو کہتا ہوں کہ میرا دل تو دے میں مازا الفت (کذا)  
تو دونوں ہاتھ اپنے جھاڑ کر مجھ کو دکھاتا ہے  
جو کہتا ہوں کہ تم ایسے کہاں سے رستم آئے ہو  
تو اپنے ڈنڈل کر ہاتھ مونچھوں پر پھرتا ہے  
جو میں مایوس ہو کر اپنی گردن نیچی کرتا ہوں  
جو روتا ہوں تو آنسو پونچھ کر کہتا ہمت رو (کذا)  
بھلا ایسے سے کیا بس چل سکے فرماؤ عاشق کا  
کہ گھبرا کر کسی پردیس چپکے سے نکل جاؤں  
یہ .... زندگانی کس طرح کاٹوں خداوند  
تو مجھ کو اور دل دے کیونکہ تیرا نام داتا ہے

وے ایسا ہی دل جس میں (کہ) تیرا سوز ہوا اور بس  
کہ اس کے ساتھ پھر خطرہ کسی کا کب سنا ہے

عاشق تو دل پہلے ہی تھا اب تو ہوا ستا نہ ہے  
آگے جگہ بیزار ہے ڈرنے لگا بیگانہ ہے  
ان مرغ بچوں کے خوف سے بھاگے تھا اپنے شہر سے  
اب یاں سے بھاگوں کس جگہ بھڑکا ہی اور ویرانہ ہے



دوڑو شابی سے بتواپنے تو لو گھر کی خبر  
 کون سے دل کی تھی لگی اب لگا ..... ہے  
 ان شمعوں کی آگ میں جلتا تھا میں ہر رات دن  
 اب رشک سے جلتا جو ہوں جلنے لگا پروانہ ہے  
 ہاں میرے ظالم سنگدل تیرا بھی دل جاتا پگھل  
 تو نے سنا ہوتا کبھو اس سوز کا افسانہ ہے

جلا ہاتھوں کے تیرے دین دایاں جان اور تن بھی  
 بچا تجھ سے نہ تر دامن نہ چھوٹا پاک دامن بھی  
 ہوس جو دل میں تھی سو تو نکل گئی سر سے گھبرا کر  
 بلا گرداں ہوں میں تیرا سبک کر بار گردن بھی  
 ترے غم کی کرے کیا پاسبانی کنج تنہا میں  
 ذرا سخت جگر سے بند کر جائے گا روزن بھی  
 ستم جتنا کیا ہے تو نے مجھ پر کافر بد خو  
 مسلمان تو مسلمان روتے ہیں گبر و برہمن بھی  
 ذبح کرنا ہی آیا پر سلیقہ کچھ نہ تم سیکھے  
 کہوں کیا آستیں کو بھر رہا ہے اب تو دامن بھی  
 ابھی وارث کوئی آکر پھڑا لے گا میں کہتا ہوں  
 یہ دشمن آبرو کا ہے ترا دل بار گردن بھی  
 چلو جی سوز کے گھر سے خبر لادیں یہ کیا غل ہر  
 الہی خیر ہو ہونے لگا ہے اب تو شیون بھی

پنج تو گیا ہے .... اس لبتِ عنبریں سے  
 پنج جائے دل تو پنج جائے شاید کہ اب کی باری  
 پر کا پنے ہر کلیجہ اس چشمِ شریکیں سے  
 پر کوئی کب بچا ہے اس شوخ کی کیوں سے  
 مرزا گان نے میری آنسو پونچھے کہاں کھاب  
 بہتا ہر خون ہر دم اس زخمِ دل نشیں سے  
 ہے موردِ ترجمِ یہ سن لو سوزِ صاحب  
 ہاں اس کا ڈھونڈھ لاؤ محبوبِ ہر بے سے

کس سے کہوں میں یارب اپنا غم نہ سانی  
 اب بیٹھتے نہیں ہیں محبوبِ میرے پہلو  
 میرے گلے پڑی ہے یہ تھوڑی زندگانی  
 کیا کوسوں تجھ کو میری ہی ہے مری جوانی  
 ان آنکھوں ہی نے تیری مجھ پر ستم کیا ہے  
 کرتا ہے چوٹ آخر آہوے آشیانی  
 آنکھیں بچیں کہ بھاگا ہر روز یا الہی  
 کرتا رہوں میں کب تک اس دل کی پاسبانی  
 فراد و قیس کا تو انسانِ شن چکے ہو  
 اب جی لگا کے سینو تم سوز کی کہانی

مجھ سے دار و مدار کرتا ہے  
 ملنے کو جو گیا اسے مارا  
 غیر کو ہم کنار کرتا ہے  
 گھر میں بیٹھا شکار کرتا ہے  
 عاشقوں کا تو دشمن جاں ہے  
 وہ کسے دوستدار کرتا ہے  
 پوچھتے کیا ہو سوزِ یارو (کذا)  
 کون سا کار و بار کرتا ہے  
 ایک مدت ہے جو خاک نشیں  
 کچھ تو وہ خاکسار کرتا ہے

داشتہ ہے جیسے غنچہ تصویر میں چھپی  
 ہے مغفرت ہماری بھی تقصیر میں چھپی



دہشت سے اپنی جان کی لے قاتل جہاں  
 پانی ہوئی تضاثری شمشیر میں چھپی  
 کیوں میں سائی اس کو بھٹاتا بگوش یار (کذا)  
 فریاد جا کے نالہ شب گیر میں چھپی  
 کیا کیجیے کہ دیکھ نہ سکتے تھے اہل رشک  
 غیبت سے ہمارے دامن تحقیر میں چھپی  
 نے حسن رہا نہ جنبش و نہ گفتگو نہ دید (کذا)  
 جان غیب صورت تصویر میں چھپی  
 اس طرف اس نے تیر کو کھینچا ادھر مولا  
 میری اجل بھی شوخ کے زہ گیر میں چھپی  
 ان کبریائی والوں میں ہے جان کا خطر  
 جیسے اجل ہے کلہ بجیر میں چھپی  
 رو دیں نہ کیا کریں کہو پڑھ پڑھ کے سوزِ ہم  
 بخشش ہماری ماتم شبیر میں چھپی

نہیں غم شادمانی میری یہ ہے  
 عزیز و زندگانی میری یہ ہے  
 مردوں پاؤں تلے جو اس صنم کے  
 تو عمر جادو دانی میری یہ ہے  
 بیوتم مے میں خوں پیا ہوا اپنا  
 شراب ارغوانی میری یہ ہے  
 سنجی ایک تھا سوز ایک ہمدی  
 شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

تیرے ملنے سے نہایت اب یہ دل مایوس ہے  
 اور تو دوسو اس کیا دھڑکا بڑا جاسوس ہے  
 مٹی لکھا بھگے بوسہ دے ہونا ہوسہ ہو  
 یہ ہی کہ لہجہ فلانا ایک مکھی چوس ہے  
 تو ہی مجھ کو اس جگہ کی خاک نیچے داب ہے  
 جس جگہ اس کا جلوس مینت مانوس ہے  
 اب تو خلوت میں بلا لے اس کو تو ڈرتا ہر کیوں  
 ایک تودہ ہر افیسی اور بوڑھا پیوس ہے  
 شاعر دں میں سوز کو کہتے ہیں سارے بے خبر  
 کیا کہوں میاں خلق کی فہمید ہی معکوس ہے

راہِ سیخا نہ کوئی آج ہمیں بتلاوے      خرد و عقل و قرار و دل و دیں رے جاوے  
 پائے خم میں ہوں میں افتادہ و مینا در دست      اور اس حال میں وہ شوخ ادھر آ جاوے  
 یوں کہے آج اسے کس نے دیا بار یہاں      ٹھوکریں مار کے اس جا سے بچھے اٹھو اے  
 چونکتے گر پڑوں گے پاؤں پہ اس قاتل کے      اور وہ ہاتھ پکڑا بچھ کو کہیں رے جاوے  
 پھر تو جو بات بنے آگے خدا ہی جانے .  
 سوز سے پوچھو شاید وہ تمہیں بتلاوے

گردِ دل جلوں کی یاں کچھ قدر ہے      حاضر ہے دل لیجیے نذر ہے (کنڈا)  
 ناصحِ عبث تو ہوتا ہے مانع      تجھ کو خدا کا کچھ دل میں ڈر ہے  
 تیری بلا سے جو دل پھنسا ہے      میں کیوں نہ روؤں میرا جگر ہے  
 پھرتا ہوں بازار بازار کہتا      ادول کہاں ہر ادول کدھر ہے  
 اے سوز ہا ہا آگے نہ جانا  
 ! نکا کھڑا ہے جی کا خطر ہے

نہ عاشق ہے کسی کا تو نہ بیتابی سے محرم ہے  
 میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے  
 چلو اے اشک آگے ساعت اچھی ہماری ہو (کنڈا)  
 جگرِ دل جان کے ہمراہ اب چلتا مصمم ہے  
 خدا ہی جانے یا دل جو گذرتی تھی مرے دل پر  
 بے دردِ درونی سے کسی کے کون محرم ہے  
 دل و دیں جان و ایماں صبر و طاقت کھو چکے کب کے  
 یہ پشت استخوان باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے



اگرچہ اختلاط بزم میں اس سا نہیں اب سوز  
دے غصے میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے

جس کے قدم قدم پر تڑپے دل دگر ہے  
کہتے ہیں عرش دل کو جھوٹا کروں کسے میں  
پوچھو تو یارو یہ کس جلد کا نگر ہے  
بھی تو بات یہ ہے ہم سوختوں کا گھر ہے  
ہرگز سراغ اس کا پاتا نہیں کہیں میں  
کیا پوچھتے ہو دل کو کیا جانے کدھر ہے  
یوں تو کہاں وہ بہکے ایسا نہیں وہ بھولا  
وہ مل گیا ہو شاید اس بات کا خطر ہے  
ہم لے کے آویں اس کے محبوب کو کہیں سے  
پر سوز کو تو دیکھو اس میں بھی دم اگر ہے

لے پیک صبا تو نے دل زار سنا بھی  
لڑکے تو مرے دل کو کبھی رکھ نہ سکے گا  
میاں جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی  
جاتا ہے کدھر لے کے نہ چھوڑ دو گلیں لا بھی  
کرتا ہوں کرتا ہوں تبوں کی میں پرستش (کذا)  
پس حق بطرف تیسے ہر تو کیوں نہ کرے پند  
لا حول ولا شیخ مرے پاس سے جا بھی  
مردود ترا دل یہ کسی بت سے لگا بھی  
اب پاس ادب ختم ہے اس سوز پہ یارو  
کیا خاک ہوا جل کے ہمیں دودا اٹھا بھی

جگر سے لب ملک آہ و فغاں بے تاب نکلا ہے  
نہ نہ اسور دل چنگا ہوا کیا کیجیے یارب  
وداع یہاں کرتا ہی حتی اباب نکلا ہے  
ابھی آنکھوں سے میری قطرہ خونیاں نکلا ہے

تجھ بن کس کام زندگانی ہے ہی تو بنام زندگانی  
 آتا ہے تو آشتاب ورنہ کرتا ہے غلام زندگانی  
 جو تو ہی نہ پوچھے حال عاشق کیا زیست کدام زندگانی  
 لے آنکھ اٹھا تو دیکھ تجھ کو کرتی ہے سلام زندگانی  
 حسرت ہی میں گذر گئی آہ  
 اے سوز تمام زندگانی

یوں تو نکلے نہ مرے دل کی اپا ہے گلہ ہے  
 جز تری خاک در، اے دوست برب کعبہ  
 نہ شفاعت ہو پیمبر کی نہ تیرا دیدار  
 ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوختنی  
 نعش کو میری سرراہ ہی رہنے دینا  
 منت باد صبا خاک کو ہے میری عار  
 خرم عمر بصد جان کروں میں تیراں  
 میں تری تیغ کی برش کی کروں سبک شناس  
 ایک نے سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے  
 دیکھ نہ اس کا گھر ہی ایک میں بھر کر دم سرد  
 لے فلک بہر خدا رخصت آہے گلہ ہے  
 دل میں ہو گر ہو س عزت و جاہے گلہ ہے  
 ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گلہ ہے  
 الم زخم سے جو دل کے کراہے گلہ ہے  
 گر کرے رکھ کے دہ کچھ قتل گناہے گلہ ہے  
 ابھی رونے کا وہ باخیل پاہے گلہ ہے  
 اس طرف دیکھے اگر برق نگاہے گلہ ہے  
 تو مرے زخم اٹھانے نہ سراہے گلہ ہے  
 اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گلہ ہے گلہ ہے  
 یوں اشارت سے بتایا سراہے گلہ ہے  
 بولے دوزخ بھوٹ نہ کیو اب بھی  
 سوز ساقم میں ہوا نامہ سیاہے گلہ ہے

جاے سے بزم میں گو بادہ کوثر ہوے کس کو خوش آوے اگر طبع مکر ہوے



بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں بھائی  
 بیچ کھاتے ہیں جو یوسف سا برابر ہوئے  
 داغ ہوتا ہوں میں اس غم سے کہ یہ بھینکا چاند  
 میرے محبوب کے مٹنے کے برابر ہوئے  
 کیا ہوا جان تری غیبت میری محبوبی کو  
 زلف کو چھوڑ دیا تو نے کہ ابتر ہوئے  
 تیرے ہاتھوں سے جو کچھ سوز کے دل پر گزرا  
 آہیں کس سے کہوں اور کسے باور ہوئے

ساغرے کی نط پاؤں اگر جا حنائی  
 مثل مینا میں کروں دل کی تمنا خالی  
 بہتے بہتے تو ہزاروں ہوتے دریا خالی  
 پر نہیں اشک سے ہوتا دل شیدا خالی  
 کب ہیں شیشہ ساعت سے بے اب پرواہ  
 دل دوں لے کے مجھے دکھایا خالی (کذا)  
 جس طرح سانپ کو آرام کرائے بے من  
 ریگ صحرا سے نہیں آبلہ پا خالی  
 لے گئی تھی طمع خام کہ دل پاؤں گا  
 ویسی رہتی ہی نہیں زلف چلیا خالی  
 دولت اہل کرم کو ہے کہاں بیم زوال  
 جا کے کوچے میں پٹک سر کو بھی آیا خالی  
 قیس کا وقت گیا سوز چلو اب جلدی  
 در سے ہوتا ہے کہاں کیسے دریا خالی  
 نخت دل سے ہر پڑا دامن صحرا خالی

ہماری چشم نے یاں تک تو خوفشانی کی  
 کہ روح قیس نے سر سے پھر دوانی کی  
 بکل سکی نہ مری آہ تا بلب جا کر  
 سسکتے رہ گئے اے تیری ناتوانی کی  
 گئے تھے آج جانے کے ساتھ سوز کے تم  
 بھلا عزیز دہڑی تم نے مہربانی کی

تھک پاس اگر تیغ ہے یاں تیر دغا ہے  
پر سامنے کیا ہوں مری آنکھوں میں حیا ہے  
میں تم سے نہیں بوتا نچلے رہو بیٹھو  
کیوں چٹکیاں لیتے ہو مری ران میں کیا ہے

آج اپنے دل کو دیکھا آج میں نے دور سے  
برگ گل بہتے ہیں جیسے آبشار باغ میں  
ماہ اور خورشید کا رد اور ایسی روشنی  
اہل جنت نے جو دیکھا حسن میرے یار کا  
خال و خط میں دیکھتا ہے ناصح گم کردہ ہوش  
دیکھو بدستیاں اس بادہ کش کی بجائے  
آج پایا ہے اکیلا تجھ کو کنج باغ میں  
جس طرح تو نے ستایا منہ کو تیرے بھینچ کر  
جس طرح پردہ اٹھا کر شوخ نکلا ناز سے  
اس طرح موسیٰ نہ لایا آگ کوہ طور سے

دعا دیتا ہوں تو کھڑے کو پٹھرا کر چٹا آتا ہے (۹)

جو بوسہ مانگتا ہوں ہونٹھ دانتوں سے دباتا ہے

جو میں کہتا ہوں لے مر جاؤں تیرا پنڈ چھٹ جاوے

تو یوں بھی چین نہیں کھلے ہی کھلے مسکراتا ہے

جو گاہے شکوہ کرتا ہوں تو لکڑی لے کے اٹھتا ہے

جو چپ رہتا ہوں تو بعضلوں میں آکر گدگداتا ہے

جو اٹھ جاتا ہوں تو وہ راہ آگے روک رکھتا ہے

جو سو رہتا ہوں تو وہ چٹکیاں لے لے جگاتا ہے



جو گلیوں میں پڑا رہتا ہوں فریادی کی صورت بن

تو لڑکے ساتھ لے کر ہر طرف سے غل چاتا ہے

جو روتا ہوں تو ہنستا ہے، جو ہنستا ہوں تو چڑھتا ہے

غرض میں کیا کہوں جس جس طرح مجھ کو ستاتا ہے

چلم کی بیجو جلدی خبر بے چین ہے یہ دل

غزل اور ہی کہوں مضمون تازہ کلبلاتا ہے

ادھر دیکھو تو کس ناز و ادا سے آج آتا ہے

سیحا کی موسیٰ امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

جہاں بیٹھا جہاں سوتا ہے اے دل تو سلامت رہ

کہ تیرا ہر گھڑی من مار رہنا یاد آتا ہے

الہی خیر کیجو آج کس پر تیغ سے نکلا

فلک پر خون سے غور شد جس کے تھر تھراتا ہے

عجائب سیر ہے اب کوچہ قافل میں چلتے ہو

کوئی تو ایڑیاں رگڑے ہر کوئی پھر پھڑکتا ہے

صبا تجھ کو سیلماں کی قسم ہے جھوٹ مت کہو

یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سنا ہے

کسی نے اس سے پوچھا سوز بھی اب شعر کہتا ہے

تو کیا کہتا ہے وہ بت بنا باتیں بنا تا ہے

جو پہلے ہم سے اُلفت تھی سوا اب اس میں نہیں باقی

کہاں ہر روز کا ملنا کہاں ہر دم کی مشتاقی

جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا  
کہاں محفل کدھر مینا کہاں مطرب کدھر ساقی  
ادا و غمزہ و ناز و کم نگاہی جو رو بے مہری دکھا

یہ سب ہے حسنِ خواباں میں دے اتنی بد اخلاقی  
جو سرگوشی میں بوسے لیا احسان کیا ان کا  
تکلف برطرف یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی  
بجائے اشک ان سنگیں دلوں کے جوڑے اب تو

شرر بھڑکتے ہیں مڑنگاں سے بجائے سنگ چقماقی  
کبھی کالی گٹھائیں جیسے بجلی کوند جاتی ہے  
چمک جاتی ہے سستی میں تیرے دانتوں کی براتی  
تجھے اے غیب میں معلوم ہو گا حالِ عالم کا  
میں کیا جانوں کہ کیا ہے انفسی اور کیا ہر آفاقی  
بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو

یہ تیرے ترکِ چشم اب کس سے سیکھ آئے ہیں قزاقی  
بھلا اس ستور کی خلقت سے کیا منظور تھا دل کو  
خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاقی

یہ آنسو ہو کے قاعد جس کی آنکھوں سے نکلتا ہے  
تماشا دیکھ پایے آن کر رونے کا تو میرے  
جگر کو لے کے نشتر گودا ہے لون ملتا ہے  
اٹھاؤ نعلین کو میری نہ اس کو چمے سنتے ہو  
زمین کو چم لیتا ہے تباہ کو چمے کو چلتا ہے  
کہ ایک لک بخت اب امن میں آکر اچھلتا ہے  
جو دم مارو تو کہتا ہے کہ چپہ جی بہلتا ہے  
بلا سے گاہ گاہ اپنے گھوٹے سے کھندتا ہے



یہ ہیں نخت جگر یا شعر ہیں یا نعل پارے ہیں شرارے آگ کے ہیں سوز کیا منہ اگلتا ہے  
مواجب سوز تب بولا کہ ہاں دل سوز تھا میرا  
نہیجہ نام اس کا آہ میرا جان جلتا ہے

چمن سے پھر صبانے بوئے گل صحرا میں بھمکانی  
مبارک باد دو اب عند لیبوں کو بہار آئی  
جلاتا تھا خدا کا نام لے مردوں کو جب عیسیٰ  
صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

کون سا اس جہاں میں بے غم ہے جس کو دیکھا سو تجھ سے محرم ہے  
اشک تو جل نہ جل یہ تیرا شوق آہ کا تو سحر مصمم ہے  
ایک دم کے لیے تو آئے جان تیرے دم کے لیے کوئی دم ہے  
کچھ نہ کہو اسے خدا کے لیے رو ٹھٹھنے کا بھی زور عالم ہے  
گو نہ آیا تو کیا ہوا اسے سوز  
میرے مرنے کا اس کو ماتم ہے

کہوں میں اس کے شرمانے کی خوبی کہ اپنے جی کے لگ جانے کی خوبی  
مجھے کہتا ہے میں نے کب لیا دل بہت اچھا مگر جانے کی خوبی  
نکل جاوے ہی گا سینے سے والٹر تو دیکھو دل کے گھبرانے کی خوبی  
نہیں جاتی تری اب تک شرارت ملا کر منہ سرک جانے کی خوبی  
کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جان لگا کہنے کہ بہلانے کی خوبی

سوز غم سے تم سے بادیدہ تر رہتا ہے      اے دل گم شدہ سچ کہ تو کدھر رہتا ہے  
 اشک صدقے تم سے تو جیل تو خبر لا دل کی      نامہ بردہ نہ دہاں جاتے ہی مر رہتا ہے  
 دل کی کس قاتل سفاک سے ہر آنکھ لگی      جو لیے تیغ و سپر آٹھ پہر رہتا ہے  
 جن دنوں تھک کے وہ شمشیر کو کرتا ہی میان      ان دنوں شہر میں خون تباہ کمر رہتا ہے  
 ٹھیس لگتے ہی ذرا پھوٹ بہیں وہ کم بخت      انکھڑیو! ایسی ہی باتوں سے تو گھر رہتا ہے

بھگ کو دھمکاتا تو ہے ہر بار کیوں کس واسطے

کیا گنہ کیا جرم میرے یار کیوں کس واسطے  
 آج تک کس نے غریبوں کو ستایا ہے بھلا  
 تو جو دیتا ہے مجھے آزار کیوں کس واسطے  
 کس کے تیری برائی کچھ کہی تحقیق کمر

اس قدر مجھ سے ہوا بیزار کیوں کس واسطے  
 جب میں کہتا ہوں کہ آپیا سے مری چھاتی سے لگ  
 ہے یہی اس شوخ کی گفتار کیوں کس واسطے  
 آنکھ اٹھا کر دیکھنے دیتا نہیں وہ شوخ چشم

بس نہ ردائے چشم گو ہر بار کیوں کس واسطے  
 پارسائی شیخ تو ہے آہ کو تو اس کو کیا اکذا  
 توڑ سے بے فائدہ تکرار کیوں کس واسطے

کیوں سے دل میرے بدے جاتا ہے      ذبح کرنے کو وہ بلا تا ہے  
 مجھ سے آہیو عشق کی لذت      کس مرنے سے چھری چلاتا ہے



میں سنتا ہوں ایک مدت سے (کذا) عشق عاشق کا جی جلاتا ہے  
 برق ہے آگ ہے شرار ہے کیا ہے جو دل میں پیر جاتا ہے  
 تجھ کو میں بھیجتا ہوں آگے جا میرا دل ڈرے تھہرتا ہے  
 جیسا سنتا ہوں شاید ایسا ہو توڑ کیوں مفت جی گنوا تا ہے  
 تجھ میں طاقت ہے ظلم پہننے کی دیکھوں کیا تیرے پیش آتا ہے  
 میں تو جاؤں ابھی دے مجھ کو  
 توڑ کہہ کے کچھ ڈراتا ہے

کہوں اسرار اپنے دل کا تو عالم ڈراتا ہے  
 نہیں کہتا تو جو دل میں ہے اگلا ہنہ کو آتا ہے  
 جو دم لیتا ہوں تو شعلہ جگر کا جی جلاتا ہے  
 جو چپ رہتا ہوں تو اندر ہی اندر جان کھاتا ہے  
 جو کچھ احوال کہتا ہوں تو سننے والے روتے ہیں  
 نہیں کہتا تو کوہ عنبر آسینہ دباتا ہے (کذا)  
 جو جنگل میں نکل جاتا ہوں تو سب دشت .....  
 کبھی جو شہر میں آتا ہوں تو گھر بھول جاتا ہے  
 پہاڑوں میں اگر پھرتا ہوں ٹکڑے ہو کے اڑتے ہیں  
 جو دریا پر کبھی جاتا ہوں سر پر خاک اڑاتا ہے  
 خدا کے در پر بیٹھ لے توڑیوں داہی نہ پھر در در  
 کہ وہ پیدا کیے کی شرم کو آہی نبھاتا ہے

جو دل پہ ہے گذرتی اس کو خدا ہی جانے  
 کس سے بیاں کر دں میں در پہ ہر کون مانے  
 لے دل بہت سامت جاتا ہے تو نکل جا  
 سینہ تو پک گیا بس ٹکرا نہ او دو آنے  
 صبر و شکیب طاق ت مدت چھوڑ بھاگے  
 اب آپ ہو جے رخصت کرتے ہو کیوں کہانے  
 غم کو نہ چھوڑ جانا اپنے ہی ساتھ رہے جا  
 کا ہے کو چھوڑتا ہے تو میری جان کھانے  
 صاحب تمھاری خو کو میں خوب جانتا ہوں  
 اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے  
 اس عصر میں ہوئے ہم یہ بھی خدا کی قدرت  
 جس عصر میں سرا سر اپنے ہوئے بگکانے  
 نکلو سدھار د بھاگو ہم صبر کر رہیں گے  
 پھر اس طرف نہ آنا تم سوز کو ستانے

دور سے سمجھے کہ یہ زخمی کوئی پنچیر ہے  
 پاس جا دیکھا تو دل ہڑ پاس اس کے تیر ہے  
 قید دستی سے کوئی چھوٹا نہیں آخلق میں  
 موج سے دریاؤں کے بھی پانوں میں زنجیر ہے  
 ابرو باراں تم نہ پوچھو شرم سے روتے ہیں آہ  
 ابر کی صورت یہ میری آہ بے تاثیر ہے

ہر ایک عاشق کے جی میں یہ ہے کہ میرا محبوب مجھ کو چاہے  
 غضب ہے یا رو یہ چاہنے کو کہ وہ بھی میری طرح کر اے  
 کسی محبوب نے کیا بھی کہ اپنے عاشق کا ہوے عاشق (کذا)  
 یہ تھوڑا احساں نہیں (ہے) اس کا کہ اٹھا دیکھے گاہ گاہ ہے  
 غرض یہ مطلب کے ہیں گے عاشق کہا کریں کچھ زباں سے اپنی  
 اسی کو عاشق کہیں ہیں ہم تو کہ .....  
 اسی کی خواہش مراد ہووے جو مار ڈالے تو شاد ہووے  
 طلب اسی کی زیاد ہووے نہ منہ سے کچھ نکلے آہ داہے



میں تجھ کو کہتا ہوں سوز سن رکھ اگر تو عزت کا ہو گا طالب  
جھکا نہ سر کو کسی کے آگے اگر سلامی ہو بادشاہی

بندہ خانہ ہے کرم فرمائیے      آئیے حضرت ہمارے آئیے  
کیا تلاش دل کو آئے ہو یہاں      دل بھی حاضر ہو اسے لے جائیے  
ایک بوسے پر ہے خط کشی بھی      دیجیے اور چپکے گھر کو جائیے  
بیچ سے ہونٹوں کے گالوں کے نہیں      عارضی بوسے پہ مت بہلایے

بہ عزم دہری پھر وہ ستم ایسا داتا ہے      پے لے عقل عشق خانماں برباد آتا ہے  
خوشی کیا خاک ہو لے عندلیبوں ایسے گلشن میں      جہاں نت کا یہی دھڑکا کہ وہ صیاد آتا ہے  
تو قے دل کے پھر آنے کی اب مجھ کو کہاں لیکن      وہ اس کا بے قراری سے کلنا یاد آتا ہے  
خدا کے واسطے لے ہم نشینو ڈھانپ لو مجھ کو      ادھر تک پھر کے دیکھو ناصح جلا داتا ہے  
خدا جانے بنی کیا بزم میں اس آتشیں خو کی  
گیا تھا کس خوشی سے سوز، پرنا شاد آتا ہے

دل لے ہی گیا نہ یار ہے ہے      ہے ہے دل بے قرار ہے ہے  
تو قہقہہ مار کر کہہ سنے، اور      میں روؤں زار زار ہے ہے  
مت جانیو بار بار، ہا ہا      میں تیرے ..... وار ہے ہے  
پیکان سے تیرے دل خوشی تھا      سو ہو گئی دل سے پار ہے ہے (کذا)  
ہرگز نہ بھی عطش حشر کی      کیسی تھی یہ آبدار ہے ہے  
اب تک جیتا ہے سوز، آجان      اتنا بھی انتظار ہے ہے

تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا بناتا ہے

ذری سے دل میں اس بندے کے کوہِ غم سہاتا ہے

اے میاں یہ جہل ہے اس کو دیکھو اپنی آنکھوں سے

کہ آ اس عرش سے لے فرشتہ تک سب کچھ دکھاتا ہے

کبھو تو ایک کو کرتا ہے سلطان، ایک کو چپا کر

کبھی پتھر کو اس سلطانِ کنخ پر بندھاتا ہے (کذا)

کبھی تو شہروں کو دیران کر جنگل بناتا ہے

کبھی جنگل کو کر آباد مردوں کو بساتا ہے

کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و شہمت و دولت

تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا دکھاتا ہے

ساتھ پھرتے ہیں میرے یہ سائے میری تقصیر کیا کہو بارے

تو نے مجھ کو فراق کو سونپا یعنی یہ پیس پیس کر مارے

عشق سے جو کہ دل لگاتا ہے سودہ اپنے کیے کو پاتا ہے

تیرا تو کچھ نہ جائے گا لیکن مفت میں میرا جان جاتا ہے

عشق پیالے سدھار اپنے گھر کیوں عبت میری جان کھاتا ہے

پوچھ تو جا کے سوز کا احوال مثل ماہی وہ تر پھرتا ہے

سات دن سے وہ زار و مالاں ہے نہ تو پیالے کچھ نہ کھاتا ہے

عشق کہیے تجھی کو حضرت عشق کیا تجھے نام یہ سہاتا ہے

ان سلوکوں پہ کہتے ہو سب سے مجھ کو تو سوز ساتھ ناتا ہے



کسی صورت سے دل شاد نہیں ہوتا ہے      آہ یہ گھر بسا آباد نہیں ہوتا ہے  
 ایسے ظالم کے میں پھند میں پھنسا ہوں ہر ہر      جس کا قیدی کبھی آزاد نہیں ہوتا ہے  
 جیسا تو قاتلِ سفاک ہے ایسا تو میاں      کوئی دنیا میں بھی بلاد نہیں ہوتا ہے  
 چہچہ کرتی جو ہیں بلبلیں حیرت ہی مجھے      مگر اس باغ میں صیاد نہیں ہوتا ہے  
 آپ کی جو روح جفا جتنی تھیں سب مجھ پہ ہوئیں  
 اب نیا ظلم بھی ایسا دہنیں ہوتا ہے

تجھے دل کے لینے کی کیا چاہ ہے      ہمارا تو ..... ہے  
 تعین کے گھونگھٹ سے منہ کو نکال      ذرا جھانک کر جان آگاہ ہے  
 نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو      مری جان اللہ ہی اللہ ہے  
 اسی کا یہ منظر ہے اے ناقصو      جدھر دیکھے واہ (ہی) واہ ہے  
 مظاہر اسی کا ہے یہ سب ظہور      کہیں ہے گدا اور کہیں شاہ ہے  
 یہ اشیا جہاں تک ہیں آئینہ ہیں      سبھوں میں وہی جلوہ ماہ ہے  
 تجھے وہم ہے عرش پر ہے خدا  
 ترے دل سے اس عرش تک راہ ہے

صنم کے ہاتھ میں کیا آرہی تھی      کہ جوئے غمزدہ گلشن میں بھی تھی  
 کہا میری طرف سے سوز نے کچھ      تو داں شمشیر آگے ہی دھری تھی  
 جڑی آتے ہی اور منہ سے (نہ) بولا      مجھ اتنا کہ اے تیری کہی تھی  
 رُلا یا یوں مجھے آٹھ آٹھ آنسو      کوئی پوچھے تو یہ کیسی ہنسی تھی  
 تو کہو ہم نشیں کیا سوز عاشق      مجھے ہے ہے کرے کس نے کہی تھی

نہیں تفسیر اس میں آپ کی کچھ  
خدا جلنے کہ گالی یا دعادی  
بلے صاحب یہ قسمت کی بدی تھی  
نہ سمجھا کچھ زبان فارسی تھی

بھاگتا کیوں ہے تولے سر و خراماں مجھ سے  
تیری چھل بل نہیں ہونے کی یہ نہاں مجھ سے  
ایک قطرے میں مے اشک کے قطرہ کہا (کذا)  
بحث کرتے تھے بہت حضرت عماں مجھ سے  
خاک مجھ کو کیا تو بھی نہیں رسم تجھے (کذا)  
کیا چھڑاتا ہے بھلا کھنچ کے دامان مجھ سے  
موت ہر بار نہیں آتی ہے بس مر تو چکا  
کیوں اجل ہوتی ہے اب دست گریباں مجھ سے  
دیکھ کر میری پریشانی کو کھاتی ہے باد  
بیر کیوں رکھتی ہے زلف پریشاں مجھ سے  
داغ دکھلائے ہے لالہ کے جڑ اغانوں کو  
چار داغوں کو گنا تا ہے گلستاں مجھ سے  
میرے شمشاد کی جا چال تو پہلے سیکھ آ  
کیوں اکڑتا ہے تولے سر و خراماں مجھ سے

شکر حق کل تو کہا اپنے جلیسوں سے یہ  
رد ٹھہ بیٹھا ہے عبت سوز غزلخواں مجھ سے

مجھے دیکھ کر موت یوں بولتی ہے  
کہ یہ کیا مرے، یہ تو عاشق کا جی ہے  
مری جان، دیدار آخر تو دکھلا  
مری جان آنکھوں میں اب آرہی ہے  
کھڑا نفس پر ہو کے بولا کہ ہے  
کسی جوگی کی یہ تو دھونی دہنی ہے  
تجھے سوز کیا عشم ہے تیرا تو دانی  
عسلی دنی ہے، دھی نبی ہے

آ جا مرے منتوں کے پاسے  
اسے پیارے جھنڈوے بابوں والے  
تو سامنے میرے اٹھ گیا پاسے  
میں مر نہ گیا تری بلا سے



تاریک ہوا جہاں تجھ بن  
سرے پاؤں تلک لگی دون  
وہ شرم سے تیرا مسکرانا  
دل چاہتا ہے کہ پھر بھی دیکھوں  
یا آن کے پاس بیٹھ میرے  
تم تو جنت کو سدھارے اچھا (کذا)

اے میرے اندھیرے کے اجالے  
پھنکتا ہوں آن کر بجالے  
اے پتلے ہی پتلے ہونٹوں والے  
اک آن تو پھر مجھے دکھالے  
یا پاس تو اپنے مجھے بلا لے (کذا)  
دوزخ کے ہمیں کیا حوالے

اے میرے مسح، میرے ہمدی  
میاں مرتا ہے کیا جلالے (کذا)

## متفرقات

آنکھوں میں وہ لگاؤٹ، دل آہو رمدہ  
ہم سے بھی یہ پھنالا، اللہ سے شوخ دیدہ

اے نالہ نکل مت کہ مراراز نہ نکلے  
اللہ کرے منہ میں سے آواز نہ نکلے

ہوئے ایسے ہی تم نظروں سے اب بابا کی گم ہمدی  
مبارکباد کو بھی عید کی آئے نہ تم ہمدی

ماہ کو نسبت نہیں کچھ میرے ہمدی خسارے  
وہ بھری راتوں کو یہ واقف نہیں سرارے

نکل اے جان گر تجھ میں رہی دل میں قوت ہے  
صنم آتا ہی استقبال کو یہ وقت فرصت ہے

تجھے رسوا کروں یا میں تیری بے وفائی سے کہ سب ڈر جائیں اپنے دل میں تیری آشنائی سے

زلف میں اُجھا ہوں تس قتل کی تدبیر ہے اب کہ ہر جاؤں ہی پانویں زنجیر ہے

ترا سوز احوال ہر دم بتر ہے وہی چہرے کا ہی احوال وہی چشم تر ہے (کذا)  
ترے یار کو میں بلا لاؤں بتلا کہ ہر اس کا کوچہ کہاں اس کا گھر ہے

مرا قتل اس بے وفائی نے چاہا وہ کب پھر پڑتا تھا خدا نے نہ چاہا  
بڑا داد تھا آج بوسے کا لیکن وہ راضی ہوا تھا خدا نے نہ چاہا

کوئی سنتا نہیں دردِ پھروں ہوں مثلِ دیوانہ

الہی رات ہو جلدی سنوں میں اپنا افسانہ

اگر گل جائے سب میرا گد و پوست دردِ گور سے بولوں کہ یاد دست

کون ہے کس پاس جا فریاد و ادویلا کروں ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا اب کیا کروں

کہوں ک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں مجھے قربان ہونے دے، تم سے قربان ہو جاؤں

ہم پہ یوں گزے قیامت واہ واہ واہ حضرت سلامت واہ واہ



میں کس کے ہاتھ لکھ بھیجوں میاں صاحب سلام اپنا  
مجھے تو بھول جاتا ہے تمہے دھڑکے سے نام اپنا

دل لیا، عاشق کیا، رسوا کیا، شیدا کیا لے مرے اللہ تو نے مجھ کو کیوں پیدا کیا

بس میں کہتا ہوں اپنے گھر جاؤ حضرت عشق تم نہ جی کھاؤ  
دین و ایمان تو لیا تم نے کچھ تمہارا لیا ہے فرماؤ

روز محشر بود سیاہ چو قیر چہرہ منکران روز غدیر

## رباعی

لے امت حضرت رسول الثقلین مانگو ہو اگر دونوں جہاں کا تم چین  
تو درد کرو صبح و سہا اپنا تم اللہ و محمد و علی و حسین

اس صورت ظاہر کو جو حیراں ہیں ہم والہ غلط سمجھیں ہیں ناداں ہیں ہم  
ہاں سایہ موہوم جو کہیے تو ہیں اپنا ہی گمان ہے کہ انساں ہیں ہم

نہ درد کسی کے ہیں نہ درماں ہیں ہم نے خام ہیں عشق میں نہ بریاں ہیں ہم  
دو چار دن لے سوز اگر بیچ پلو چھو اس بزم جہاں کے بیچ ہماں ہیں ہم

وہ کبک خرام، حور دوش، رشک ماہ  
جو دیکھ سکو تو آؤ یا رد دیکھو  
کوہ تمکیں، فلک نط، عالی جاہ  
کس شان سے آتا ہے کہ اللہ اللہ

جاتا ہے یہ طفل اشک بانالہ و آہ  
کیونکر رد کوں تجھے میں اے نور بعین  
نخت دل بے قرار لے کر ہمراہ  
اللہ نگہبان ہے پیروں کی پناہ

بس کون ہیں ہم، جو کہتے ہیں ہم ہیں عزیز  
یہ جو کہتے ہیں، ہم ہیں، سچ کہتے ہیں  
ٹلک سوچ تو اس ہم کو، جو ہے فہم و تمیز  
جو اس کے سوا ہیں، جان تو سب ناچیز

بس رہ لے آہ در نہ جل جاؤں گا  
بس لے دل اتنی اضطرابی ست کر  
بس تھم لے اشک در نہ گل جاؤں گا  
تیرے ہاتھوں سے میں نکل جاؤں گا

بس حلاۃ عشق میں تو پامال ہوا  
لب خشک ہوئے، مونہہ کا یہ حال ہوا  
ٹلک دیکھو یاں میرا کیا حال ہوا  
تو عشق ہوا کہ جی کا جنجال ہوا

جو میرے عدد تھے ان سے تو یار ہوا  
رہ رہ کے مرے جی میں یہی آتا ہے  
مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا  
اللہ تو ہم سے ایسا بیزار ہوا

کاہے کو کیجیے کسی پر اب چشم  
باقی نہیں اب طلب کسی کی دل میں  
چھوڑا دنیا کا ہم نے سب دولت و چشم  
آیا تو چشم ورنہ آیا تو چشم



اے جان پر جب سے تم اپنے گھر گئے  
کس منہ سے کہوں کہ میری ہمدی مر گئے

گر حق کہیے تو مفت میں جان گیا  
بیزار میں اس جہاں سے جلدی لے چل

یہ بات الہی ہے جی ادا سان گیا  
سچ ہے صدتہ بھی چاہیے ہی لایق

اے تو زنبھل یہ آہ دزاری کب تک  
آپہی عاشق ہے اور آپہی معشوق

کیا جاگ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا  
تھی آپ ہی آپ شرکت غیر بغیر

کیوں مجھ کو ستاتے ہیں یہ سب اب یارب  
اعداسب اک طرف یہ ناصح مردود

بس جھوٹے نہیں ہیں عندلیباں دیکھا  
آرام سے سونا تھا جگایا نا حق

کس جا ہے چین کہاں گلستاں دیکھا  
آنکھیں کھلتے ہی ہم نے زنداں دیکھا

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص عام      کیا اہل سکوت اور کیا اہل کلام  
پرزیت ہر ان کی جوں مثال خورشید      پیدا ہوں صبح تو مٹ جاؤں شام

اے میری زندگانی اے میری حیات      تیرے الطاف کی کردں کس نہ بات  
زلفیں جو تو نے ڈالیں میرے منہ پر      کیا بو آئی تھی 'بر محمد صلوات

اے محتسب اتنا تو نہ کر مجھ پر عتاب      سن میری بات کا ذرا اے تو جواب  
تجھ سے یوں ہیں پھپھا ہے کچھ شیشے میں      تو بول تری ذات بھلی یا کہ شراب

میں نے کہا اے جو تجھ کو زہر ہے درکار      بولا ب خشک و چشم تر ہے درکار  
میں بولا تو زہر دل ہے تجھ پاس کہا      اچھا ترے عشق کو جگر ہے درکار

آتا ہے تو کیوں دور دور راتوں کو (کذا)      بکو اس بھرے آگ لگے باتوں کو  
لو اور ڈھٹائی مار بیٹھا چٹ سے      دور ہو صدقے کردں تھے ہاتھوں کو

گردم ہو تو آہ آہ کرنے کے لیے      درجیم ہے خاکِ خوں میں بھرنے کے لیے  
دل ہے سوشب دروز پڑا جلتا ہے      ہے جان تو ایک روز مرنے کے لیے

واعظ مجھے کہے کی بتاتا ہے راہ      کرتا ہے صنم کدے سے مجھ کو آگاہ  
میں کب مانوں ہوں ایسے شیطان کا کہا      لا حول ولا قوۃ الا باللہ



اچھے اچھے لباس پہاڑے تو نے  
جو نخل کے بارور ہوا دنیا میں  
اچھے اچھے لباس پہاڑے تو نے  
بڑے پیر سے اس کو سب اکھاڑا تو نے (کذا)

آدم کی ہے یہ سخن ..... باقی  
کہتا ہے تو کہہ لے ورنہ ہونی صبح (کذا)  
ڈھونڈو تو کسی کی نشانی باقی (کذا)  
رہ جائے گی تو نہ یہ کہانی باقی

عاشق جو پتنگ کو کہے ہیں شاعر  
ہر چند کہ عاشق کا تو جلتا ہو کام  
دل سے نہیں شمع کے ہے کوئی ماہر  
معتوق بھی اس کام سے کب ہو باہر

کعبے کی خراب اب عمارت کیجے  
ہوئے گا حصول کچھ (نہ) اس میں لے تو نہ  
بت خانے کو ہر طرح سے غارت کیجے  
ہے دل میں کہ دل ہی کی زیارت کیجے

یہ دل ہوا سب طرح سے تجھ پر مایل  
تو کھول نہ کھول زلف اپنی پیارے  
اس واسطے میں ہوں تھے آگے سائل  
ملنے کا مرے اس میں ہے عقدہ حایل

کب آئے مدام زیت کرنے کے لیے  
کیوں روز تو لدیہ کریں ہیں شادی  
دن عمر کے یک چند میں بھرنے کے لیے  
یاں آئے ہے جو کوئی سو مرنے کے لیے

کہتا ہوں میں جس سے آشنائی کی بات  
کہتا ہے یہ کیا کیا اے ناداں تو نے  
سنا ہر وہ مجھ سے اور ملتا ہے بات  
اب کیونکے کٹے گی سوز تیری اوقات

نے دیر سے کچھ ہم کو نہ کہے سے کام  
جوشیخ و برہمن ہو سو اس پر جھبکڑے  
دنیا میں ہیں ان دونوں کے طالبِ بزم  
ہم رند ہیں مشرب ہے ہمارے وجام

دن کو کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں  
نے کام خدا کا نہ کیا عقبی کا  
اور رات جو ہوتی ہے تو ہم سوتے ہیں  
اس عمر کو دنیا میں یو نہی کھوتے ہیں

ہر دقت مرے دل میں ہی آتی ہے  
تس پر جیتا ہوں یا ر دنیا کے بیچ  
کیونکر رکھوں میں عمر چلی جاتی ہے  
ٹک دیکھ تو میری بھی عجب چھاتی ہے

دل کو مرے عاشقی سے پھرے گا کون  
نے دام ہی پاس (ہے) نہ صیاد یہاں  
وحشی ہر غزال اس کو گھرے گا کون  
یہ بھلے لے تو نہ بیڑے گا کون

اے آنکہ بعشق مصطفائی مدہوش  
شاہ شہدا شود شفیع تو بحشر  
در ماتم آلِ ادب جان دادن کوش  
بر سینہ سبک چہ میزنی دست بچوش

بر روی غدیر سر در خلق پناہ  
ایں بود حدیث آں رسولِ عربی  
فرمود بجائے ما علی باشد شاہ  
من کنت مولاه فعلی مولاه (کذا)

فریادِ زہم یکہ بدوش آمدہ است (کذا)  
از سینہ چہ راہ کر بلا نزدیکیست  
ہم نالہ بے خودیِ خوش آمدہ است  
آہ از جگر مہ سیاہ پوش آمدہ است



ستربان تکبر گدائی گردم      حیران گماں کبریائی گردم  
من آں بودم کہ با کمال حیرت      در قافله داغ جدائی بودم (کذا)

لے مردم زار زار حیران تو ایم      دے دیدہ اشکبار دیران تو ایم  
بردی دین و صبر و طاقت .....      لے عشق ز خود شکار قربان تو ایم

لے خواجہ دو گام رہ نراندی، ماندی      خود را بر فیتقاں نہ رساندی ماندی  
ابن راہ نہ راہ کعبہ آب دگل است      یک گام ز کارواں چو ماندی ماندی

## مستزاد

سُن سوزِ جہٹ دیکھ کے حیراں ہو گا      خواباں کا جمال  
دل زلف میں اُبکھے گا پریشاں ہو گا      متے یے بال  
یہ چال بُری ہے تجھ سے نبھنے کی نہیں      ادھام خیال  
کیا ہنستا ہے بہت پشیمان ہو گا      مت دانت نکال

جو شخص ملازمت کو آتا ہے گا      از بہر حصول  
کچھ دہ بھی نذر کو چیز لاتا ہے گا      یوں ہے معمول  
بندے کو نظر اور نہ آیا ایسا      حیراں رہ کر  
اپنے تئیں آپ ہی دکھاتا ہے گا      گریکے قبول

بالفرض کہ ہم عاقل و باہوش ہوئے کس کام میں ہیں  
 ہو کر آزاد خانہ بردوش ہوئے تو دام میں ہیں  
 دو دن کی نمود میں نہیں کچھ حاصل یا روح بانو  
 دے حق ہوئے خو خاک میں ردپوش ہوئے (کذا) آرام میں ہیں

## (قطعاً)

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر  
 آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ اد  
 ہے سرہانے دیکھو تیر و کماں  
 سنتے ہی میرے گئے واں پانوں پھول  
 خوبی قسمت تو دیکھو اس گھڑی  
 ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہے غضب  
 ہو گیا میرا قضا را داں گزار  
 کوئی یاں حاضر نہیں اب تابکار  
 جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار  
 لگ گیا دیوار سے تب آہ مار  
 کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار  
 تھے نہ پتھرے بھی کہ کرتا سنگسار  
 ہاے بے منت اجل آئی تھنی سوز  
 پنج گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

ایک دن اس شوخ سے میں لگ چلا  
 جب ملک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا  
 رمز میں کرنے لگا اظہار پیار  
 دل میں آیا آنکھ بوس دکنار  
 کھول کر آغوش جوں سرکا دیں  
 کہنے لاگاد اچھڑے چل بھک نہ مار



ادمیاں ادبھائی ادخلوت کے جلنے والے دوست  
 اس سے کہ دیجو خدا کے واسطے کا کام ہے  
 پہلے کیجو عذر یعنی وہ نہیں کہتا ہے آپ  
 تیرے اس محزون نالاں سوز کا پیغام ہے  
 کالے نڈر، بے رحم، بے پرواہ، بے دید آسمان  
 تیرے ہاتھوں ساری خلقت اب تو بے آرام ہے  
 جس نے دیکھا آنکھ اٹھا کر، تو نے چٹ مارا دیں  
 یہ جو تیری وضع ہے اس کا برا انجم ہے  
 آدمیت یکہ باز آ، قتل مت کر خلق کو  
 سوز کا بھی مار لینا کون ایسا کام ہے

..... تجھ کو دلا سوئی یا لگا کاٹھا جو تو اچھل پڑا ایسا کہ تیرا سر پھوٹا دکھلا  
 ہماری بیچ کی انگلی ہے بوجھے صاحب پکڑیو زور سے 'چھوڑو' یہ لیجے انگوٹھا

کیا کہوں تم سے اے خرد مند دیکھتے ہو تم ان بتوں کے جھجھند  
 دیکھتے ہیں سمجھوں کو ایک نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند  
 رام کرتے ہیں باز کو جیسے طلعت بوسہ دے کے روزے چند  
 بھوکھ پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند  
 بھاپ دیتے ہیں دونوں تھنوں کی پھر بھڑک جاتے ہیں یہ مثل پرند  
 الغرض چھوڑتے نہیں بابا  
 جس طرح سوز کو کیا پابند

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں      شاعری سے مجھے نہیں نسبت  
میں انھوں میں تھا سب سے بیگانہ      وہ دلاتے مجھے بہت غیرت  
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی      ہم سے برائے کس طرح صحبت  
یا تو ہم سے کیا کرو باتیں      یا ہمیں جانتے ہو بے عزت  
تب میں ناچار ہو کے کہنے لگا      انھیں باتوں کو شعر کی صورت

ورنہ اس منہ پہ شاعری تو بہ  
یہ بھی مرزا رفیع کی ہے دولت

## محسن

راہ گلشن میں نہ دے مجھ کو ہوا دار چمن      دام میں کھینچے نہ صیاد دلازار چمن  
ہوں نہ ..... لایق نہ سزاوار چمن      بے ل تصویر ہوں جوں نقش دیوار چمن  
نے نفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن  
کب ہیں آزاد رکھنے کو فلک نے دی ہر عمر      گوشہ زنداں کی زینت کے لیے بخشی ہر عمر  
طوق در گردن بسر جوں فاخستہ ہم کی ہر عمر      کیا گلہ صیاد سے ہم کو یونہی گزری ہر عمر  
تب سیر دام تھے اب ہیں گرفتار چمن  
کہ تو کس کے جی کو دکھ دیتا ہو تولے باغباں      چھوڑ کر کیوں اٹھ چلا گلزار کو لے باغباں  
درد کی ہر گل سے اب آتی ہو تولے باغباں      نوک سے کانٹوں کی ٹپکے ہو تولے باغباں  
کس دل آرزوہ کے دامن کش ہیں یہ خار چمن  
شام سے گزریے ہر دن اس کو ہر صبح تک      پر کسی کی حال پر اس کے نہ دیکھی نم پلاک  
اشک نے تاثیر رکھتے ہیں اسی کی مردمک (کذا)      زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک  
یکہ لے کر ہم سے رونا مشہم زار چمن



ہو جہی تجھ سے تھے معشوق سے بھی عندلیب  
پھر گلشن میں ہی تو جہی کی ڈریے عندلیب (کذا)  
قطرہ اشک آنکھ میں تیری نہیں ہی عندلیب  
نخت دل گرتے .... جاے برگ اے عندلیب  
ہم اگر ہوتے تری جاگہ گرفتار چمن  
تو زکات ہے تجھے آدیکھ لے زگس کو ٹمک  
اے مرے محو تماشا دیکھ لے زگس کو ٹمک  
ہے تغیر حال اس کا دیکھ لے زگس کو ٹمک  
..... سودا دیکھ لے زگس کو ٹمک  
باغ میں ہماں کوئی دم ہی یہ بیمار چمن

رکھتی ہے زمانے میں جو خشکی و تری رنگ  
ہے دیدہ تحقیق میں یہ سب نظری رنگ  
کافر ہو کسی کا جو خوش آتا ہو ذری رنگ  
کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ  
اس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ  
سب چیز کی میں سیر کیا ڈھنگ کا جلوہ  
آتش کا جہاں اور ہر اک رنگ کا جلوہ  
تجھ بن نظر آیا نہ کسی رنگ کا جلوہ  
کس رنگ میں دیکھا نہ کسی رنگ کا جلوہ  
سب رنگ میں ہے تو یہ ترا سب پری رنگ  
ہر چند پڑا آکے میں صیاد کے بس میں  
مشہور اسیری سے ہوا ناکس و کس میں  
لیکن نہیں ترا گل و گلشن کی ہوس میں  
کس گل میں یہ جلوہ ہر کہ اب کینچ نفس میں  
دکھلاتی ہے میری مجھے بے بال و پری رنگ  
مجھ عاشق نالان کے نامے کو تو لینا  
اس حسرت داران کے نامے کو تو لینا  
ملک پوچھ مجھ پوچھ کے نامے کو تو لینا  
ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا  
نامے کے کہوتز کا ہے میرے جگری رنگ  
جو چیز کہ ہر کو چاہ بازار .....  
اس کے لیے لاسنگ کو آتش پہ گلا دے  
انہوں ہے جو عمر کیوں اپنی گنوا دے  
اے شیشہ گراں دل کوئی ٹوٹا جو بنا دے  
پیدا کرے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ

صیاد تو مجھ طوطی کے طالب ہے سخن کا اور دل کو میرے ہر غم و اندوہ وطن کا  
معلوم کچھ احوال نہیں سر و سمن کا ہے خاک بسر آج خدا جانے چین کا  
دیکھ آئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ

مت دل لگا دنیا سے تو ہرگز ذری سودا جب سب سے ترانے سبھوں کے بری سودا  
جانے ہے جہاں کی بھی خشکی ترسی سودا کر جامہ عزایانی کو خاکستری سودا  
ہے عزم سفریاں سے تو ہے یہ سفری رنگ

چشم میں اپنی گہرا کر دوں یا نہ کر دوں آہ گہرا کے میں ناچار کر دوں یا نہ کر دوں  
درد پنہاں کو میں ظہار کر دوں یا نہ کر دوں کیوں میں تسکین دل لے یا کر دوں یا نہ کر دوں  
نالے جا کر پس دیوار کر دوں یا نہ کر دوں

زندگی کا کوئی دم مثل شفق باقی ہے جز وہستی سے کس نیم ورق باقی ہے  
ہاں میاں اس میں وہ اک کلمہ حق باقی ہے سن لے اک بات مری تو کہ رقی باقی ہے  
پھر سخن تجھ سے شمع گار کر دوں یا نہ کر دوں

تم تو وہ شخص ہو اپنے کو برا یا سمجھو دل جو ہم آپے دیں اس کو چرایا سمجھو  
غیر سے وصف کریں اس کو لگایا سمجھو سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنا یا سمجھو  
ہے زباں میری بھی گفتار کر دوں یا نہ کر دوں

کون ایسا ہے کہ جس شخص سے غم رکتا ہے اڈے جب اشک تو ہر ایک سے کم رکتا ہے  
شدت درد میں کس دل سے الم رکتا ہے ناصحا اٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے  
نالے دل کھول کے دوچار کر دوں یا نہ کر دوں

گر یہ رک رک مری گردن پہ ہوا ہر اب طوق کوئی غم اس سے نہیں جان کو میری مافوق  
جب تلک چونکے مے جی سے میاں جاؤدق خواب شیریں میں وہ اوڑل (ہے) مرا نال شوق  
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کر دوں یا نہ کر دوں



نہ سنا حال کبھو اس نے تو آ کر یارو کب تک لڑ میں کھوں غم کو چھپا کر یارو  
کوئی فریاد و فغاں اپنی سنا کر یارو موسم گل ہی میں صیاد سے جا کر یارو  
ذکر مرغان گرفتار کروں یا نہ کروں

نہ ہا دوست جسے رحم مجھ ادا پر آئے اس زمانے میں میں قسبل کے میرے درپے  
کوئی ایسا نہیں جو اس سے یہ اب جا کے کہے حال باطن کا نمایاں ہے کے ظاہر سے  
میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں

..... دل داری کو کیا جانے ابھی ان بے وفاؤں کی وفاداری کو کیا جانے  
تیری عمر ہے تو نالہ دزاری کو کیا جانے (کذا) نہ ہو عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے  
ابھی تو آپ ہی لڑکا ہی سچ یاری کو کیا جانے

نہیں ہوتی ہیں آخر کو یہ کچھ باتیں بھلی پایے تھے دین تو ہنسنے کھیلنے کے تھے ابھی پایے  
ہے گا کب یہ ایذا عشق کا اتنا سا جی پایے لگیں بھی ہیں کسی سے اب تلک آنکھیں تری پایے  
تڑپنا، لوٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے

ابھی تک ات دن تو کھیل میں مشغول رہتا تھا بلا جانے تری پایے محبت کو کہ ہے وہ کیا  
بھنس تو عشق کے پھندے میں جانی، اس کو باز آ ابھی تو تو نے آئینے میں اپنا منہ نہیں دیکھا  
گرفتاری کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے

ابھی تو طرز عیاری نہیں پوری ہوئی تھہ سے ابھی تو کچھ دل آزاری نہیں پوری ہوئی تھہ سے  
اے اب تک ستم گاری نہیں پوری ہوئی تھہ سے ابھی تو مشق خو خوار ی نہیں پوری ہوئی تھہ سے  
یہ نکھاسا کلیجہ تیرا غم خوار ی کو کیا جانے

سر لے اس کے کیوں غل کرتے ہو فہرت جانے دو کوئی آشفہ کی جانب سے اس کو جا کے یہ کہ دو  
زائے گا جگانے سے تمھارے سنستے ہو یارو عزیز دسوز کو چوکاؤ مت .....  
ازل سے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

# مثنوی

میں کس سے کہوں دل کی باتیں  
 ناحق ناحق گھبراتا ہے  
 آرام نہ اس کو سونے سے  
 بد رنگ ہے اب دل کی حالت  
 مطلوب نہیں اس کا پیدا  
 بونہض تو اس کی پہچا نہ  
 بیماری کیا ہے اس دل کی  
 تو اس کو اس تک پہنچا دو  
 سودا ہے جو ہے سودا لی  
 یا جن و پری کا سایا ہے  
 ہاں اس کی کچھ تدبیر کرو  
 ہے ہے اب ہاتھ سے جاتا ہر  
 کیا اچھا بچھا دل تھا یہ  
 ہنستیوں میں بیٹھ ہنستا تھا  
 محبوبوں سے مل چلتا تھا  
 کرتا تھا سب سے رنگ ریاں  
 سب اس سے پیار سے ملتے تھے  
 سب دل سے اس کو رکھتے عزیز  
 پھر کیوں چپکا ہے اب یارب  
 کتنی ہیں کس دکھ میں راتیں  
 صحرا صحرا پھر داتا ہے  
 ہے کام سو اس کو رونے سے  
 سمجھی نہیں جاتی اس کی مت  
 کس کی صورت کا ہر شیدا  
 کیا مرض ہے اس کو دیوانہ  
 کیا چاہ ہے اس کو قاتل کی  
 محبوب کو اس کے دکھلا دو  
 تشخیص کرو کیا ہے بھائی  
 کس چیز سے عشق لگایا ہے  
 میں راضی ہوں زنجیر کرو  
 مجھ کو اس کا غم کھاتا ہے  
 سب رنگوں میں شامل تھا یہ  
 فوجوں میں پہلے دھنستا تھا  
 محبوبوں ہی میں ملتا تھا  
 باتیں کرتا بھلیاں بھلیاں  
 وحشی تک اس سے ملتے تھے  
 ہے سب کے آگے اب ناچیز  
 نہ سے اپنے لو کیا کب (کذا)



مت چپ رہ میرے پیارے دل  
 یوں چپکے چپکے غم مت کھا  
 مت اپنے جی سے رہ غافل  
 میں تیری چال سے ڈرتا ہوں  
 قربان میں تیرے منہ کھو لو  
 تم کس کے اوپر عاشق ہو  
 میں اس کو تجھ سے ملادوں  
 یا سوز سے مل کر کام کروں  
 منت سے اس کے پانو پڑوں  
 پر بھی بات یہ ہے اے دل  
 یہ پہلے سر سہلا تے ہیں  
 ہے عشق (کی) راہ بہت مشکل  
 تو بھول یہ گلیاں جائے گا  
 یاں غول بہت ہیں اے غافل  
 ان سے لے مرے صاحب دل  
 پر تو کہنا کب مانے ہے  
 ..... میں ایسا دشمن  
 ..... زمانہ ایسا ہے  
 والٹر تم اس میں نہیں جھوٹے  
 گھر کو ہو منکوحاتے ہیں (کذا)  
 میں مجرم ہوں جواب بولوں

جا جا بے جس سے چاہے مل  
 پیارے یہ غم کھا جائے گا  
 ادول ادول ادول ادول  
 اندیشے ہی میں مرتا ہوں  
 کچھ مجھ سے بات کہو بولو  
 کس کے پیچھے اتنے دق ہو  
 اس کا کام تجھے لادوں  
 اس بت کو تیرا رام کروں  
 تیری خاطر جی دان کروں  
 ان بونگوں سے ہرگز مت مل  
 پھر کتچا بھیجا کھاتے ہیں  
 سن میرے بھولے بھالے دل  
 ہر در پر سر ٹکرا دے گا  
 بہلا کے لے جاتے ہیں دل  
 مت مل مت مل مت مل مت مل  
 مجھ کو تو دشمن جانے ہے  
 کہ لے جو تیرے .....  
 جو دل اپنا تجھ جیسا ہے  
 اپنے ہی بخت بنے پھوٹے  
 تو الٹی لائیں کھاتے ہیں  
 کاہے کو اپنا منہ کھولوں

کیا گندہ نکلا میرا دل  
 ہے ہے میں کیا غافل تھا  
 واللہ یہ دل بے گاہ ہے  
 لاکھوں میں ہو گا صاحب دل  
 یارو میں تم سے کہتا ہوں  
 مت اس کو اپنا جانو گے  
 ہاں بندے دل کے ہو رہو  
 ورنہ یہ ایک سیانا ہے  
 تو دو دو بانس ہے گا یہ  
 سنو دل کے کان کو کھول  
 سب کا پیدا کرنے والا  
 تم کیوں بھولے میرے بھائی  
 پیارے دل کی آنکھیں کھولو  
 پیدا اب کو گر تو جانے  
 میں میں تم جو کرتے ہو گے  
 میں میں کون ہے کہے بیٹھا  
 میں کو بوجھو میں کہتا ہوں  
 میں جو کہتے ہو کیا تم ہو  
 میں جو کہتے ہو تم .....  
 بوسے آپ کہو ہے تم میں  
 آپ میں اپنے آپ کو دیکھو

اور اپنے کہے سے کیا حاصل  
 جو سمجھا تھا میرا دل تھا  
 میں بھول کے اپنا جانا ہے  
 ورنہ سب دل سے ہیں غافل  
 جو جو میں دل کے سہتا ہوں  
 جو میں نے کہا سو مانو گے  
 جو ظلم کرے چپکے سہیو  
 بھید اس کا کس نے جانا ہے  
 جو اپنی بات کہے گا یہ  
 اچھے میٹھے میٹھے بول  
 ہے وہ صاحب حق تعالیٰ  
 یہ غفلت کس نیند سے آئی  
 اب کو سمجھو تب کو بولو  
 اپنا خالق ہوا ہے کیا نے (کذا)  
 اس میں میں کو کچھ بھی بوجھے  
 تم میں میں کس گن سے بیٹھا  
 تم کو یہ میں میں بہتا ہوں؟  
 کیوں اس میں میں سرد گرم ہو  
 .... ہنڈیا میں ہے وہ .....  
 تم تو ..... پر ہے تم میں  
 آپ کو بوجھو ملک تو چیتو



آپ وہ اپنے سوانگ بنا دے  
ہو کر ..... دکھلا دے

عرش سے تافرش وہی ہو (کذا)  
..... لوگ ہیں اس کا جھمکا

عین کر دے سب سے نیار (؟)

پر یہ پتلا خاص بنایا

جن پایا سو آپ کو بھولا

اپنی ہستی آپ جلا دے

..... کب تہ میں بیٹھے

سب میں بیٹھ سنا دے ملیں (کذا)

سب جاگہ وہ حاضر ناظر

لاکھ روپ کی آن بنائے

جو ڈھونڈھے سو اس کو پا دے

کہیں کہیں یوں ہی مل جائے

یہ سونا محبوبوں کا ہے

تم اس پر مت بھولو بھالو (کذا)

آئیے کو صاف بناؤ

آئینہ کیا دل ہے تیرا

دور کرو گر زنگ کو اس کے

جھانکو تاکو دیکھو سوچو

جو پاؤ تو میں کہہ بو لو

آپ ہی رہے آپ رہا دے  
لاکھوں شان میں وہ جھمکا دے

یہ تو سب نے رمز کہی ہے

پر وہ سب سے باہر دھمکا

وہ چنچل سب کا ہے پیارا

اس میں بورا ہو دکھلایا (؟)

جل کر ہو کر آگ بجو لا

غیتہ کو کب اس کی بھلائے

اپنی یکتائی میں بیٹھے

قید نہیں وہ آب و گل میں

جب ڈھونڈھو تب سب سے باہر

بھول بھلیاں تن میں چھپائے

بن کھرچی وہ ہاتھ نہ آ دے

سو توں کو وہ آپ جکا دے

دہرے ..... کا ہے

اپنی آنکھیں مل مل کھو لو

منہ دیکھو جب آپ کو پاؤ

جس میں کرتا ہے وہ پھیرا

اور ہی پاؤ ڈھنگ کو اس کے

سامنے جو ہو اس کو پوچھو

در نہ اپنی جیب نہ کھو لو

اس میں کر تو سیر فلک کی  
 پہلے گور کو ڈھونڈ لے بھائی  
 پکڑ پر ن تو اس کے کہ کر  
 اپنا سولا جان تو اس کو  
 سن لے اور یہ بھید بتاؤں  
 ..... ہمیں فرمایا  
 بھید وہی تجھ پر کھو لے گا  
 اپنی خودی تو چھوڑ شتابی  
 جب تک مرے نہ آپ کو پاؤں  
 مرنا کوئی نہیں ہے جانی  
 مرنے سے آگے مرجانا  
 حرص و ہوا کو مار د صاحب  
 قسمت ہی پر راضی رہیے  
 روز ملے یا دو دن پیچھے  
 کیوں مڑھجاتا ہے ناداں  
 ننگا رکھے وہ یا کہ اڑھائے  
 اس کا بتلا ہے تو بھائی  
 تیرے باپ کا اس میں کیا ہر  
 وہ جانے جس کا یہ گھر ہے  
 کر دبی تب تجھ کو جتاوے  
 تب میں کہیے ، تب ہو اچھا

راہ ہے کتنی ایک پلک کی  
 بن گور کا ہو سودا لی (کذا)  
 اپنی شہنی تو واں ہ کر  
 بندہ ہو پہچان تو اس کو  
 سوچ ذرا جو تجھ کو بتاؤں  
 آدم کو سجدہ کر دایا  
 میں میں تجھ سے وہ بولے گا  
 سب اپنی ہے خانہ خرابی  
 موت لے تجھ کو سمجھاؤں  
 کہتے ہیں یہ بات گئیانی  
 زندہ دلوں کا ہے یہ بانا  
 طول امل سے ہو لو تائب  
 جو جو بیٹے سو سو سہیے  
 اپنا پودھا آپ وہ سیچے  
 رہ تو اپنے من میں شاداں  
 وہ جانے جو اس کو بھاؤں  
 تجھ کو کس کی غیرت آئی  
 تجھ کو تو ہر آن بستا ہر  
 تجھ کو اس میں کون .... ہے  
 تجھ میں سے تجھ کو دکھلاؤں  
 تو زکے ہے سن لے بچا



ان باتوں کو تب تو پاوے  
 عشق کا ہے یہ سارا بکھیرا  
 بن عاشق یہ بھید نہ سوچھے  
 یاد رکھ اس کی حاضر غائب  
 مان لے بھیا باتیں گڑ کی  
 تو بندہ وہ تیرا مولا  
 وہ مذکور ہو تو ذاکر  
 کر دیا میٹھا جوڑے سو لے  
 تب تجھ کو وہ میں دکھلائے  
 روم روم مراجب بولے  
 ..... کیا بستلاؤں  
 اپنا رب تو بوجھ لے بھیا  
 لا الہ کے بھید کو بوجھو  
 کہوں میں کیونکر تجھ میں کیا ہے  
 اللہ وہ ہے جو لہانہ جائے (کذا)  
 شہرگ سے نزدیک رہے ہر  
 آپ میں ڈھونڈھو بابا میرے  
 شیشے میں جن آپ کو پایا  
 پھر پھر سوچو اس کو یارو  
 لا الہ کے معنی جانا تو  
 لاکھ طرح تو میں نے جتایا

تجھ میں جب یہ سوز سماوے  
 عاشق ہو سلجھا ابکھیرا  
 عاشق ہو سو اس کو بوجھے  
 اس کو جان تو اپنا صاحب  
 وہ کہ دے گا تجھ کو دھڑکی  
 سب سے جان اسی کو ادلا  
 وہ اس کے تو حکم میں شاگرد  
 اس کی بات میں کچھ مت بولے  
 عہد میں منصوری بجواوے  
 تب میں آپ تو پورا ہولے  
 سوتوں کو کس بھانت جگاؤں  
 تو ہی تو ہے اپنا بھٹا  
 یعنی غیر نہیں ٹک سو بھو  
 پیائے جی اللہ اللہ ہے  
 اس کو کیونکر لا دکھلاوے  
 گردن بھی پر چھڑا ہے ہر (کذا)  
 یوں تو سوانگ بنے بہتیرے  
 اس نے دیکھا اور دکھلایا  
 اور نہیں ہے خوب نہارو  
 غیر نہیں ہے جانی مانو  
 ہے ہے تم نے بھید نہ پایا

ڈھونڈو اپنا آپ ٹمٹو نو      اپنا گور کھ دھنڈا کھو نو  
 میں کا میں نے کیا بیان      تو جان اور تیرا گیان (کذا)  
 میں میں مرت کہ ..... ستور  
 تو میں میں بہت .....

---



# مذکرہ مجمع الانتخاب

— || میں || —

میرسوز کا ترجمہ

میر محمد صاحب نام، سوز تخلص، ادعای ذات شریف چه شرح دهد، بشهر  
آفتاب در تمام عالم روشن تر که جمیع کمالات ممتاز بودند، خصوصاً در فن شعر گفتن و  
خواندن، در لطیفه گوئی و در خوشنویسی شفیعا و نستعلیق و غیره هفت قلم، و در علم  
تیر اندازی و سواری اسب یکتای روزگار و در بزرگی (و) در ویشی بمتناز  
بزرگان، و بر حال فقیر اینقدر عنایت و اشتقاق مبذول داشت که اکثر فقیر  
بخدمت میر صاحب مذکور حاضر میشد و اکثر به فقیر خانه فقیر قدم رنجه میفرمودند.  
اول ترکیب دادن دیوان میر صاحب معزایم باعث فقیر است، پناهی  
اول بار دیوانی که ترکیب یافته بود نزد فقیر موجود است، در آن اکثر دستخط  
خاص بخط شفیعا میر صاحب مرحوم و مغفور است. بعد از آن این دیوان بسیار  
نقل یافته اند و رواج یافته اند. غرض نوزده سال ملاقات از فقیر  
در لکهنو مانده، عمرش از هشتاد متجاوز خواهد بود. از مرزا رفیع السواد مرحوم  
مغفور یک سال در عمر زیاد بودند، به فقیر اکثر میفرمودند. غرض شش سال میشود  
که از عالم جاودانی به عالم فانی و دیوت حیات سپرده. یک قطعه تاریخ وفات  
گفته بود برای دریافت سن وفات می نویسد. قطعه تاریخ وفات:

از دناش دلم بسوخت چو شمع  
الفتش بود چون به آب دلم  
طبع من چون الم کشید کمال  
گفت تاریخ - سوز سوخت دلم



از ہون دیوان قدیم چند غزلہا ہی برای یادگار تبرکاً در حیدر آباد و احسن  
انتخاب نموده شد۔ از دست غزل سر دیوان :

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا      بجائے بسم اللہ آہ میں لکھتا  
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی      تو لا کر کر الوہیت کو الا اللہ میں لکھتا  
وگر نعمت محمد کی مجھے توفیق کچھ آتی      تجی کلمہ طیب رسول اللہ میں لکھتا  
زباں سے مرتضیٰ مشکط کشا کا منقبت کہتا      تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا  
اگر میں مرثیہ حنین کا کہتا تو کیا کہتا      بسوز سینہ زہر انقط ایک ہ میں لکھتا

غزل

دلادریاے رحمت قطرہ ہے آب محمد کا      جو چاہے پاک ہو، پیر و ہوا صحاب محمد کا  
محمد علم کا گھر ہے، علی اس کا ہے دروازہ      غلام اُس کا ہو تو جو کلب ہی باب محمد کا  
قدِ رعنا جو اپنا خم کیا بہر نماز اُس نے      ہوا اس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا  
زمین و آسماں ہوں کیوں نہ روشن نور سے      کہ ہے اک پر تو خورشید ہتاب محمد کا  
کیا پیر خرد نے موجب خم پشت گردوں کا (کذا)      یہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا  
ادا کس کی زباں ہو سکے شکر اُس کی نعمت کا      دو عالم ریزہ ہیں حق نے کیا قاب محمد کا

دلہ

اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا      آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا  
ناصر بیزار و سوزی سے تیری دور ہو      دل کو کیا روتا ہے، لے جی بھی مسافر ہو گیا  
درد سے مظلوظ ہوں، درماں مجھ کو کام کیا      بارِ خاطر تھا سو میرا یارِ شاطر ہو گیا  
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہے میرے نام      واہ یہ دیوان بھی نعتیں دفا تر ہو گیا  
کیا سچائی ہے تیرے لعل لب میں لے صنم      بات کے کہتے ہی دکھو سوز شاعر ہو گیا

یہ چال یا قیامت، یہ حسن یا شرار  
جوڑا پیٹے جب تک روزِ حساب آخر  
غرنے کو بھانکیو تو کیسی چمک ہے اللہ  
ہر آن اُس کا جلوہ ہے گا بساں دیگر  
کس کا یہ زرگستاں ترے شہید پیارے  
دیکھو اچک پنا تم، آیا ہے پھر ستانے  
پوچھے ہے مجھ سے سنیو عاشق کتا پو میرا (کلا)  
یتا ہے ملک دل کو یہ دلربا امانی  
اتنی جراتوں پر جیتا ہے سوز صاحب

چلتا ہے کس چمک سے ٹمک دیکھو خدا را  
بل بے تری بناوٹ لے خود نما خود آ را  
یہ نور یا تجلی، خورشید یا ستارا  
خسرو ہے نہ سکندر، جمشید ہے نہ دارا  
زیر زمیں سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں یہ نظارا  
دل چٹ کیا کبھو کا، مانگے ہے اب دوبارا  
کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت، سچارا  
اس میں نہیں کسی کا اے دلبر و اجبارا  
سینہ ہے یا کہ ترکش دل ہے کہ سنگ خارا

دلہ

تضارادہ قاتل ادھم آن نکلا  
کھڑا نقش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے  
کھڑے رہنے والو، مگر توڑ ہے یہ  
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر  
پھری لے کے من بعد سینے کو چیرا  
کہ لینے کو اُس کے مرا جان نکلا  
یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا  
بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا  
یہ خورشید بھاڑے گریبان نکلا  
تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

دلہ

ملنے کی تیرے، دل میں ہیں گی ہوا میں کیا کیا  
مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے دعائیں کیا کیا  
دکھ درد اٹیس، جلنا، رہ رہ کے کھول پڑنا  
پھوڑا ہے دل نہیں ہے تھکو سنائیں کیا کیا  
خوب رقیب و حسرت، عجز و نیاز و منت  
جیوڑے پہ یہ اذیت، آفت اٹھائیں کیا کیا



تن چاک، سینہ سوزاں، دل داغ، چشم گریاں  
 تو دیکھتا نہیں ہے تجکو دکھائیں کیا کیا  
 لے سر سے تابلہ سینہ، سینے سے لے قدم تک  
 ہاتھوں سے اپنے لی میں تیری بلائیں کیا کیا  
 آنا تو جوں پھلاوا، دل چھین کے بھاگ جانا  
 ہم نے نہیں ہیں ظالم تیری دغاؤں کیا کیا  
 خنجر سے ہنہ نہ موڑا تیغ سے دم نہ مارا  
 اس سوز نے بھی کی ہیں تجھ سے دغاؤں کیا کیا

دل

مرا قتل اُس بے دغا نے نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا، خدا نے نہ چاہا  
 بڑا داد تھا آج بوسے کا ہے وہ راضی ہوا تھا، حیا نے نہ چاہا

دل

نہ الفت ہے نہ شفقت ہے مگر ہر دم کا نکوٹرا  
 کہ جس پر یہ حکومت ہے، اسے کہتے ہیں کیا زورا  
 ہزاروں دست بستہ رو برد حاضر ہیں من ماند ہے (کذا)

نہ رسی ہے نہ زنجیر ہاں .....

خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو  
 اٹھا سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا چھکچھورا  
 زرا تو را ملا دنیا میں، اس سے بھول بیٹھے بس

بہ-۵۰۵

یہ موجِ دہر ہے لے سوز، یہ مورا نہ یہ تو را

دل

میں زلفوں کو دام بلا جانتا تھا  
چلے مجھ سے دامن چھڑا کر میاں دل  
مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی  
دے گرم جوشی سے تیری تھا دھڑکا  
دغا کھائی آخر دغا کھائی آخر  
دلا سا تو دے سوز کو چلتے چلتے

غزل قطعہ بند

رہا ہوا، خراب ہوا، مبتلا ہوا  
ہر آن تیغ و تیر کے رہا ہے سا بہنے  
گالی سے آشنا بھی نہ تھا مائے شرم کے  
وہ جھکونہ دکھائے تھا کاہے کو سچ کہوں  
سینے میں جب تلمک تھا مجھے دل کی تھی خبر  
جا کر کہا کسی نے کہ نو سوز بھی سوا  
پر اتنی بات کہتے ہی رد کر کہا کہ حیف

دل

تیرے ہاتھوں میں چلا اد بیوفا  
اس قدر بے رحمی تجھ سے شخص سے  
ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط  
اپنے پر سے کر کے صدقے پھینک دے  
میں کہاں اور تیرا بوسہ واہ وا

واہ واہی واہ وا اد بیوفا  
آخدا سے ڈر ڈرا اد بیوفا  
سو اے تو نے لیا اد بیوفا  
میں ترے قرباں ہوا اد بیوفا  
یہ تو مت تہمت لگا اد بیوفا



تیری محفل میں گیا کس روز میں کان تیرے کب لگا ادبونا  
قطعہ

سوز حاضر ہے اسی سے پوچھیے میں نے کب بوسہ لیا ادبونا  
کر چکے بدنام چھوڑ دوں ہوں کوئی یونہیں پھر جاؤں میں کیا ادبونا  
دلہ

بات کہتے ہی بگڑ کر تو چلا دل تو میرا پھینک جا نظام بھلا  
قطعہ بند

ایک دن اس کو اکیلا پا کے میں اپنے دل کی آرزو کہتا چلا ۵۶  
ایک باری پانچھونے دے مجھے دونوں ہاتھوں سے تری میں یوں بلا  
گھور کر کہتا ہے کیا اے لو غضب یہ بڑھاپے پیٹا نکلا من چلا  
چل ترے ہاتھوں کو میں صدقے کروں اپنی قینچی سے ترا کاٹوں گلا  
تو نے منہ دیکھا نہیں ہے سوز کا ایک اُٹ کرنے میں دیوے گا جلا  
دلہ

چشم غفلت کھول کر ٹک دیکھ تو اے مستِ خواب  
دہرنے کن کن ملوکوں کا کیا حسانہ خراب  
قطعہ

سب فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو بہ ناز  
اہل استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب  
خاک میں پنہاں ہوئے ایسے کہ کچھ پیدا نہیں  
کون سا اس میں ہے رستم کون سا افراسیاب  
بارہ ساعت کے لیے اسلاک پر پہنچا داغ  
واہ وا ان کو بھی کہہ لو آفتاب دماہتاب

ان دنوں میں تیر کو دیکھا ہے یار وداہ دا

ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

دلہ

کیا ہے اتنا بھی، ادھر منہ تو پھراؤ صاحب

سو جی ہم تم سے نہیں بولتے، جاؤ صاحب

ن چور پکڑا ہے، بھلا کیا ہے بنل میں، سچ کہہ

اب جدھر جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب

دل نہ جاتا کہیں، اگر مجھ سے اُسے ہوتا پیار

یاد مت اُس کو دلاؤ، نہ رلاؤ صاحب

ذکر مت کیجیو، دیوانے کو ہو کافی ہے

نام لے لے کے نہ سوتوں کو جگاؤ صاحب

یہ دہی یار تیری ہے اسے پہچان تو

اپنے اس تیر کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

مطلع

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب سنتے ہی منہ پھرایا، لو صاحب

دلہ

تو مرے دل کو ملائے یارب مرے روٹھے کو منائے یارب

میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط اس لگی کو تو بھجائے یارب

جوں مے دل کو دکھایا اُس نے اس کے بھی دل کو دکھائے یارب

اُس کا گھر آج ملا ہے سو تما میرے طالع کو جگا ئے یارب

جس طرح عشق لگایا مجھ کو عشق کو عشق لگا ئے یارب



بیچ کر میرے میٹھا کو آج مردہٴ سوزِ جلائے یارب

مطلع

بکھو دھوکا دیا، دکھا کے شراب لے ان آنکھوں کا ہوئے خانہٴ خراب

دلہ

ہوا اب کے سرسبز بتاں نہایت سبب کیا ہے بلبل ہے نالاں نہایت  
میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس کے پر اب سخن ناشنو ہے پشیمان نہایت  
کھلا کس کا بند قبا اُس نے دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت  
نہیں سوز پر دانہ گر اس کے دل میں تو کیوں شمع ہے شب کو گریاں نہایت  
نہ جانے ہے دیوانہ کون اس میں لے سوز کہ دل کش ہے سیرِ بیا باں نہایت

دلہ

نہ کی صحبت (نے) اپنی یار میں تاثیر کیا باعث

ظلا اس مس کو کر سکتی نہیں اکسیر کیا باعث

شکست و ریخت ہر گھر کی جہاں میں ہوئے ہر یارب

ہمارے خانہٴ دل کی نہ ہوئی تعمیر کیا باعث

خبر لے جلد دیوانے کی اپنے، آج زنداں سے

نہیں آتی صدائے نالہ زنجیر کیا باعث

بہار آئی ہے، اب تک سوز کے تم دل سے غافل ہو

نہیں کرتے ہو دیوانے کی تم تدبیر کیا باعث

مطلع

تختے تختے راہ تیری، جان گھبراتی ہے آج

نہند کو کیا موت آئی، جو نہیں آتی ہے آج

دل

ن ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشوونما پیچ

بنشین دیا، ناز دادا، دشما پیچ

یک ہستی مہم ہے سب صورتِ اشیا

ہے دیدہ تحقیق میں جز نامِ خدا پیچ

سب مکر و غنچہ دہاں کے ہوئے طالب

کورانِ بصیرت کا ہے منظور سو کیا پیچ

کیا جلوہ دکھاتی ہے فنا سب کو شبِ روز

پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے عقا پیچ

جب پیچ ہی ہم بوجھ چکے وضع جہاں کی

غم پیچ، طرب پیچ، ستم پیچ، عطا پیچ

عاقل سے زمانے کے جو تحقیق کیا خوب

یعنی کہ جہاں کیا ہے تو بولا یہ صدا پیچ

پس تنویر کے پہلو سے سرک جاؤ عز و بزد

عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا پیچ

دل

دیکھو ٹک اس طرف اٹکھیل کے آنے کی طرح

پاؤں سے ٹھکرا کے میرے دل کے بے جانے کی طرح

برق پڑیو جان پر بجلی کی، میں تو جل گیا

کس سے سکھ آئی یہ آنکھوں میں چمک جانے کی طرح

دیکھ کر عاشق کو بے دل چٹ سے لگ جانا گئے

اے تری رندی کی کیا آتی ہے پھسلانے کی طرح



اُس پاس اُس شمعِ رو کے پھر کے کیسا جل بجھا  
تو زخوش آئی تجھے کس جی سے پر دانے کی طرح

دل

گالیوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اے ماہ تلخ

تجھ کو کیوں لگتی ہے اے ظالم ہماری آہ تلخ

اُس لبِ شیریں کی حسرت سے ہوا ہوں جاں لب

زندگانی یوں ہوئی مجھ پر مرے الشد تلخ

شکر ہے اُس کا، زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی

جو ملا سو کھایا، تھا خواہ شیریں خواہ تلخ

زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے

تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصح بد خواہ تلخ

تو زل دینے (کی) گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح

ہے محبت کا مزا میٹھا دے زباہ تلخ

دل

بڑا دنیا میں ہو گا وہ خرد مند

تباے دوستی مت چاک کر جان

گلے پڑ کر کبھو تو آشنا ہوں

سبھی رسمیں ہیں اُلٹی ان بتوں کی

تو چھاتی ڈھانپ کر پھرتا تو ہے پر

کوئی دم کو چلا جاوے گا ابھی

مسافر تو زکو رہنے دے یکچند

### قطعہ بند

کیا کہوں تم سے اے خردمند دیکھتے ہو تم ان بتوں کے چہند  
یہ دنوں کو پھنساتے ہیں پہلے کھول کر زلفِ عنبریں کی کمند  
دیکھتے ہیں سبھوں کو ایک نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند  
رام کرتے ہیں باز کو جیسے طعمہ بوسے (کا) دے کے روزے چہند  
بھوکہ پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند  
بھاپ دیتے ہیں دونوں نتھنوں کی پھر پھر اک جاتے ہیں یہ مثل پر بند  
الغرض چھوڑتے نہیں بابا جس طرح سوز کو کیا پا بند

### دلہ

لکھوں جو دست تمہارے میں گلِ رخاں کاغذ  
عجب نہیں ہے کہ ہو رشکِ بوتاں کاغذ  
جوابِ خطا میں ہمارے لکھے نہ پرزہ یار  
جو ہوز میں سے بھراتا نہ آسماں کاغذ  
لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہیں ابر سے سرخ  
فراقِ دوست میں یہ چشمِ خوں فشاں کاغذ  
پڑھیں ہوں سوزِ جو میں داغِ دل کی اپنے شرح  
کرے ہے خونِ جگرِ برگِ لالہ ساں کاغذ  
قطعہ بند

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ہو گیا میرا قضا را داں گزار  
آگے پیچھے دیکھ کر پولا کہ او کوئی یاں حاضر نہیں اب نابکار  
ہے سرانے دیکھو تیسرے دکان جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار



سنتے ہی میرے گئے واں پاؤں پھول  
خوبی قسمت تو دیکھو اُس گھر طری  
ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہو غضب  
ہے بے منت اجل آئی تھی پر

مل گیا دیوار سے تب آہ مار  
کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار  
تھے نہ پتھر بھی کہ کرتا سنگسار  
بچ گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

ایسے جینے سے بھائی میں ہزار  
جھوٹے ترمیم مکر و فن و فریب  
جب سے پیدا (ہوا) ہوں تب سے گناہ  
میر صاحب ہیں آپ اس منہ پر  
چھوڑ بیچ اور مصلا بس  
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں  
لیک استغفر اللہ تو اور مرد  
خرقہ پہنا تو کیا اباڑا جی  
شرم آئی نہ اے خوف سبکو  
سات تابوں سے منہ کو کالا کر  
چھو کر دوں کو مٹھائی دیتا جا  
جو کہ پہنے لباس مردوں کا  
اس کی یہ ہی سزا ہے خلق خدا

و تنار بنا عذاباً نار  
ہیں جلو میں مری قطار قطار  
کے ایجاد ہیں ہزار ہزار  
ٹک ادھر دیکھو تو استغفار  
اب تو گردن میں ڈالیے زنار  
پوچھنے آئیں ہند کے کفار  
حیز بہتر ہے تجھ سے تو سو بار  
یہی در در پکارتے ہو بیار  
اب بھی کہتا ہوں بس گلے سے آثار  
ہو کے اُلٹے گدھے اد پر اسوار  
اور آپھی زبان سے یہ پکار  
اور حیزوں کے رکھتا ہوا طوار  
جو گلے میں ہوں جوتیوں کے ہار

دلہ

بس میاں عشق تیرے پوجوں پیر  
بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو ہائے  
کہیں مسجد میں ناک رگڑائی

تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر  
لے چلا دشت دشت کرنے سیر  
کہیں کر جوڑ کر پھسایا دیر

جو کہا کیا کیا ، تو نہ مایا      ایک ہے بوجھ ان میں کون ہے غیر  
سات اور پانچ دل میں ثابت کر      جان مولا علی کو ہو تو نصیر  
آپسا ہی کیا نہ سوز کو خوب      ایک سے دو ہوے الہی خیر

### مطلع اول

جگر سے دل میں دل سے آنکھوں میں ، آنکھوں کے مرثگان  
یہ طفل اشک لڑا پورہ کر پڑی آخر کو داماں پر (۹)

### مطلع دوم

نہ بھولے دل تو اس نیرنگی میں اے دوراں پر  
یشہ ہے اسی قابل رہے جو طاقِ نسیاں پر  
برنگ سبزہ خوابیدہ ہیں مرثگانِ گل رویاں  
یہ دامن لوٹا گزرا ہے کس کا اس خیاں پر  
دس سے زلف کی میان کھینچ لے دل درنہ ڈوبے گا  
گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہِ زرخداں پر  
قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے مکمل جاوے  
خداوند اگر قاتل کا ہو گویہ عنبریاں پر  
ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں  
کہ پروانے جھکے ہیں جس طرح شمعِ شہبستاں پر  
کدھر پھرتی ہے اے بلبلِ بنگال اب آشیاں اپنا  
خرابی اب کرنا نہ ہی اور ترے گلستاں پر (۹)

### دل

بس کرے غم جلا سبگر ، بس کر      میں نے مانا ترا اثر ، بس کر



صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش  
 و مہم مجھ کو کیوں جلاتا ہے  
 مت مکر، تو نہیں ہے دل کا چور  
 عرش تک تو گیا ہے تیرا شور  
 سب یہ تیری یکے نذر بس کر  
 بے مروت خدا سے ڈر بس کر  
 میری آنکھوں میں گھرنے کر بس کر  
 بس کر اے سوز نوہرے بس کر

دل

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر  
 چاک مت کر جگر کو، ہاتھ اٹھا  
 آہ تو اس کے در تلک نہ گئی  
 نوک تو دیکھتا ہے جمدھر کی  
 کوئی باقی رہا نہ صاحب دل  
 سوز کو کچھ نظر پڑا شاید  
 دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر  
 اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر  
 کیا اکھاڑے گا نالا شہگیر  
 دیکھے کس کی آئی ہے تقدیر  
 دل تو ہے اُس کے ناز کی جاگیر  
 دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں چسیر

دل

ردا ہے غم سے تیرے دل زار زار (زار)

نکلے ہے دل سے آہِ شرر بار بار بار

مخملِ تلک ہے تیری رسائی کسے دے

جاتے ہیں دیکھ صورتِ دیوارِ دار دار

اب کس کو خبر ہے کہ میں کون، کون وہ

کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیار یار یار

شانے سے تھی اُمید پھرانے کی زلفت سے

اُبھیں دو چند جانِ گرفتار تار تار

دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ بس نہ چل سکا

آخر ہوئے گلے کے مرے ہار ہار (ہار)

کیوں سوز ہم نہ کہتے تھے مگر انہ سر کو تو

آخر کیا نہ آپ کو بیمار مار مار

دل

قدم رکھتے ہی اک باری زمیں پر  
ہمیں کہنا کہ دُر ہو بے وفا خوب  
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے  
یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر  
ہماری بات کیوں پایے ہمیں پر  
لگا ہے داغ اب تک آستیں پر

قطعہ

جگر گل کا بکس جادے تھا دو ہیں  
سودہ بلبل پڑی ہے گلستاں میں  
اُلٹ گئیں سوز کی آنکھیں پل زمرگ  
سنے سے جس کی آواز حزیں پر  
کہیں سراور کہیں پا اور کہیں پر  
دیا ہے جی نگاہ واپسیں پر

دل

ہو گیا غم سے جان سوز گداز  
غم نے گھیرا ہے چلیو خنجر یار  
دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے  
پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز  
ایک تو ہی تو ہے مرا دم ساز  
کون اٹھاوے گا پھر تیرے ناز  
یہ تو جھگڑا پڑے گا دور دراز  
اب تو زلفوں سے جا کے ابجھا ہے

قطعہ

تیرے دیدار کی تمنا میں  
یہ مسافر جو تجھ تک پہنچے  
طاہر شوق نے کیا پرواز  
رکھیو اس کو بھلا غریب نواز

قطعہ

کوئی خرقہ ہے یا کوئی ٹوپی  
کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج  
میرے شعروں کے دیکھ کر انداز  
خسرو ہند (د) سعدی شیراز



دل

مت اس قدر تڑپھ تو دل بے قرار بس  
 گزرا ہے سر سے خوں مرے لے چشم یار بس  
 ہے دل پر مجھ اسیر کے حسرت تری سدا  
 اے عنذ لب باغ نہ اتنا پکار بس  
 تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے  
 اُڑ جائے سر بلا سے لگا ایک بار بس  
 سوز آج یوں گلی سے پرے کہ کے اُٹھ گیا  
 سو طرح تجکو دیکھ لیا ہم نے یار بس

دل

آج دل آپ ہی آپ کچھ ہے ادا اس  
 کوئی مت آ کے بیٹھو میرے پاس  
 سنیو معشوق اس زمانے کے  
 کاٹیں ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس  
 اب تو اوروں سے مل کے مردائیں  
 دل میں بیٹھا ہے) بسکہ ان کے ہر اس  
 اب کی محبوب نکلی سکھر.....

جو اڑانے کی دقت کا دین بہاس (کڑا) ۲۶  
 ایک تیغ لگا کے بھاگ گیا  
 دیکھو نہ دس نہ بیس سو نہ پچاس  
 مسر میدان ہے وہ ہی عاشق  
 جو چڑھا ہو جہان میں نخاس

آج ہے اس کے پاس خنجر دتیر  
توڑ دل کا نکال اپنے بلاس  
دل

یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش  
ہے سہل مری چشم میں دو لالہ کی گردش  
پھر جائیں ہیں اس طرح سے اک پل میں وہ آنکھیں  
جوں بزم میں ہو جام سے ناب کی گردش  
توڑ آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساقی  
بے مانگے ہے تجھ سے سراحباب کی گردش  
دل زلف درخ یار میں کیونکو نہ پھرے توڑ  
خوش آئے ہے اس کو شب مہتاب کی گردش

دل

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جاے حرص  
آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص  
ممکن نہیں ہے کچھ کہ بھرے کاسہ طمع  
دن میں کر ڈر در جو پھر آئے گہائے حرص  
انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے  
ذلت کوئی کسی کو نہ دیوے سوائے حرص  
کر مہر کو ٹمک بسوے قناعت یہ حزن مان  
رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص  
ناداں تلاش طرہ زر سے تو باز آ  
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص



اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص، حیف  
 کی قطع روزگار نے ہم پر قبائے حرص  
 اوقات ہر طرح سے بخوبی بسر ہو سوز  
 پر درمیاں نہ ہوئے بشرطیکہ پاسے حرص  
 دلہ

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض  
 اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض  
 دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا  
 ہوئے ہے معلوم باہم آپڑے ہی جب غرض  
 میں کہا شب آج یہی تو بولا وہ شوخ (کذا)  
 رات کے رہنے سے میرے مدعا، مطلب، غرض  
 حرف میرا ہی فقط اے یار ہے بے مدعا  
 در نہ اپنی اپنی باتوں میں رکھے ہیں سب غرض  
 تونز ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا  
 جی نکل جاوے کسی کا اس سے نکلے تب غرض  
 دلہ

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتوں کا اختلاط  
 سچ تو یہ ہے ان بیوفاؤں سے کہاں کا اختلاط  
 ناکسوں کی دوستی دے دین و ایماں کو اجاڑ  
 پوچھ تو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط  
 خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا  
 فیض گر چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط

توڑے مت دل لگاؤ دوستو پہ پھتاؤ گے  
 کاہش دل ہے عزیز و یہاں کا اختلاط  
 دل

اٹھی نشے میں .....

بغیر بادہ چمن یچ کیا بہار سے حظ  
 ہلال عید سے یہ عیش ہو نہ صائم کو  
 جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ  
 عبث ہیں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں  
 سوائے آئینہ کس کو ہے انتظار سے حظ  
 حلاوت اتنی اٹھی داغ دل کے گننے سے  
 کہ جوں بخیل کو درہم کے ہو شمار سے حظ  
 ہزار سیر کرے شہر شہر کی تو سوز  
 اٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ  
 دل

مڑگان کی خلش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع

سینہ بھی یاں براے صف جنگ ہے وسیع  
 پڑیا سے لے بچا ہے نہ سیرغ تک کبھو  
 شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع  
 تیکوں کے واسطے ترے نیچے کے سر و ناز  
 گلشن میں تختہ گل اورنگ ہے وسیع  
 گوجام مے پر عرصہ کیا محنت نے تنگ  
 پرتوڑ کے لیے قدح بنگ ہے وسیع



دل

عشق کی ہو دے تو ہو ہم کو اسیری کا دماغ  
 دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ  
 ہوں گرا ایسے کی نظروں کا کہ میری خاک پر  
 باد کو بھی ہو نہ ہرگز دست گیری کا دماغ  
 اس لیے خاموش رہتے ہیں چمن میں غنڈلیب  
 تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم صغیری کا دماغ  
 سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر  
 گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

دل

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو لے بد گمان صاف  
 دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف  
 کہتا ہوں میں کہ کیا مری تقصیر، کچھ بتا  
 کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پر زبان صاف  
 اس وقت خاکہ اں میں جہاں کے نہیں غبار  
 مانند آسماں کے ہے سب آسمان صاف  
 گر آرزو ہے سوز تجھے وصل یار کی  
 پہلے تو کر لے غیر سے دل کا مکان صاف

دل

دو دے آہ کے ہے گرچہ سیاہ خانہ عشق  
 داغ سے دل کے منور ہے یہ کاشانہ عشق

دیکھ لو تہو کو اب در نہ کر دے افسوس

قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانہ عشق

دل

اشک کب ہوں تیرے مستانے کے خشک

کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک

چوری چوری تیرے منہ شاید لگا

ہونٹ جو ہیں آج میخانے کے خشک (۶)

ان کے دل میں ہے کہ گوہر دیئے

ہوں سراسر آب دکھلانے کے خشک

زلف کی پیٹوں میں کیا جا کر دھنسی

یا الہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک

تہو مجھ کو تمہیں ہی تم دیکھ لو (کذا)

شمع گر یاں چشم پر دانے کے خشک

دل

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک

تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ

تو نے میرا نہیں چرایا دل

روزِ محشر دیکھو ظالم (۷)

کیو یا رب کہ تہو جھوٹا ہے

میں کہوں گا یہ ہے ردھی خدا کا (۸)

دل

میاں دل بھائی دل او ہر یاں دل

مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل



نہ جا تو پاس سے میرے مری جاں لے میرے دست میرے ہر باں دل  
 خدا جانے کہاں تو گر ہے گا نکل سینہ سے مت اوتا توں دل  
 یقین میرا ہے تیری دوستی پر تو مجھ سے کیوں پھرا ادہنگاں دل  
 عبث تو ہر گھڑی مت توڑ سے پوچھ کہاں وہ اور کہاں میں اور کہاں دل  
 دل

لے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال  
 آنکھ تو کھول چونک ادھر سے لال  
 کس نے بیخود کیا تجھے پیارے  
 کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال  
 کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق  
 نہ مری جان مت لے یہ جنجال  
 بے وفا ہیں جہان کے محبوب  
 بے مروت ہیں یہ زبون خصال  
 پہلے لیتے ہیں دل کو بہلا کر  
 پیچھے کرتے ہیں جان کا یہ سوال  
 میرے کہنے کو مان لے پیارے  
 ورنہ کہہ دوں گا توڑ سے سب حال  
 اے لودا کیا ہے اب خدا حافظ  
 مرحبا مرحبا 'تعال تعال  
 دل

ہوا کس سنگدل کا مبتلا دل کہاں جاتا رہا ہے ہے مرا دل

اف یہی حیران ہوں وہ شوخ کیونکر بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل  
عزیزہ دل کا رست احوال پوچھو کہوں کیا تم سے ہے کس جامرا دل  
گیا قاتل کے گھر سینہ سپر کر : صاحبِ سوز کا بھی ہے بڑا دل

دل

ہمکرائیں سنگ سے سرا ہو ہمنار ہم تم  
روئیں گلے گلے لگ لگ لے آ بشار ہم تم  
دیکھیں تو داغِ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ (۱۵)

اے لارا داغِ دل کے کرئیں شمار ہم تم  
تو میرے دل کو دیکھے ہم تیرے دل کو دیکھیں  
دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم  
تم تو چلے گئے پر : یہ سوز ہے اکیلا  
اے میر دردِ صاحبِ تھے یادگار ہم تم

دل

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس نس کنیں  
کب کیا کس جا کیا کس وقت کس دم کس کنیں  
اب ہوا تو لاچی زر کا سو یہ اللہ نے  
زر کہاں بچھ رندا بچھ تلاش بچھ مفلس کنیں  
نہ زلف و کاگل چشمِ داہرہ سب کو دکھلایا ہے  
دل نہ ابھرا اس نے ابھایا مجھے کس کس کنیں  
پتہ ہے جب جاتا ہے آرام و صبرِ عقل و ہوش  
یہ مجھے کس دلدار کس غمخوار کس مونس کنیں



جوں کہا چل سوز سے مل طیش کھا کر بول اٹھا  
جاؤں کس مدہوش، کس خاموش، کس بے حس کنیں  
دل

شہد میں جیسے مگس، ہم حرص کے پابند ہیں  
وای غفلت اس سہ زنداں میں ہم خورد ہیں  
رزق کا ضامن خدا، ناطق کلام اللہ ہے  
تس پہ اپنی صورتوں کے روز حاکمند ہیں  
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز  
یہ برادر، یہ پدر، یہ خویش، یہ سرزند ہیں  
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار  
سوچنا اتنا نہیں، ہم خاک کے پیوند ہیں  
جب تک آنکھیں کھلی ہیں، دکھ پہ دکھ دیکھیں گے یار  
مُند گئیں جب آنکھڑیاں تب سوز سب آند ہیں  
دل

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی	جو رضا تیرے مرے اللہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو	کیا کروں تعریف اُس کی داہ جی
تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان	گو موائے بھی ترے ہمراہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو	کیا کروں تعریف اُس کی داہ جی
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے	آنکھ اٹھا دیکھو تو عالی جاہ جی
تم نے ٹوکا میں دیا اُس کا جواب	کون ہے تو بندہ درگاہ جی
ایک بوسے کی گدائی تم سے کی	پر نہ بولے منہ سے، لیجو شاہ جی

کیون تم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو سوز کو چھیر دے تم تو آہ جی

دلہ

شکر حق چھپ چھپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے  
گایاں دیتے تھے ہم کو آپ کو بھی کھانے لگے  
مجھ کو کہتے (تھے) کہ 'دروہے دنا' چل بھاگ جا

ہیو نا اپنے تئیں سُن سُن سرسُک جانے لگے  
بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر

اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے  
یا ہماری بات کہنے پر اُٹھاتے تھے فریب

یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکریں کھانے لگے  
میرے غش کو دیکھ کر کہتے تھے سارے مکر ہیں

کیوں کسی کے سامنے تم آپ غش کھانے لگے  
یا تو بے دھڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر

یا کسی کے تیر مرزا گال آپ تم کھانے لگے  
جس طرح دیوار و در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر

آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرا نے لگے  
یا نہیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے

یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے  
یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت بہلا بھ

یا تو سو سو مکر سے اب آپ بہلانے لگے  
اپنے ہاتھوں سوز نے جیسا کیا 'پایا میاں

سوز سے جیسا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے



دلہ

مسک جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے  
 بھوں سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے  
 اٹھا بس ہاتھ پھاتی سے کسی کا جان کیا لے گا  
 ابے لگ جائے گی ٹھیس انگلی کی 'زخم آلا ہے' (؟)  
 سجیلے، سر و قامت اور بھی محبوب ہیں ہاں ہیں  
 دے تیرے سہی بالا کا سب میں بول بالا ہے  
 بنائی دست قدرت سے خدا نے صورتِ انساں  
 دے میرا بھبیلا دیکھ تو سانپے میں ڈھالا ہے  
 بھوں کو قتل کر کر میری باری منہ چھپاتا ہے  
 بنے کیا اب کی باری 'دیکھے باری تھلے ہے'  
 اٹھا کر سوز کو مجلس سے مسیرا نوجواں بولا  
 کہ پیروں کو منا کر میں نے (اس) بڈھے کو ٹالا ہے

دلہ

جو اوقات اس تنگ دستی سے گزے	تو لو جان ہم ایسی ہستی سے گزے
گدائی کے عاشق، نہ طالبِ شہی کے	ہم ایسی بلندی دستی سے گزے
خدا کی سوں پھر تو خدا ہی خدا ہے	اگر خود تو اس خود پرستی سے گزے
چھری تو چلاتے ہو پتھم کے پایے	تھاری ہم اس تیز دستی سے گزے
جے پیٹ بھر کر دکھا دوں صنم کو	اگر سوز تو فاقہ دستی سے گزے

دلہ

ب یوں تو نکلے نہ مے دل کی اما ہے گا ہے  
 اے فلک بہر خدا رخصت آے گا ہے

جز تری خاک در لے دوست بہت کعبہ

دل میں ہو گر ہوس عزت و جاہے گا ہے

نہ شفاعت ہو پیغمبر کی نہ تیسرا دیدار

ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گا ہے

ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوستنی

الم زخم سے دل کے جو کر اہے گا ہے

نفس کو میری سر راہ ہی رہنے دینا

گر کرے قتل وہ کچھ رکھ کے گناہے گا ہے

منت باد صبا خاک کو ہے میری عمار

آپھی روز دے گا وہ باخیل سپاہے گا ہے

میں تری تیغ کی برش کی کردں سب میں ثنا

تو مرے زخم اٹھانے پہ نہ سراہے گا ہے (۹)

قطرہ

ایک دن سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے

اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے

دیکھ کر منہ کو اگھڑی ایک میں بھر کر دم سرد

یوں اشاروں سے بتایا سراہے گا ہے

دل

نہ ہو عاشق کسی کا تو وفا داری کو کیا جانے

ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے سچ یاری کو کیا جاے

ابھی تو تو نے آئینے میں منہ اپنا نہیں دیکھا

گر تنہا ہی کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے



ن لگی بھی ہیں کسی (سے) اب تک آنکھیں تری جانے

تڑپھنا، ٹوٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے  
ابھی تو مشقِ خوشخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے  
یہ ننھاں سا کلیجہ تیرا غمخواری کو کیا جانے  
عزیز د، سوز کو چونکاؤ مت سوتا ہے سونے دو

ازل کے جامِ کادم ہوشِ ہشیاری کو کیا جانے

دلہ

ادم دیکھو نہ کس ناز و ادا سے آج آتا ہے  
میسما کی مولیٰ امت کو ٹھوکر سے جھلاتا ہے  
جہاں بیٹھا، جہاں سوتا ہے لے دل تو سلامت رہ

کہ تیرا ہر گھر ہی من مار رہنا یاد آتا ہے  
ابھی خیر کیجو، آج کس پر تیغ لے نکلا

فلک پر خون سے خورشید جس کے تھر تھراتا ہے  
عجائب سیر ہے اب کوچہ قاتل میں چلتے ہو

کوئی تو ایڑیاں رگڑے ہے کوئی تر پھراتا ہے  
صبا، تجھ کو سلیمان کی قسم ہے آج سچ کہیو

یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سماتا ہے  
کسی نے اُس کے پوچھا سوز کب اب شر کہتا ہے

تو کہتا ہے یو نہیں وہ بت بنا باتیں بناتا ہے

دلہ

مثل نے ہر استخوان میں درد کی آواز ہے  
کچھ نہیں معلوم یا رب سوز ہے یا ساز ہے

سبزہ پا مال ساں زلفِ بتاں ہیں فرشِ راہ

کیا خرام ہے کیا ناز کا انداز ہے (کذا)

بات کہنا اور سے 'دل بھین لینا اور کا

سحر ہے انسون ہے اعجاز ہے ہاں ناز ہے

قتل کرنا مار ٹھوکر 'پھر جلانا آئیں

معجز عیسیٰ ترے غمزدن کا پا انداز ہے

دل کرا ہے یا کرے آہ و نغاں 'طاقت کسے

گاہ گاہ ہے چاہ میں کیسی تو کچھ آواز ہے

دل نہیں پہننے کا اب اس تن میں بسنِ لواشک آہ

اس نگر کی اس کو یہ آب و ہوانا ساز ہے

ایک باری دھک سے ہو کر 'دل سے پھر نکلی نہ سانس

کس شکار انداز کا یہ تیر بے آواز ہے

دل تو دل 'اس آنکھ کے دیکے سے یاربِ لا ماں

آپ ہی کنی ہی ہوا دار لی غماز ہے (کذا)

قیس اور فرہاد پر موقوف جاں بازی نہیں

جان پر اپنی جو کھیلے گا وہی جاں باز ہے

میں کروں اظہارِ عشق اس منہ سے 'جل جائے زباں

اپنے غم سے کم پوچھ 'میرا وہی محرم راز ہے

اس فشتہ شکل پر کہونا ہے کتنا میر توں (؟)

بے پردہ بانی میں جس کی عرش تک پرداز ہے



دلہ

پہلے ہم سے اُلفت تھی، سواب اس میں نہیں باقی  
 کہاں ہر روز کا ملنا، کجا ہر دم کی مشتاقی  
 جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسبابِ عشرت کا  
 کہاں محفل، کہاں مینا، کہاں مطرب، کہاں ساتی  
 اداؤں ناز و غمزہ، کم نگاہی، جور، بے مہری  
 یہ سب ہے حُسنِ محبوباں، دے اتنی بد احسناتی  
 جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا، احسان کیا اُس کا  
 تکلفِ برطوت، یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی  
 بجائے اشک، ان شگیں دلوں کے جور سے اب تو  
 شرر بھڑکتے ہیں مرگاں سے بسانِ سنگِ چھماتی  
 اب کبھی کالی گٹھا میں جیسے بجلی کووند جاتی ہے  
 چمک جاتی ہے سستی میں ترے دانتوں کی بد راقی  
 نیرازِ دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو  
 یہ تیرے ترکِ چشم اب یکھ آئے کیسی ست راقی  
 بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا حق کو  
 خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاقی

دلہ

کہوں کس سے حکایت آشنا کی      سہو صاحب، یہ باتیں ہیں خدا کی  
 دعا دی، تو لگا کہنے کہ دُر ہو      سُنی میں نے دعا، تیری دعا کی  
 ادا کی آرزو کی، تو یہ بولا،      سچوں فرمائی تو ہیں ادا کی (۹)

قطعہ

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہو گا  
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ  
تھارے ساتھ جو میں نے دفا کی  
کہ تو نے اس دفا پر مجھ سے کیا کی  
لگا کہنے کہ بس بس چو پخ کر بند  
دفا لایا ہے، دت تیسری دفا کی

قطعہ

عدم سے زندگی لائی تھی پھسلا  
جنازہ دیکھتے ہی سن ہوا دل  
کہ دنیا جاے ہے اچھی فضا کی  
کہ ہے ظالم دغا کی، اے دغا کی

قطعہ

تجھے اے سوز کیا مشکل پڑی ہے  
کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل  
جو ڈھونڈھے ہے سفارش اغنیا کی  
محبت ہے اگر مشکل کشا کی

دلہ

گوشِ مہوش جو پہننے کو گہر چیریں گے  
اے صدف، پہلے وہ تیرا ہی جگر چیرے  
ماہرویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید  
ورنہ تجکو بھی وہ جوں شقِ قمر چیریں گے  
جو کوئی عاشق مولا ہو، اسے بے تاخیر  
ذکرِ تیا کی طرح تا بہ کسر چیریں گے  
دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں، اب ناچار  
اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تیر چیریں گے  
قتلِ دل ہووے گا زینت کے لیے محبوباں  
ارہِ شانہ سے زلفوں کو اگر چیریں گے



گونتھ ر زور کیا، تو بھی نہ ٹوٹا پا پڑ

اس بھجاؤنڈ سے لو آپ سپر چیریں گے  
کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں کے سوز  
جب ادھر دیکھو، تو ہر بار نظر چیریں گے

رباعیات

آتا ہے تو دڑ دڑ کیوں راتوں کو      بجو اس بھرے آگ لگے باتوں کو  
تو اور ڈھٹائی، مار بیٹھا چٹ سے      دُر ہو، صدقے کروں تم سے ہاتھوں کو

رباعی

گرم ہے تو آہ آہ کرنے کے لیے      درجہم ہے خاک دھوئیں میں رُلنے کے لیے  
دل ہی کو شب در دز پڑا جلتا ہے      ہے جان سواک روز یہ مرنے کے لیے اکڑا

رباعی ستراد

سن سوز، بہت دیکھ کے حیراں ہو گا      خوابوں کا جال  
زلف میں اُلجھے گا، پریشاں ہو گا      مت لے یے بال  
یہ چال بُری ہے، تجھ سے نفع کی نہیں      ادھام خیال  
کیا ہنستا ہے، پشیمان ہو گا      مت نہ نکال

رباعی

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص اور عام  
کیا اہل سکوت (اور) کیا اہل کلام  
پر زلیست ہر آن کی جو مثالِ خورشید  
پیدا ہوں صبح کو تو چھپ جا دیں شام

# کلیات آتش

KULLIYAT- E- AIASH

With Introduction by  
Dr. Z. A. SIDDIQUI

طبع اول	۶۱۹۷۲
ناشر	رام نراین لال بینی مادھو، الہ آباد-۲
©	ناشرین
مطبع	امراؤ کریم پریس الہ آباد-۳

قیمت : پندرہ روپے